محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ کے

افکار و نظریات

حسب الارشاد

مفکر اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم العالیہ

ترتیب لطیف

محمد صدیق ضیاء

مکتبہ نقش لاثانی شکر گڑھ
(نارووال)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمٰن)

اور تو اس کی اتباع کر جو میری طرف رجوع لایا

بفیضانِ کرم:-

قطب الاقطاب، غوث الاغیاث اعلیحضرت عظیم البرکت پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہ النورانی علی پوری

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات

حسب الارشاد

مفکر اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم العالیہ

ترتیب لطیف

محمد صدیق ضیاء

ناشر۔ مکتبہ نقش لاثانی شکرگڑھ (نارووال)

نام کتاب: شاہ ولی اللہ کے افکار و نظریات

تقدیم: حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب

مولف: محمد صدیق ضیاء نقشبندی حسینی آسوی

کتابت: محمد ابراہیم بلال: تربیلا ڈیم

اشاعت سال: 2004ء

اشاعت اول: ۱۰۰۰



مطبع:

قیمت:

225 روپے

﴿ناشر﴾

مکتبہ نقش لاثانی محلہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ (نارووال)

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

لاثانی بک سنٹر

ریلوے روڈ شکر گڑھ (نارووال)

فہرست عُنوانات

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

(تقدیم)

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ

(عظیم محسن و مظلوم شخصیت)

رشحاتِ قلم :۔ رائس المفکرین، سرتاج المتکلمین، عمدۃ المتوکلین، قدوۃ المجاہدین، محققِ دوراں، ادیبِ زماں، عارفِ معارفِ شریعت، ناشر انوارِ طریقت، دانائے علم و حکمت، پاسبان اہل ولایت جناب حضرت الحاج پروفیسر محمد حسین آسی ایم اے (علوم اسلامیہ و اردو) ناظمِ اعلیٰ بزم لاثانی پاکستان و بانی و سرپرست مجلۃ الحقیقۃ و شیرانِ اسلام پاکستان خلیفہ مجاز تاجدارِ اقلیم ولایت، منبع رُشد و ہدایت، غوث الاغیاث قیوم زمانی قندیلِ نورانی اعلیحضرت پیر سید علی حسین شاہ نقشِ لاثانی، قدس سرہٗ النورانی

وہ عظیم ہستیاں جنہیں قدرتِ کاملہ نے مختلف ادوار میں امّت مسلمہ کی قیادت و حفاظت کا فریضہ سونپا، ان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کا مقام بہت بلند اور نام بہت نمایاں ہے۔ آپ نے روح اسلام کو سمجھا اور زمانے کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے بہترین انداز میں سمجھانے کی کوشش کی تفسیر و حدیث ہو کہ فقہ و تصوف کلام و عقائد ہوں کہ سیر و سوانح، ہر میدان آپ کے قلم کی جولاں گاہ ہے۔ حکومتیں بدلتی رہیں، بادشاہ آتے جاتے رہے مگر آپ کے دربار فیض کے دروازے کھلے رہے اور علم و عرفان کے جام چلتے رہے۔ ملکی و سیاسی حالات ناگفتہ بہ رہے

بدامنی اور دہشت گردی زور پر تھی، غربت و افلاس نے چاروں طرف ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، افراتفری اور نفسی نفسی کا عالم تھا، اس کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ ملتِ اسلامیہ کا مضبوط سہارا بنے رہے اور فکری و علمی سرمائے کی حفاظت کرتے رہے۔ بظاہر صرف ایک محدث، ایک فقیہہ، ایک صوفی، ایک شاعر کو جب خارزارِ سیاست میں داخل ہو کر حالات کو پلٹتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اپنی حیرت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کا نورِ نظر ہی تو تھا جس نے مرہٹوں کا زور توڑنے کے لیے جناب احمد شاہ ابدالی علیہ الرحمہ کو بلایا اور پانی پت کی تیسری لڑائی میں فی الواقع جنگ کے بعد مرہٹوں کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ ایسا نہ کرتے تو آج پاک و ہند کی تاریخ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ (بمطابق ۱۷۰۲ء) کو بزمِ دنیا میں تشریف لائے اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ (بمطابق ۱۷۶۲ء) کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ حصولِ تعلیم کا زمانہ کتنا ہی مختصر ہو منہا کر دیا جائے تو باقی کتنے سال بچتے ہیں، اس مختصر سی مدت میں حکیم الاسلام نے جو کارنامے سرانجام دیئے اور بالخصوص جو تحقیقی اور متنوع ادب بہم پہنچایا، دیکھیں تو یوں لگتا ہے جیسے صدیوں میں تیار ہوا ہو۔ خصوصاً اس وقت جب لکھنے والا ماحول سے کٹ کر شب و روز صرف لکھنے ہی میں مصروف رہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب کی مصروفیات تو گوناگوں تھیں۔ وہ اپنے عظیم والد و معلم و مرشد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کی مسند کو زینت بھی دے رہے تھے، لہٰذا تدریس کا فریضہ، یارانِ طریقت کی رہنمائی، استفسار کرنے والوں کے جواب سب اُن کی روزمرّہ کی ناگزیر ذمہ داریاں تھیں۔ وُہ پہلو میں ایک حساس دل رکھتے تھے لہٰذا دین و مذہب کو کمزور کرنے والی جو سازشیں تیار ہو رہی تھیں اور ایران سے آنے والے لوگوں

کے، جو دربارِ حکومت پر چھائے ہوئے تھے، اثرات پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے۔ نیز وہ معاشرہ جو عیاشی و فحاشی کے سیلاب میں بہ رہا تھا، آپ کے سامنے تھا۔ ان حالات میں اسلام کا دفاع اور ایمان کی حفاظت بہت محنت طلب مسئلہ تھا، مگر حق یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے ہمت نہ ہاری، بہت کچھ کر کے دکھایا۔ ایسے زمانے اور ان حالات میں حکیم الاسلام کا لکھنے کے لئے وقت نکالنا اور وہ بھی اس انداز میں کہ ہر تحریر انقلابی ہو اور روشنی کا مینار۔ بغیر تائید ربانی اور رحمت مصطفوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ناممکن ہے۔ یہ کیسے ممکن ہوا، اس راز سے خود پردہ اٹھاتے ہیں۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین میں تیسری بشارت یوں درج فرماتے ہیں:

"حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں قلم ہے ایسا کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا کہ مجھ کو قلم عنایت فرمادیں، اور فرمایا

هٰذَا قَلَمُ جَدِّیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: یہ میرے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلم ہے

پھر آپ نے اسے ہاتھ میں روک لیا اور فرمایا امام حسین (رضی اللہ عنہ) اسے ٹھیک کر دیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے ٹھیک کر دیا، پھر عطا فرما دیا۔ پھر چادر لائی گئی تو اسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھا کر فرمایا

هٰذَا رِدَآءُ جَدِّیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: یہ چادر میرے نانا پاک حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے

پھر مجھے اوڑھادی۔

فَمِنْ یَوْمَئِذٍ انْشَرَحَ صَدْرِیْ لِلتَّصْنِیْفِ فِی الْعُلُوْمِ

الشَّرِيعَۃِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ۔

ترجمہ: اس دن سے میرا سینہ علوم شریعت میں تصنیف کرنے کے لئے کھل گیا۔ والحمد للہ۔ (الدر الثمین حدیث ۳۰)

اندازہ فرمائیے حضرت حکیم الاسلام کا منبع علم کیا ہے اور شرح صدر کا سبب کیا ہے۔ اس واقعے کو سامنے رکھیں تو کئی عقدے کھل جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہی کہ ہر دور میں سرآں حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نظر رکھتے ہیں، ہر فرد کی خداداد صلاحیت کو جانتے ہیں اور امت کی رہنمائی کے لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص افراد کا انتخاب فرما کر ان کی امداد فرماتے ہیں، مثلاً کسی زمانے میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشریف لا کر سیدنا حضور غوث اعظم شہنشاہِ جیلان وشہنشاہ اغیاث رضی اللہ عنہ کو وعظ کا حکم دیا اور انہیں مخصوص صلاحیتوں سے نوازنے کے لئے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن شریف ڈالا۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر کرم فرمایا اور انہیں ضروری صلاحیتوں سے نواز کر تجدید وقیومیت کے منصب پر فائز فرمایا، یونہی ہر دور میں ہوتا رہا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدائے واحد واکرم کے فضل وکرم سے مخصوص لوگوں کو منتخب فرما کر ان کی ضروریات کے مطابق نوازتے رہے۔ اسی دستور کے مطابق شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا انتخاب عمل میں آیا۔ تو کیا یہ حقیقت سامنے نہیں آجاتی کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے ایک آن کے لئے بھی غافل نہیں۔ اسی لئے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

چوں نبی در رنگ شبان امت است در محافظتِ امت خود غفلت شایانِ منصبِ نبوت او نباشد۔ (مکتوباتِ امامِ ربانی۔ دفتر اول مکتوب ۹۹)

ترجمہ: چونکہ نبی اپنی امت کی حفاظت میں شبان کی طرح ہیں تو پھر غفلت ان کے منصب نبوت کے مناسب نہیں۔

اس قسم کے لاتعداد واقعات جن میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف فرما ہوئے بلکہ بیداری میں، اور آپ نے اپنے کسی وفادار غلام کو کسی منصب پر فائز کیا تو یہ لاتعداد ثبوت ہوئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے کے، مختار ہونے کے، امت کو ہر وقت مشاہدہ فرمانے کے، اس کی ضروریات کا خیال رکھنے کے، اور غیب جاننے کے۔ ایک شخص کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیدار سے نوازرہے ہیں اور دوسروں کو اس کے ذریعے فیض دے کر ہدایات دے کر اور جادہ و منزل سے آگاہ فرماکر۔ بلاشبہ ایسا شخص اپنے دور کا گویا امام ہوتا ہے اور عموماً اسے کسی نہ کسی انداز میں امام مانا بھی جاتا ہے مثلاً یہی تین شخصیات یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، انہیں امام الاولیاء مانا جاتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو امام ربانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کو امام الہند کہا جاتا ہے۔ یہ امام حضرات اپنے اپنے دور میں ہمیشہ اس جماعت اور مذہب کے نمائندے رہے ہیں جس کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ابن ماجہ)

ترجمہ: سوادِ اعظم (یعنی بڑی جماعت) کی پیروی کرو اور بیشک جس نے سوادِ اعظم کو چھوڑا وہ تنہا ہی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

اِس قسم کی شخصیات اپنے دور میں بلکہ بعد کے ادوار کے لئے بھی معیارِ حق ہوتی ہیں چنانچہ آج تک امت کا بڑا طبقہ یعنی سوادِ اعظم انہیں یونہی مانتا چلا آیا ہے اور ان کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کرتا چلا آیا ہے۔ اِس اعتبار سے یہ لوگ اتحادِ امت کا بڑا سبب ہیں اور ان کی وجہ سے کئی اختلافات کا سدِّباب بھی ہوتا رہا ہے۔ یقیناً ان کا سایۂ ہما پایہ بقائے ملت کا ایک ذریعہ ہے اور ان کی سیرت عقائدِ اسلامیہ کی پہچان نیز جذبۂ عشقِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا باعث ہے۔

امامِ ہند و پاک حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ کی سیرتِ مقدسہ کا مطالعہ کرنے سے وہی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو باقی تمام اکابرِ ملت کی سیرتِ مقدسہ کے مطالعے سے ہوتے آئے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کو محسنِ ہند و پاک بھی کہا جا سکتا ہے، مگر افسوس جس طرح آپ عظیم محسنِ ملّت ہیں یونہی بلکہ اس سے زیادہ مظلوم بھی ہیں۔ لوگوں نے اسی امت کو جس کی رہنمائی کے لئے آپ کو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا قلم مبارک اور ردائے مقدس عطا ہوئی تھی، گمراہ کرنے کے لئے آپ کے نام کا سہارا لیا اور وہ عقائد و تعلیمات جو آپ کو ورثے میں ملے تھے اور جن کی اشاعت آپ عمر بھر کرتے رہے انہیں شرک و کفر سے تعبیر کیا اور یہ کہہ کر کیا کہ شاہ صاحب بھی انہیں کفر و شرک ہی سمجھتے اور کہتے تھے۔ پھر یہ ظلم کرنے والے کہیں باہر سے نہیں آئے تھے بلکہ یہ ظلم گھر کے بعض وارثوں سے شروع ہوا، گویا وہی معاملہ ہوا۔

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے!

ذرا سوچئے تو سہی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث علیہ الرحمہ کے مخالف کون تھے، اسلام کا نام لینے والوں میں صرف رافضی۔ ان کے سوا پاک و ہند میں ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس دور میں ان کی عظمت کا قائل نہ ہو۔ طریقت کے کسی فروعی مسئلے میں کسی کا مشاہداتی و علمی اختلاف تو معمولی بات ہے، البتہ کسی بنیادی اعتقادی مسئلے میں کسی کو بھی ان سے پرخاش نہیں تھی۔ اختلاف ہوتا بھی تو کیونکر، سارے برصغیر کے علماء عموماً ان کے شاگرد تھے یا مرید۔ منقولات میں انہیں کا فیض سارے ملک میں جاری و ساری تھا۔ معقولات کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام حضرت مولانا فضل امام علیہ الرحمہ کے مدرسے میں تھا مگر تفسیر و حدیث کے علوم وہ بھی انہیں سے سیکھتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے بعد ان کے نامور

فرزند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ان کی مسندِ علم و عرفان کے وارث ہوئے (رضی اللہ عنہما) جنہوں نے اپنے آباء و اجداد کے ورثے کی بہترین حفاظت فرمائی اور نہایت ہی اچھے طریقے سے اسے آگے شاگردوں اور مریدوں تک پہنچایا۔ یوں سمجھیئے عقیدہ و عمل کا جو ورثہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو بخشا اور پھر آگے آگے ائمہ، فقہا و محدثین و مفسّرین سے ہوتا ہوا شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہم تک پہنچا تھا، آپ نے من و عن آگے پہنچا دیا۔ آپ بلکہ آپ کے سب برادران حضرت شاہ عبد القادر، حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبد الغنی نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کی حفاظت و اشاعت کی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ہاں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ کے دَور میں ایک حادثہ ہوا انگریز جو برصغیر کے کئی علاقوں پر پہلے سے قابض ہو چکے تھے، اب دہلی پر بھی ان کا سکّہ جمنے لگا۔ مغلیہ خاندان کی حکومت جو حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے بعد لگاتار توڑ پھوڑ کا شکار تھی، اب بالکل دم توڑ رہی تھی۔ مغل بادشاہ کی حکمرانی لال قلعہ تک رہ گئی تھی اور وہاں بھی وہ انگریزوں کے جاسوسوں میں گھرا ہوا تھا۔ اَب انگریز اس نام کی بادشاہت سے بھی جان چھڑانا چاہتے تھے۔ اس کی صورت ان کی منحوس پالیسی کے مطابق یہی تھی کہ اہلِ ہند کو لڑایا جائے۔ انہیں مزاحمت کا زیادہ خطرہ تھا تو مسلمانوں سے جن کی حکومت چھینی جا رہی تھی، لہٰذا ہندؤوں کو تو صدیوں غلام رہنے کا تاثر دے کر بھڑکایا اور مسلمانوں میں انہوں نے فرقہ واریت کا بیج بویا۔ انگریزوں سے پہلے یہاں رافضی تھے، ایران سے آئے ہوئے چند افراد یا ان سے متاثر ہونے والے کچھ اشخاص۔ باقی سب اہلِ اسلام سُنّی تھے اور وہ بھی ساحلِ مدراس کے چند شوافع کے سوا سب کے سب حنفی۔ اِسلام کی معلومات رکھنے والا عام شخص بھی جانتا ہے کہ ایمان و ایقان کی ساری عمارت

حضورِ پُرنور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر کھڑی ہے ۔ ملّت کی نشوونما، فروغ و ترقی سب کا انحصار اسی ولولۂ عشق پر ہے مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ بقولِ اقبال علیہ الرحمۃ شیطان کا اصل ٹارگٹ بھی یہی جذبۂ محبت ہے، اس لئے اپنے شاگردوں کو بطورِ خاص یہ تاکید کرتا ہے کہ

وُہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بدن سے نکال دو

انگریز یعنی شیطانِ ملعون کے شاگرد اسی نقطۂ نظر کے مطابق کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو خاندانی طور پر مسلمانوں میں موثر بھی ہو اور انہیں گمراہ کرنے کے لئے تھوڑا بہت علم بھی رکھتا ہو۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز علیہما الرضوان کے گھرانے سے وہ گوہر مراد بھی مل گیا۔ محمد اسمٰعیل نامی، جو اول الذکر کا پوتا تھا اور ثانی الذکر کا بھتیجا۔ اسے بچپن سے ہی کھیل کود سے دلچسپی اور پڑھائی سے بیر تھا تاہم گمراہ کرنے اور اتحادِ ملی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے جتنا علم درکار تھا وہ اسے حاصل تھا ۔ انگریز اس سے پہلے اسی قسم کا ایک صاحبزادہ محمد بن عبدالوہاب بھی نجد کی سرزمین سے تلاش کر چکے تھے اور وہاں ان کا تجربہ بہت کامیاب رہا تھا۔ شیخ نجدی کی کتاب 'التوحید' بھی اس ناپاک مقصد کے لئے بہت مفید تھی، وہ بھی اسمٰعیل کو مل گئی۔ لہٰذا عوام کو گمراہ یا مذبذب کرنے کے لئے اسے دلائل گھڑنے پر بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ جن عقائد و اعمال کو اسے شرک یا بدعت کہنا تھا، وہ بھی سب کے سب اس کے اپنے گھر میں موجود تھے (اس لئے اس کے لئے اسے کوچہ گردی نہیں کرنی پڑی جس طرح محمد بن عبدالوہاب کو بھی سب کچھ اسے اپنے گھر سے مل گیا تھا)

دیکھئے انگریزی شیطانوں کی شاطرانہ چال کی کامیابی کہ قوم میں پھوٹ ڈالنے

کے لیئے اسے اس خاندان کا فرد میسرؔ آیا جو خود اتحادِ قومی کا ضامن تھا۔ اگر اسمٰعیل شاہ ولی اللہ صاحب کا پوتا اور شاہ عبدالعزیز صاحب علیہما الرحمۃ کا بھتیجا نہ ہوتا تو شاید اسے کوئی مسلمان منہ نہ لگاتا اور ایک دیوانے کی طرح بڑ ہانک کر خاموش ہو جایا کرتا۔ مگر عوام جنہیں حقیقتِ حال کا علم نہیں اور جن کے پاس زیادہ تحقیق کا وقت بھی نہیں ہوتا، بزرگوں کے نام سے دھوکا کھا گئے۔

میں فریب کھانے والا تو کسی سے یوں نہیں تھا
مجھے تیرا نام لے کے جُل دے گیا زمانہ

اسمٰعیل وعظ کہتا دہلی کے مختلف چوکوں میں کھڑے ہو کر اور ارد گرد اسی قسم کے غیر سنجیدہ نوجوان کھڑے ہو جاتے۔ وہ مسلمانوں کے جذبۂ عشق پر بجلیاں گراتا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ماننے والوں پر شرک کا فتویٰ دیتا اور وہ بھی اس وقت جب قوم کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر انگریزی یلغار کا راستہ روکنا چاہیئے تھا اور پھر قوم ان عقائد پر جن پر اب تک تقریباً سب کا اتفاق تھا، پارہ پارہ ہونے لگی۔ سات سمندر پار سے آیا ہوا گورا چٹا آقا یہی چاہتا تھا اور یہی زر خرید غلام نے کر دکھایا ــ علمائے و مشائخ اس کی ہرزہ سرائی پر پریشان تھے مگر انگریز اپنے 'بندے' کے مقابلے میں خدا کے بندوں کی کیا پروا کرتے۔ (یاد رہے یہ فتنۂ تبلیغ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے وصال تک انفرادی نوعیت کا تھا مگر سڑکوں اور چوکوں تک آپ کے وصال کے بعد پہنچا۔) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کا باقی خاندان اس صورتِ حال سے سخت پریشان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ نوزائیدہ مبلّغ دین کی نہیں بے دینی کی تبلیغ کر رہا ہے اور یہ بے لگام مفتی کسی اور کے نہیں اپنے خاندان کے عقائد و رسوم کو شرک و بدعت کہہ رہا ہے، نہیں، بلکہ صدرِ اوّل سے آج تک کے اکابر و اصاغر کے ایمان پر حملے کر رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ اس کے فتووں سے کتاب و سنت تک محفوظ نہیں، چنانچہ انہوں نے جامع مسجد دہلی میں اسے مناظرے

کے لئے للکارا۔ یہ بیچارہ بھیگی بلی بن کر پہنچا اور بڑی ذلت آمیز شکست کھا کر ہزاروں رسوائیوں کے سائے میں وہاں سے بھاگا۔ ہاں مجمع عام کے سامنے بہت سی باتوں کا اقرار کرنے کے باوجود توبہ سے محروم رہا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گیا۔ ہاں ہاں کتنا دردناک منظر ہے یہ کہ گھر کا وارث جسے نہائت جانفشانی سے اپنے آباء و اجداد کے ورثے کی حفاظت کرنا تھی، دنیا کے لالچ میں آ کر خود اسے برباد کرنا چاہتا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ شرمناک یہ امر کہ جن کے نام سے عوام کو دھوکا دے رہا ہے، انہیں کی عظمتوں کو پامال کرنے کے درپے ہے۔ سوچیئے نا ذرا کہ مولانا اسمٰعیل نے جن عقائد کو شرکیہ ٹھہرایا کون سے تھے، وہی جو اس وقت تمام اہل سنّت کے ہیں، اور ہر دور میں اہل سنت کے یہی رہے نیز یہی خود شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے باقی خاندان کے ہیں۔ دِلّی کے چوکوں میں وعظ کہنے والا یا تقویت الایمان لکھنے والا اسمٰعیل گویا شاہ ولی اللہ علیہ الرضوان کے عقائد کو شرکیہ کہہ رہا ہے یا دوسرے لفظوں میں شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کو معاذ اللہ مشرک کہہ رہا ہے، یونہی ان کے چاروں صاحبزادوں کو جن میں اس کا اپنا باپ بھی شامل ہے مشرک اور بدعتی قرار دے رہا ہے۔ مگر یہ بات ان کا نام لے کر نہیں کہتا۔ یہ نہیں کہتا کہ شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز، شاہ عبد القادر، اسمٰعیل کا باپ شاہ عبد الغنی اور شاہ رفیع الدین مشرک تھے۔ اسمٰعیل کی یہی شاطرانہ چال تھی کہ پردے پردے میں سب کو مشرک کہو مگر نام نہ لو، نام لینے سے مخالفت بھی بڑھے گی، جو لوگ جال میں پھنس رہے ہیں، نہیں پھنسیں گے اور انجان لوگوں میں یہ تاثر بھی پیدا ہو گا کہ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے یہی اسمٰعیلی عقائد ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسمٰعیل کے پیروکاروں میں یہ رَوِش اب تک قائم ہے یعنی مشرک و بدعتی کہو مگر نام نہ لو تاکہ مخالفت کی لَو تیز نہ ہو جائے۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز

محدث دہلوی قدس سرہ کے بھتیجوں اور دوسرے شاگردوں نے اگرچہ اسمٰعیل کی بھرپور مزاحمت کی، مناظرہ کر کے اسے ذلیل کیا، اس کی تحریر کا تحریری جواب دیا مگر اس کی چال کامیاب رہی اور کچھ نہ کچھ لوگ اسے سنتے رہے، اس کی کتاب تقویۃ الایمان کو، جسے انگریز حکومت نے خود طبع کر کے پورے برصغیر میں مفت تقسیم کیا تھا، لوگ پڑھتے رہے کہ یہ عظیم دادے کا پوتا اور عظیم چچے کا بھتیجا ہے۔ ہاں ہاں اِس نسبت نے (اور انگریزوں کے سائے نے) اسے بہت فائدہ دیا اور اب تک اس طریقے کا فائدہ اسے پہنچ رہا ہے۔ بلکہ اسمٰعیل کے بعد جو لوگ زیادہ چالاک تھے، انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کی اسی عظمت شان کے پیش نظر ایک اور منصوبہ بنایا، یعنی اسمٰعیل کی تعلیم پر مشتمل کوئی کتاب لکھ کر اسے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب کرنا۔ مثلاً البلاغ المبین، تحفۃ الموحدین، قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسین اور جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ (اور بعض اصل کتابوں میں عبارات ملا دیں۔ اب تک ان کتابوں کو بڑی پھرتی اور چالاکی سے پھیلایا جا رہا ہے) بلکہ اس سے بھی عجیب تر یہ صورت حال کہ شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے نام سے کئی ادارے، کئی اکیڈمیاں اور کئی درگاہیں معرض وجود میں آ گئے مگر وہاں بھی شاہ صاحب کے نام سے وہ عقائد و اعمال پھیلائے جا رہے تھے جو ان کے نہیں تھے اور ان عقائد و اعمال کو شرک و بدعت کہا جا رہا تھا جن پر وہ عمر بھر قائم رہے ـــــ کیسی دہشت گردی ہے، شاہ صاحب کے نام کا کیا استحصال ہے، اور شاہ صاحب پر یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ انہیں کے نام کا سہارا لے کر انہیں کے عقائد کو مشرکانہ کہا جائے۔ اگر دل میں رتی بھر بھی خوف خدا ہو تو یہ صورت حال پیدا نہیں ہوتی، مگر خوف خدا تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوتا ہے، جس کی پیش بندی کے لئے یار لوگوں نے عمر عزیز کی ایک ایک گھڑی

وقف کر رکھی ہے۔

یہ منصوبہ کہ عقائد کو مشرکانہ کہو مگر عقائد والے اکابر کا نام نہ لو اہلِ مکر و فریب کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ مثلاً اسمٰعیل کو انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ حضور امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کے عقیدے سے انکار ہے بلکہ اسے شرک قرار دیتا ہے۔ حضور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر، حامی و ناصر، مالک و مختار ہونے کا عقیدہ اس کے نزدیک شرک ہے ــــــ انبیائے عظام علیہم السلام اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کی دُہائی اس کے ہاں مشرک بنا دیتی ہے۔ اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت، ان سے فیض پانا، بزرگوں کا عرس منانا وغیرہ ان کے نزدیک بدعت ہے۔ میلاد شریف، تصوّرِ شیخ، بی بی صاحبہ کی صحنک، ایصالِ ثواب ایسی سب چیزیں شاہ صاحب کے گھر میں ہوتی تھیں اور اسمٰعیل نے ان سب کو شرک کہا۔ اگر یہ عقائد شرک ہیں تو جن کے یہ عقائد ہوں وہ یقیناً مشرک ہوں گے مگر اسمٰعیل نے اپنے باپ دادا کو مشرک نہیں کہا۔ اس لئے نہیں کہ ان کا ادب مقصود تھا بلکہ اس لئے کہ ان کے نام اور نسبت سے اس کی دکان چل رہی تھی۔ اگر انجان عوام کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ فرزندِ دلبند اپنے جدّ امجد اپنے باپ اور چچوں کو مشرک کہتا ہے تو لوگ چال میں نہ آتے نیز انہیں دھوکا دینا بھی آسان ہو گیا کہ صاحبزادہ اگر ان عقائد کو شرک و بدعت سے تعبیر کر رہا ہے تو یقیناً اس کے بزرگوں کے بھی یہی عقائد ہوں گے۔

پھر اس فریب کی انتہا اس وقت ہوئی جب دار العلوم دیوبند معرضِ وجود میں آیا اور اہلِ دیوبند نے ان تمام اسمٰعیلی عقائد کے ساتھ ساتھ خود کو 'حنفی' یعنی حضرت امام ابو حنیفہ کا مقلد کہنا شروع کیا اور پیری مریدی کی نمائش کے لئے اکابر دیوبند نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب (مہاجر مکی)

کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کر لی، گویا سنیت کا پورا لبادہ اوڑھ لیا۔
مگر چال وہی رکھی، یعنی سوادِ اعظم سے وابستگی ظاہر کر کے سُنّی بھی، امام
اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کا دعویٰ کر کے حنفی بھی اور حاجی امداد اللہ
علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر چشتی بھی بنے رہے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ
نے تھانوی صاحب کے بارے میں فرمایا۔

سُنّی و حنفی و چشتی
بن بن کے بہکاتے یہ ہیں

مگر حقیقت میں نہ سنی، نہ حنفی، نہ چشتی کیونکہ بغضِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے
دل کی دنیا تباہ و برباد اور تیرہ و تاریک کر رکھی ہے۔ گذشتہ اکابر کی تو چھوڑیئے
جو بات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ہو، ہرگز نہیں مانتے اگرچہ ان
کے اپنے پیر کی لکھی ہوئی ہو، اُستاد کی ہو، جیسے خود حکیم الامت کہتے ہیں اس کی ہو
جس کے قاسم العلوم ہونے پر ایمان رکھتے ہیں وہ کہے۔ مگر اس کے باوجود جس
طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ماننے والے دوسرے لوگوں کو مشرک
یا کافر یا بدعتی و گمراہ کہتے ہیں، انہیں ایسا بھی نہیں کہتے۔ مثلاً اگر حضور پر نور
صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ماننا معاذ اللہ کفر ہے تو جو بھی مانے وہ کافر ہوا مگر ان
کے ہاں اپنے پرائے کی یہ تمیز ہر جگہ موجود ہے کہ دوسروں کو تو کافر کہہ دیں
گے، اپنوں کو نہیں۔ شاید یہ دل سے یہی سمجھتے ہیں کہ ان کے اپنوں نے جو
فضائل کہیں بیان کئے ہیں دل سے نہیں کئے محض دھوکا دینے کے لئے کئے
ہیں، لہٰذا انہیں معذور سمجھتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک فکر و عمل کا طرز ہے جو
اسمٰعیل دہلوی سے شروع ہوا اور دیوبند میں آ کر خوب پروان چڑھا۔
اوپر کی سطور میں آپ نے بار بار اسمٰعیل، اسمٰعیل، کی تکرار دیکھی ہے یقیناً آپ
کو یہ بات کھٹکی ہو گی کہ لاکھ مخالفت سہی، نام لینے کا ایسا پھیکا انداز خلافِ

تہذیب ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید نہیں کہہ سکتے تو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ہی کہہ دیتے۔ آداب اس کی اجازت نہیں دیتے کہ اپنے مخالف کا نام نہایت غیر مہذبانہ انداز میں لیا جائے۔ مگر میں نے بھی ایک بات ذہن نشین کرانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ خوب غور فرمائیے اسمٰعیل کا حضور پرنور محبوب خدا تاجدار لولاک لما علیہ التحیۃ والثنا کے مقابلے میں کیا مقام ہے اور کیا حیثیت ہے۔ مگر یہ بدبخت و مردود شخص جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی اس انداز میں لیتا ہے کہ

'جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں'۔ (تقویت الایمان)

تو کیا تکلیف نہیں ہوتی۔ کیا کائنات کی عظیم ترین ہستی کا ذکر خیر اسی طرح کرنا چاہیئے۔ کیا کلمہ پڑھنے کا تقاضا یہی ہے بقول اعلیٰحضرت

دشمنو محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

اگر بس چلے تو کیا ایسے بھونکنے والے کتے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دوزخ کی پست ترین وادی میں نہیں پھینک دینا چاہیئے؟

کیا آپ نے یہ واقعہ نہیں سنا کہ کالج کے کچھ لڑکے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک نے عرض کیا 'حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کچھ بتائیے'۔ تو حضرت علامہ دیر تک صرف اس بات پر روتے رہے کہ جس قوم کے نوجوانوں کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام پاک نہیں لینا آتا، اس کا کیا بنے گا' ___ خود سوچئے کالج کے انگریزی پڑھے ہوئے ایسے نوجوان کا بیڑا زیادہ غرق ہے یا قرآن و حدیث پر بزعم خویش عبور رکھنے والے عالمِ اجل کا۔

میں کہتا ہوں حضور کے بارے میں یہ تصور کہ کسی چیز کے مختار نہیں، جھوٹ

سہی، کفر سہی، لاتعداد آیات و روایات کے خلاف سہی، مگر فی الحال ہم اس کی طرف نہیں آتے۔ ابھی صرف اپنے آقا و مولا، ملجا و ماویٰ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے نام پاک لینے کے انداز پر غور مقصود ہے اور انصاف سے کہئے اگر تقویت الایمان میں کوئی اور گستاخی، کوئی اور جھوٹ اور کوئی اور قابلِ اعتراض بات نہ بھی ہوتی، کیا اس کے مصنف کو روسیاہ اور سراپا کفر بنانے کے لیئے یہی اندازِ گفتگو کافی نہیں؟ سوال یہ ہے کہ اس نے کہاں سے سیکھا۔ سچی اور سیدھی بات یہی ہے کہ جہاں سے اسے مخصوص شیطانی توحید ملی، وہیں سے اسے یہ اندازِ ادب ملا — یعنی محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید سے۔ وہ مردود مطرود و مرجوم و مخذول بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسی طریقے سے لیتا ہے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہتا، مثلاً ایک جگہ بکتا ہے

اَمَّا السَّابِقُوْنَ فَاللَّاتُ وَالْعُزّٰی وَالسُّوَاعُ وَاَمَّا اللَّاحِقُوْنَ فَمُحَمَّدٌ وَعَلِیٌّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ وَالْکُلُّ سَوَاءٌ

(ترجمہ) پہلے (معبود) لات، عزیٰ اور سواع ہیں اور محمد، علی اور عبدالقادر پچھلے (معبود) ہیں اور سب برابر ہیں۔

آخر اس انداز کی وجہ کیا ہے، صرف یہ کہ ان بدبختوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و بغاوت ہے اور ان کے نہاں خانہ دماغ میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ امت کے معاذ اللہ مشرک ہو جانے کا سبب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور امت کے اس طرزِ عمل کا معاذ اللہ الزام حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہے۔ تو توحیدِ شیطانی کے نشے سے پاگل ہو کر جب امت پر فتویٰ شرک دیتے ہیں تو انہیں وہ احادیث یاد آجاتی ہیں جن کا تعلق شفاعت یا دوسرے اختیاراتِ نبوت سے ہے یا جن میں خود ندائے غائبانہ سکھائی گئی ہے مثلاً اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللہِ (یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو) پھر یہ بالکل آپے سے باہر ہو جاتے ہیں تو

امّت کی حمایت کرتے ہوئے دیکھ کر امّت کے والی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور دوسرے محبوبانِ خدا کے بارے میں اول فول بکنا شروع کر دیتے ہیں۔ بدبخت اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو یا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانیں تو اس میں ان دو معصوم و بے عیب عظیم الشان پیغمبروں پر الزام کیسا (علیہما السلام)۔ کیا کہیں قرآن پاک میں عیسائیوں کی تردید کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھی کوئی آیات اتاری گئیں بلکہ اللہ کے قرآن نے تو جہاں بھی موقع آیا، ان کے معجزات و کمالات و تصرفات بیان فرمائے، پھر بالخصوص وہ کمالات جنہیں عیسائی اپنی جہالت کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے دلائل سمجھ بیٹھے تھے۔ ہاں ہاں کمالات تفصیل سے بیان فرمائے مگر ساتھ ہی یہ وضاحت فرما دی کہ یہ ان کی الوہیت کے نہیں نبوت کے دلائل ہیں۔ ادھر ان کے برعکس نجد و دلی کے دو جیالے ہیں جو اس امّت پر شرک کا الزام لگاتے ہیں جو شرک سے پاک ہے اور پھر اپنے مزعومہ و نام نہاد شرک کے جوش میں آ کر جس نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں، اس کے کمالات و تصرفات کا انکار ہی نہیں کرتے، نہایت گستاخانہ انداز میں اس کا نامِ پاک لیتے ہیں، اور پھر بدبخت اسی کو توحید خیال کرتے ہیں۔

خیر بات لمبی ہوتی چلی گئی، مقصد یہ تھا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ جتنے بڑے امّت کے محسن ہیں، اتنے بڑے مظلوم بھی ہیں ــــ ان کی اصل تعلیمات کو چھپایا گیا، ان کے نام سے کتابیں لکھ کر اپنے معکوس نظریات کو ان کے افکار و نظریات کہہ کر عام کیا گیا اور بدترین دھوکا دے کر ان کی تعلیمات کو مشرکانہ قرار دے کر خود شاہ صاحب پر بھی شرک کا فتویٰ لگایا گیا۔

اس پس منظر میں ضرورت تھی کہ اس عظیم محسن کے احسانات کا ذکر کر کے

اور اس عظیم امام کی اصل تعلیمات کو سامنے لاکر اس عظیم مظلوم کا ساتھ دیا جائے۔ یہ کام مقدس بھی ہے اور محنت طلب بھی۔ اس کے لئے ایک شخص کی ضرورت تھی جس کا مطالعہ وسیع، نظر عمیق، دل دردمند اور فکر روشن ہو۔ چنانچہ مولانا صوفی پیر ادیب، سراپا اخلاص، سراپا جہد اور سراپا ز... جناب محمد صدیق ضیاء، تربیلا ڈیم کی شکل میں ہماری مراد مل گئی۔ ان سے میری شناسائی بلکہ دراصل دوستی کو ایک تہائی صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ میں گورنمنٹ ہائی سکول علی پور چٹھہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا اور یہ وہاں دسویں جماعت کے طالب علم تھے۔ یہ اس وقت بھی محنتی تھے اور وفادار۔ اس دور میں بھی ان کی سب سے نمایاں خصوصیت غیرت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم اساتذہ جو دراصل تعمیر ملت کی بجائے تخریب ملت میں مصروف رہتے ہیں، جب ان کی جماعت میں آکر اپنے گمراہ کن خیالات کا اظہار کرتے تو مولانا محمد صدیق کے ایک ہی جواب پر چپ سادھ لیتے۔ منہ پھٹ اور گستاخ اساتذہ جو دن رات حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار کرنے کرانے پر تلے رہتے ہیں، اپنے نوعمر طالبعلم کے سامنے بے بس ہو جاتے اور دوسرے طلبا استاد و شاگرد کی بات چیت سے محظوظ بھی ہوتے اور محفوظ بھی ہو جاتے ـــ گویا اساتذہ کے لبادے میں آنے والے اگر ظلمت شب کے نقیب تھے تو صدیق صاحب ضیائے صبح بن کر اندھیروں کو مفرور ہونے پر مجبور کر دیتے۔ حق یہ ہے کہ ضیا ان کے نام کا حصہ ہی نہیں بلکہ ان کی کارکردگی کا عنوان ہے اور ان کے مشن کا تعارف۔

بیسیوں نوجوانوں کو ایمان اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مالامال کرنے والا یہ نوجوان مبلغ و مناظر دوران تعلیم ہی شہنشاہ ولایت، تاشر زہد و طریقت، شبلی زمانہ، شیخ یگانہ، قیوم زمانی، حضور قبلہ عالم اعلیحضرت پیر سید

علی حسین شاہ صاحب نقشِ لاثانی قدس سرہٗ سجادہ نشین دربار لاثانی (علی پور سیداں شریف) کی نگاہ محبت کا اسیر ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ذرے سے آفتاب اور قطرے سے گوہر نایاب بن گیا۔ یہ سراپا طلب بن کر گیا تھا، شیخ سراسر عطا بن کر جلوہ فرما ہوا۔ اس نے دامنِ اخلاص پھیلایا، اس نے دولتِ عرفان سے معمور کر دیا۔ اب اس کی صلاحیتوں میں اسی طرح اضافہ ہوا جس طرح عزتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گداؤں کی صلاحیتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا جب مرشدِ اعظم حضور نقشِ لاثانی قدس سرہٗ دنیا کی نگاہوں سے چھپ گئے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) اور آپ کے فرزند اکبر عالم ربانی عارفِ حقانی، قیومِ زمانی حضور قبلۂ عالم الحاج پیر سید عابد حسین قدس سرہٗ سجادہ نشین ہوئے۔ جناب محمد صدیق ضیا صاحب کی وفاداری و نیازمندی روز افزوں رہی۔ چنانچہ شیخ کامل علیہ الرحمہ نے مریدِ صادق بلکہ مرید صدیق کی خدمت و استعداد کے پیش نظر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

مولینا کی وفاداری اپنے پیر خانے سے ہی نہیں، پیر خانے کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز سے بھی ہے اور مثالی ہے۔ یہ فقیر راقم الحروف آستی آستی دربارِ عالی کا سگ ادنیٰ ہے، مولانا محمد صدیق ضیاء نے اس کے ساتھ بھی اپنی مہر و وفا میں فرق نہیں آنے دیا۔ کہاں تربیلا ڈیم، کہاں شکر گڑھ، مہینے میں کم از کم ایک دفعہ اپنے پیر خانے (دربارِ دُربار شہنشاہ لاثانی علی پور سیداں شریف) میں حاضر ہوتے ہیں تو میرے یہاں نقش لاثانی نگر (شکر گڑھ) میں تشریف لاتے ہیں اور پھر جو کام ان کے ذمے لگایا جائے، اسے کمال تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔ چند سال پہلے میں نے عرض کیا کہ قوم کو 'بدعت' کے نام سے بہت دھوکا دیا جا رہا ہے اور دلچسپ و افسوسناک بات یہ ہے کہ جو خود بدعتی ہیں وہ انہیں بدعتی کہہ رہے ہیں جو بدعتی نہیں بلکہ سنّی ہیں۔ لہٰذا

اس پر بھی قلم اٹھانا چاہیئے۔ سچی بات ہے مولانا نے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس موضوع پر اہل سنّت کی کوئی اردو تحریر اس سے زیادہ مکمل، مدلّل اور مفید نہیں ہے۔ مخالفین کو بھی آج تک اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ میں نے جو عرض کیا تھا

کسی سنّت کو بدعت بدعتی اب کہہ نہیں سکتا
مدلل ایسی لکھی اس نے 'بدعت کی حقیقت' ہے

رب تعالیٰ نے سچ کر دکھایا اپنے فضل سے اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں۔

کتاب چھپ گئی تو میں نے عرض کیا جس طرح اللہ کریم جل مجدہٗ نے اپنے محبوبوں کے طفیل 'بدعت کی حقیقت' لکھنے کی توفیق دی، یونہی حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ کے 'اصل افکار و نظریات' سے بھی پردہ اٹھانا چاہیئے، کیونکہ یار لوگوں نے ان کے نام نامی کا بھی بڑا استحصال کیا ہے۔ ضیا صاحب سنتے ہی میدان میں آ گئے۔ کئی سو صفحات پر مشتمل ایسی کتاب جو گویا اب فردوس نظر ہے اُن کی بیسیوں کتابوں کا نچوڑ ہے' تیار ہو گئی۔ آپ اسے پڑھ کر حیران ہو جائیں گے وہ شاہ ولی اللہ جو ہمیں مڈل سے ایم۔اے تک اور سکول سے یونیورسٹی تک پڑھایا جاتا ہے' اصل حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ سے کتنا مختلف ہے۔ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں والا شاہ ولی اللہ میلاد شریف و عرس شریف کا منکر ہے اور اصل شاہ ولی اللہ صاحب کے گھر میں یہ سب کچھ ہوتا ہے' نصابی کتابوں والا شاہ ولی اللہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک کے کمالات کا اُسی طرح منکر و دشمن ہے جس طرح اُس کا پوتا اسمٰعیل مگر اصل شاہ ولی اللہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ، مختار، دانائے غیوب' حاضر و ناظر، ملجا و ماویٰ اور بندہ نواز و چارہ ساز سب کچھ مانتا ہے۔

اِس کتاب سے آپ کو یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ تحقیق کے نام پر بڑے بڑے پروفیسر کیا کیا عیّاری و مکّاری کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ سے اصل فیضِ ہدایت حاصل کرنے کے بجائے کس طرح اُن کی تعلیمات کو بالکل برعکس رنگ میں پیش کر کے دنیا کو آپ کے فیض سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی محمد بن عبدالوہاب سے متاثر ہو گئے تھے، سخت دھوکے میں ہیں یا دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نہایت کم فہم اور کند ذہن شخص تھا۔ اس کے اردگرد بھی ایسے ہی لوگ جمع ہو گئے تھے جنہیں لوٹ مار کرنے کا شرعی جواز ملنا چاہیئے تھا لہٰذا جب محمد بن عبدالوہاب نے اکثر بلکہ سب مسلمانوں کو مشرک، مرتد اور واجب القتل کہا تو ان کی مراد پوری ہو گئی۔ اسی سے اس کی فوج بن گئی، ورنہ محمد بن عبدالوہاب کی شخصیّت میں دلآویزی کا ایک بھی پہلو نہیں تھا۔ اُس کی کتابوں سے ہم جیسے گناہگار کوئی اثر نہیں لیتے۔ چہ جائیکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ جو استدلالی ایمان سے شہودی ایمان کی منزل تک پہنچ گئے تھے۔ حق یہ ہے کہ جس طرح یہ بات ناقابل یقین اور کھلم کھلّا جھوٹ ہے کہ اعلیٰحضرت بریلوی آخر عمر میں کسی دیوبندی یا غیر مقلد ملّا سے متاثر ہو کر وہابی ہو گئے تھے، اس سے بھی زیادہ ناقابلِ یقین اور افسوس ناک جھوٹ یہ ہو گا کہ کوئی شخص حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ کو وہابی کہہ دے۔

بہرحال کتاب آپ کے سامنے ہے، اسے پڑھتے جائیے اور مصنّف کی عرق ریزی پر اسے داد دیتے جائیے نیز دُعا کرتے جائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم سیدنا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اسے قبول فرمائے اور حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ کے صدقے میں مصنف کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، نیز وہ کام جو اب ان کے ذمّے لگایا گیا ہے یعنی منکرینِ حدیث کی سرکوبی، اس میں کماحقّہٗ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!

سگِ بارگاہِ حضور نقش لاثانی۔ آسی

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان بنائے ۔ یہ دنیا بسائی اور انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے برگزیدہ حضرات انبیائے کرام اور رسولانِ عظام علیہم السلام کو یکے بعد دیگرے مبعوث فرمایا۔ ان میں سب سے آخر، سب سے بڑے ہادی و رہبر سید المرسلین رحمۃ للعالمین جناب احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین بن کر تشریف لائے اور سلسلۂ نبوت و رسالت کی تکمیل ہو گئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بابِ نبوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ البتہ ہدایت و رہنمائی اور دعوت الی الخیر کا سلسلہ جاری رکھا۔

ہدایت و رہنمائی اور دعوت الی الخیر کیلئے رہبر و داعی کا ہونا بھی ضروری ہے کہ بغیر رہبر مندی کا ہدایت پانا اور راہ یاب ہونا ممکن نہیں رکھا گیا (وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ۔ الکہف۔ اور وہ جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے) اس لئے اللہ تعالیٰ قادر و قدیر نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی آخری اور عالمگیر امت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جہاں یہ انتظام فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل، اکمل اور عالمگیر تعلیمات عطا فرمائیں وہاں اسی امت سے داعیان الی الخیر کی ایک عظیم جماعت بھی تیار فرمائی تاکہ وہ دعوت الی الخیر اور تبلیغ و تذکیر کے ذریعہ ان روشن تعلیمات کو انسانوں میں منتقل کرتی رہے فرمایا:

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ (القرآن)	اور تم میں ضرور ایک جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت الی الخیر کیلئے ایک مخصوص جماعت (اُمّۃ) کو تیار فرمایا۔ ہر کسی کو اس کا اہل نہیں ٹھہرایا۔ خصوصاً بے علم (جاہل) رہبر نہیں ہو سکتا کہ وہ خود راہ شناس نہیں ہوتا ع

بے علم نتواں خدا را شناخت

اور جو راہ شناس نہ ہو یعنی راہ اور راہ کے نشیب و فراز سے خود واقف نہ ہو، راہنمائی نہیں کر سکتا۔ پس رہبر و داعی الی الخیر کا راہ شناس یعنی عالم و عارف ہونا نہایت ضروری ہے اور عالم صرف علم دین حاصل کر لینے والے کا نام نہیں بلکہ عالم وہی ہوتا ہے جو اپنے علم پر عمل بھی کرتا ہے (اَلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ بِمَا یَعْلَمُوْنَ۔ مشکوٰۃ، کتاب العلم) یعنی رہبر و مبلغ کیلئے عالمِ باعمل ہونا ضروری ہے بلکہ بے عمل و غیر صالح کو تبلیغ روا ہی نہیں۔ فرمایا

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ (الصف)	کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو کرو نہیں۔

گویا دعوت الی الخیر اور تبلیغ و تذکیر کیلئے جس جماعت کو منتظم و ممتاز فرمایا گیا ہے وہ علماء و صلحاء کی جماعت ہے۔ محض بستر اٹھائے کو بکو پھرنے والے اور خلافِ سنّت گلیوں میں گشت کرنے والے جہلا کی نہیں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث بھی علمائے دین ہیں یہ جاہل نہیں (العلماء ورثۃ الانبیاء)۔ پس تبلیغ و تذکیر اور دعوت الی الخیر کیلئے علماء ہی کو خاص فرمایا گیا۔ علم و عمل میں انبیائے کرام علیہم السلام کا جانشین بنایا گیا۔ چنانچہ حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ (میری اُمّت کے علماء تبلیغ و تذکیر کے اعتبار سے بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) پس اللہ تعالیٰ نے جماعت علماء کو دعوت الی الخیر اور تبلیغ و تذکیر کا فریضہ سونپا اور متلاشیانِ حق کا راہبر و رہنما بنا دیا۔ فرمایا:

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (الانبیاء)	تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اور فرمایا اہلِ علم ہی میری رضا حاصل کرنے والے اور مجھ سے ڈرنے والے ہیں۔ (اِنَّمَا

يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۔ فاطر۔ اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں) علماء ہی میرے ہیں اور یہی میری طرف رجوع رکھنے والے ہیں۔ میں ان سے راضی ہوں اور مجھے انہی کی راہ پسند ہے پس تم بھی ان کی اتباع کرو راہ یاب اور کامیاب ہو جاؤ گے۔ فرمایا:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمٰن) اور تو اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

جب علماء و صلحاء کی جماعت ہی داعیان الی الخیر کی جماعت ہے ان کا راستہ ہی صحیح راستہ ہے اور طالبان راہِ ہدایت اور متلاشیان سبیلِ نجات کیلئے ان سے راہنمائی حاصل کرنا بلکہ عقائد و نظریات اور افکار و تعلیمات میں ان کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا ہے تو ان کے افکار و نظریات کو پرکشش اور نصیحت آموز انداز میں لوگوں کو سنانا اور محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک پہنچانا بھی منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے۔ اور زندہ قوموں کا تو شیوہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنے محسنوں کو یاد رکھتی اور انکے نقوشِ قدم کی تابانیوں میں اپنی راہیں متعین کرتی ہیں اس سے نہ صرف اہل علم و عرفان اور اصحابِ فضل و کمال شخصیات کا مشن زندہ رہتا ہے کہ لوگوں کی راہنمائی کیلئے اس کا زندہ رہنا ضروری بھی ہے، بلکہ پڑھنے سننے والا متاثر ہو کر سبق بھی حاصل کرتا ہے اور طبیعت انصاف پسند ہو تو غلطی پر آگاہ ہو کر تائب بھی ہو جاتا ہے۔

جید علمائے اسلام اور مقتدر صلحائے عظام میں محسنِ ملتِ اسلامیہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے افکار و نظریات پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے ایسی قدآور اور ہمہ جہت شخصیت ہیں کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کے پدر گرامی قدر سلسلہ نقشبندیہ کے فخر حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی سے لیکر فرزندِ ارجمند سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک اس ولی اللٰہی خاندان نے پاک و ہند بلکہ تمام عالم اسلام پر گہرے علمی فقہی اور روحانی اثرات مرتب کئے ہیں خصوصاً حدیث و تفسیر میں تو عرب و عجم کے علماء کو فیض یاب فرمایا ہے۔

فطرت شناس جانتے ہیں کہ قدرت جن افراد کو مخصوص مقاصد کیلئے تیار کرتی ہے انہیں صلاحیتیں بھی مخصوص عطا کرتی ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ملت کی اصلاح اور راہنمائی کیلئے بیشمار فضائل و خصائل سے سرفراز فرمایا۔ آپ بیک وقت علمائے راسخین کے امام، جیّد و نامور فقیہہ، عظیم المرتبت محدث، جلیل القدر مفسر، جامع معقول و منقول، عارف معارف الہیہ واقف اسرار لدنیہ، کاشف حقائق و دقائق، سلوک و تصوف کے نیّر تاباں، محققین و متکلمین کے رئیس، سیاسیات و عمرانیات کے ماہر اور حکیم ملت اسلامیہ تھے۔ آپ نے تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، عقائد و تصوف، سیر و سوانح، سیاسیات و عمرانیات، معمولات اہل سنت اور مقامات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر قابل قدر کام کیا اور تحقیق و تدقیق کے دریا بہائے۔ آپ کی بعض ضخیم اور شہرۂ آفاق تصانیف دینی مدارس اور جامعات کے نصاب میں داخل ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کا دور ایک خون آشام دور تھا۔ ملک میں سیاسی بدنظمی اور معاشرتی و اقتصادی ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اسلام دشمن قوتیں جن میں مرہٹے، جاٹ، سکھ اور روہیلے شامل تھے مسلمانوں کے درپے آزار تھیں۔ مذہبی محاذوں پر کئی دیگر بدعتوں کے علاوہ شیعیت بھی یلغار کئے ہوئے تھی۔ غرض ملت داخلی، خارجی اور مذہبی طور پر شدید انتشار اور خلفشار کا شکار تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے گرد و پیش کے حالات کا پوری بصیرت سے جائزہ لیا اور اصلاح احوال کیلئے بھرپور کوششیں کیں۔ اگر آپ اسلام کے دشمنوں کے استیصال کیلئے احمد شاہ ابدالی کو دعوت نہ دیتے تو نہ جانے آج پاک و ہند کا نقشہ کیا ہوتا اور ازالۃ الخفاء ایسی جامع و لاجواب کتاب تصنیف کر کے شیعیت کا راستہ نہ روکتے تو مذہبی صورت حال کیا ہوتی۔ آپ نے بہت سے مختلف فیہ مسائل میں نزاع کو سلجھایا اور دینی و مذہبی، علمی و فکری، سیاسی و اخلاقی غرض ہر محاذ پر ملت کی راہنمائی کی۔ ملت اسلامیہ آپکے خداداد علم و فضل اور قابل قدر خدمات و احسانات کا اعتراف کرتی ہے۔

قوم آپ کو خراج تحسین پیش کرتی ہے اور علمائے اسلام اور صوفیائے ذوالاحترام

سے گردانتی ہے لیکن افسوس اتباع میں متفق نہیں۔ شاید آپکے افکار و نظریات یکجا طور پر دستیاب نہ ہونے کے باعث صحیح طرح سے آگاہ نہیں، یا بعض لوگ محض مطلب براری کیلئے حقائق سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ پاک و ہند کی پیداوار بعض نام نہاد اسلامی مکاتبِ فکر کی ستینۓ، عقیدت و محبت اور وابستگی و نسبت کے دعوی کے باوجود آپکے اصل افکار و نظریات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے مثلاً غیر مقلدین اپنے نظریات کی صحت کے ثبوت میں آپ سے استدلال کرنے کا تکلّف تو کرتے ہیں لیکن آپ کے افکار و نظریات کی موافقت میں اپنے عقائدِ باطلہ اور غیر مقلدیت سے تائب ہو کر حنفیت اختیار نہیں کرتے۔ کچھ یہی حال مبتدع دیوبندیوں کا ہے جو عقیدت و محبت کے دعوی کی آڑ میں شاہ صاحب کے برعکس اپنے خلافِ اسلام نئے نئے عقائد کا پرچار کرتے رہتے ہیں جبکہ عقیدت و محبت کا دعوی ہی کافی نہیں، شاہ صاحب کی تصریحات کی روشنی میں عقائد و معمولات کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ بغرض موجودہ دور میں اسلام کی حالت نہایت نازک ہے۔ صرف اغیار ہی اس کے در پے آزار نہیں، یہ نام نہاد مصلحینِ امّت بھی اس کی نئی نئی تعبیرات و تشریحات پیش کر رہے ہیں۔ وہ اسلام کی اشاعت نہیں اپنے مخصوص نظریات کا فروغ چاہتے ہیں اور تلبیسات کے جوہر دکھا کر بھولے بھالے سنّیوں کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی من مانی تاویلات کے ذریعہ بدعقیدگی پھیلانا اور عقائدِ صحیحہ میں شکوک و شبہات ڈالنا ان کا وتیرہ ہے جو ملّتِ اسلامیہ میں فسادِ عظیم کا باعث ہے اور اتحادِ اسلامی پارہ پارہ ہو کر رہ گیا ہے۔

قوم میں موجود افتراق و انتشار، مفسدین کی تلبیسات اور کتاب و سنّت کی نئی نئی تعبیرات و تشریحات سے متفکر و پریشان دانائے علم و عرفان، ناشر انوار سنت، ماحی ظلمات بدعت، حامی اصلاح امّت، فخر دین و ملّت، مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی، (دامت برکاتہم القدسیہ) ناظم اعلیٰ بزم لاثانی پاکستان نے بندہ کو حکم فرمایا کہ موجودہ افتراق و انتشار اور مذہبی اختلافات کو مٹانے، مفسدین کی تلبیسات کو طشت از بام کرنے اور کتاب و سنّت کی نئی نئی تعبیرات و تشریحات کا راستہ روکنے کیلئے خاص و عام کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کی جانب متوجہ کر دو

اور انکے افکار و نظریات پیش کر دو۔ آپ راہنمایانِ ملّت اور داعیانِ الی الخیر کی جماعت کے فردِ فرید ہیں۔ قوم آپ کو اپنا محسن خیال کرتی ہے' ان کی آراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ ان سے روگردانی روا نہیں سمجھی جاتی۔ عوام النّاس آپکے افکار و نظریات سے آگاہ ہو کر نہ صرف مفسدین کی چالوں سے خبردار ہوں گے بلکہ بدمذہبی کے نقصانات سے آگاہ ہو کر اہلِ حق سے وابستگی کو ترجیح دیں گے۔ اِس طرح قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے مفسدین کی تلبیسات کا زور ٹوٹے گا اور اسلام کو تقویت حاصل ہو گی۔

آپ کے افکار و نظریات آپ کی بیسیوں ضخیم کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں ہم نے مارکیٹ میں دستیاب کتب سے بساط بھر استفادہ کیا اور فیصلہ کن تصریحات کو قارئین کی آسانی کیلئے ساڑھے سات سو (۷۵۰) سے زائد جلی عنوانات سے نمایاں کر دیا ہے انشا اللہ انصاف پسند حلقے ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ حضرت شاہ صاحب کے نام سے دھوکا دینے والے نام نہاد محققین کی تلبیسات طشت از بام ہوں گی اور عامۃ المسلمین آگاہ ہو کر مفسدین کی بجائے حق اور اہلِ حق سے وابستگی کو ترجیح دیں گے بلکہ یہ نام نہاد محققین بھی اگر حد سے بڑھ کر لَا یَرْجِعُوْنَ کے مصداق نہیں بن گئے تو انشاء اللہ بحکم خداوندی وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کے مطابق ترجمانِ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات اختیار کر لیں گے اور قوم اتفاق و اتحاد کی دولت سے مالا مال ہو جائے گی۔ ضرورت صرف بلا تعصّب اور بنظرِ غائر مطالعہ کرنے کی ہے۔

آخر میں برادرِ طریقت جناب ڈاکٹر محمد اعظم صاحب (سیالکوٹ۔ حال امریکہ) کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کی طباعت و اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی اور ایک خطیر رقم صرف کر کے اسے قارئین تک پہنچانے کا اہتمام فرمایا۔

دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے قبول فرما کر خاص و عام کیلئے نافع بنائے اور ہم سب کو اپنے محبوب کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین!

ضیاء حسینی آسوی

باب اوّل

احوال ومقامات

احوال و مقامات

حسب و نسب

حکیم الاُمّت حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہُ کی اولاد امجاد سے تھے۔ اپنا سلسلۂ نسب یوں بیان کرتے ہیں: "ولی اللہ بن شیخ عبدالرحیم بن الشہید (شیخ وجیہ الدین) بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین عُرف قاضی قازن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عُرف قاضی بدہ بن عبدالملک بن قطب الدّین بن کمال الدّین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن محمد عطاملک بن ابوالفتح ملک بن عمر حاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد بن شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن عمر خطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

پُرانے نسب ناموں میں جو کہ رہتک اور شاہ ارزانی بدایونی کے خاندان میں موجود ہیں جن میں نسب سالار حسام الدین بن شیر ملک سے مِلتا ہے ان میں ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ اور ملک پرانے زمانے میں تعظیم کا لفظ تھا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں خان کا لفظ ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (انفاس العارفین۔ اردو صہ ۲۴۱)

والدِ ماجد شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکرِ خیر دلپذیر القابات کے ساتھ کیا ہے ـــ

انفاس العارفین کی ابتداء میں خطبہ کے بعد فرماتے ہیں:

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر ولی اللہ عفی عنہُ یہ چند کلمات قدوۃ العارفین، زبدۃ الواصلین، صاحب کرامات جزیلہ و مقامات جلیلہ سیدنا مولانا حضرت والد بزرگوار شیخ عبدالرحیم قدس سرّہُ العزیز کے اقوال و احوال، واقعات و تصرفات پر مشتمل ہیں، مَیں نے اس کا نام "بوارق الولایۃ" رکھا ہے۔

آپ کی ولادت کی بشارت آپ کے نانا شیخ رفیع الدین نے دی جب آپ تقسیم میراث کے موقع پر اپنی سب سے کم سن اور غیر شادی شدہ بیٹی (والدہ شاہ عبدالرحیم) کو مشائخ کرام کا شجرۂ اوراد اور فوائد طریقت پر مشتمل رسالہ عنایت فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا، اس بیٹی کا ایک فرزند ہوگا جو ہماری اس معنوی میراث کا مستحق ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ بشارت حرف بحرف پوری ہوگئی۔

کم عمری میں ہی آپ کو سنن و مستحبات کی خوب پابندی کے ساتھ وضو فرماتے دیکھ کر آپ کے ماموں شیخ عبدالحیؒ نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ بارہ تیرہ برس کی عمر میں حضرت زکریا علیٰ نبینا و علیہ السلام نے خواب میں آپ کو اسم ذات کی تلقین فرمائی۔ درود پاک کی کثرت کو حرزِ جاں بنائے رکھا اور اسی کی برکتوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں حضرت شیخ آدم بنوری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت سید حافظ عبداللہ قدس سرہٗ سے بیعت ہو کر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہوگئے۔ سیدنا غوثِ اعظم اور خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہما کی خصوصی نسبتوں سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت غوثِ اعظم اور خواجہ نقشبند قدس سرہما کی خصوصی نوازشات اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اعزازات کا ذکر فرمایا ہے۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہٗ کا جبۂ مبارک آپ تک پہنچا۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دو بال مبارک انہیں عطا فرمائے جن میں سے ایک حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کو ملا۔ آپ یوم میلاد شریف نہایت اہتمام سے مناتے۔ موئے مبارک کی زیارت کراتے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے۔ ایک سال تنگدستی کے باعث صرف بھنے ہوئے چنے تھے وہی بطور نیاز تقسیم کیے۔ لیکن یومِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسبِ معمول منایا۔

آپ مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کا التزام بھی فرماتے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ اور دیگر اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دیتے رہتے۔ بزرگوں کے عرسوں میں بھی شرکت فرماتے۔ اللہ ربّ العزّت نے ظاہری و باطنی علوم سے نوازا تھا۔ فتاویٰ عالمگیری پر نظرثانی آپ کی علمی

عظمتوں کی روشن دلیل ہے۔ اپنے عظیم فرزند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی۔ انہیں بیعت کیا اور بیعت و ارشاد کی اجازت سے نواز کر اپنا جانشین بنایا (مختصراً) — (انفاس العارفین)

مولانا عبد المتین ہاشمی کا خراجِ عقیدت ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

"اگرچہ جو شہرت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (علیہ الرحمۃ) کو حاصل ہوئی وہ ان کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کو حاصل نہ ہو سکی۔ لیکن یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تعلیم و تربیت اور ان کے عالی افکار کی نمود میں حضرت شاہ صاحب کی فطری صلاحیتوں کے علاوہ حضرت شاہ عبد الرحیم کا بہت بڑا حصہ ہے۔ شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کے والد شاہ وجیہ الدین علیہ الرحمۃ ایک صاحبِ دل اور صاحبِ سیف بزرگ تھے۔

سنہ ۱۰۵۴ھ میں شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر پائی اور آگرہ میں (جہاں ان کے والد بسلسلہ ملازمت مقیم تھے) میر محمد زاہد ہروی سے معقولات اور علم کلام کی تحصیل کی۔ آپ ایک بلند پایہ عالم محرم راز صوفی اور صاحبِ بصیرت فقیہہ و محدث تھے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ آپ کے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو عام علوم میں عموماً اور فقہ و حدیث میں خصوصاً ان کی طرح تبحر رکھتا ہو۔

آپ کی روحانی تربیت میں سب سے زیادہ حضرت خواجہ حافظ سید عبد اللہ علیہ الرحمۃ خلیفہ حضرت آدم بنوری علیہ الرحمۃ کو دخل تھا۔ حضرت آدم بنوری علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے — حضرت حافظ سید عبد اللہ نے اپنے فیضِ صحبت سے شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کو کندن بنایا تھا۔ یہ اس لیے کہ وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے نامور فرزند (جو مستقبل میں امام الہند بننے والے تھے) کی تربیت کر سکیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ نے بڑی جاں سوزی اور شفقت سے حضرت شاہ ولی اللہ کی تربیت فرمائی اور انہیں جو کچھ بارگاہِ اولیاء سے ملا تھا، سب کا سب اپنے گرامی قدر صاحبزادے

کے باطن میں انڈیل دیا"۔ (سطعات۔ اردو، ص۲-۳)

حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ کے تصرفات و کرامات بے شمار ہیں (تفصیل کے لیے انفاس العارفین ملاحظہ فرمائیں)۔ آپ نے فرمایا:

"ایک مرتبہ میں نے حق تعالیٰ سے تحقیق و تجدد امثال کی طلب کی، مجھ پر ایک حالت طاری ہوگئی کہ میں نے خود کو "قیوم عالم" دیکھا اور عالم کے ہر ذرہ کا اپنے ساتھ ربط و تعلق مشاہدہ کیا کہ اگر وہ منقطع ہو جائے تو لاشئی محض ہو جائے"۔ (انفاس العارفین، اردو ص۶۵)

الغرض آپ نے عجیب و غریب مقامات کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں، ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے درود شریف اور محض توجہ سے حاصل کیا ہے۔ فرخ سیر کے آخری عہد میں بدھ کے روز ۷۷ برس کی عمر شریف میں ۱۲ صفر المظفر ۱۱۳۱ھ کو وصال فرمایا۔

شاہ ولی اللہ کی ولادت کی بشارتیں

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میرے والدین قدس اللہ تعالیٰ سرہما اور صلحاء کی ایک جماعت کو اس فقیر کی ولادت سے پہلے اور بعد بہت سی بشارتیں ملیں۔ چنانچہ ایک عزیز اور مخلص دوست نے یہ ساری تفصیلات دوسرے واقعات کے ساتھ اپنے رسالے "القول الجلی" میں بیان کی ہیں"۔ (انفاس العارفین۔ اردو، ص۲۹۶)

مؤلف "القول الجلی" لکھتے ہیں:

حضرت اقدس کی ولادت سے قبل بہت سی باتیں بشارت کے طور پر آپ کے بارے میں مختلف بزرگوں کی ارواح سے ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ ایک روز آپ کے والد ماجد شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ دوران فاتحہ حضرت کی روح پاک نے ظاہر ہو کر فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ آپ نے اس خیال سے کہ اہلیہ کا سن اس کا متقاضی نہ تھا (یعنی وہ سن یاس کو پہنچ چکی تھیں) اس سے یہ تعبیر لی کہ شاید حضرت کی مراد میرے پوتے سے ہو یعنی شیخ صلاح الدین (جو حضرت کے بڑے صاحبزادے

تھے) کے کوئی لڑکا پیدا ہو۔ حضرت خواجہ نے آپ کے اس خطرہ پر آگاہ ہو کر فرمایا کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے، بلکہ وہ لڑکا تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا جب اس کو ایک عرصہ ہو گیا باوجودیکہ آپ کمال تجرّد سے متصف تھے اور خواہش نفسانی سے مکمل اعراض تھا، نیز سن شریف بڑھاپے کی منزلوں سے گزر رہا تھا، لیکن اس سر کے معنی ؎

موسیٰ (علیہ السلام) اندر درخت آتش دید — سبز تر می شد آں درخت از نار

شہوت و حرص مرد صاحب دل — ہم چناں داں و ہم چنیں انکار

(جناب موسیٰ علیہ السلام نے درخت میں آگ دیکھی، درخت بجائے جلنے کے اور سر سبز ہو گیا صاحب دل مرد کی شہوت و حرص کو اسی پر قیاس کرو) کا ظہور ہوا اور آپ کو نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی، اور میاں شیخ محمد قدس سرہ (جو آپ کے خلیفہ بزرگ تھے) کی بڑی صاحبزادی سے آپ نے نکاح فرمایا اور ان کے بطن سے حضرت اقدس پیدا ہوئے اور ان کے بعد آپ کے برادرِ خرد شاہ اہل اللہ جو کمالاتِ ظاہری و باطنی سے متصف ہیں عالمِ وجود میں آئے۔ اس دوران وہ واقعہ سابقہ آپ کو یاد نہ رہا اور آپ کا نام ولی اللہ رکھا۔ بعد ازاں جب وہ بشارتِ مذکورہ آپ کو یاد آئی تو قطب الدین احمد بھی نام رکھا۔ الحمد للہ کہ ذاتِ شریف دونوں ناموں کی مصداق ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ جو علوم شریعت میں تفسیر و حدیث کی عالمہ تھیں اور آدابِ طریقت سے آراستہ اور اقلیم حقیقت کی عارفہ، نیز اسم با مسمّٰی یعنی فخر النسا تھیں اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے بزرگ مردوں سے سبقت لے گئی تھیں۔ ایک رات نماز تہجد کے لیے اٹھیں دونوں قریب قریب نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فراغت کے بعد جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، دونوں کے مابین تھوڑا فاصلہ تھا کہ غیب سے دو ہاتھ اور برآمد ہوئے اور دعا کے لیے اٹھ گئے۔ والدہ ماجدہ دیکھ کر متعجب ہوئیں۔ ان کو متعجب دیکھ کر والد ماجد نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصۂ وجود میں قدم رکھے گا وہ بھی ہمارے ساتھ اس نماز نیز ہماری دعا میں شریک ہے۔ بعد ازاں حضرت اقدس پیدا ہوئے اور سات سال کی عمر سے ہی اپنے

والدین کے ساتھ نمازِ تہجد میں شریک ہوتے رہے۔ اور نماز سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھ دُعا کے لیے اٹھاتے تھے۔ ہر وہ بات جو آپ کے والدین کو سالہا سال قبل مشاہدہ کرا دی گئی تھی، پوری ہوئی۔ آپ کے والدین یہ دیکھ کر وہ واقعات یاد کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔ (القول الجلی۔ اردو صلا ۱۱۷، انفاس العارفین۔ اردو صد ۷۹، ۱۰۶ میں بھی ایسے ہی ہے)

رحمِ مادر میں تبلیغ

حضرت اقدس ابھی رحم مادر ہی میں تھے کہ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ لوگوں میں کھانا تقسیم کر رہی تھیں اور والدِ ماجد وہیں قریب ہی کھانا نوش (تناول) فرما رہے تھے، اسی اثناء میں ایک سائل نے آواز دی، اور اللہ کے نام پر روٹی کا ٹکڑا مانگا۔ حضرت بزرگ نے پہلے خادم کے ہاتھ اسے نصف روٹی بھیجی، اس کے بعد راستہ ہی سے خادم کو بلا کر بقیہ روٹی بھی حوالہ کی اور فرمایا کہ میرا یہ لڑکا جو شکمِ مادر میں ہے کہہ رہا ہے کہ راہِ خدا میں پوری روٹی دینی چاہیئے، نصف پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے۔
(القول الجلی صد ۱۱۸، انفاس العارفین۔ اردو صد ۱۰۶)

ولادتِ شریفہ

آپ کی ولادتِ باسعادت قصبۂ پھلت میں اپنے نانا کے ہاں ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بروز چہار شنبہ (بدھ) بوقت طلوعِ آفتاب ہوئی۔
(القول الجلی۔ اردو، صد ۱۱۵)

نام نامی

قطب الدین احمد (خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے "بشارتِ ولادت کے وقت" تجویز فرمایا تھا)
شاہ "ولی اللہ" (پیدائش کے موقع پر رکھا گیا اور اسی نام سے شہرت پائی)
عظیم الدین (تاریخی نام، ۱۱۱۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ایک عدد زیادہ ہے)

آپ کے القابات

ذکی اور حکیم تھے۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عطا ہوئے تھے۔ (دیکھیئے انتباہ عربی اردو صد ۸)

تعلیم و تربیت

پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بیٹھے اور غالباً ساتویں سال قرآن ختم (حفظ) کیا ——— (حجۃ اللہ البالغہ صد ۱۲-۱۳ منظور الوحیدی)۔ اسی

سال فارسی کتابیں اور مختصرات پڑھنا شروع کیں۔ دسویں سال شرح ملا پڑھی اور اسی نوبت پر پہنچ کر مطالعہ کی راہ کشادہ ہوگئی۔

پندرہویں سال بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھا اور اس موقع پر شاہ عبدالرحیم نے خواص و عوام کی دعوت کی جس پر اجازتِ درس کی فاتحہ دی گئی۔ ہندوستان کے اس وقت کے رواج کے مطابق شاہ صاحب نے پندرہویں سال میں تعلیم سے فراغت حاصل کرلی شاہ صاحب نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں پڑھیں اس کی تفصیل ان کی اپنی تحریر (الجزء صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳) کے مطابق حسبِ ذیل ہے:

حدیث

۱۔ مشکوٰۃ۔ کتاب البیوع تا کتاب الآداب کے سوا پوری کتاب، اور جو حصہ نہیں پڑھا تھا اس کی بھی اجازت دے دی گئی، اس طرح اس کی تلافی ہوگئی۔

۲۔ صحیح بخاری۔ کم و بیش کتاب الطہارت تک۔

۳۔ شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (للترمذی) کامل۔

تفسیر

۱۔ بیضاوی، کچھ حصہ

۲۔ مدارک، کچھ حصہ

قرآن کریم کا مطالعہ معانی اور شانِ نزول میں تدبر اور کتب تفسیر کی مراجعت کے ساتھ کرتے رہے اور اس غرض سے متعدد بار اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

فقہ

۱۔ شرح وقایہ، کامل، باستثنائے قدرِ قلیل۔

۲۔ ہدایہ کامل، باستثنائے قدرِ قلیل۔

اصولِ فقہ

۱۔ حسامی

۲۔ توضیح وتلویح ، معتد بہ حصّہ۔

منطق

۱۔ شرح شمسیہ ، کامل

۲۔ خیالی ، کچھ حصّہ

۳۔ شرح مواقف ، کچھ حصّہ

کلام

۱۔ شرح عقائد ، کامل

۲۔ خیالی ، کچھ حصّہ

۳۔ شرح مواقف ، کچھ حصّہ

سلوک

۱۔ عوارف ، کچھ حصّہ

۲۔ رسائل نقشبندیہ ، کچھ حصّہ

حقائق

۱۔ شرح رباعیات مولانا جامی (علیہ الرحمۃ)

۲۔ لوائح

۳۔ مقدمہ شرح لمعات

۴۔ مقدمہ نقد النصوص

خواص اسماء و آیات

شاہ عبدالرحیم کا مرتب کردہ خاص مجموعہ جس کی انہوں نے چند بار شاہ صاحب کو اجازت دی۔

طب

۱۔ موجز القانون

حکمت

شرح ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ

نحو

۱۔ کافیہ

۲۔ شرح ملا

معانی

۱۔ مطول

۲۔ مختصر المعانی بقدر حاشیہ ملازادہ

ہندسہ وحساب

بعض رسائل مختصرہ

(اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ ص ۵۷-۵۸)

علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے والد ماجد قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اشغال صوفیہ بالخصوص اورادِ نقشبندیہ میں مشغول ہوئے اور علوم تصوف کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور ایک مختصر مدت میں علوم باطن میں ایک بلند اور قابلِ ستائش مقام حاصل کر لیا۔ تحصیلِ سلوک کے بعد آپ کے والدِ بزرگوار شیخ عبدالرحیم قدس سرہ نے آپ کے سر پر دستارِ فضیلت رکھی اور درس کی عام اجازت دی۔ اور ایک تقریب منعقد کی (اور بہت سا کھانا تیار کیا اور خواص وعوام کی دعوت کی۔ انفاس العارفین) جس میں شہر کے علماء، بزرگانِ دین، قضاۃ اور دوسرے رؤسا شامل ہوئے۔ اور سب کی موجودگی میں شیخ عبدالرحیم نے اپنے بلند اقبال اور جلیل القدر فرزند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو علوم متداولہ اور تصوف وسلوک کے درس کی اجازت دی اور آپ کے علم وعمر میں ترقی کی دعا کی اور تمام حاضرین نے ایک آواز کے ساتھ آپ کو مبارکباد دی کہ فضا گونج اٹھی۔ آپ نے زیادہ تر تعلیم اپنے والد بزرگوار اور شیخ محمد افضل سیالکوٹی سے حاصل کی۔ (حجۃ اللہ البالغہ، اردو ص ۱۲-۱۳، منظور الوحیدی)

۱۱۴۳ھ سفرِ حج کے دوران حضرت شیخ ابوطاہر کردی سے رجوع فرمایا اور بخاری شریف کو پچاس مجالس (جلسوں) میں از اول تا آخر سرسری پڑھا، کچھ سماعاً اور کچھ قرأۃً اور پوری مسند دارمی شریف مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں محرابِ عثمانی کے قریب آٹھ جلسوں میں سماعت فرمائی اور بقیہ کتابیں شروع سے پڑھ کر اجازت حاصل کی۔ شیخ مذکور نے روزِ ختم بخاری شریف ایک خاص مجلس منعقد کی اور دعوتِ طعام کی اور آپ کی از حد تعظیم و تکریم کی۔
(القول الجلی۔ اردو۔ ص۱۵۴)

درس و تدریس

خود فرماتے ہیں:
"حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد کم و بیش بارہ سال کتب دینیہ عقلیہ کے درس و تدریس پر مواظبت کی اور ہر علم میں غور و فکر کا موقع ملا۔ (انفاس العارفین، اردو ص۲۹۸)

عرب و عجم میں (آپ نے) اپنی علمی قابلیت کی دھاک بٹھادی۔ ہر طرف سے طلباء کا ہجوم آپ کے پاس آیا اور علم ظاہر و باطن سے دامنِ مراد بھر کر لے گیا۔
(حجۃ اللہ البالغہ۔ عربی، اردو ص۱۳، اوّل)

نکاح میں عجلت

عمر کے چودھویں سال شادی عمل میں آئی۔ خود فرماتے ہیں:
والد صاحب نے میری شادی میں عجلت سے کام لیا۔ جب میرے سسرال والوں نے سامان مہیا نہ ہونے کا عذر کیا تو حضرت والا نے انہیں لکھا کہ اس عجلت میں ایک راز ہے (اور شادی ہو گئی)۔ (انفاس العارفین۔ اردو ص۲۹۸)

نکاح کی عجلت میں حکمت

عجلت کا یہ راز اس کے بعد واضح ہو گیا کہ شادی کے فوراً بعد میری (شاہ ولی اللہ کی) بیوی کی والدہ فوت ہو گئی۔ اس کے بعد میری بیوی کے نانا اور اس کے بعد اس فقیر کے عمِ بزرگوار شیخ ابو رضا محمد قدس سرہٗ کے خلف الصدق شیخ فخر العالم فوت ہو گئے۔ اس کے بعد جلد ہی اس فقیر کے بڑے بھائی شیخ صلاح الدین کی والدہ وفات پا گئیں۔ اس کے بعد جلد ہی حضرت والد بزرگوار کمزور ہو گئے اور مختلف امراض نے آپ پر غلبہ کیا۔ اس کے بعد آپ کی

وفات کا واقعہ پیش آگیا۔ غرضیکہ یہ جمعیت منتشر ہو گئی اور ہر خاص و عام کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس وقت شادی نہ ہوتی تو اس کے بعد سال ہا سال تک اس کا امکان نہیں تھا کہ یہ وقوع پذیر ہوتی۔ (انفاس العارفین۔ اردو ص۲۹۶)

بیعت طریقت اور خرقہ و اجازت

خود فرماتے ہیں:

اس فقیر کو ارتباط بیعت، صحبت، خرقہ و فیض، توجہ و تلقین، عالم باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا ہے اور رُوبرُو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھا ہے ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر مبارک گریبان مراقبہ سے اٹھایا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اشارہ فرمایا بیعت اور مصافحہ کا۔ یہ فقیر اٹھا اور زانو بہ زانو متصل بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں میں رکھے اور بیعت کی۔ اور بعد فراغ بیعت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک آنکھیں بند کیں اور اس فقیر نے بھی اپنی آنکھیں ان کے حضور میں بند کیں۔ اس وقت آپ نے وہی نسبت خاصہ جس کا پہلے علم القا فرمایا تھا عطا فرمائی۔ تو میں محیط ہو گیا از روئے علم کے۔ اور حاشا للہ کہ اس واقعہ میں کچھ کلمہ و کلام درمیان نہ تھا۔ فقط روحانیہ فیض تھا، یا اشارہ اور فعل تھا۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ عربی، اردو ص۵ تا ۸ در الثمین حدیث)

اور عالم ظاہر میں اس فقیر (شاہ ولی اللہ) کو بیعت اور صحبت و خرقہ اور اجازت اور تلقین اشغال کے یہ سب امور یا ان میں سے بعض امور سب خانوادہ ہائے[1] طریقہ سے جو آج کے دن روئے زمین پر مشہور ہیں ان میں سے اکثر سے ربط حاصل ہے۔ (انتباہ مترجم ص۹)

اس فقیر کا سلسلۂ صحبت، تہذیب باطن کے طریق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مستفیض اور متصل یقینی الوقوع ہے۔ (انتباہ مترجم عربی اردو ص۹ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص۱۷۸)

---

[1] تفصیل کے لیے اصل کتب ہمعات انتباہ اور القول الجمیل ملاحظہ فرمائیے۔

پھر فرماتے ہیں: یہ فقیر ایک مدّت تک حضرت والدِ بزرگوار (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں رہا ہے اور بیعت کی ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور آدابِ طریقہ سے بہت کچھ سیکھا ہے اور طریقوں کے اشغال اخذ کیے ہیں اور خرقۂ صوفیہ ان کے ہاتھ سے پہنا ہے اور (انہوں نے) خلوت میں اس ضعیف پر بہت توجہ فرمائی ہے اور اصل نسبت حضور کی ان کی توجہ سے حاصل کی ہے ——— اور آخر عمر میں اجازت تلقین اور بیعت و صحبت و توجہ کی عنایت فرمائی ہے [1] (انتباہ عربی اردو صفحہ ۱۰)

عُمر کے سترہویں سال حضرت والد بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں رحمتِ خداوندی کی آغوش میں چلے گئے۔ مرضِ موت میں بیعت و ارشاد کی اجازت عطا فرمائی اور یہ کلمہ یَدُہٗ کَیَدِیْ (اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کی مانند ہے) کئی مرتبہ فرمایا [2] (انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۹۷)

پھر حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ سے وابستگی کا اظہار یوں کرتے ہیں: "بندۂ ضعیف ولی اللہ نے طریقہ لیا ہے اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے، انہوں نے سید عبداللہ سے، انہوں نے شیخ آدم بنوری سے، انہوں نے شیخ احمد سرہندی سے۔ الخ (رضی اللہ عنہم) (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ ۱۷۸)

نسبتِ نقشبندیہ سے تعلق و رغبت

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی کا رسالہ جو اذکار و اشغال، سلوک و آدابِ نقشبندیہ کے بیان میں ہے اس کو اپنے بچپن میں حضرت والدِ ماجد قدس سرہٗ سے پڑھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان اعمال و اشغال کا تعلق استحسان کے ساتھ ایک محبّت دل میں قائم ہے جو دوسرے اشغال سے نہیں ہے باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے مشہور مشائخ طریقت کے اذکار و اشغال و اعمال پر اطلاع بخشی ہے (واقفیت عطا فرمائی ہے) لیکن رغبتِ دلی اور محبتِ قلبی بیشتر انہی اشغالِ نقشبندیہ کی جانب ہے۔ (القول الجلی اردو صفحہ ۲۲۵)

---

[1] انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۹۶ - ۲۹۷ میں بھی ایسے ہی ہے۔
[2] القول الجلی اردو صفحہ ۱۲۶ میں بھی ایسے ہی ہے۔

نسبت صحیح اور اعلیٰ ہے

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں، میں نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ کو ایک طویل واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں حضرات حسن، حسین اور علی رضی اللہ عنہم کو دیکھا میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنی نسبت کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ وہی نسبت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپ لوگوں کے ہاں ہوتی تھی۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھے اپنی نسبت میں استغراق کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے بھی اس میں پورا غور و تامل کیا پھر فرمایا ہاں ہاں یہ وہی نسبت ہے بلا کسی فرق کے۔

(ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۲۱۴ بحوالہ القول الجمیل)

والد کے مزار سے توحید اور دیگر علوم حاصل کئے

خود فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار کے مزار پر توجہ کرنا اپنا دستور بنا لیا۔ ان دنوں توحید کے مسائل کھلے۔ جذب کا راستہ کشادہ ہوا اور سلوک میں سے کافی حصہ ملا۔ وجدانی علوم تو ذہن میں فوج در فوج نازل ہوتے تھے۔[۲]

(انفاس العارفین اردو ص ۲۹۸)

اشاعت سلسلہ کیلئے لوگوں سے بیعت

وہ (شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) عمر بھر علوم دینیہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تصوف و معرفت کی تلقین فرماتے رہے اور مسترشدین سے بیعت بھی لیتے رہے۔

(ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۸۶)

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
جب مجھے راہ سلوک کی ہوس پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت نے مجھے خانوادہ نقشبندیہ کے ایک خلیفہ کی خدمت میں پہنچا دیا جن کی توجہ کی برکت سے خواجگان کا جذبہ جو بلحاظ فنا صفت قیومیت میں جا ملتا ہے حاصل ہوا اور اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے طریق سے بھی ایک گھونٹ حاصل ہوا۔ اس جذبہ کے حاصل ہو جانے کے بعد سلوک شروع ہوا اور یہ راہ میں نے اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روحانیت کی تربیت سے اس کے انجام تک طے کی یعنی اس اسم سے جو میرا پرورش کنندہ ہے (مبداء و معاد منھا)

[۲] القول الجلی اردو ص ۱۲۷ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اجازت وخلافت سے سرفراز ہونے والے چند مشہور خلفائے عظام قدس سرہم کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں:

حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی (مؤلف القول الجلی)

حضرت شاہ نور اللہ

حضرت حافظ عبد الغنی - المخاطب بہ حافظ عبد الرحمن

حضرت شیخ محمد عابد

حضرت میاں محمد شریف

حضرت مخدوم محمد معین

حضرت بابا فضل اللہ

سفر حرمین شریفین اور زیارت مزارات مقدسہ

جب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سفر مبارک کی خواہش دامن گیر ہوئی اور عزم پختہ ہو گیا تو ۸ ربیع الآخر ۱۱۴۳ھ کو اپنے بڑے ماموں شیخ عبید اللہ اسلمہم اللہ کی ہمراہی میں براہ لاہور روانہ ہوئے۔ اس سفر پُر ظفر میں جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے اور تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اس کو جس قسم کی نسبت حق سے ہوتی وہ آپ کو مکشوف ہوتی اس کو با تفصیل بیان فرماتے جب پانی پت پہنچے، حضرت شاہ بو علی قلندر اور شاہ شمس ترک و شاہ جلال قدس اللہ اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی۔ بعد ازاں سرہند پہنچ کر حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں سے لاہور شیخ علی ہجویری قدس سرہ کے مزار پر حاضری دی۔ پھر ملتان پہنچ کر مخدوم بہاؤ الدین اور شاہ رکن عالم قدس سرہما کے مزارات پر تشریف فرما ہوئے اور تمام اہل قبور کے احوال ایک ایک کر کے بیان فرمائے۔

شہر ملتان میں اکثر طالب علموں نے شرف بیعت حاصل کر کے اشغال طریقت حاصل کئے ــــــ جب ملک سندھ پہنچے تو ہر سمت سے علماء و فضلاء و طلباء آپ کی تشریف آوری

کی خبر سُن کر اشتیاقِ ملاقات کو حاضر ہوئے ــــــ جس وقت آپ نے شہر ٹھٹھہ میں نزول فرمایا تو اس شہر کے تمام علماء صوفیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک کثیر تعداد سعادتِ بیعت سے سرفراز ہوئی اور آدابِ طریقت و اشغالِ تصوف استفادہ کیے۔ مخدوم محمد امین جو وہاں کے اکابر علماء میں تھے اور کتاب و سنّت کے تمام علوم و فنون اور معقول و منقول پر پورا ملکہ رکھتے تھے نیز اصطلاحات سے خوب واقف تھے اور علم حقائق کے ادراک میں ذہن رسا رکھتے تھے۔ حضرتِ اقدس کی صُحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ کے جمالِ باکمال کے گرویدہ ہو گئے اور آپ سے اخذِ فیض کر کے شرفِ اجازت سے مالامال ہوئے ــــــ پندرہویں ذی قعدہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہو کر عمرۂ تمتع ادا فرمایا۔ پھر ذی الحجہ میں فریضۂ حج ادا کیا۔ جب مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے تو وہاں کے تمام اکابر علماء و فضلاء حضرت اقدس کی ملاقات کو آئے، اور امتحاناً مختلف علمی سوالات کئے جب ہر مسئلہ کا حسبِ دل خواہ جواب پایا اور تمام علوم و فنون اور معقول و منقول میں حضرتِ اقدس کو فائق و برتر سمجھ لیا تو آپ کی خدمت میں درس کی درخواست کر کے تلمذ اختیار کیا ــــــ ایک دن ایک سوڈانی عالم نے جو مدّت سے مکہ معظمہ میں مجاور تھا، خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ اگر اقطاب کا عقیدہ سیکھنا چاہتے ہو تو شیخ ولی اللہ سے استفادہ کرو۔ عالمِ مذکور اس خواب کے بعد شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور اخذِ طریق کے بعض اسرار استفاضہ کیے اور حرمین کے بکثرت لوگوں نے سعادتِ بیعت حاصل کی نیز اشغالِ طریقت استفاضہ کئے۔

(القول الجلی صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۵۰)

مدینہ طیبہ حاضری اور مشائخ کرام سے استفادہ

اور حج بعد ادائے حج ماہ ربیع الاول میں برائے زیارت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں بکثرت اسرار آپ پر منکشف ہوئے اور جس وقت سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے روضۂ مطہرہ پر

پہنچ کر شرفِ زیارت سے مشرف ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار عنایات و کرامات آپ پر مبذول ہوئیں جس دن بھی مواجہہ شریفہ میں جلوس فرماتے، نئے نئے اسرار سے مستفیض ہوتے چنانچہ کوئی مجلس ان واردات سے خالی نہ ہوتی اور حضرتِ اقدس کے مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل شیخ عبدالکریم انصاری من اولاد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو اکابر اہلِ مدینہ سے تھے، حضرت اقدس کو خواب میں دیکھا اور مواجہہ شریفہ میں آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوئی اِس بنا پر وہ آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو وہ مع اپنے قافلہ کے حضرتِ اقدس کو ڈھونڈتے ہوئے آئے اور ملاقات کر کے مذکورہ بالا خواب بیان کیا اور روضۂ منورہ کے قریب مقام اصحابِ صفہ میں حدیثِ مسلسل کی وہ اسناد جو ان کو پہنچی تھیں روایت کر کے اجازت دی اور مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مدرس شیخ طیب نے جو مشہور عالم نیز استاد شہر مدینہ تھے، حضرتِ اقدس کی دعوت کی ـــــــــ چونکہ حضرتِ اقدس کی فطرت میں بچپن ہی سے علمِ حدیث کی خدمت کا جذبہ تھا اور مدینہ منورہ جو ان علوم کا سر چشمہ تھا، آپ نے چاہا کہ جو عالی السند ہو اس سے کتبِ حدیث کی روایت نیز سند حاصل کریں۔ حضرت شیخ ابوطاہر کردی مدنی کی طرف جو ایک سن رسیدہ بزرگ تھے اور جامع علوم ظاہری و باطنی نیز ثقہ صوفی محدث تھے اور حرمین شریفین میں ان کی ٹکر کا کوئی عالم نہ تھا، رجوع فرمایا ـــــــ لیکن ـــــــ حضرت اقدس جب بھی حضرت شیخ کے پاس تشریف لے جاتے وہ آپ کو دیکھتے ہی بسر و قد تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اپنے ہاتھ سے مصلیٰ بچھا کر تکیہ لگاتے اور آپ کو بہ تعظیم و تکریم تمام اس پر بٹھاتے اور خود شاگردانہ طور پر سامنے بیٹھتے ـــــــــ اور سلاسلِ کثیرہ جیسے شطاریہ، سہروردیہ، کبرویہ، شاذلیہ، رفاعیہ، ھداویہ، مدنیہ وغیرہ کی اجازت جو ان کو والدِ محترم شیخ ابراہیم کردی قدس سرہٗ سے جو اپنے زمانہ کے مشہور صوفی محدث تھے، ملی تھی، حضرتِ اقدس کو عطا فرمائی اور خرقہ و کلاہ قریب مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے سرِ اقدس پر باندھا اور حضرتِ اقدس نے

حضرت شیخ کی فرمائش پر ایک رسالہ فرقۂ مبتدعیہ کے رد میں شیخ کے نام سے معنون کر کے تصنیف فرمایا۔ اور اس کو مقدمۃ السنیہ فی الانتصار الفرقۃ السنیہ سے موسوم کیا۔ اہل عرب اس کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر دنگ تھے۔ (القول الجلی اردو ص۱۵۵)

مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کیلئے آپ کو جلوس کی صورت میں رخصت کیا

جب حضرت اقدس (مدینہ طیبہ سے) رخصت ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے حضرت شیخ (ابو طاہر کردی) نے اپنے گھر سے نکل کر بہت دور تک آپ کی مشایعت کی اور شیخ کے صاحبزادہ و دیگر اعزّہ تین کوس تک آپ کے ہمراہ رہے۔ اثنائے راہ میں حضرت اقدس جہاں قیام فرماتے وہ اپنے کپڑے حضرت اقدس کے قدموں پر ڈالتے اور ان کو بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیتے۔ اور حضرت اقدس سے رخصت ہوتے وقت آپ کے فیض صحبت سے محروم ہونے پر تاسّف کرتے تھے۔ (القول الجلی۔ اردو ص۱۵۶)

حج ثانی اور وطن واپسی

۵ ار شعبان ۱۱۴۴ھ کو مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا اور ماہ رمضان میں متعدد عمرے کیے اور آخر عشرہ میں بیت اللہ کے سامنے مسجد حرام میں اعتکاف فرمایا۔ اور جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے وہاں کے لوگ آپ سے فیوض ظاہر و باطن اخذ کرتے رہے اور اس جگہ آپ نے ایک رسالہ مسمّٰی بہ فیوض الحرمین تصنیف فرمایا ——— بعد ازاں حج ثانی ادا فرما کر وطن کی جانب قصد فرمایا ———

جہاز ۲۳ روز کے عرصہ میں سورت کی بندرگاہ پہنچا۔ پس بہ برکت تمام وہاں نزول فرمایا اور تھوڑا عرصہ توقف فرما کر براہ دکن وطن کی جانب کوچ فرمایا۔ اثنائے راہ جس شہر سے بھی ہو کر گزرتے تمام علماء و مشائخ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور تعظیم و تکریم بجالاتے۔ جب گوالیار پہنچے خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث قدس سرہما کے مزارات کی زیارت کی۔ اور ہر ایک کی نسبت معلوم فرما کر بیان کی اور پھر دار الخلافت اکبر آباد میں امیر ابو العلیٰ کے مزار پر اسرار پر حاضر ہوئے اور ان کے احوال دریافت فرما کر بہ زبان غیب بیان فرمائے۔

(القول الجلی اردو ص۱۵۶، ۱۵۷)

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ بابرکت

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں کہ اللہ کا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے حج بیت اللہ و زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (وَزِيَارَةِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ) سنہ ۱۱۴۳ھ یعنی ایک ہزار ایک سو تینتالیس میں توفیق عطا فرمائی اور اس سے اعلیٰ نعمت یہ حاصل ہوئی کہ میرا حج مشاہدہ اور معرفت الٰہی کے ساتھ ہوا۔ کوئی حجاب اور کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اور اسی طرح زیارت بھی زیارت مبصرہ ہوئی۔ اندھوں والی زیارت نہ ہوئی سو یہ زیارتِ شریفہ میرے نزدیک تمام نعمتوں سے فائق ہے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ ان تمام مشاہد کے اسرار جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے القا فرمائے ہیں لکھ لوں۔ اور اسی طرح جیسا کہ مجھے روحانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فوائد حاصل ہوئے تاکہ یہ چیز میرے لئے باعثِ تذکیر، میرے بھائیوں کے لئے بصیرت کے فرائض انجام دے۔ امید ہے کہ اس تالیف سے کچھ شکر ادا ہو جائے۔ الخ

(فیوض الحرمین عربی۔ اردو صـ ۲۱-۲۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاگردی

آپ نے فرمایا: مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سالک بنایا اور آپ نے خود میری تربیت فرمائی، لہٰذا میں کسی واسطہ کے بغیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاگرد ہوں۔ (فیوض الحرمین، عربی۔ اردو صـ ۱۲۶)

قصیدہ بردہ شریف کی اجازت

فرماتے ہیں: ہمیں خبر دی قصیدہ بردہ کی ابو طاہر نے شیخ احمد نخلی سے، انہوں نے محمد بن علا عاطی سے، انہوں نے سالم سہوری سے، انہوں نے نجم غیطی سے، انہوں نے شیخ الاسلام زکریا سے، انہوں نے ابو اسحاق صالحی سے، انہوں نے صلاح محمد بن محمد بن حسن شاذلی سے، انہوں نے علی بن جابر ہاشمی سے، انہوں نے اس کے ناظم شرف الدین بن محمد بن سعید حماد بوصیری سے (علیہم الرحمہ) (انتباہ عربی اردو صـ ۱۴۳)

دلائل الخیرات شریف کی سند

فرماتے ہیں:

"اور دلائل الخیرات کی ہمیں اجازت دی ہمارے شیخ ابوطاہر نے، انہوں نے شیخ احمد نخلی سے، اور انہوں نے سید عبدالرحمٰن ادریسی مشہور محجوب سے، انہوں نے اپنے والد احمد سے، انہوں نے ان کے دادا محمد سے، انہوں نے انکے پردادا احمد سے، اور انہوں نے اس کے مصنف سید شریف محمد بن سلیمان جزولی علیہم الرحمۃ سے

(انتباہ، عربی۔ اردو ص۱۴۳)

بزرگوں کے عرس میں خود شامل ہوا کرتے

ایک روز حضرت بزرگ قدس سرہ (شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ) کے عرس کی محفل تھی، حضرت اقدس (جناب شاہ ولی اللہ) مزار پُراسرار پر تشریف فرما تھے (القول الجلی اردو ص۱۴۶)

حضرت اقدس (شاہ ولی اللہ) نے فرمایا۔ ایک بار شیخ ابورضا محمد قدس سرہٗ (آپ کے چچا) کے عرس کے موقع پر رات کے وقت جبکہ ان کے مقبرہ میں ہنگامہ وسرود جاری تھا اور حاضرین پر ذوق وجد طاری تھا۔ میں بعد العشاء اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا سامنے لایا گیا اور یہ کہا گیا کہ جو کچھ اس محفل میں ذوق وشوق اور روح مبارک کی توجہ کی برکات ہیں۔ سب نے مرکب ہو کر یہ صورت اختیار کی ہے، جو عطائے الٰہی ہے۔

(القول الجلی، اردو ص۲۰۶)

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار عرس کی مجلس تھی اور ہم شیخ ابوالفتح اور شیخ ابوالفضل کے روضہ کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک نور مثلِ برق دونوں قبروں سے نکلا اور بشدت تمام مجھ میں سرایت کر گیا۔ (القول الجلی ص۵۱۸)

شاہ محمد عاشق پھلتی کو ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

الحمدللہ عافیت سے ہوں۔ مکتوب بہجت اسلوب پہنچا اور ایام عرس میں نہ آنے کا سبب معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اچھے طریقے سے تلافی مافات کرے۔

(شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۱۲۵۔ مکتوب نمبر۲۰)

مذہب حنفی تھا

ایک اجازت نامہ میں فرماتے ہیں:
کتبہ بیدہ الی رحمۃ اللہ الکریم الودود ولی اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم ...... العمری نسباً الدہلوی وطناً الاشعری عقیدۃ الصوفی طریقۃ والحنفی عملاً والحنفی والشافعی درساً۔
(اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ص۴۰ ۔ بحوالہ بخاری کا بلگرامی والانسخہ)

حنفیت کا پرچار فرمایا

فرماتے ہیں:
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور (فقیہہ کے لیے) وہ بہت موافق ہے اس طریقہ مسنونہ کے جو کہ مدون اور منقح کیا گیا بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانہ میں، وہ یہ کہ مسئلہ میں اقوال ثلاثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین (علیہم الرحمۃ) میں سے جو قول اقرب بالسنۃ ہو اسے اختیار کر لیا جائے۔ اس کے بعد ان فقہائے احناف کی کلی طور پر اتباع کی جائے جو علمائے حدیث میں سے ہیں، کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو امام صاحب اور صاحبین نے اصول میں بیان نہیں کی ہیں اور نہ ہی ان کی نفی کی ہے اور احادیث ان پر دلالت کرتی ہیں تو ان کا اثبات ضروری ہے اور یہ سب مذہب حنفی ہے۔ (فیوض الحرمین مترجم ص۱۳۶، ۱۳۷)

غوث المحققین اور بے مثل یعنی لاثانی تھے

کاملین میں سب سے کامل زبدۃ المتقدمین، قدوۃ المتاخرین، قطب المدققین، غوث المحققین شیخ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ہیں۔
القول الجلی ص۶۲

حافظ جیو بیان کرتے ہیں کہ ایک عزیز شاہ غلام حسین نے جو ایک صوفی اور صادق القول آدمی تھے، مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جو سراپا نور ہیں کہہ رہے ہیں کہ اس دور میں امت محمدیہ میں کوئی شخص شاہ ولی اللہ کے مثل

نہیں (یعنی لاثانی ہیں) (القول الجلی صد ۲)

قیومیت اور تجلیٔ ذات

حضرت قبلہ ایک بار چلّہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک عجیب حالت ظاہر ہوئی۔ کل عالم کا قیام اپنے سے پایا، اور اپنی حقیقت کو تمام ذرّات عالم کا قیوم دیکھا۔ اس حالت کو اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ یہی تجلّیٔ ذات ہے۔ (القول الجلی صد ۴۹)

وہبی کمالات

سید علی جو آپ کے جد مادری کے یاران خاص میں سے تھے بیان کرتے تھے کہ جب حضرت اقدس پیدا ہوئے تو تیسرے روز میں اپنے گھر سے حضرت بزرگ (شاہ عبدالرحیم) کی خدمت بابرکت میں بغرض مبارکباد حاضر ہوا شرف حضوری حاصل ہونے پر میں نے مبارکباد دی۔ آپ نے از حد مسرور ہو کر فرمایا کہ سید علی یہ لڑکا عجیب پیدا ہوا ہے۔ ولادت کے بعد جب کپڑے میں لپیٹ کر میرے پاس لایا گیا اور میری گود میں رکھا گیا، میں نے اس کو آنکھ کھول کر دیکھا پھر اپنی نسبت کی طرف متوجہ ہوا تو اپنے کو ترقی کی جانب گامزن دیکھا۔ اور اپنی نسبت میں زیادتی محسوس ہوئی اور حقیقتاً یہ سب اسی نومولود کی برکت کے سبب تھا۔ (القول الجلی صد ۱۱۹)

آپ کے دودھ چھوٹنے کے زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ خواب دیکھا کہ ایک مسہری بچھی ہوئی ہے اور اس مسہری پر حضرت بزرگ (رحمۃ اللہ علیہ) نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے (تو دیکھا کہ) سرخ چونچ فاختئی رنگ پرندہ آکر مسہری کے سرہانے بیٹھ گیا اور اپنی چونچ سے ایک کاغذ کا پرزہ نکال کر ان کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر دیکھا تو لفظ **اللہ** سنہرے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ وہ پرندہ پرزہ رکھ کر اڑ گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا پرندہ جس کا جسم سبز اور چونچ سرخ تھی آکر بیٹھ گیا اور پہلے والے پرندے کی طرح ایک کاغذ کا پرزہ چونچ سے نکال کر سامنے ڈال دیا۔ حضرت اسے بھی اٹھا کر غور سے دیکھنے لگے۔ وہ بھی سنہرے

حروف سے لکھا ہوا تھا پہلی سطر میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اور دُوسری میں یہ مضمون تھا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو ہم اس لڑکے کو نبی کر دیتے۔

والدہ ماجدہ فرمانے لگیں کہ ہم کو اس وقت یہ خیال ہوا تھا کہ بشارت حضرت والا کے حق میں ہے لیکن حضرت کاغذ کا پُرزہ دیکھ کر ہماری طرف متوجّہ ہوکر کہنے لگے کہ میں نہ کہتا تھا کہ تمہارا یہ لڑکا بزرگی و کمال میں ایسا اور ایسا ہوگا۔ یہ بشارت بھی اسی بات کی مؤید ہے یہ سب وُہ سچے واقعات ہیں جو بذریعہ خوابات معلوم ہوئے کہ یہ بشارتیں حضرت اقدس کے متعلق تھیں۔ اس کے بعد یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ پہلا پرندہ حضرت بزرگ قدس سرّہٗ کو بشارت دینے والا تھا کہ اسم اللّٰہ ذاتِ محض کے شہود پر دلیل ہے اور فاختئی رنگ کے پرندہ سے مراد حضرتِ اقدس کی شیریں بیانی اور حقائق و معارف کے بیان میں صدق لحن ہے جس سے سُننے والوں کے قلوب کا متاثر ہوتا ہے۔ یہ سب صفات حضرتِ اقدس کی ذاتِ بابرکات میں اظہر من الشمس تھیں۔ اور جو دُوسرا پرندہ تھا وہ حضرتِ اقدس کے کمال کی بشارت دینے والا تھا اس لیئے کہ ذاتِ صرف سے وصول کے بعد کشفِ مراتب کا وجدان اور احکام نشأتِ کمالِ نبوت ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ طوطی جو فصاحت و بیان میں تمام پرندوں میں ممتاز ہے، ان حقائق کو بیان کرنے کی طرف مشعر ہے! اور یہ بات ذوق و وجدان اور حقائق و معارف میں جو حضرت اقدس کی تصنیفات سے ظاہر ہوتے ہیں، نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے

دلیلِ آفتاب انوارِ اُو بس دلیلِ ایں سخن گفتارِ اُو بس

(القول الجلی صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

حضرتِ اقدس کو الہام ہوا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے روز جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے اور تجھ سے کوئی سوال و جواب نہ ہوگا، اور جب تو قبر میں داخل ہوگا تو ہر علم اور ہر تجلی کو تجلی ذاتی کی جانب جو اسم رحمٰنؔ کے اوپر ہے چھوڑ دے گا پھر تو فنا ہو جائے گا اور یہ بڑی عظیم بات ہے کہ اس سے زائد کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اور جب تو جنت میں داخل ہوگا تو وہاں دو قسم کے لوگ ہوں گے، ایک ارباب علم و تجلی (اربابِ ذوق و یقین)

دوسرے اصحاب عمل و احوال، اور تو اہل تجلیات میں سے ہے۔ اور حال و تجلی کے درمیان فرق یہ ہے کہ تجلی امرِ الٰہی ہے اور حال امرِ ناسوتی۔ (القول الجلی، اردو ص۱۴۷)

خود فرماتے ہیں:

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے مجھے اس شے سے مطلع کیا جو کہ مجھے کروانے والا ہے، اور وہ جو کہ ظاہری اور باطنی نعمتیں مجھے دینے والا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دنیا اور آخرت کے مواخذہ سے عصمت عطا فرمائی۔ لہٰذا جو سختیاں مجھ پر گزریں وہ مقتضیات طبیعت سے ہیں مواخذہ کی وجہ سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ان چیزوں کا احسان کیا اور مجھے بتلا دیا کہ وہ ایسی شے ہے جو اولیاء کو کم ملتی ہے۔ اور مجھے بہترین زندگانی عطا کی اور ہر ایک سعادت سے مجھے معتدبہ حصہ ملا اور مجھے خلافت باطنہ کا خلعت پہنایا۔ چنانچہ یہ راز دفعتہً ظاہر ہوا اور میں متحیر ہو گیا۔ پھر اس کے بعد یہ چیز مجھ پر ظاہر ہوئی تو میں اس کی کما حقہٗ حقیقت سمجھ گیا۔

(فیوض الحرمین، عربی۔ اردو ص۱۹۱-۱۹۰)

ردِّ روافض کا عربی ترجمہ اور مجددِ الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کی مدح

سات مہینے آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے علمائے کرام سے حدیث شریف کی تکمیل کی اور اپنے استاذ گرامی ابو طاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم المدنی الکردی الکورانی الشافعی کی فرمائش پر حضرت امام ربانی مجددِ الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کی تالیف "ردِّ روافض" عربی میں منتقل کی اور اس کا نام المقدمۃ السنیۃ فی الانتصار للفرقۃ السنیۃ رکھا۔

اس رسالہ میں آپ نے جو مدح و ستائش حضرت مجدد (علیہ الرحمۃ) کی فرمائی لائق مطالعہ ہے۔ اور آپ نے جہاں بھی کچھ فوائد کا اضافہ کیا ہے یا کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، قال العبد الضعیف عفی اللہ عنہ لکھ کر کیا ہے۔ ترجمہ کرنے میں آپ نے کسی بھی قسم کا ناجائز تصرف نہیں کیا ہے۔ (القول الجلی کی بازیافت ص۵۲-۵۱)

ترجمۂ قرآنِ پاک

مولانا محمد منتین ہاشمی کہتے ہیں:
حضرت شاہ صاحب نے محسوس کیا کہ لوگ قرآن کریم کا احترام تو کرتے ہیں اور اس کی تلاوت بھی کی جاتی ہے لیکن اس کے معانی کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوتی جس کے باعث نزولِ قرآن کا حقیقی مقصد فوت ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے قرآنِ کریم کا ترجمہ فتح القرآن فی ترجمۃ القرآن کے نام سے تحریر فرمایا۔

اس ترجمہ کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا اختصار اور جامعیت ہے۔ معرکۃ الآرا اور دقیق سے دقیق مسائل کو آپ نے گنتی کے چند جملوں میں اس خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے کہ انسان حیرت میں پڑ جائے ـــــــ آپ نے سب سے پہلے علمائے معاصرین کی مخالفت کے باوجود قرآن کریم کا بلند پایہ ترجمہ پیش کیا۔ (سطعات، اردو ص ۱۳ـ۵)

اپنی عمر کا تعیّن

حضرت اقدس نے زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ افراد میں سے ایک شخص نے (اور اس سے اشارہ خود اپنی ذات کی طرف فرمایا) اپنی عمر کے تعین کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ پچپن ۵۵ سال ہوگی۔ ایک بار اسے ایک سخت مرض نے آگھیرا، اس میں اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ ایک جسم انتہائی پرانا اور بوسیدہ ہے۔ ایک فرشتہ نے اس کے ہر ہر عضو (بند بند) کو جدا کیا، اور پھر اس کے ایک ایک ذرّہ میں تجسّس و تلاش کر کے اس میں سے ایک چھوٹا سا جزو انتہائی سفید و براق، روشن و چمکدار جس میں زہرہ کی میراث تھی، نکال کر اس شخص کے کان کے اوپر رکھ دیا۔ اس عمل سے اس کی مقرّرہ عمر میں اضافہ ہوگیا، اور وہ ساٹھ سال ہوگئی۔ اور عمر میں یہ زیادتی محض زہرہ کی وجہ سے ہوئی۔ اس کے بعد اس مقدار عمر پر بعض ارواح کی برکات اس طرح نازل ہوئیں کہ گویا ان ارواح مذکورہ نے اس شخص کے نفس کو اپنا ذکر قرار دے دیا۔ ساٹھ سال سے بھی دو ایک سال مزید بڑھ گئی۔ الخ
(القول الجلی ص ۲۳۷، ص ۳۶۱)

ایک بار صاحبزادوں سے ارشاد فرمایا کہ پچیس ۲۵ سال محض تمہاری تعلیم و تربیت کے لیئے ہم کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ (القول الجلی، اردو ص ۳۶۳)

مرضِ وفات اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرم

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جب مرض الموت میں مُبتلا ہوئے اور زندگی سے یاس ہوئی تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردّد تھا اُسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں، تو کاہے کا فکر کرے ہے، جیسے تیری اولاد ویسی ہی میری اولاد۔ آپ کو اطمینان ہوگیا۔ شاہ صاحب کی اولاد سب عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۲۴)

وصال مبارک

جب ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ ہوئی اور آپ کی عمر کا باسٹھواں سال شروع ہوگیا تھا۔ ہفتہ کے دن مرزا جانِ جاناں جو کہ طریقہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشاہیر میں سے ہیں اپنی جماعت کے ساتھ عیادت کے لیئے آئے۔ خلوت کی محفل ہوئی، چند مخصوص افراد کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ یہ بندہ (راوی) مخصوص افراد کا طفیلی تھا یعنی محفل میں شریک تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ کی محفل رہی پھر مرزا نے رخصت طلب کی۔

اس وقت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے مزاج شریف میں تغیّر ہوا اور لحظہ بہ لحظہ موت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔ چنانچہ اسی دن ظہر کے وقت طائرِ روح پاک نے عالمِ قدس کو پرواز کی اور رفیقِ اعلیٰ سے جاملا۔ قدس اللہ سرہٗ و نور ضریحہٗ

تشریح: آپ کی وفات ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء کو دہلی میں ہوئی[1] اور اپنے والدِ ماجد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (القول الجلی کی بازیافت ص۷۴-۷۵، بحوالہ القول الجلی ص۲۶۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری علالت اور وصال کی نہایت اہم تفصیلات پر مشتمل سید محمد نعمان حسنی کے مکتوب بنام شاہ ابوسعید حسنی رائے بریلوی کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو پروفیسر

[1] آپ کی تاریخِ وفات اِس مصرع سے نکلتی ہے: ع

اُو بود امامِ اعظمِ دیں ۱۱۷۶ھ

خلیق احمد نظامی کے مطابق یہ مکتوب نسیم احمد فریدی نے ندوۃ العلماء کے کتب خانہ میں دریافت کیا تھا۔ ترجمہ نظامی صاحب نے کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ شانہٗ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اس کی نعمتوں پر نیز جذبۂ رضا بالقضا کے حصول پر، اور مصیبت و بلا میں صبر کے حاصل ہونے پر۔ اور درود و سلام سید الشاکرین، زبدۃ الراضین، قدوۃ الصابرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ پر اور (آپ کے ضمن میں) آپ کے آل واصحاب پر جو کہ طیب و طاہر تھے اور آپ کے وارثین یعنی علمائے راسخین اور اولیائے مرشدین پر تاقیامِ قیامت۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ امام سنت وجماعت، مقتدائے اربابِ کرامت، پیشوائے عرفائے زمان، سرآمد اولیائے جہان، قطبِ زمانی محبوب سبحانی، سیدنا ومرشدنا ولی اللہ فاروقی، مجددِ وقت رضی اللہ عنہٗ کے انتقالِ پُرملال کا واقعہ اگر تفصیل سے لکھا جائے تو ہم جیسے غم زدہ لوگوں کے مناسبِ حال ہے ـــــ ہمارے دوست کے دل میں کیا آیا کہ ہمیں فراق ومہجوری میں مبتلا کر گیا ـــــ وامصیبتاہ ـــــ اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کا عجیب نمونہ ہے کہ ایسے مقتدا کی روح کو صرف ۶۲ سال کی عمر میں اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً (اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف راضی اور پسندیدہ ہو کر رجوع ہو جا) کی ندا سنا دی گئی اور بدعت وضلالت والوں کو خوش اور اصحابِ دین کو اندوہ گیں کر دیا گیا۔ ـــــ یعنی محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کی آخری تاریخ میں ہفتہ کے دن ظہر کے وقت حکم خداوندی کے مطابق حضرت اقدس کے طائرِ روحِ مطہر نے اوجِ علیین پر اپنا نشیمن بنا لیا۔ اصحاب واحباب کی حالت آنجناب کی مفارقت سے ایسی خراب وخستہ تھی کہ احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ پر اور آپ کے متوسلین پر نازل ہو۔

اب میں اصل مقصد کی طرف آتا ہوں۔ فضلِ الٰہی سے اور درگاہ حضرت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ میں اس عاصی کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کشش نے اپنی طرف کھینچا چنانچہ

ذی قعدہ (۱۱۷۵ھ) کے مہینہ میں بڈھانہ جاکر آستانہ بوسی کی سعادت حاصل ہوئی اور جناب قدسی القاب (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبتِ اقدس سے مشرف ہوا۔ بڈھانہ سے حضرت ایشاں ۹ر ذی الحجہ (۱۱۷۵ھ) کو بغرضِ علاج شہر دہلی تشریف لائے اور یہاں بابا فضل اللہ کے مکان پر مسجد روشن الدولہ کے احاطہ میں، جو چوک سعد اللہ خان میں واقع ہے، فروکش ہوئے۔

فرزندانِ گرامی قدر میں سے میاں محمد صاحب، میاں عبد العزیز، میاں رفیع الدین مدظلہم العالی (اور اقربا و متوسلین میں سے) میاں محمد عاشق صاحب، میاں اہل اللہ صاحب، میاں محمد فائق، میاں محمد جواد اور خواجہ محمد امین وغیرہ حاضرِ خدمت تھے۔

یہ غلام اور میر محمد عتیق نیز میر قاسم علی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے تھے، ہر روز حاضری اور خدمتگاری سے سعادت اندوز ہوتے رہتے تھے۔ مشفقِ من! یہ آخری مجلسیں بھی عجیب پُر کیف اور پُر فیض تھیں۔ نفحاتِ انس و رحمت اور رشحاتِ قدس و برکت بارش کی طرح برستے تھے۔ اکثر اہلِ نسبت حضرات اپنے وجدانِ صحیح سے اس کو محسوس کرتے تھے۔ اہل اللہ اور عارف تو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ہوتے ہیں مگر ایسا مردِ حقانی جو جمیع اوصاف حمیدہ کا حامل ہو اور جو کتاب و سنت کا اجتہادی شان سے بہترین عالم ہو، نیز حقائق و معارف میں بحرِ مواج ہو اور دیگر علوم میں دریائے ذخار ہو ــــ صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے ؎

دَور ہا باید کہ تا یک مردِ صاحبِ دل شود
بایزید اندر خراساں یا سہیل اندر یمن!

دوستوں کو چاہیئے کہ صبر و شکیبائی کو اختیار کر کے حضرت شیخ کی نسبت رابطہ کو ہمت کے ساتھ تصور میں لا کر مراقباتِ معلومہ میں مشغول رہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فیضِ صحبت و رابطہ برابر باقی رہے گا جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض رسائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ یہ امر بھی لائقِ حمد ہے کہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کی آپ سے رضامندی اور

آپ پر انکی توجہات عالیہ کو میں نے حدِ بیان سے زیادہ پایا۔ اکثر اوقات آپ کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے —— ابدالیوں کی جنگ کا واقعہ اور آپ کا عین اس ہنگامۂ قیامت خیز میں پہنچنا اور آپ کے قدوم گرامی سے آتشِ فتنہ کا فرو ہو جانا۔ اِن باتوں کو حضرت قدس سرہٗ اپنی زبانِ دُرفشاں سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ شاید آپ سے آخری ملاقات کی تمنا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دِل میں تھی، چنانچہ ایک مرتبہ یوں فرمایا:

"میر ابوسعید آنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اگر وُہ جلدی آجائیں تو اچھا ہو"۔

صاحبِ من! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری صحبت تو اب میسّر نہیں آسکتی، البتہ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات نوّے کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ تفسیر، اصول فقہ، کلام اور حدیث میں —— جیسے حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، منصور، ازالۃ الخفاء عن الخلفاء اور ترجمۂ قرآن، جن میں سے ہر ایک کی کافی بڑی ضخامت ہے۔ ان کے علاوہ دیگر رسائل ہیں جو حقائق و معارف پر مشتمل ہیں، جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین اور انفاس العارفین وغیرہا۔ یہ کتابیں آپ کے فیوض و برکات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ آپ قصد اس امر کا کریں کہ اِن تمام کتابوں کو لکھوا کر رائج فرمائیں۔ یہ کام تھوڑی سی توجہ سے انجام پا سکتا ہے —— معلوم نہیں کہ ایسی تصنیفات گذشتہ دَور میں ہوئی ہیں یا نہیں؟ واللہ اعلم۔

اربابِ بصیرت ان کتابوں کی افادیت کا اقرار کرتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہر باب میں اصولی حیثیت رکھتا ہے .... اِس فقیر کو اور صاحبزادگان نیز تمام یارانِ حضرت کو آپ کی محبت کے پیشِ نظر یہ یقین ہے کہ جیسے ہی آپ اس حادثۂ عظیمہ کی خبر سُنیں گے (فوراً) فاتحہ پڑھنے اور مرقد مطہر کی زیارت کرنے کے لئے دہلی کو روانہ ہو جائیں گے اسی وجہ سے میں منتظرِ قدم ہوں۔ اگر جلدی تشریف لائیں تو میں ملاقات سامی سے مسرور الوقت ہو جاؤں۔ اگر تشریف لانے میں کچھ دیر ہو تو مطلع فرمادیں کیونکہ فقیر بھی وطن واپس جانے کا قصد رکھتا ہے —— دُوسری بات یہ ہے کہ میاں عاشق صاحب بعد سلام فرماتے ہیں کہ میر ابوسعید کو لکھو کہ حضرت اقدس کے جتنے مکتوبات بھی ان کے نام صادر ہوئے ہیں ان کی نقول

ضرور بھیجیں تاکہ ان کو داخلِ مکاتیب کیا جا سکے۔

حضرت میاں اہل اللہ صاحب اور دیگر متوسلین نیز صاحبزادگان کی طرف سے نام بنام سلام مطالعہ فرمائیں۔ میں نے بڈھانہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں بھائی محمد معین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی کیفیت بیان کر دی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روح کو ایصالِ ثواب کیا تھا اور بڑا افسوس ظاہر فرمایا تھا۔ (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات صہ ۲۰۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبولیت

جس روز حضرت اقدس نے وصال فرمایا، ایک مردِ صالح (جس کو آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہوا تھا) نے خواب دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور یہ شخص بھی اس مقام پر حاضر ہے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) وہاں سے اُٹھ کر ایک جانب تشریف لے گئے۔ اس نے پوچھا، کہاں تشریف لے گئے، لوگوں نے کہا شاہ ولی اللہ آ رہے ہیں ان کے استقبال کو تشریف لے گئے ہیں۔

ایسا ہی ایک دُوسرے شخص کا واقعہ ہے جو تین منزل راہ پر تھا۔ اس نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا چبوترہ ہے جس پر فرش بچھا ہوا ہے اور اس پر حضرت اقدس انتہائی حسین شکل میں لباسِ فاخرہ زیبِ تن کیے ہوئے تشریف فرما ہیں اور یہ رائی (خواب دیکھنے والا) بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پہنچی جس کا ہوج انتہائی پُر تکلف مثل حجلۂ عروسی کے ہے اس کو اس چبوترہ کے قریب اتارا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرۂ مبارک اس حجلہ سے باہر نکال کر حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہم محض انہی کی وجہ سے آئے ہیں۔ (القول الجلی صہ ۳۶۷)

وصال کے دُوسرے روز متمثل ہوئے

حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد صاحب نے فرمایا کہ وصال کے دوسرے روز حضرت اقدس ہماری نظر میں متمثل ہوئے ——— اسی دن ایک جوان

طالب علم نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت اقدس زرد لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں اور میاں شیخ محمد صاحب اس واقعۂ جانکاہ سے نہایت بے قرار اور مضطرب ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیوں پریشان ہوتے ہو، کیا موت کا گمان کرتے ہو، اس کے کون سے آثار ہم میں ہیں۔ اگر جسم سے رُوح کا انقطاع سمجھتے ہو تو دیکھ لو کہ ہم (خود) موجود ہیں، اور بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اگر تمہارا مطلب نقل مکانی ہے تو چونکہ وہاں گرمی تھی اس لئے ہم وہاں سے منتقل ہو گئے اور بڈھانہ سے چلے آئے ہیں۔ (القول الجلی ص ۳۶۷)

سوئم اور سجادہ نشینی

حضرت شاہ عبد العزیز سے منقول ہے، ملاحظہ ہو (ترجمہ) تیسرے روز آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ حساب سے باہر ہے۔ اکیاسی ختم کلام اللہ تو شمار میں آئے اور اس سے زیادہ ہی ہوئے ہوں گے اور کلمہ شریف کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ (ملفوظات عزیزی بحوالہ اسلامی تقریبات ص ۱۰۲۔ ثواب العبادات ص ۲۸)

شیخ محمد فرماتے ہیں کہ ہم نے اس وقت (بوقتِ وصال مبارک) انتہائی بے قرار ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ فرمایا، کیوں پریشان ہوتے ہو، فلاں (شاہ محمد عاشق) تو موجود ہے۔ اور اپنے اس خاکسار یعنی مؤلف کتاب ہٰذا کی طرف اشارہ فرمایا اور میاں اہل اللہ جو حضرت اقدس کے برخوردار ہیں، وہ بھی موجود ہیں۔ پھر ہم نے کہا کہ آپ ہی ہمارا ہاتھ پکڑ کر ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت اقدس نے پانچوں بھائیوں کے ہاتھ لے کر اپنے اس خاکسار مؤلف کے ہاتھ میں دے دیئے۔

پھر فاتحہ سوئم وغیرہ کے اختتام کے بعد بموجب اشارہ جو کلام کرامت نظام سے سمجھا گیا تھا دستار سجادہ نشینی (شاہ عبد العزیز کے سر پر، نیز دستارِ خلافت (دیگر) صاحبزادگان کے سروں پر باندھی اور جلیل القدر کام کی انجام دہی اس بندۂ مؤلف نے کی۔ (القول الجلی ص ۳۶۸)

آپ کے سوئم کے روز انبوہِ عظیم تھا اور تمام مشائخ عظام اور علمائے شہر موجود تھے شیخ محمد صاحب نے اس درمیان بحالتِ بیداری مشاہدہ کیا کہ عالمِ اعلیٰ کا ایک جمِ غفیر صحن مسجد میں، جہاں مجلسِ سوئم منعقد تھی، موجود ہے۔ (القول الجلی ص ۳۶۷۔ ۳۶۸)

اولادِ امجاد آپ کی اولاد میں سے چار لڑکے جوان ہوئے۔ انہوں نے علوم حاصل کیے اور پھیلائے اور اصحابِ تصنیف و درس ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں :۔
شیخ عبدالعزیز محدث، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی قدس سرہم
حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث سب سے ہونہار، صاحبِ علمِ ظاہر و باطن اور آپ کے علوم کے جامع اور آپ کے جانشین ہیں۔ اپنے عظیم باپ کی وفات کے بعد آپ ہی والدِ بزرگوار کی مسندِ علم و عرفان پر جلوہ افروز ہوئے (مختصراً)۔
(حجۃ اللہ البالغہ مترجم صـ۲۰، "منظور الوحیدی")
ایک دن شاہ ولی اللہ نے چار فرزندانِ گرامی کو بشارتِ عظیمہ سے نوازا آپ نے شیخ عبدالعزیز سے فرمایا ______ تمہارا نام ملاءِ اعلیٰ میں حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین کا نام ابو العجائب ہے۔ ان کو عناصر کی تسخیر حاصل ہو گی، جو بات کہیں گے وہ ہو گی اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے اور وہ مال سے یا دوسرے طریقہ سے حجۃ اللہ (شیخ عبدالعزیز) کی مدد کریں گے۔
یہ سُن کر شیخ عبدالعزیز نے آپ سے کہا کہ کیا ولایت مجھے نہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا، تم سمجھے نہیں۔ حجۃ اللہ، اللہ تعالیٰ کا آلہ ہے، وُہ اس سے مراد کی تکمیل کراتا ہے۔ محمد عاشق نے کہا، الحمد للہ! سب میں بشارت کے آثار صاف طور پر ظاہر ہیں۔
(القول الجلی کی بازیافت صـ۷۲-۷۳، بحوالہ القول الجلی صـ۲۶۲)

شاہ صاحب کا عُرس ہوتا تھا مترجم القول الجلی جناب تقی انور حاشیہ میں فرماتے ہیں :
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک مکتوب بنام شاہ ابوسعید بریلوی علیہما الرحمۃ سے معلوم ہوا کہ آپ نے کلام پاک حفظ کیا تھا جس سال شاہ رفیع الدین صاحب فارغ التحصیل ہوئے اور شاہ عبدالقادر صاحب قریب بفراغ تھے۔ اسی سال شاہ عبدالغنی کلامِ پاک کے

حفظ سے فارغ ہوئے (حضرت شاہ عبد العزیز) فرماتے ہیں:

"رفیع الدین بفضلِ الٰہی از تحصیلِ علوم فارغ شدہ در مجلسِ عرس حضرت (علیہ الرحمہ) کہ مجمع علماء فقراء بود دستارِ ترک بستہ اجازت درس دادہ شدہ و عبد الغنی قرآن را ختم نمودہ در رمضان گزشتہ در محراب ایستادہ شد۔ الخ"

یعنی "رفیع الدین اللہ کے فضل سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ حضرت (علیہ الرحمہ) کے عرس کی محفل میں جبکہ علماء فقراء کا مجمع تھا۔ دستارِ ترک ان کے سر پر باندھ کر درس کی اجازت دے دی گئی۔ عبد الغنی نے قرآن (حفظ) ختم کر لیا، گزشتہ رمضان میں محراب سنائی ہے۔ الخ"

ان قلمی مکتوبات کو مع ترجمہ مولانا نسیم احمد صاحب امروہوی نے رسالہ "الفرقان" لکھنؤ میں شائع کرایا اور دوبارہ رسالہ "الرحیم" (اگست ۱۹۶۵ء) میں شائع ہوا۔ مولانا امروہوی مدظلہ نے بھی کسی ظاہری مصلحت کے پیشِ نظر، نیز اس دور کے بیشتر علماء کی تقلیدِ جامد کرتے ہوئے شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کے مکتوبِ گرامی سے بے تکلف یہ الفاظ "حضرت کے عرس کی محفل میں" خارج کر دیئے۔ معلوم نہیں تحقیق و دیانت کے اصول سے یہ کیسے جائز کر لیا گیا ہے۔ ان قلمی مکاتیب کی نقول خود مکتوب الیہ حضرت بریلوی کی عطا کی ہوئی میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔

محترم مولانا نور الحسن کاندھلوی کو آفریں صد آفریں، بڑی ہمت و جراتِ بیباکانہ سے کام لیا کہ رسالہ "فکر و نظر" جولائی ۔ ستمبر ۱۹۸۷ء، اسلام آباد۔ پاکستان ص ۱۲۵ سطر ۱۷ میں "مجلسِ عرس" نقل کر دیا۔ اگرچہ عرس کے بعد کا لفظ "حضرت" حذف فرما دیا جس سے یہ ثابت ہے کہ شاہ عبد العزیز (علیہ الرحمہ) بھی اپنے اکابرین کے طریقہ کے مطابق حضرتِ اقدس (علیہ الرحمہ) کا عرس کرتے کے پابند تھے پھر ص ۱۲۶ سطر ۲ میں موصوف نے مجلسِ عرس کا ترجمہ "یادگار مجلس" کیا ہے۔ میں تو انگشت بدنداں رہ گیا کسی لغت میں یہ ترجمہ تلاش سے بھی نہ ملا۔ ممکن ہے کسی جدید قلمی لغت میں یا جدید تحقیق ہو۔ کاش یہ سہواً ہوا ہو نہ قصداً۔ (تقی انور)

(القول الجلی۔ اردو، حاشیہ ص ۳۶۵-۳۶۹)

آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (اپنے والد) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عرس کرتے تھے۔ مولوی عبدالحکیم ملتانی نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے۔ سال بہ سال کرتے ہو۔ اس کا شاہ صاحب نے درج ذیل جواب دیا جو زبدۃ النصائح سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں: (ترجمہ)

"یہ طعن جس پر کیا جا رہا ہے اس کے حالات سے بے خبری اور جہالت کی بنا پر ہے اس لیے کہ سوائے فرائض مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کسی شئے کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ زیارت قبور اور قبور صالحین سے برکت حاصل کرنا، قرآن مجید کی تلاوت، دعائے خیر، تقسیم طعام و شیرینی باتفاق علمائے کرام مستحسن اور خوب ہے۔

اور روز عرس کے متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن ان کے دار عمل سے دار ثواب کی طرف انتقال کی یاد تازہ کرتا ہے"

(زبدۃ النصائح صد ۴۲ بحوالہ مسلک امام ربانی صد ۲۵، دین مصطفے صد ۳۳، اعلاء کلمۃ اللہ صد ۶۶)

کشف و علم

حضرت اقدس کا سن شریف بارہ سال کا ہوگا کہ ایک تقریب میں کسی عزیز سے آپ نے فرمایا کہ ارباب ریاضات کو جو کچھ کشف و کرامات سے مکشوف ہوتا ہے، وہ پاک طینت لوگوں کو بلا ریاضت و مجاہدہ کے حاصل ہو جاتا ہے اس نے کہا کہ اس کی کوئی مثال دیجئے تاکہ یہ بات مان لی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی معلوم ہو جائے گا۔

اسی دن حضرت ظہر یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ صورت علمی جو آپ کی ولادت باسعادت سے بیس یا پچیس ۲۵ سال پیشتر یا اس سے کچھ زائد ان عزیز سے بمقتضائے جوانی سرزد ہوئی تھی، اور انہوں نے اس کے چھپانے کی بہت کوشش کی تھی آپ کے سامنے ظاہر ہوئی ـــــ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ صورتحال ان عزیز سے بیان کی ـــ ـــــ اس واقعہ کے دو تین روز ہی بعد وہ عزیز (اتفاق سے) کسی غیر آدمی کے گھر گیا اور

وہاں اتفاقاً اس سے خلوت میں کوئی لغزش ہو گئی۔ جب وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے وہ پورا واقعہ اس سے بیان کر کے فرمایا کہ یہ دوسرا گواہ ہے۔ اس وقت سے وہ عزیز دل سے آپ کے معتقد ہو گئے، الخ۔ (القول الجلی صہ ۱۲۵-۱۲۶)

ایک روز کوئی شخص ایک نادر کتاب بغرض فروخت حضرت اقدس کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ چونکہ وہ کتاب قیمتی تھی اور بہت سستی مل رہی تھی، آپ نے اسے خریدنا چاہا، لیکن آپ کے پاس دینے کے لیے قیمت نہ تھی۔ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو شخص اتنی رقم مجھے دے دے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا عوض اس کو عنایت فرمائے گا گھر کی ملازماؤں نے مطلوبہ رقم جمع کر کے پیش کی۔ آپ نے وہ رقم لے کر کتاب خریدلی۔ دو تین روز بعد ایک مالدار شخص نے آپ کی خدمت میں ایک بہت قیمتی زنانہ جوڑا نذر کیا۔ آپ اس کو لے کر گھر میں گئے اور فرمایا کہ یہ پوشاک اس دن کی خدمت کا صلہ ہے۔

ایک روز شعبان میں آپ کے گھر میں کچھ موجود نہ تھا جو اہل علم اور فقراء پر خرچ فرماتے ملازمین نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے قدرے تامّل فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ رقم عطا فرمائی ہے، انشاء اللہ عنقریب آتی ہو گی۔ خادمین اسی انتظار میں تھے کہ ایک شخص کچھ رقم لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور کے خدام پر صرف کی جائے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرے دل میں یہ بات کیسے آئی۔ اس نے عرض کیا کہ میرے دل میں تھا کہ رمضان مبارک میں فقراء کیلئے کھانا پکواؤں گا۔ آج دل میں یہ خطرہ آیا کہ فقراء کو کھانا کھلانے کیلئے رمضان ہی کا مہینہ ضروری نہیں ہے پھر خیال آیا کہ کھانا پکوانے کی کیا ضرورت ہے۔ اتنی رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دینی چاہیئے تاکہ جس طرح آپ مناسب سمجھیں فقرائے خانقاہ پر خرچ فرمائیں، یہی سب سے مناسب ہے لہٰذا اتنی رقم خدمتِ اقدس میں پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز تمہارا یہ عمل مقبول ہوا اللہ تعالیٰ مجھ پر اس سے قبل الہام فرما چکا تھا کہ اتنی رقم میں نے تمہیں بھیجی ہے، عنقریب پہنچ جائے گی۔ اس وقت سے میں منتظر رہا۔ بحمد اللہ، اس وقت وہ پہنچ گئی۔ وہ شخص یہ سن کر شکرِ الٰہی بجا لایا۔ (القول الجلی صہ ۱۴۲)

زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کے ایک مرید نے جو اطرافِ دہلی کے تھے اور بادشاہ کے وہاں ملازم تھے، حضرت اقدس کے لیئے زر کار کپڑے کا ہدیہ بھیجا۔ گھر کے لوگوں نے اس خیال سے کہ عید قریب آگئی ہے اس روز آپ کو پہنائیں گے لباسِ مذکورہ آپ سے چھپایا۔ آپ نے از راہِ کشف معلوم کر کے اس کپڑے کے بارے میں تجسس فرمایا۔ گھر والوں نے اس کے چھپانے کی اور کوشش کی۔ آپ نے ذرہ برابر پرواہ نہ کی بلکہ اس کے برآمد کرنے پر مصر رہے اور فرمانے لگے، وہ زر کار لباس ہمیں دکھاؤ۔ مجبوراً وہ کپڑا لایا گیا اور آپ نے زیبِ تن فرمایا۔ (القول الجلی صـ۱۲)

شیخ کی مدح اور مرشدِ حق کے فضائل کو وسیلہ بنانا ـــ آپ کا طریقہ

خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے مبشرہ میں دیکھا کہ جناب حضرت ولی نعمت ظلہٗ مجھے اپنے خاص حالات و کمالات تحریر کرنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ (القول الجلی صـ۳۵)

خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی الکشمیری نے، ایک رسالہ مرشدِ حق کے فضائل میں تحریر کیا ہے اور اس کے کچھ حصہ میں آپ کے حقائق و معارف انتہائی خوبی اور لطافت کے ساتھ جمع کیے ہیں اور ایک جز و لطیف مناجات میں مثنوی کا لکھی ہے جس میں کمالِ (سوز) رقت و شیرینی ہے اور مناجات میں حضرت ولی نعمت کے فضائل و مناقب کی انتہائی ملاحت اور حسنِ ادا سے شامل کر کے وسیلہ بنایا ہے۔ (القول الجلی صـ۶)

کرامت ـــ معمولی زادِ راہ، اور طویل سفر

حضرت اقدس کا سن شریف بیس سال کا تھا ـــــ ایک سفرِ پُر ظفر میں آپ سے متعدد کرامات صادر ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وقتِ روانگی زبانِ غیب بیان سے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ہمارے تمام امور کا کفیل ہے۔ اس سفر میں ہر گز بھوکا نہ رکھے گا اور صحیح سلامت واپس لائے گا۔ اور اس کی بھی اس طرح تحقیق ہوئی کہ باوجود زادِ راہ کی قلت کے گھر سے روانہ ہوتے وقت تین چار روپے

سے زائد نہ تھے۔ پورے سفر میں کہیں فاقہ نہ کرنا پڑا، بلکہ دورانِ سفر سب لوگ بہترین (مرغن) کھانے کھاتے رہے۔
(القول الجلی، اردو ص ۱۳۷)

کرامت سے گم شدہ دستاویز مل گئی

حکیم ابوالوفا نے ایک روز اپنے روزینہ کا دستاویز (کاغذ) جس میں کچھ حصہ جاری تھا، نیاز گل خان کو یہ کہہ کر دیا کہ وہ نجیب الدولہ سے دستخط کروا کر باقی بھی جاری کرا دیں۔ تھوڑے دِنوں بعد جب حکیم صاحب موصوف نے ان سے وہ مذکورہ کاغذ مانگا تو خان مذکور کو یاد آیا اور انہوں نے اسے تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ اس وقت وہ یہ سمجھے کہ گم ہو گیا۔ جواب دیا کہ میرے پاس نہیں، شاید تم لے گئے ہو۔ وہ بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیئے، جو سند تھی وہ بھی گم ہو چکی (اور کوئی ثبوت باقی نہ رہا) پریشان ہو کر حضرتِ اقدس سے یہ صورتحال عرض کی اور اپنا اضطراب بیان کیا آپ نے اسی وقت گل خان کو تحریر فرمایا کہ خوب اچھی طرح ڈھونڈو۔ انہوں نے آپ کے لکھنے کے مطابق بہت تلاش کیا لیکن کاغذ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اسی پریشانی میں تھے کہ ایک شخص نے ایک کاغذ لا کر دیا کہ یہ یہاں پڑا ہوا تھا۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو وہ وہی گم شدہ دستاویز تھی۔
(القول الجلی، اردو ص ۳۵۹)

مجیبُ الدعوات تھے

قصبہ پھلت میں جو کاتبِ حروف کا وطن ہے، ڈاکوؤں کی بہت کثرت تھی۔ آئے دِن ڈاکہ زنی، لوٹ مار، قتل و غارت گری کا بازار گرم رہتا تھا جس کی وجہ سے سارا قصبہ سہما رہتا تھا۔ مختلف تدابیر کے باوجود کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ناچار حقائق آگاہ شاہ نور اللہ جن کا وطن بھی قصبۂ مذکور ہے، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال عرض کی، اور اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ان کی اِستدعا پر مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر دُعا فرمائی۔ جنابِ الٰہی سے اِلہام ہوا کہ "ہم اس قصبہ کے باشندوں کے محافظ ہیں" اس وقت سے لے کر اب تک تقریباً نصف صدی گزر چکی ہے۔ کسی کے ایک بیل تک کا نقصان

نہیں ہوا نہ کسی کا روپیہ پیسہ لوٹا گیا، باوجودیکہ قصبۂ مذکور کے اطراف وجوانب کے گاؤں اب بھی ڈاکہ زنی سے محفوظ نہیں ہیں۔ (القول الجلی ص ۱۴۲-۱۴۳)

مقامات

آپ کی تاریخ پیدائش ۱۱۱۴ھ ہے جو ایک عدد کی زیادتی کے ساتھ عظیم الدین سے برآمد ہوتی ہے۔ اور تاریخ وصال ۱۱۷۶ھ ہے اور اس مصرع سے نکلتی ہے:

ع "او بود امام اعظم دین"

اخلاق وعادات

مولانا محمد متین ہاشمی رقم طراز ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے ابتدا ہی سے حکیمانہ مزاج اور مومنانہ اخلاق کا حامل بنایا تھا۔ چنانچہ آپ بچپن ہی سے نرم خو، بُردبار، سنجیدہ، خوش اخلاق، ستودہ صفات، محنتی، پاکیزہ اطوار، متقی اور ملنسار تھے۔ آپ نے عام بچوں کی طرح بچپن میں بھی کسی بات پر ضد نہیں کی اور نہ اپنا وقت کھیل کود میں ضائع کیا۔ آپ کے مزاج میں اتنی سادگی تھی کہ کبھی کسی خاص کھانے یا کپڑے کی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا، جو ملا کھا لیا اور جو میسر آیا پہن لیا۔ اور اپنا زیادہ وقت پڑھنے پڑھانے اور عبادت و ریاضت میں گزارا ——— شاہ صاحب کی جوانی فرشتوں کے دامن کی طرح پاک اور بے داغ تھی۔ آپ کے مزاج میں عام جوانوں کی طرح تندی اور تیزی نہیں تھی۔ حکیمانہ ژرف بینی اور عالمانہ کردار جوانی ہی میں پیدا ہو چکا تھا۔

والد بزرگوار کی پاکیزہ تربیت نے آپ کو سیر چشم، مستغنی المزاج اور متوکل علی اللہ بنا دیا تھا۔ آپ کبھی امراء کے دروازے پر نہیں گئے اور نہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز کیا آپ ہمہ تن علوم دینیہ کی خدمت میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی پوری کفالت فرمائی۔ آپ بڑے فیاض اور سخی واقع ہوئے تھے۔ دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہونے کیلئے آیا کرتے اور آپ سب کے اخراجات کا بار اٹھاتے تھے۔ جو مسافر یا مہمان آتا آپ اس کی مہمان نوازی انتہائی فراخ حوصلگی اور دریا دلی سے

کرتے۔ طالبانِ علم کیلئے تو آپ کا آستانہ پناہ گاہ تھا ـــــــــ آپ اپنے معمولات میں اتباعِ سنّت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے ـــــــــ آپ بیک وقت ایک حکیم نکتہ شناس، ایک صوفیٔ صافی، ایک محدّث، ایک مفسّر، ایک فقیہہ، ایک بے مثال صاحبِ طرز ادیب، انشاپرداز، شاعر، سیاست دان، معقولی، مفکر، معاشیات کے ماہر، عمرانیات کے رمز آشنا تاریخ کے غواص، مدبّرانہ ذہن کے مالک، مجتہدانہ بصیرت کے حامل اور سب سے بڑھ کر ایک کامل و اکمل انسان تھے۔

یہی وجہ ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں آپ نے علم و معرفت کا وہ باغ سجا دیا جس کی تازگی و شگفتگی میں آج تک کمی نہیں آئی اور نہ ہی قیامت تک آئے گی۔ (انشاء اللہ العزیز)

(سطعات، اردو صد ۱۱ تا ۱۳)

حقائق و معارف کی شان

آپ نے فرمایا:

"اگر کوئی میرے بیان کیے ہوئے معارف اور حقائق کو اس طرح لکھ لے کہ لوگ سمجھ سکیں تو وہ فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا۔"

(القول الجلی کی بازیافت صد ۵۳-۵۲، القول الجلی اردو صد)

سلسلۂ طریقت

خود فرماتے ہیں:

تصوّف میں ہمارا سلسلۂ صحبت اور طریقت و سلوک کے آداب میں ہمارے اخذِ علم کا واسطہ صحیح، مشہور اور متصل روایت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملتا ہے۔ گو تصوّف کے ان مخصوص آداب اور اشغال کا تعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ثابت نہیں۔ اس بندۂ ضعیف ولی اللہ نے، خدا اسے مغفرت کرے اور اپنے پیش رو صالحین سے ملائے، اپنے والد شیخ اجل عبدالرحیم کی صحبت سے "اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی رکھے (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَرْضَاہُ۔ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل) ایک طویل مدت تک فیض حاصل کیا۔ ان سے میں نے ظاہری علوم پڑھے اور طریقت کے آداب سیکھے۔ اس بندۂ ضعیف نے اُن کی کرامات دیکھیں، ان سے مشکلات کے حل پوچھے اور طریقت و حقیقت اور واقعات و

احوال وکرامات کی قبیل میں سے جو کچھ ان پر اور ان کے مشائخ پر گزرا تھا، ان امور کے بارے میں ان سے بہت کچھ سُنا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ موصوف کو میری طرف سے اور جو دُوسرے استفادہ کرنے والے ہیں، ان کی طرف سے جزائے خیر دے۔

بندۂ ضعیف نے اپنے والد کی صحبت پائی اور والدِ بزرگوار بہت سے مشائخ کی صحبت سے مستفیض ہوئے جن میں سے یہ تین بڑے جلیل القدر ہیں:

اوّل خواجہ خرد، جو شیخ احمد سرہندی، شیخ الہ داد اور خواجہ حسام الدین کے صحبت یافتہ تھے۔ اور یہ تینوں خواجہ خرد کے والد خواجہ باقی باللہ کے صحبت یافتہ تھے۔

دُوسرے بزرگ شیخ عبداللہ ہیں جو شیخ آدم بنوری کے صحبت یافتہ تھے۔ انہیں شیخ احمد سرہندی کی صحبت ملی تھی اور شیخ احمد سرہندی خواجہ محمد باقی باللہ کے صحبت یافتہ تھے۔

تیسرے شیخ خلیفہ ابوالقاسم ہیں جنہوں نے ملّا ولی محمد کی صحبت پائی اور وُہ امیر ابوالعلا کی صحبت میں بیٹھے تھے۔

خواجہ محمد باقی باللہ نے خواجہ محمد امکنگی کی صحبت پائی۔ وُہ مولانا محمد درویش سے فیضیاب ہوئے۔ مولانا محمد درویش مولانا محمد زاہد کی صحبت میں بیٹھے اور مولانا محمد زاہد نے خواجہ عبیداللہ احرار کی صحبت پائی۔ اس طرح امیر ابوالعلا امیر عبداللہ کی صحبت میں بیٹھے امیر یحییٰ نے خواجہ عبدالخالق سے فیض حاصل کیا اور وہ خواجہ عبیداللہ احرار کے صحبت یافتہ تھے۔

خواجہ عبیداللہ احرار نے کئی بزرگوں کی صحبت پائی جن میں سے مشہور مولانا یعقوب چرخی اور خواجہ علاؤالدین غجدوانی ہیں۔ یہ دونوں کے دونوں خواجہ نقشبند سے بلاواسطہ مستفید ہوئے۔ اس کے علاوہ مولانا یعقوب چرخی نے خواجہ علاؤ الدین عطار کی بھی صحبت پائی۔ اسی طرح خواجہ علاؤالدین غجدوانی محمد پارسا کی صحبت میں بیٹھے اور خواجہ علاؤ الدین عطار اور خواجہ محمد پارسا دونوں خواجہ نقشبند کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔

خواجہ نقشبند (رضی اللہ عنہٗ) نے بہت سے بزرگوں کی صحبت پائی جن میں سے سب سے زیادہ جلیل القدر محمد سماسی اور ان کے خلیفہ امیر سید کلال ہیں۔ خواجہ محمد سماسی نے خواجہ علی رامیتنی

سے فیض پایا۔ انہوں نے خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی سے۔ انہوں نے خواجہ عارف ریوگری سے، وہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی صحبت میں بیٹھے۔ انہوں نے خواجہ یوسف ہمدانی سے فیض پایا اور وہ علی فارمدی کے صحبت یافتہ تھے۔ علی فارمدی کے بہت سے مشائخ تھے جن میں سے یہ دو سب سے زیادہ مشہور ہیں: ایک امام ابوالقاسم قشیری جو ابوعلی دقاق کے صحبت یافتہ تھے، وہ ابوالقاسم نصیرآبادی کے، اور ابوالقاسم نصیرآبادی ابوالحسین حضرمی کے صحبت یافتہ تھے ان دونوں نے شبلی کی صحبت پائی اور وہ سیدِ طریقت حضرت جنید بغدادی کی صحبت میں بیٹھے۔

علی فارمدی کے دوسرے شیخ خواجہ ابوالقاسم گرگانی ہیں جو ابوعثمان مغربی کی صحبت میں بیٹھے۔ وہ ابوعلی کاتب کے فیض یافتہ تھے اور وہ ابوعلی رودباری کے۔ اور ابوعلی رودباری جنید بغدادی کے۔

سیدِ طریقت جنید بغدادی نے اپنے ماموں سری سقطی کی صحبت پائی۔ انہوں نے معروف کرخی کی اور معروف کرخی بہت سے مشائخ سے فیض یاب ہوئے جن میں سب سے مشہور ایک تو امام علی بن موسیٰ رضا ہیں جو اپنے امام موسیٰ کاظم کے صحبت یافتہ تھے۔ وہ اپنے والد امام جعفر صادق کے، وہ اپنے والد محمد باقر کے، وہ اپنے والد امام زین العابدین کے، وہ اپنے والد امام حسین کے وہ اپنے والد امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اور آپ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی۔

معروف کرخی کے دوسرے مشہور شیخ ابوداؤد طائی ہیں جو فضیل اور حبیب عجمی اور ذوالنون کے صحبت یافتہ تھے۔ ان تینوں نے تابعین اور تبع تابعین میں سے بہت سے مشائخ کی صحبت پائی، جن میں سب سے بڑھ کر جلیل القدر حسن بصری ہیں۔ یہ تابعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی صحبت میں بیٹھے۔ ان صحابہ میں سے ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کے حافظ تھے۔

الغرض یہ ہے ہمارے طریقہ کا سلسلۂ صحبت جس کی نہ تو صحت میں، نہ شروع سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اس کے متصل ہونے میں شک کیا جاسکتا ہے۔

اِس سلسلے میں اِمام جعفر صادق کو اپنے نانا قاسم بن محمّد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اِنتساب حاصل ہے۔ قاسم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فیض پایا۔ انھوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے۔

یہ اوپر تو ہمارے طریقے کے ایک سلسلۂ صحبت کا بیان ہوا۔ اس کے علاوہ ہمارے اور بھی سلسلے ہیں جن میں سے کسی میں کہیں کہیں تو صحبت کا اِتصال ہے اور کہیں بیعت اور خرقے کا۔ چنانچہ بندۂ ضعیف نے اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے طریقہ لیا، انھوں نے شیخ عبداللہ سے، انھوں نے شیخ احمد سرہندی سے، انھوں نے اپنے والد شیخ عبدالاحد سے اور انھوں نے شاہ کمال سے۔

شیخ احمد سرہندی کو شیخ سکندر سے بھی طریقہ ملا۔ ان کو اپنے دادا شاہ کمال سے جن کا بھی ذکر ہوا۔ ان کو سید فضیل سے، ان کو سید گدا رحمٰن سے، ان کو سید شمس الدین عارف سے، ان کو سید گدا رحمٰن ابن ابی الحسن سے، ان کو شمس الدین صحرائی سے، ان کو سید عقیل سے، ان کو سید بہاؤالدین سے، ان کو سید عبدالوہاب سے۔ ان کو سید شرف الدین قتال سے، ان کو سید عبدالرزاق سے۔ ان کو اپنے والد امام طریقۂ قادریہ محمد عبدالقادر جیلانی سے۔ ان کو ابوسعید مخزمی سے ان کو ابوالحسن قرشی سے ان کو ابوالحسن طرطوسی سے ان کو ابوالفضل واحد تمیمی سے ان کو ابوبکر شبلی سے اور ابوبکر شبلی کو اِس سلسلے کے ذریعے جو اوپر بیان ہوا جُنید بغدادی سے۔ اسی طرح ان کو سلسلہ بہ سلسلہ آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے۔

اِس کے علاوہ شیخ عبدالرحیم نے اپنے نانا شیخ رفیع الدین محمد کی رُوح سے بھی فیض پایا اور وہ اس طرح کہ آپ کی پیدائش سے ایک عرصہ پہلے شیخ رفیع الدین نے آپ کو مسندِ طریق بطور خرقِ عادت عطا فرمائی۔ شیخ رفیع الدین نے اپنے والد شیخ نجم الحق چابلدہ سے اور انھوں نے شیخ عبدالعزیز سے یہ فیض پایا۔

مزید برآں شیخ عبدالرحیم کے اور بھی سلسلے ہیں۔ آپ کو سید عظمت اللہ اکبرآبادی نے سندِ طریقت مرحمت فرمائی۔ ان کو اپنے باپ دادوں سے فیض ملا۔ ان کو شیخ عبدالعزیز سے

ان کو قاضی خان یوسف ناصحی سے، ان کو حسن بن طاہر سے، ان کو سید راجی حامد شاہ سے، ان کو شیخ حسام الدین مانک پوری سے۔ ان کو خواجہ نور قطب عالم سے ان کو اپنے والد علاء الحق اسعد لاہوری ثم بنگالی سے۔ ان کو اخی سراج عثمان اودھی سے، انکو شیخ نظام الدین اولیاء سے، ان کو شیخ فرید الدین گنج شکر سے، ان کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے، ان کو خواجہ معین الدین سنجری سے، ان کو خواجہ عثمان ہارونی سے، ان کو حاجی شریف زندنی سے، ان کو خواجہ مودود چشتی سے، ان کو اپنے والد خواجہ یوسف بن سمعان چشتی سے، ان کو اپنے ماموں خواجہ محمد چشتی سے، ان کو اپنے والد خواجہ ابو احمد چشتی سے، ان کو اپنے والد خواجہ ابو اسحاق شامی سے، ان کو ممشاد علو دینوری سے، ان کو ابو ہبیرہ بصری سے، ان کو حذیفہ مرعشی سے، ان کو ابراہیم بن ادھم سے، ان کو فضیل بن عیاض سے، ان کو عبد الواحد بن زید سے، ان کو حسن بصری سے یہ فیض ملا۔ ان کو علی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔

والد بزرگوار نے بطریقۂ باطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی فیض حاصل کیا اور وہ اس طرح کہ والد بزرگوار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے موصوف کو نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین فرمائی۔ نیز والد بزرگوار نے حضرت زکریا علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض پایا۔ اور آپ نے والد کو اسمِ ذات کی تعلیم دی۔ اس کے علاوہ والد بزرگوار نے شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی، خواجہ بہاؤ الدین محمد نقشبند اور خواجہ معین الدین ابن حسن چشتی کی ارواح سے بھی کسبِ فیض کیا۔ والد نے ان ائمہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے طریقت کی اجازت حاصل کی۔ نیز آپ نے ان میں سے ہر ایک کی طریقت میں جو "نسبت" ہے اس کو علیحدہ علیحدہ جانا اور ان ائمہ کی "نسبتوں" سے آپ کے قلب پر فیضان بھی ہوا چنانچہ والدِ بزرگوار ہم سے ان چیزوں کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

باقی رہا علومِ ظاہری کی تکمیل کا معاملہ، سو میں نے تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، نحو، صرف، کلام، اصول اور منطق وغیرہ علوم کو اپنے والد سے پڑھا۔ انہوں نے ان علوم کی چھوٹی کتابیں تو اپنے بھائی ابو الرضا محمد سے پڑھیں اور بڑی کتابیں مرزا زاہد ہروی سے، جو مشہور حواشی کے مصنف

ہیں۔ مرزا زاہد ہروی نے مرزا فاضل سے' انہوں نے ملّا یوسف کوسج سے' انہوں نے مرزا جان وغیرہ سے' انہوں نے مشہور محقق جلال الدین دوانی سے' انہوں نے اپنے والد اسعد وغیرہ سے اور انہوں نے علامہ تفتازانی اور علامہ شریف جرجانی کے شاگردوں سے۔

حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح، صحیح بخاری اور صحاح ستّہ کی دوسری کتابوں کی اجازت ثقہ اور مستند عالم حاجی محمد افضل نے مجھے عطا فرمائی۔ انہوں نے شیخ عبدالواحد سے یہ اجازت لی تھی۔ انہوں نے اپنے والد شیخ محمد سعید سے' اور انہوں نے اپنے والد شیخ طریقہ مجدد یہ شیخ احمد سرہندی سے یہ اجازت لی تھی۔ اس سلسلے کی ایک طویل سند ہے جو اپنی جگہ مذکور ہے۔ (ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۵۰۵ تا ۵۱۰ بحوالہ القول الجمیل)

ایک تعلیمی سند اور خرقۂ خلافت و اجازت

پنجاب کے ایک عالم کو جن کا نام شیخ جار اللہ بن عبدالرحیم ہے، حضرت شاہ ولی اللہ نے یہ تحریری سند یا ڈگری (اجازہ) عطا فرمائی تھی۔ اصل سند عربی میں ہے اور شاہ صاحب کی تصنیف المسوّی کے مکہ معظّمہ کے مطبوعہ نسخے میں شائع کی گئی ہے۔ یہاں اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس کی نعمت سے اچھائیاں اتمام پاتی ہیں اور جس کے فضل وکرم پر تمام حالات میں تکیہ کیا جاتا ہے۔ افضل ترین درود وسلام پہنچے ہمارے آقا محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سیّد مخلوقات کو نیز آپ کی آل، آپ کے اصحاب اور ان سب مومنین اور مومنات کو جنہوں نے ان کی خلوصِ دل سے متابعت کی۔

اما بعد!

رب کریم کی رحمت کا یہ محتاج احمد المدعو بہ ولی اللہ بن عبدالرحیم (اللہ تعالیٰ اسے سلف صالحین کے ساتھ شامل کرے) کہتا ہے کہ اللہ کے راستے میں میرا نیک بخت بھائی شیخ جار اللہ بن عبدالرحیم جو اہلِ پنجاب میں سے ہے، کتاب اللہ کی قرأت اور تجوید سے بہرہ ور ہے اور اس نے سنّتِ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا کافی حصّہ اخذ کیا ہے۔

قریباً چھ سال میرے ساتھ رہا۔ اس نے مجھ سے اس مدت میں حفص بن عاصم کی روایت سے قرآنِ مجید پڑھا اور اس ضمن میں قرآن مجید کے غیر مانوس الفاظ، اس کے معانی اور شانِ نزول کے بارے میں اسے جو مشکلات پیش آئیں، ان کے متعلق اس نے بحث و تمحیص کی میں نے بغیر کسی تفسیر کی طرف رجوع کیئے اپنے حافظے سے اسے جو کچھ بتانا تھا، بتایا اور یہ سلسلہ اس وقت تک برابر جاری رہا جب تک قرآن مجید ختم نہیں ہو گیا۔

شیخ جاراللہ بن عبدالرحیم نے مجھ سے تفسیر بیضاوی کے شروع کے بعض حصّے سُنے اس نے مجھ سے سورۂ بنی اسرائیل سے لے کر سورۂ احزاب تک کے حصّے پڑھے اور تفسیر الجلالین سورۂ یونس سے سورۂ الکہف تک مجھ سے پڑھی، نیز مجھ سے صحیح البخاری اوّل سے لے کر کتاب التفسیر تک پڑھی اور اس کے بعض حصے مجھ سے سُنے۔ سُنن ابوداؤد اول سے لے کر کتاب الجہاد تک اور جامع ترمذی اول سے آخر تک مجھ سے پڑھی۔ سنن نسائی اول سے لے کر آخر تک مجھ سے سُنی۔ اسی طرح سنن ابنِ ماجہ اول سے آخر تک مجھ سے پڑھی مسندِ دارمی کے مجھ سے اوّل کے دو تہائی حصّے سُنے اور آخر کا ایک تہائی مجھ سے پڑھا۔ نیز مجھ سے مسند امام احمد و عبداللہ بن عمر وغیرہ کا ایک حصہ پڑھا اور مشکوٰۃ کا ایک حصّہ اور مصابیح کا ایک حصّہ مجھ سے سُنا۔ اسی طرح مجھ سے الترمذی کی شمائل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور الحصن الحصین پوری کی پوری پڑھی۔

موصوف نے مجھ سے بعض میری کتابیں اور رسالے بھی پڑھے جو میں نے مختلف علوم کے متعلق تالیف کیئے ہیں۔ ان میں سے ایک احادیث الموطّا پر مشتمل "المسوّیٰ" ہے جو اس نے اول سے آخر تک مجھ سے پڑھا۔ اور آثار الموطا اور اس کی احادیث کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تک اپنا سلسلۂ اسناد ملایا اور اس کے ساتھ ساتھ اکثر مباحثِ فقہی سے واقفیّت بہم کی۔

میری کتابوں اور رسالوں میں سے جو اس نے مجھ سے پڑھے، ایک حجۃ اللہ البالغہ بھی ہے جو علم و اسرارِ شریعت کے بارے میں ہے۔ نیز مجھ سے "الانصاف فی بیان اسباب

الاختلاف"، "عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید" اور نقشبندیہ، گیلانیہ اور چشتیہ ان تینوں طریقوں سے اشغال کے بارے میں " القول الجمیل" پڑھی۔ اسی طرح حدیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر "المسلسلات" اور سلسلہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں " النخبہ" اور علم اصولِ تفسیر میں "الفوز الکبیر" پڑھی

موصوف نے مجھ سے باقی فنون میں سے بھی جو کچھ کہ اس سے میسر ہو سکا، پڑھا اور سُنا، جیسے فقہ حنفی میں " الہدایۃ" کے بعض حصے، علم الکلام میں "شرح المواقف" کے بعض اجزاء، علم اصولِ حدیث "النخبۃ" اور اس کے مصنف کی شرح اور اسناد میں شیخ ابراہیم کردی مدنی کی کتاب "الامم"۔ اس نے مجھ سے تصوف میں "عوارف المعارف" اسے اوّل تا آخر پڑھی، احیاء علوم الدین کے شروع کے بعض حصے پڑھے اور اس کے علاوہ اور بھی کتابیں پڑھیں جنہیں ان اوراق میں گننا ممکن نہیں۔

مختصراً جو کچھ اس نے مجھ سے پڑھا مجھ سے سُنا اور وہ سب جس کی مجھ تک صحیح صحیح روایت پہنچی ہے، میں نے اسے پڑھانے کی اجازت دی، نیز میں نے اسے خرقۂ فقر پہنایا۔ کھجور اور پانی سے اس کی ضیافت کی، اس سے معانقہ کیا اور اسے اشغالِ صوفیہ کی تلقین کی جو اس نے مجھ سے اخذ کیے تھے اور خرقۂ فقر پہنانے کی اجازت دی (یعنی اسے اپنا خلیفہ اور نائب بنایا)

میں اس کے حق میں اللہ کیلئے، اللہ کے دین کیلئے، اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ مردِ صالح ہے دنیا سے اعراض کرنے والا اور نیک اعمال برابر کرنے والا ہے، اور اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم حاصل کیا جائے اور یہ جو ہم نے کہا ہے، اللہ اس کا نگہبان و وکیل ہے۔

میں نے اسے یہ بھی بتایا ہے کہ علمائے متاخرین میں یہ جو سات علماء ہیں جن میں سے ہر ایک اسناد میں مستحکم مقام رکھتا ہے میں نے ان سے مندرجہ ذیل کتابوں کی روایت کرنے کی اجازت لی ہے اور اس کیلئے میں تعریف کرتا ہوں اللہ کی جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ سات علماء یہ ہیں:

الشیخ عیسیٰ المغربی۔ اور ان کی کتاب مقالید الاسانید۔

اور ایک کتاب اور ہے جس میں البابلی کی اسناد ہیں۔

الشیخ ابراہیم کردی اور ان کی کتاب الامم
الحسن العجیمی کی کتاب الاسناد
محمد بن محمد سلیمان الروانی کی کتاب صلۃ الخلف
الشیخ احمد النخلی کا رسالہ۔ اور الشیخ عبداللہ البصری کا رسالہ

مَیں نے یہ سطور اوائل ۱۱۷۳ھ کے ماہ محرم کی اکیس ۲۱ تاریخ کو جمعہ کے دن لکھیں راقم فقیر ولی اللہ بن عبدالرحیم جسے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف ہے، دعا کرتا ہے کہ اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہو اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے اوّل میں اور آخر میں اور ظاہراً و باطناً۔ (ارمغان شاہ ولی اللہ صـ ۴۰۵ تا صـ ۴۰۸)

خاندانی حالات

انفاس العارفین میں شامل رسالہ الامداد فی مآثر الاجداد سے انتخاب

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ ہمارے خاندان میں سب سے پہلے جس نے رہتک[۱] میں رہائش اختیار کی شیخ شمس الدین مفتی[۲] ہیں ـــــ یہ عالم اور عابد آدمی تھے اور سب سے پہلے قریش سے جو شخص

۱ـ رہتک ہانسی اور دہلی کے درمیان ایک شہر ہے جو بیس کوس دہلی سے قبلہ کی طرف واقع ہے۔ شروع میں جب ہندوستان فتح ہوا تو سادات اور بہت زیادہ قریش نے وہاں اقامت اختیار کر لی، تو اس طرف کوئی شہر اس سے زیادہ آباد اور پُر رونق نہیں تھا۔ مگر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ رونق اور آبادی جاتی رہی۔ (انفاس العارفین صـ ۲۴۱)

۲ـ شاہ ولی اللہ دہلوی خود نقل فرماتے ہیں:
"انہوں نے وصیت کی تھی کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد ان کے جنازہ کو اس مسجد جو ان کی عبادت گاہ اور اعتکاف گاہ تھی، میں رکھیں۔ تھوڑی دیر اسے (یعنی عبادت گاہ کو) خالی چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اگر وہاں جنازہ موجود ہو تو دفن کریں ورنہ واپس آجائیں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک ساعت کے بعد جب تلاش کیا تو وہاں جنازہ کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا۔"
(انفاس العارفین صـ ۲۴۱)

اس شہر میں آئے اور شعائر اسلام کا ظہور ہوا اور طغیانِ کفر فرو ہوا، وہی تھے ــــــ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں سے ہر ذی وقار شخص جو اس قسم کے قصبات میں قیام کرتا تھا، شہر کی سیاست از قسم قضا، احتساب اور افتاء وغیرہ اس کے سپرد ہوتی تھی، ان مناصب کے بغیر بھی اسے قاضی اور محتسب کے نام سے پکارتے تھے۔ واللہ اعلم!

اس بزرگ کی زندگی ختم ہونے کے بعد اس کا سب سے بڑا بیٹا کمال الدین مفتی ان امور میں اپنے والد کا جانشین ہوا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے قطب الدین اور اس کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک نے اس طریق سے زندگی بسر کی۔ ان بزرگوں کے بعد ان شہروں میں باقاعدہ طور پر قضات کے تقرر کا دستور ہو گیا۔

قاضی بدہ بن عبدالملک نے اپنی موروثی ریاست کی حفاظت کیلئے منصب قضا اختیار کیا۔ اپنے بعد اس نے دو بیٹے چھوڑے، ایک قاضی قاسم جو باپ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا، اور دوسرا منکن۔ اس کے بعد اس کا ایک بیٹا یادگار رہا۔ قاضی قاسم کے دو بیٹے تھے، ایک قاضی قارن جو کہ اپنے باپ کا جانشین اور شہر کا رئیس تھا بظاہر اس کا نام عبدالقادر یا قوام الدین ہے۔ ہندوؤں کی زبان پر اس کی تعریف ہوئی۔ واللہ اعلم! دوسرا کمال الدین تھا جس کا ایک بیٹا نظام الدین نامی تھا۔

قاضی قارن کے دو بیٹے تھے، شیخ محمود اور شیخ آدم جو بہائی خان کے عرف سے مشہور تھا۔ اس کی نسل باقی ہے۔ شیخ محمود جو اپنے خاندان میں بزرگ تھے، اس نے کسی سبب سے عہدۂ قضا قبول نہ کیا اور بادشاہی نوکری کر لی۔ اس دوران اس نے زمانہ کا بہت تجربہ کیا۔ اس کا ظاہری حال رہتک کے صدیقیوں کی طرح تھا۔ اس کی شادی سونی پت کے سیّد گھرانے کی ایک لڑکی آفریدہ سے ہوئی، جس سے شیخ احمد پیدا ہوا۔ شیخ احمد بچپن ہی میں رہتک سے چلا گیا تھا اور شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالحکیم کے ساتھ پرورش پائی۔ موصوف نے اس کی شادی اپنی لڑکی سے کر دی اور ایک مدت تک اس کی تربیت کرتے رہے۔ اس کے بعد رہتک میں دوبارہ آکر قلعہ کے باہر عمارت تعمیر کی اور اپنے عزیزوں اور خدام کے ساتھ وہاں قیام کیا۔

شیخ احمد کی نسل اس کے فرزندوں میں سے اس کے دو۲ بیٹوں کی اولاد میں منحصر رہی۔ ایک شیخ منصور جو بہادری اور حلم وغیرہ صفات سے متّصف تھا۔ اس نے پہلے شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالغنی مذکور کی ایک بیٹی سے شادی کی جو اس کا ماموں تھا۔ اس سے شیخ معظم اور شیخ اعظم پیدا ہوئے۔ اس کی وفات کے بعد دُوسری شادی کی جس سے شیخ عبدالغفور اور اسماعیل پیدا ہوئے۔ دُوسرا شیخ حسن تھا جو خوشحال اور فارغ البال تھا۔ اس کے دو۲ بیٹے تھے، محمد سلطان اور محمد مراد۔ حضرت والد بزرگوار نے محمد مراد کو دیکھا تھا اور اس کی قوتِ گرفت کے عجیب و غریب واقعات مشاہدہ کیے۔[۱] ——— حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) کو بچپن میں جب وہ دیکھتے تو کہتے کہ اس بچّے کو دیکھنے سے مجھ پر رُعب اور ہیبت طاری ہوجاتی ہے۔

اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ اسے مطالعہ کرنے والا نسب کے اس حصّہ پر مطلع ہوجائے جو صلہ رحمی میں ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے (اسے ترمذی نے روایت کیا۔ ترجمہ) "اپنے نسب کا علم حاصل کرو تاکہ اس کے ذریعے تم صلہ رحمی کرسکو کیونکہ صلہ رحمی خاندان میں محبت کا باعث ہے، دولت اور شہرت اس سے بڑھتی ہے۔"

شیخ عبدالغنی

اس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے شیخ عبدالغنی کی بعض اولاد سے سُنا ہے کہ وہ عالم، متقی اور پرہیزگار تھے۔ جلال الدین اکبر انکی تعظیم و توقیر کرتا تھا۔[۲]

---

[۱] شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسّی سال کی عمر میں دینار کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی میں لے کر رگڑتے اور اسے دوہرا کر دیتے۔"

[۲] شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ "جب اکبر بادشاہ نے الحاد اور بے دینی اختیار کی تو وہ دوستی کا رشتہ ٹوٹ گیا بلکہ ایک دوسرے سے شدید نفرت ہوگئی۔ ایک مدت کے بعد بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آگئی۔ اس طرف مسلسل افواج بھیجتا تھا لیکن فتح نہیں ہوتی تھی۔ اس اثناء میں ایک رات امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مزار کے معتکفین نے عالم بیداری میں دیکھا کہ ایک رئیس مسلح جماعت کے ساتھ آئے۔ ان کے ساتھ ایک مشعل تھی اور وہ روضہ امام میں داخل ہو گئے۔ دیکھنے والے نے سمجھا کہ مسافر ہیں جو زیارت کے ارادہ سے آئے ہیں۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ وہ بزرگ قبر میں داخل ہوگیا اور اس جماعت میں سے ہر شخص ایک ایک قبر میں داخل ہوگیا۔ اس نے ان میں سے بعض سے سوال کیا کہ یہ سردار کون ہے اور یہ جماعت کیسی ہے۔ اس نے کہا یہ شہداء کی ایک جماعت کے ساتھ امام (ناصر الدین) ہیں [بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر]

——— خواجہ ہاشم کشمی نے شیخ مجددؒ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میرے والد بزرگوار (شیخ عبدالاحد) ایک مدت تک شیخ عبدالغنی کی ملاقات کے متلاشی رہے کیونکہ شہر سون پت کے ایک بہت ہی عمر رسیدہ بزرگ سے ایک راز اُن تک پہنچا تھا ——— شیخ مذکور کسی مہم کے سلسلہ میں سرہند سے گزرے۔ جب سرہند پہنچے تو کاروان سرا میں قیام کیا۔ ہمارے والد بھی وہاں پہنچے، معانقہ اور رسمی مزاج پرسی کے بعد خلوت کی درخواست کی اور التماس کی کہ اس سربستہ راز کو ظاہر فرمائیں۔ شیخ نے اسے بیان کیا ———

شیخ معظمؒ

شیخ معظمؒ بہت بڑے بہادر تھے۔ اس سلسلہ میں ان کے عجیب واقعات حد و شمار سے باہر ہیں۔ حضرت والد بزرگوار فرماتے تھے کہ شیخ منصور کو ایک (کافر) راجہ سے جنگ کرنے کا اتفاق ہوا اور میمنہ لشکر شیخ معظم کے سپرد ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ[۱۲] سال تھی۔ زبردست جنگ ہوئی اور دونوں طرف سے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ اسی اثناء میں شیخ معظم سے کسی نے کہا کہ شیخ منصور شہید ہو گئے اور ان کا تمام لشکر شکست کھا گیا۔ اس سے ان کی رگِ حمیت بھڑکی۔ انہوں نے کفار کے سردار کا رُخ کیا اس اثناء میں جو بھی ان کے سامنے آیا قتل یا زخمی کر کے بیکار کر دیا۔ بڑی سعی و کاوش کے بعد راجہ کے ہاتھی کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں ایک کافر سردار نے مقابلہ کیا۔ اسے تلوار کے ایک ہی وار سے دو ٹکڑے کر دیا اور اسے گھوڑے کے نیچے ڈال دیا۔ لوگوں نے اس پر ہجوم کر لیا۔ اس راجہ نے تمام لوگوں کو منع کیا اور کہا جو شخص اتنی کم عمری میں اس طرح کی جرأت اور بہادری کرتا ہے عجائباتِ زمانہ سے ہے۔ اس کے بعد اس نے شیخ معظم کے دونوں ہاتھ چومے اور بہت عزت سے

[گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ] اس نے پھر سوال کیا کہ یہ لوگ کہاں گئے اور کیا کام کیا۔ اس نے کہا چتوڑ فتح کرنے کے لئے گئے تھے اور اسے فلاں وقت فلاں برج کی طرف سے فتح کر لیا۔

شیخ عبدالغنی کو جب اس عجیب واقعہ کی اطلاع ملی تو فتح کی خوشخبری اور پورے کا پورا واقعہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ کچھ دنوں بعد فتح چتوڑ کی خبر اسی کے مطابق موصول ہوئی جس میں سرمو فرق نہیں تھا بادشاہ نے بارہ[۱۲] گاؤں حضرت امام ناصرالدین کے مزار کیلئے وقف کر کے شیخ عبدالغنی کے سپرد کر دیے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۲۴۳-۲۴۴)

پیش آیا اور اس غصہ کا سبب پوچھا انہوں نے کہا، مجھے خبر ملی ہے کہ میرے والد شہید ہو گئے ہیں۔ میں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا جب تک کفار کے رئیس کو قتل نہیں کر لوں گا، یا خود قتل نہیں ہو جاؤں گا۔

راجہ نے کہا، اس شخص نے جھوٹ کہا تمہارے والد زندہ ہیں اور ان کا جھنڈا فلاں جگہ دکھائی دے رہا ہے۔ پھر شیخ منصور کے پاس راجہ نے آدمی بھیجا کہ ہم اس بچے کی وجہ سے صلح کرتے ہیں، اور شیخ منصور کے تمام مطالبات تسلیم کر کے واپس چلا گیا۔

شیخ معظمؒ کے سید نور الجبار سون پتی جو کہ ایک عالی نسب سید تھے اور ان کے آباؤ اجداد علم و فضل سے آراستہ تھے، کی بیٹی سے تین لڑکے پیدا ہوئے، شیخ جمال، شیخ فیروز اور شیخ وجیہ الدین۔

شیخ وجیہ الدینؒ

شیخ وجیہ الدین کمال تقویٰ اور شجاعت سے متصف تھے حضرت والد قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ میرے والد کا وظیفہ تھا کہ شب و روز میں دو پارے تلاوت کرتے تھے۔ خوشی غمی، سفر اور حضر کسی وقت بھی اسے ترک نہیں کرتے تھے۔ جب بوڑھے ہو گئے اور بینائی کمزور ہو گئی تو جلی حروف کا قرآن مجید اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ سفر میں وہ کبھی بھی ان سے جدا نہیں ہوا ——— وہ اپنا گھوڑا کسی کی زراعت (کھیتی) میں نہیں لے جاتے تھے اگرچہ تمام لشکر اس زراعت میں چلا جاتا۔ بعض اوقات انہیں متعارف راستہ سے ہٹ کر بھی چلنا پڑتا ——— اپنے خدام، ملازمین اور گھسیاروں وغیرہ سے بڑی نرمی اور انصاف برتتے تھے ——— ایک سفر میں ایک شخص میں ولایت کے شواہد مشاہدہ کیے اور اس سے بیعت کر لی اور صوفیہ کے اشغال میں مشغول ہو گئے اور کم گوئی اور لوگوں کی مجلس سے یک سوئی اختیار کی۔ حضرت والد ماجد ان کی بہادری کی بہت سی حکایات بیان کرتے تھے۔[1]

ان کی شادی شیخ رفیع الدین محمد بن قطب العالم بن عبد العزیز کی بیٹی سے ہوئی جس سے تین فرزند پیدا ہوئے: (۱) مخدومی شیخ ابو الرضا محمد (۲) مخدومی شیخ عبد الرحیم۔ (۳) مخدومی شیخ عبد الحکیم میرے والد گرامی (شیخ عبد الرحیم) فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد ایک رات تہجد کی نماز

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے انفاس العارفین۔ اردو ص ۲۴۷ تا ۲۵۱

ادا کر رہے تھے کہ ایک سجدہ میں (کچھ دیر) ٹھہرے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ ان کی رُوح ان کے جسم سے پرواز کر گئی۔ جب انہیں افاقہ ہوا تو میں نے طویل ٹھہرنے کے متعلق استفسار کیا۔ فرمایا کہ مجھے غیوبت واقع ہوئی تو اس حالت میں مجھے اپنے عزیزوں کے حالات کی اطلاع ہوئی جو شہید ہوئے تھے۔ ان کے درجات و مقامات مجھے بہت پسند آئے۔ میں نے حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے شہادت طلب کی اور بے حد الحاح وزاری کی، یہاں تک کہ میری دُعا کی قبولیت مجھ پر منکشف ہوئی اور دکن کی طرف اشارہ ہوا کہ تمہاری شہادت کی جگہ وہاں ہے۔ اس واقعہ کے بعد — آپ نے گھوڑا خریدا اور دکن کی طرف روانہ ہو گئے — راستہ میں بعض تاجروں کے ساتھ جو اصلاح اور تقوٰی سے متصف تھے، دوستی کا عہد باندھا — جب یہ قافلہ تونبریا کی سرا میں پہنچا — تو جاسوس کی اطلاع پر ڈاکوؤں کی ایک کثیر جماعت سرا میں آئی اس وقت آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے — انھوں نے کہا ہمیں آپ سے کوئی سروکار نہیں — لیکن تاجروں کے پاس فلاں فلاں مال ہے انہیں ہم نہیں چھوڑیں گے۔ چونکہ آپ کو اس سفر کا مقصد اچھی طرح معلوم تھا اس لیے تاجروں کی رفاقت چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے اور جنگ و قتال پر اُتر آئے۔ اِس اثنا میں ان کو بائیس زخم آئے اور ایک زخم میں سر جسم سے جُدا ہو گیا۔ اس کے باوجود تکبیر کہتے ہوئے ایک تیر کی مار تک کفّار کا تعاقب کیا۔[1] ایک عورت یہ حال دیکھ کر بہت متعجب ہوئی۔ پھر آپ گر پڑے اور وہیں دفن ہوئے۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ اسی دن کے آخری حصّہ میں متمثّل ہو کر مجھے زخم دکھائے۔ مَیں نے ایصالِ ثواب کے لیے کچھ صدقہ دیا۔ حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے ان کے جسم کو وہاں سے منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک روز انہوں نے متمثّل ہو کر مجھے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ (انفاس العارفین اُردو ۲۴۲ تا ۲۵۳)

---

[1] شہید زندہ ہوتے ہیں۔ قرآن پاک نے انہیں مُردہ کہنے بلکہ مردہ گمان کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ (البقرہ)

مشائخ کرام اور اساتذۂ عظام

انفاس العارفین میں شامل شاہ صاحب کے رسالہ "انسان العین فی مشائخ الحرمین" سے انتخاب

شیخ احمد شناوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علی بن عبد القدوس بن محمد عباس شناوی کے فرزند ہیں آپ کے آباؤ اجداد کبار اولیاء سے ہوئے ہیں ____ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ آپ نے علم حدیث شمس رملی، اپنے والد سید غضنفر اور شیخ محمد بن ابی الحسن سے حاصل کیا اور اپنے والد سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ان کے بعد سید صبغۃ اللہ کی صحبت کا التزام کیا، اور درجاتِ عالیہ کو پہنچے اور ان سے خلافت حاصل کی ____

کاتب حروف (شاہ ولی اللہ کہتا ہے کہ متاخرین اہل حرمین کی اصطلاح میں قبولِ بیعت اخذِ عہد کو کہتے ہیں۔ یعنی جب بھی مشائخ صوفیہ اس کی بیعت قبول کرتے ہیں اس طریقہ کے مشائخ کرام، زندہ ہوں یا گذشتہ، کی برکات اس کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں۔

آپ نے فرمایا: لایدخل النار من رآنی و رای من رآنی الیٰ یوم القیمۃ۔ (وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس نے مجھے دیکھا یا اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔ یہ سلسلہ قیامت کے دن تک جاری رہے گا) ____

آپ سنہ ۱۰۲۸ھ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

شیخ احمد قشاشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ محمد بن یونس القشاشی المعروف بعبد النبی ابن شیخ احمد الدجانی کے فرزند تھے ____ شیخ یونس کو عبد النبی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اجرت دے کر مسجد میں بٹھاتے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں۔ قشاشی اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو چھپانے کیلئے مدینہ منورہ میں قشاشہ فروشی کرتے تھے، اور قشاشہ پرانی، بیکار، گری پڑی چیزوں کو کہتے ہیں جیسے دوائیں اور پرانے جوتے وغیرہ ____ شیخ احمد قشاشی علم حقیقت اور شریعت میں امام

تھے حقائق معرفت میں باتیں کرتے تو وہ آیات اور احادیث سے مدلل ہوتیں۔ انہوں نے بہت سے مشائخ کی صحبت حاصل کی اور اپنے والد سے خرقہ پہنا لیکن شیخ احمد شناوی سے مقصد حاصل ہوا، اسی لیے انہوں نے خود کو ان کی طرف منسوب کیا۔

کہتے ہیں کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے انہیں خرقہ پہنایا اور اپنی بہن ان کے نکاح میں دے دی۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کی وحدت الوجود کی معرفت درست ہو گئی ہے اور ابنِ عربی کی ہمشیرہ کی یہی تعبیر ہے ____

کہتے ہیں کہ اپنی کسی ضرورت میں انہوں نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیک انت اقرب الی منی ام ھذا فی من قربک منی وان بعدت الا ماشفعت فی وفی قضا حاجتی کلھا الدینویۃ والاخرویۃ لی ومن احب امین"

اس کے چھ ماہ بعد سید محمد بن علوی نے آپ کو لکھا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا، احمد قشاشی سے میرا سلام کہو اور اسے میری شفاعت کی خوشخبری دو۔ اور اس سے اگلے روز دوبارہ سید محمد علوی نے کہا، میں نے دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا، احمد قشاشی سے میرا سلام کہو اور اسے یہ خوشخبری سناؤ کہ وہ جنت الفردوس میں میرا جلیس ہو گا ____

شیخ احمد قشاشی کی عجائب روزگار کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ تمام قرآن مجید آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا تھا ____

اُمراء کے گھر میں نہیں جاتے تھے اور اگر وہ ان کی زیارت کیلئے آتے تو خندہ پیشانی اور بشاشت سے ملتے اور ہر شخص کے مقام و مرتبہ کے مطابق سلوک کرتے ____

آپ ۱۹ ذی الحجہ ۱۰۷۱ھ میں فوت ہوئے۔

سید عبدالرحمٰن الادریسی الشہیر بالمحجوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت مغرب کے شہر مکناسہ میں ہوئی۔ مغرب، مصر، روم اور شام کی سیاحت کی۔ اس کے بعد کئی سال تک حرمین شریفین کی مجاورت کی۔ اس کے بعد

اولیاء کی زیارت کیلئے یمن گئے کیونکہ کہتے ہیں یمن میں اولیاؑ یوں پیدا ہوتے ہیں جیسے زمین سے سبزی۔ انہیں یہاں ان کے ساتھ عجیب واقعات، دلچسپ اور رنگین صحبتیں میسر آئیں۔ پھر جب مکہؓ واپس آئے اور یہاں قیام کیا تو اہل مکہ نے آپ سے استفادہ کیا اور خرقۂ صوفیہ حاصل کیا۔ آپ سے بے شمار روایات بیان کرتے ہیں۔

شیخ زین العابدین شافعی فقیہ مدینہ سے میں نے سنا۔ وہ اپنے والد سے جو سید محمد کے خادم تھے اور وہ سید محمد سید عبدالرحمن کے معتقد تھے، سے نقل کرتے ہیں کہ شریف مکہؓ کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ اس نے سید عبدالرحمن محجوب کی طرف رجوع کیا اور دعا کی درخواست کی۔ سید کچھ دیر تک سوچتے رہے۔ پھر فرمایا کہ فلاں محلہ میں اس قسم کا مکان ہے بیت المال کے افسر کو چاہیے کہ اس میں سے شریف مکہ کو جس قدر ضرورت ہے لے لے، اور باقی کو وہاں احتیاط سے چھوڑ دیں۔ لوگ اسی وقت گئے اور گھر کو اسی طرح پایا جیسا کہ انہوں نے بتایا تھا۔ وہاں سے بیس ہزار اشرفیاں لے لیں اور صندوق پر مہر لگادی اور سید صاحب کے پاس لے آئے۔ آپ نے اسے شریف مکہ کو دے دیا تاکہ اپنی ضرورت میں خرچ کرے۔ شریف مکہؓ کا اس کے بعد ارادہ ہوا کہ باقی رقم بھی اپنے تصرف میں لائے۔ لیکن وہاں سے اسے نہ گھر ملا نہ ہی مال۔ بہت حیران ہوئے۔ سید صاحب سے اس کا راز پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ایرانی شخص اپنے وطن میں مرگیا اس کا کوئی وارث نہیں تھا میں تصرف کرکے اس کے مکان کو مکہ میں لایا جو ضرورت پوری ہوجانے کے بعد واپس چلا گیا ———

سیدؒ جیسے کمالات باطنی سے متصف تھے، کمالات ظاہری بھی حدِّ کمال کو پہنچائے تھے۔ جود و کرم میں بے نظیر تھے۔ ان کے دسترخوان پر صبح و شام کثیر جماعت حاضر ہوتی وہ تمام کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے۔ لوگ اطراف وجوانب سے ان کیلئے نذریں لاتے تھے جنہیں وہ فقراء پر تقسیم کردیتے تھے ——— جو شخص آپ کی زیارت کیلئے آتا اس کی استعداد کے مطابق درود و تلاوت اور استغفار اور نیکی کے کاموں کی راہنمائی کرتے۔ الخ۔

شمس الدین محمد بن العلاء البابلی رحمۃ اللہ علیہ

حافظِ حدیث تھے۔ اپنے زمانہ میں مصر و حرمین کے اُستاد تھے۔ تواضع و جودت فہم، محبت، اخلاق پسندیدہ سے متصف تھے۔ کہتے ہیں آغازِ کار میں انہیں لیلۃ القدر دکھائی دی اور اس رات کے بعض عجیب آثار مشاہدہ کیئے۔ اس وقت انہوں نے دعا کی کہ بارِ خدایا! مجھے حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی طرح کر دے چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی۔

آپ نے فرمایا، کوئی شخص ان سات اقسام کے علاوہ کسی موضوع پر کتاب تصنیف نہ کرے:

یا تو اس چیز میں کتاب تالیف کرے جس کی طرف پہلے کسی شخص کا ذہن نہ گیا ہو۔
یا کسی ناقص چیز کی تکمیل کرے۔
یا کوئی چیز دشوار ہو، اس کی شرح لکھے۔
یا طویل کو مختصر کرے مگر اختصار اس قسم کا ہو جس سے معانی میں خلل پیدا نہ ہو۔
یا خلط مبحث ہو تو اسے صحیح ترتیب سے جمع کرے۔
یا پہلے مصنّف نے غلطی کی ہو اس کی تصحیح کرے۔
یا کوئی منتشر ہو تو اسے جمع کر دے۔

ورنہ تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہیں

شریفِ مکّہ اور وزراء آپ سے تبرک حاصل کرتے تھے اور آپ کے فرمان سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے مصر کے ایک بابل میں ۱۰۷۷ھ میں انتقال کیا۔

شیخ عیسیٰ جعفری مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی جائے پیدائش اور نشو و نما مغرب میں ہے۔ قرآن مجید اور علوم متعارفہ کے کچھ متون اسی جگہ یاد کیئے پھر الجزائر چلے گئے اور سلماسی کے پاس دس سال سے زیادہ عرصہ رہے اور اسی جگہ متبحر عالم بنے۔ علماء قسطنطنیہ، مصر اور حرمین شریفین سے بھی روایت کی۔ مکّہ کو آپ نے اپنا

وطن بنایا۔ مقالید الاسالید کے نام سے آپ کی ایک معجم ہے۔ الغرض وہ ایک متقی عالم تھے اور جمہور اہلِ حرمین کے استاد تھے۔ ادعیہ حدیثیں اور قرأت میں ایک کتاب بھی تصنیف کی ——— بہت سے مشائخ کے ساتھ آپ نے اپنا ربط و تعلق قائم کر رکھا تھا لیکن اوراد شاذلیہ آخر عمر تک پابندی سے پڑھتے رہے۔ اس طریق کا آپ پر غلبہ تھا۔ آپ نے امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے مسلک کے مطابق ایک مُسند بھی تالیف فرمائی۔ آپ نے متصل عنعنہ کے ساتھ حدیث روایت کی جس سے ان لوگوں کے گمان کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ سلسلۂ حدیث اب متّصل نہیں رہا۔

آپ نے ۱۰۸۰ھ میں انتقال فرمایا۔

مُحمّد بن محمّد سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ حدیث تھے۔ دینی اور دنیاوی دونوں علوم کے جامع تھے۔ آپ شیخ ابو مدین مغربی کی طرف سے خرقہ مدینہ رکھتے تھے۔ درحقیقت کتبِ حدیث کی تصحیح کا طریقہ اور نسخہ نبویہ" اتفاق درمعرفتِ آں" حرمین شریفین میں وہی لائے۔

جمہور اہلِ حرمین کے استاد اور متبحر ثقہ عالم تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ استنبول گئے ہوئے تھے وہاں ایک شخص نسخۂ نبویہ فروخت کر رہا تھا۔ قدر شناسی اور علم کی حرص نے انہیں زرِ کثیر قریباً تین ہزار مروّجہ سکّہ کے عوض اسے حاصل کرنے پر اُبھارا اور اسے حاصل کیا اس نسخے کے ساتھ آپ کو انتہائی محبت تھی ——— اِس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے اس نسخہ کی زیارت کی ہے اور اس سے کچھ پڑھا بھی ہے ——— اس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے شیخ مذکور کے فرزند محمد وفد اللہ سے ان کی تمام مرویات کی اجازت لی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے والد سے قرأت، سماعت اجازت کے لحاظ سے انہیں حاصل کیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے مکمل موطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ بھی تمام ان کے سامنے پڑھی۔ انہوں نے شیخ حسن عجمی وغیرہ مشائخ سے پڑھی تھی۔ والحمد للہ!

شیخ ابراہیم کردی قدس سرہٗ

آپ عالم و عارف تھے۔ فقہ شافعی، حدیث اور عربی ادب میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، اور ہر فن میں ان کی تصنیف موجود ہے اپنے وطن میں تحصیلِ علم کی، پھر حج کے ارادہ سے نکلے۔ کم و بیش دو سال تک بغداد میں قیام پذیر رہے اور سید عبد القادر (جیلانی) قدس سرہٗ کے مزار پر متوجہ رہے اور وہیں سے اس راہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا اور چار سال شام میں رہے ادھر سے ہوتے ہوئے حرمین شریفین میں آئے۔ شیخ احمد قشاشی سے ملاقات کی۔ دونوں کے درمیان حیرت انگیز ربط و تعلق پیدا ہو گیا۔ ان سے حدیث روایت کی اور خرقہ پہنا۔ اور ان (شیخ احمد قشاشی) کی صحبت کی بدولت علمی کمالات کو پہنچے۔ فارسی، کردی، ترکی اور عربی تمام زبانیں جانتے تھے۔ آپ ذہانت، تبحّرِ علمی، زہد و تواضع اور صبر و حلم سے متّصف تھے۔

کہتے ہیں کہ شام میں قیام کے دوران شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار کی طرف اس نیت سے متوجہ ہوئے کہ آگے سفر جاری رکھیں یا نہ۔ آپ نے دیکھا کہ شیخ ابنِ عربی ان کے جوتوں کی خاک صاف کر رہے ہیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ اقامت کیلئے فرماتے ہیں۔

شیخ ابو طاہر بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم کا اُستاد جسے خوجہ کہتے ہیں، مدینہ منورہ کی زیارت کیلئے آیا اور شیخ ابراہیم کی صحبت میں علماء و احباب کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حاضر ہوا۔ جب اس نے شیخ سے ملاقات کی تو اس نے کہا کہ میں نے شام میں ایک کھلم کھلا بدعت دیکھی اس کے قلع قمع میں بہت کوشش کی۔ شیخ نے فرمایا وہ بدعت کیا تھی، اس نے کہا مساجد میں لوگ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ شیخ نے یہ آیت پڑھی: ومن اظلم ممّن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہٗ وسعیٰ فی خرابہا۔ خوجہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اسے یہ بات بُری معلوم ہوئی بعض فقہی عبارتیں جو قاضی خان وغیرہ سے نقل کی تھیں، جیب سے نکال کر شیخ کو دیں۔ شیخ نے فرمایا: اگر بات تقلیداً کہتے ہیں تو میں کسی اور امام کا مقلّد ہوں اور آپ کسی دوسرے کے۔ آپ کی حجّت مجھ پر لازم نہیں۔ اور اگر بات تحقیقاً کہتے ہو تو یہ گز اور یہ میدان۔ پس آپ نے جلد ہی ایک جامع رسالہ تحریر فرمایا اور اس خوجہ کے شبہات کا مسکت جواب دیا۔ شیخ کے احباب نے

خوجہ کی خفگی کو جو کہ سلطنتِ عثمانیہ میں بلند مقام رکھتا تھا، ملاحظہ کیا اور شیخ سے کہا کہ تردید میں اس قدر مبالغہ مناسب نہیں۔ شیخ نے فرمایا، حق سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ جو ہوتا ہے ہونے دو۔ الغرض خوجہ اور اس کے ساتھی کوئی جواب نہ دے سکے اور مبہوت رہ گئے۔ کلمہ الحق یعلو لا یعلیٰ (حق سربلند ہوتا ہے، سرنگوں نہیں ہوتا) کا منظر سامنے آ گیا۔

شیخ ابراہیم کی سیرت یہ تھی کہ وہ خود پسند فقہا اور صوفیوں کی طرح بڑے بڑے عمامے، لمبی آستینیں اور پھٹے پرانے لباس سے بیزار تھے۔ آپ اہلِ حجاز کے عوام کے درجہ کا لباس جو مختصر پگڑی، اون کی دھاری دار عبا اور بڑے رومال پر مشتمل ہوتا تھا، پہنتے تھے آپ کبھی محفل میں نمایاں جگہ پر بیٹھنے اور گفتگو میں پہل کرنے وغیرہ کے ذریعے اپنی حیثیت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے معتقدین کو مناظرہ و مذاکرہ کے ذریعے فیض پہنچاتے تھے۔ الخ

شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ الحدیث، فصاحت و بلاغت، حفظ اور جودتِ فہم میں جامع فنونِ علم تھے۔ آپ کا زیادہ تر استفادہ و صحبت شیخ عیسیٰ مغربی سے ہے۔ بہت سے شیوخ مثل شیخ احمد قشاشی، شیخ محمد بن العلاء بابلی، شیخ زین العابدین بن عبدالقادر طبری شوافع کے امام و مفتی کی صحبت میں بھی رہے اور ان سے روایت کی ہے۔

شیخ ابوطاہر بیان کرتے ہیں، شیخ حسن عجمی نے شیخ نعمت اللہ قادری وغیرہ صوفیہ سے ملاقات کی ہے۔ دعوتِ اسماء بھی جانتے تھے —— شیخ ابوطاہر یہ بھی کہتے تھے کہ میرے شیخ سیدی حسن عجمی خوبصورت نہیں تھے، بلکہ ان کی آنکھ میں عیب تھا۔ اس کے باوجود جب وہ حدیث پڑھتے تھے تو ان کے چہرے پر انوار دیکھے جاتے تھے اور دنیا بھر سے حسین دکھائی دیتے تھے —— آپ نے اپنی اسانید کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے جس سے آپ کے تبحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے۔

ہر سال ماہ رجب میں مدینہ منورہ کی زیارت کیلئے آتے اور مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات میں صحاحِ ستہ میں سے ایک کتاب بطور سرد[۱] ختم کرتے تھے۔ اور اہلِ مدینہ آپ سے روایت کرتے

---

[۱] طریق سرد یہ ہے کہ شیخ قاری یا سامع ہوتا ہے وہ کتاب کی تلاوت کرتا ہے لیکن لغوی، فقہی اور اسماء الرجال وغیرہ مباحث سے تعرض نہیں کرتا۔ (انفاس العارفین صـ ۲۸۶)

تھے ـــــــ شیخ حسن عجمی، احمد قطان اور شیخ ابو طاہر وغیرہ کا پسندیدہ طریقہ مرّ رکھا۔ صاحبانِ علم و فضل اور فقہی طلبائے حدیث کیلئے یہ طریقہ زیادہ موزوں ہے کیونکہ وُہ جلد از جلد سماعِ حدیث اور سلسلۂ روایت کو درست کر لیتے ہیں اور وُہ دوسرے مباحث کو شروح کے سپرد کر دیتے ہیں ـــــــ

شیخ حسن اپنے مشائخ سے بہت متواضع تھے اور ان کی خاطرداری کی انتہائی کوشش کرتے تھے ـــــــ سنہ ۱۱۱۳ھ میں طائف میں وفات پائی اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہُ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

شیخ احمد نخلی رحمۃ اللہ علیہ

علومِ ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ بہت سے مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کی صحبت حاصل کی اور سید عبد الرحمٰن، سید محمد رومی، سیّد عبد اللہ سقاف اور میر کلاں بن میر محمود بلخی وغیرہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور حدیث محمد بن العلا بابلی اور شیخ عیسیٰ مغربی اور اسی طبقہ کے دُوسرے علماء سے حاصل کی۔ اور سماعِ بخاری اور موطا بہ تسلسل حاصل کیا۔ ان کے پاس مشائخ صوفیہ کے بہت سے اَوراد تھے۔ شروع ہی سے علم و علماء کی محبت اور نیکی پر ان کی نشوونما ہوئی تھی۔ ان کی صحبت کا التزام اور صوفیائے کرام سے عقیدت رکھتے اور ان کے اعمال و اشغال کو باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ آپ کو مشائخ حرمین شریفین اور باہر سے آنے والے مشائخ کی بھرپور صحبتیں حاصل ہوئیں۔

الغرض آپ مکہ معظمہ کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے اور برکات اور قبولیتِ دُعا میں مشہور تھے۔ شیخ عبد الرحمٰن نخلی ولد شیخ احمد نخلی بیان کرتے ہیں کہ شیخ احمد نخلی کے والد کے ہاں نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اس لیے وُہ بہت غمگین رہتے تھے۔ جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو ان کیلئے اہل اللہ سے دعا کراتے تھے اور ان سے استمداد اور روحانی توجہ طلب کرتے تھے۔ انہیں برحمہ شیخ تاج الدین سنبھلی کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز شیخ تاج الدین سنبھلی نے تامّل کیا اور اس خادم کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ جو انہیں لایا تھا کہ "یہ بچہ

آپ جیسا نہیں ہے بلکہ آپ سے افضل اور سعادت مند ہے لیکن اس کی عمر کم ہے۔ جب خادم اپنے آقا کے پاس پہنچا اور حقیقت حال بیان کی تو آقا (شیخ احمد کے والد) نے اسے واپس بھیجا اور کہا، میری طرف سے شیخ کی خدمت میں درخواست کرو کہ میں نے اپنی زندگی اس بچہ کو دے دی اور آپ سے اس معاملہ میں سفارش کا خواستگار ہوں"۔ شیخ نے جب یہ پیغام سنا تو توجہ کی اور کچھ دیر کے بعد کہا کہ ان کی نیت قبول ہو گئی۔ اپنی طرف سے انہیں سفر آخرت کی تیاری کیلئے تین مہینہ کی مہلت دی۔ شیخ احمد کے والد اسی عرصہ میں فوت ہو گئے، اور شیخ احمد نے نوّے سال عمر پائی۔

شیخ احمد نخلی نے کہا کہ میرے شیخ، شیخ عیسیٰ بن کنعان نے مجھے جب طریقہ خلوتیہ میں اجازت دی اور مجھے مکہ معظمہ میں اپنا خلیفہ بنایا تا کہ تمام خلوتی میرے پاس جمع ہوں اور اس طرز پر جو اس گروہ کیلئے مقرر ہے کہ نماز تہجد کے بعد اوراد میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے میرے دل میں بہت تردّد پیدا ہوا کیونکہ میرے دل کی رغبت مکمل طور پر نقشبندیہ طریق کی طرف تھی، اور میں شیخ کی مخالفت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت خاتم کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ اس سال مجھے روضۂ مطہرہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا آپ زیارت عثمانیہ میں چاروں خلفاء کے ساتھ موجود ہیں۔ میں تیزی سے اس طرف بڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جدید سجادہ پر جو روضۂ مبارک کے سر کے قریب صف اوّل کے مقابل بچھا ہوا ہے لائے اور فرمایا: "یہ شیخ تاج الدین کا سجادہ ہے اس پر بیٹھ جاؤ"۔ میں سمجھ گیا کہ یہ طریقہ نقشبندیہ کی طرف اشارہ ہے اور اس طریقہ کی اجازت ہے۔

شیخ عبداللہ بن سالم البصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بہت سی کتب احادیث کو زندہ کیا ان میں ایک مسند احمد ہے۔ قریب تھا کہ روئے زمین سے اس کا نسخہ کاملہ نہ مل سکے۔ آپ نے مصر، عراق اور شام کی پرانی لائبریریوں سے اس

کے اجزائ کو جمع کیا اور ان تمام سے ایک نسخہ لکھا۔ اسے صحیح کر کے اصلی نسخہ کی صورت میں عام کر دیا اور کتب ستہ کی روشنی میں صحت کے اصول مقرر کیئے اور نسخہ نبویہ سے اپنے خط کے ساتھ اصل سے بہتر لکھا۔ ان کی بخاری کی ایک شرح "ضیاء الساری" کے نام سے بھی ہے جسے وہ ضعف پیری کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے اور تمام زندگی طریقہ سرد اور بحث کے طور پر روایت کتب حدیث میں گزار دی۔

الغرض آپ اس آخری زمانہ میں حافظ حدیث تھے ——— بچپن سے ہی شیخ عبداللہ علم و علماء اور صلاح و تقویٰ کو پسند کرتے تھے۔ روزانہ دس پارے قرآن مجید کے تلاوت کرتے تھے۔ جب بوڑھے ہو گئے تو جس قدر پڑھ سکتے تھے پڑھتے ——— صحیح بخاری شریف کو دو مرتبہ خانہ کعبہ میں ختم کیا۔ ایک مرتبہ اس وقت جب کعبۃ اللہ کی مرمت کر رہے تھے اور دوسری مرتبہ جب اس کا دروازہ درست کر رہے تھے۔ اور مسند امام احمد کو اس کی تصحیح اور جمع کے بعد مسجد شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے نزدیک چھپن روز میں پڑھا ——— عمر کے آخری حصہ میں شیخ عبداللہ مغربی نے آپ سے صحاح ستہ پڑھیں اور اکثر اہل مکہ نے آپ سے سماع کیا۔

آپ سنہ ۱۱۳۴ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ ابوطاہر محمد ابراہیم الکردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ[1]

آپ شروع سے ہی علم اور علماء کی طرف راغب تھے۔ اپنے والد سے خرقہ خلافت پہنا۔ آپ کے والد نے ان کیلئے بہت سے بزرگوں سے خرقہ اور اجازت حاصل کی، ان میں سے شیخ محمد بن سلیمان مغربی ہیں۔ اور عربی کتب سید احمد ادریس مغربی سے پڑھیں ——— آپ نے فقہ شافعی علی طولوی سے حاصل کی اور علم معقول نجم باشی سے جو روم کے متبحر علماء میں سے تھے۔ علم حدیث اپنے والد سے حاصل کیا

---

[1] شیخ ابوطاہر نے سلاسل کثیرہ جیسے شطاریہ، سہروردیہ، کبرویہ، شاذلیہ، رفاعیہ، حدادیہ، مدنیہ وغیرہ کی اجازت جو ان کو اپنے والد محترم شیخ ابراہیم کردی قدس سرہ سے جو اپنے زمانہ کے مشہور صوفی و محدث تھے ملی تھی، حضرت اقدس (شاہ ولی اللہ) کو عطا فرمائی اور خرقہ وکلاہ قریب منبر نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے سر اقدس پر باندھا۔ (القول الجلی۔ اردو صہ ۱۵۵)

اس کے بعد شیخ حسن عجمی سے حاصل کیا اور اکثر آپ نے ان سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد احمد نخلی اور شیخ عبداللہ بصری سے اخذ کیا۔ اور شیخ عبداللہ بصری سے شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھی اور آپ سے دو ماہ سے بھی کم مدت میں مسند امام احمد کا سماع کیا۔ اور حرمین شریفین میں باہر سے آنے والے علماء و مشائخ سے بھی بہت کچھ اخذ کیا۔ ان میں سے شیخ عبداللہ لاہوری ہیں جن سے آپ نے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی کتب روایت کی ہیں۔ ان کا سلسلہ شیخ عبداللہ اللبیب کے ذریعہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی سے ملتا ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتب بھی اسی واسطے سے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی سے روایت کرتے ہیں۔ مولانا سیالکوٹی نے خود ان سے اجازتاً اور روایتہً حاصل کیں اور ان میں سے شیخ سعید کوکنی سے بعض عربی کتابیں اور فتح الباری کا چوتھا حصہ پڑھا۔

الغرض آپ سلف صالحین کے تمام اوصاف تقویٰ، عبادت میں کوشش، علم میں معقولیت اور مذاکرہ میں انصاف سے متصف تھے۔ اگر کوئی مسئلہ ان سے دریافت کیا جاتا تو جب تک پورا غور و فکر اور کتابوں سے تحقیق نہیں کر لیتے تھے، جواب نہیں دیتے تھے۔

فرمایا، میں صوفیہ پر اعتراض کرنے سے بہت ڈرتا ہوں

پھر آپ نے ایک قصہ بیان کیا کہ شیخ یحییٰ شاذلی میرے والد سے کچھ اختلاف رکھتے تھے، جس کا اثر مجھ پر بھی تھا۔ اسی اثناء میں شیخ یحییٰ شاذلی فوت ہو گئے۔ ایک عرصہ بعد جب انہیں قبر سے نکالا تو اس طرح صحیح وسالم تھے گویا آج ہی سوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر کسی عارف کے اختلاف کے سبب طعن نہیں کرنا چاہیئے۔

جس روز میں (شاہ ولی اللہ) شیخ ابو طاہر کی خدمت میں رخصت ہونے کیلئے حاضر ہوا تو یہ شعر پڑھا ؎

نسیت کل طریق کنت اعرفه　　الا طریقا یوڈ بنی لربعکم

(میں تیرے گھر کی طرف جانے والے راستہ کے علاوہ تمام راستے بھول گیا)

یہ شعر سنتے ہی شیخ پر گریہ طاری ہو گیا اور بہت متاثر ہوئے۔ آپ رمضان المبارک ۱۱۴۵ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ تاج الدین قلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مکہ کے مفتی اور قاضی عبدالمحسن کے فرزند تھے بہت سے مشائخ حدیث کی خدمت میں پہنچے اور ان سے علوم حاصل کیے اور ہر ایک سے اجازت حاصل کی۔ آپ خرد سال ہی تھے کہ آپ کے والد نے ان کیلئے شیخ عیسیٰ مغربی سے اجازت حاصل کی۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ محمد بن سلیمان مغربی کے درس ختم سنن نسائی کے موقع پر حاضر ہوا۔ آپ نے ختم کے بعد تمام حاضرین مجلس کو اجازت دی جن میں میں بھی حاضر تھا۔

آپ نے علم حدیث کی اکثر تعلیم شیخ عبداللہ بن سالم مصری سے حاصل کی۔ فرماتے تھے کہ یہ تمام بحث و تنقیح کے طور پر ان سے پڑھی ہیں۔ اور صحیحین کو شیخ عجمی کے پاس پڑھا ہے۔ اور ہر وہ حدیث جو روایت کے لحاظ سے صحیح ہے اس کی اجازت ان سے حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ شیخ صالح زنجانی کی خدمت میں ایک مدت رہے اور بڑے عظیم فوائد حاصل کیئے، اور علم فقہ میں ان سے بہت بڑا حصہ حاصل کیا ہے۔ شیخ احمد نخلی سے بھی انہیں اجازت و روایت حاصل ہے۔ شیخ احمد قطان بھی ان کے مشائخ سے ہیں۔ کئی سال تک ان کی صحبت میں رہے اور درس و تدریس کا طریقہ ان سے سیکھا۔

فرماتے تھے کہ شیخ احمد قطان کی وفات کے بعد میرے تمام مشائخ شیخ عبداللہ بصری اور شیخ احمد نخلی وغیرہما نے اصرار کیا کہ میں شیخ احمد کی جگہ پر کعبۃ اللہ کے سایوں میں مالکی مصلوں پر بیٹھوں اور حدیث کا درس دوں جیسا کہ شیخ کی عادت تھی۔ لیکن مجھے ان اکابر کی موجودگی میں اس عظیم القدر کام کی انجام دہی دشوار معلوم ہوتی تھی اس لیئے میں قبول نہیں کرتا تھا۔ اس کے باوجود ان کی طرف سے از حد مبالغہ ہوا اور شیخ حسن عجمی جو ان دنوں طائف کی طرف گئے ہوئے تھے انہیں میں نے یہ سب حالات لکھے۔ آپ نے پھر مشائخ کا حکم ماننے کی تاکید لکھ بھیجی۔ لامحالہ ہر طرف سے استمداد اور استخارہ کے بعد سر تسلیم خم کردیا بزرگوں کے اشارہ پر شیخ کی جگہ پر صحیح بخاری کی قرأت شروع کی اور اسے اس مقام سے شروع کیا جہاں شیخ کی قرأت ختم ہوئی تھی مجلس ختم میں تمام علماء و مشائخ موجود تھے۔ شیخ ابراہیم کردی سے بھی ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی اور

حدیث مسلسل بالاولویت ان سے حاصل کی۔

کاتب حروف (شاہ ولی اللہ) نے شیخ تاج الدین سے عجیب قصہ سنا ہے اور وہ یہ ہے کہ "ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوگیا اور بیماری لمبی ہوگئی ضعف و کمزوری نے ہلنے جلنے کے قابل نہ چھوڑا۔ اس حالت میں میں نے خواب میں دیکھا گویا کوئی شخص آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس مرض کی شفا کے لئے ایک مرغی پکائی جائے اور اس پر تمام قرآن پڑھا جائے۔ یہ بیمار اسے کھائے تو شفا پائے گا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ خواب کے حکم کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ آئندہ رات جب میں سویا تو گویا امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔ اپنے دست مبارک سے ایک دیگ رکھی اور اس کے نیچے آگ جلائی اور صبح سے شام تک اس میں مرغی پکائی پھر میرے سامنے لا رکھی اور فرمایا، ہم نے اس مطبوخ پر تمام قرآن پڑھا ہے، اسے کھالو۔ میں نے اسے کھایا تو تندرست ہوگیا اور مجھ میں بیماری کا کوئی اثر نہ تھا۔ میں صحیح و تندرست ہوکر اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے ازالہ مرض سے زیادہ اس بات کی خوشی ہوئی کہ امام بخاری نے مجھ پر اس درجہ لطف و کرم فرمایا۔

کاتب حروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ شیخ تاج الدین کی مجلس درس میں جس زمانہ میں وہ بخاری کا درس دیا کرتے تھے، دو تین روز مسلسل حاضر ہوا۔ اور صحاح ستہ اور موطا امام مالک (رضی اللہ عنہما) کے کچھ حصے، مسند دارمی، کتاب الآثار امام محمد اور موطا محمد کی آپ سے سماعت کی۔ آپ نے ان کتابوں کی اجازت تمام اہل مجلس کو دی اور اس جماعت میں یہ فقیر بھی شامل تھا اور وہ حدیث جو حدیث مسلسل بالاولیت سے مشہور ہے، شیخ ابراہیم سے سماعت کی اور یہ پہلی حدیث شریف ہے جو میں نے روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے بعد ان سے سنی، ۱۱۴۴ھ میں۔

(انفاس العارفین ص ۲۷۴ تا ص ۲۹۵)

ہم عصر سلاطینِ ہند

۱۔ عالمگیر محی الدّین محمد اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ۔ ۳۰ جولائی ۱۶۵۸ء (تا ۱۷۰۷ء)

۲۔ شاہ عالم اوّل بہادر قطب الدین محمد ۳ مارچ ۱۷۰۷ء (تا ۱۷۱۲ء)

۳۔ جہاندار شاہ معزّ الدین ۲۸ فروری ۱۷۱۲ء (تا ۱۷۱۳ء)
(گیارہ ماہ چند دن)

۴۔ فرخ سیر معین الدین احمد ۹ جون ۱۷۱۳ء (تا ۱۷۱۹ء)
(چھ سال چند ماہ)

۵۔ رفیع الدّرجات شمس الدین محمد ابو البرکات۔ ۲۸ فروری ۱۷۱۹ء (تقریباً پانچ ماہ)

۶۔ شاہجہانِ ثانی شمس الدین محمد رفیع الدولہ ۷ جون ۱۷۱۹ء (تقریباً چار ماہ)

۷۔ محمد شاہ "روشن اختر" ناصر الدین ۹ اکتوبر ۱۷۱۹ء (تا ۱۷۴۸ء)
(تقریباً تیس سال)

۸۔ احمد شاہ بہادر مجاہد الدین ۲۷ اپریل ۱۷۴۸ء (تا ۱۷۵۴ء)
(تقریباً چھ سال)

۹۔ عالمگیر ثانی عزّ الدین محمد ۵ جون ۱۷۵۴ء (تا ۱۷۵۹ء)
(تقریباً چھ سال)

۱۰۔ شاہجہان ثالث ۳۰ نومبر ۱۷۵۹ء (صرف چودہ دن)

۱۱۔ شاہ عالم ثانی جلال الدین محمد ۲۵ دسمبر ۱۷۵۹ء (تا ۱۸۰۶ء)

(پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ مقدمہ قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۷-۸)

(اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ ص ۱-۲ میں بھی ایسے ہی ہے)

آپ کی پیشین گوئیاں

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب 'شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات' میں شاہ صاحب کی مستند سوانح حیات 'القول الجلی' سے بعض پیشین گوئیاں نقل کی ہیں۔ انتخاب ملاحظہ ہو۔

رفیع الدرجات کی جانشینی

جب رفیع الدرجات مہلک مرض میں مبتلا ہوا اور اس کی زندگی سے مایوسی ہو گئی تو سید عبداللہ خان قطب الملک کو اس کے جانشین کی فکر ہوئی۔ خواجہ محمد سلطان، شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا۔

"بادشاہ کی اولاد کافی ہے۔ معلوم نہیں ان میں سے کون تخت پر بیٹھے گا۔"

شاہ صاحب نے 'روشن اختر' کا نام لیا اور کہا کہ وہ مستقل بادشاہ ہو گا۔ خواجہ محمد سلطان کو اس بشارت سے خوشی ہوئی اور جا کر شاہزادہ کو بھی خبر سنا دی۔ لیکن جب رفیع الدرجات کا انتقال ہوا تو سب نے بالاتفاق رفیع الدولہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ صاحب 'قول الجلی' نے لکھا ہے:

"یہ صورت باعث تشویش خاطر ہوئی لیکن پھر بھی بشارت کے ظہور کا انتظار رہا۔ آخر چند دنوں بعد رفیع الدولہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت کی بشارت پوری ہوئی اور روشن اختر جس کا لقب محمد شاہ ہے، تخت سلطنت پر بیٹھا۔ (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۲۱ بحوالہ القول الجلی ص۶۴)

سلطان محمد ابراہیم کے مقابلہ میں محمد شاہ کی فتح

جب عبداللہ خان نے سلطان ابراہیم کو تخت پر بٹھا دیا اور محمد شاہ سے جنگ کا ارادہ کیا تو خواجہ محمد سلطان شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ اس جنگ میں کون کامیاب ہو گا۔ کچھ دیر غور کے بعد فرمایا:

"مجھے ایسا دکھایا گیا ہے کہ عبداللہ خان کی ساری فوج منتشر ہو گئی ہے اور اس کا

ہاتھی تنہا میدان میں رہ گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فوج کو شکست ہو گی اور محمد شاہ کو فتح ہو گی۔ بالآخر جب دونوں میں جنگ ہوئی تو وہی ظہور میں آیا جیسا کہ انہوں نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔" (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات صـ۲۱-۲۲ (مقدمہ) بحوالہ القول الجلی صـ۶۵)

نادر شاہ کے حملوں کے بارے میں پیشینگوئی

نادر شاہ کے حملے کی تفصیلات بھی "قول الجلی" میں ملتی ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک دن شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا ایک دریا امنڈا آرہا ہے۔ بڑے بڑے حوادث کے پیش آنے کے آثار نظر آرہے ہیں۔ پھر فرمایا:

"آباد بستیاں برباد اور تباہ ہو جائیں گی اور ایسی آفت آئے گی کہ اس کا علاج ارکانِ سلطنت نہ کر سکیں گے۔ . . . . . . اور ایسا بھی نظر آتا ہے کہ شہر دہلی جو دارالسّلطنت ہے وہ ہر جانب سے آفات کی زد میں ہے۔"

جب سنہ ۱۱۴۸ھ شروع ہوا تو فرمانے لگے، ان مصائب کا وقت قریب آگیا ہے اس زمانہ میں اس شدّت کی بارش ہوئی کہ "قصورِ مشیدہ" تک گر گئے اور ایک عالم تہ و بالا ہو گیا۔ "غنیمِ دکھنی" نے اسی زمانہ میں حملہ کیا اور حالانکہ شاہی افواج موجود تھیں، وہ شاہجہاں آباد کے قریب پہنچ گیا اور اس کو تباہ و برباد کرنے کا قصد کیا۔ دریا کے کنارے شدید مقابلہ ہوا۔ بہت سے لوگ مارے گئے۔ بڑی جنگ اور تباہی کے بعد اس آفت سے پیچھا چھوٹا۔

بعض عقیدت مندوں نے عرض کیا کہ جس آفت کا خطرہ تھا وہ گزر گئی؟ فرمایا وہ آفت تو آنے والی ہے۔ انہیں دنوں کا واقعہ ہے کہ شاہ نور اللہ شاہجہاں آباد کے سوقِ سلطانی میں کچھ خریدنے کیلئے گئے۔ جب واپس آئے تو شاہ صاحب نے دریافت فرمایا:

"اہلِ بازار کا کیا حال دیکھا"

جواب دیا کہ بالفعل وہ سب محفوظ ہیں لیکن ایک دہشت نظر آتی ہے۔ یہ سن کر فرمایا:

"یہ بازار زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہاں خون کے دریا رواں ہوں گے۔"

یہ سُن کر لوگوں میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی۔ اس وقت کوئی خاص اندیشہ

نہ تھا۔ تقریباً ایک سال بعد نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ نادر شاہ کا فتنہ ایسا تھا کہ تباہی اور بربادی کی حد نہ رہی۔ وہ "ہزاراں ہزار" سفاک ہجوم کے ساتھ شہروں اور قصبوں کو تہ و بالا کرتا ہوا کرنال پہنچ گیا۔ وہاں محمد شاہ نے مقابلہ کیا۔ اس زمانہ میں لوگوں نے شاہ صاحب کو خطوط لکھے اور استفسار حال کیا۔ فرمایا۔ "زبردست مصیبت آئے گی لیکن بالآخر محمد شاہ اپنی جگہ پر ہی رہے گا" لڑائی میں محمد شاہ کے باون[۵۲] ہاتھی مارے گئے اور چھوٹی موٹی سپاہ تو کتنی ہی تباہ ہو گئیں جو لشکر باقی بچا اس پر ایسا رعب چھا گیا کہ سپاہی اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

"جو باقی بچے ان کو عساکر قزلباش نے گھیرے میں لے لیا۔ اس زمانے میں بہت لوگوں نے شدت بھوک میں جان دے دی۔ بادشاہ اور وزیر دونوں پکڑ لئے گئے"۔

پانی پت میں قتلِ عام کا ہنگامہ برپا ہوا۔ بے شمار لوگ قتل ہوئے۔ کچھ عرصہ تک تو وہاں سوائے "گرگ و شغال" کے کوئی نظر نہ آتا تھا۔

شاہجہاں آباد میں داخلے کے تیسرے دن نادر شاہ نے قتلِ عام کا حکم دیا۔ صبح سے لے کر تین گھڑی دن گزرے تک تیس ہزار سوار خونریزی اور قتل و غارت کرتے پھرتے رہے۔ جس جاندار کو پاتے خواہ وہ انسان ہوتا یا حیوان قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کتے اور بلیوں تک کو نہ چھوڑا اور شہر کے بازاروں اور مکانوں کو آگ لگا دی۔ قتل ہونے والوں کے پشتے کے پشتے لگ گئے۔ سوقِ سلطانی میں، جو چاندنی چوک کہلاتا ہے، خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

دہلی میں نہ کوئی داخل ہو سکتا تھا نہ یہاں سے باہر جا سکتا تھا۔ بھوک کی تاب نہ لا کر ہزاروں باشندوں نے دم توڑ دیا۔ لاشوں کے تعفّن سے وبا پھیل گئی اور لوگ اس سے مرنے لگے۔ حالات اس حد تک ناگفتہ بہ ہو گئے کہ سلطنت تیموریہ کے باقی رہنے کا خیال تک لوگوں کے ذہن سے نکل گیا۔ لیکن سوا وہی جس کی پیشین گوئی شاہ صاحب نے کی تھی۔ حملہ آور "تمام خزائن و دفائن جدیدہ و قدیمہ" اور زر و جواہر وغیرہ لے کر واپس چلا گیا اور محمد شاہ کو اس کی جگہ پر چھوڑ گیا۔

اس ہنگامہ کے زمانے میں عقیدت مندوں نے شاہ صاحب کو خطوط لکھے اور ان کی دُعا اور توجہ کی درخواست کی۔ انہوں نے سب کو تسلّی اور تشفّی کے جواب لکھے اور فرمایا، سب متعلقین محفوظ رہیں گے۔ اس ہنگامے میں شاہ صاحب کا محلہ کشنگ نر در بالکل محفوظ رہا۔ الخ

(شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۲۳ تا ص۲۵ (مقدمہ) بحوالہ القول الجلی ص۹۰ تا ۹۴)

احمد خان افغان کا ہنگامہ

ایک مرتبہ "احمد خان افغان" کا ہنگامہ برپا ہوا تو دہلی کے باشندوں میں انتہائی اضطراب اور بے چینی پھیل گئی۔ شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے بعض مخلصین مثلاً خواجہ حبیب اللہ کشمیری اور عمر خان قصوری نے پوچھا کہ اس فتنہ وفساد میں اپنا مال و اسباب کہاں لے جائیں، فرمایا:

"ہم اور ہمارے سب مخلصین بلکہ تمام باشندگانِ دہلی اس فتنہ میں محفوظ رہیں گے اور خدا تعالیٰ ایسی صورت پیدا کر دے گا کہ امن قائم ہو جائے گا"۔

مولانا محمد عاشق کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا اور اہالیانِ دہلی محفوظ رہے۔

(شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۲۴ تا ۲۶ (مقدمہ) بحوالہ القول الجلی ص۱۶)

احمد شاہ ابدالی کا غلبہ

مولانا محمد عاشق لکھتے ہیں کہ گو احمد شاہ ابدالی ایک دو بار شکست کھا کر واپس چلا گیا تھا، لیکن شاہ صاحب یہی فرماتے تھے کہ "اس کا اس علاقے پر قبضہ ہوگا"۔

عالمگیر ثانی کے عہد میں "فتنہ صفدر جنگ" کے بعد ابدالی نے پھر ہندوستان کا رُخ کیا اور دریائے اٹک تک پہنچ گیا۔ اس کی آمد آمد کا غلغلہ برپا ہو گیا۔ بہادر خان بلوچ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ابدالی کے متعلق بھی دریافت کیا گیا، فرمایا:

"اس ملک پر اس کا پورا غلبہ ہوگا"۔

دریافت کیا گیا، ایسی صورت میں ارکانِ سلطنت کا حال کیا ہوگا۔ فرمایا:

"ان کا حال نہ پوچھو، تم البتہ سلامت رہو گے"۔ چنانچہ جب ابدالی قریب پہنچا تو ارکانِ دولت کی بدحواسی کا یہ عالم ہوا کہ کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

حضرت شاہ صاحب سے بادشاہ اور وزیر نے رجوع کیا اور ان سے پوچھا کہ ان حالات میں کیا راہ اختیار کریں۔

عالمگیر ثانی سے شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم اس ہنگامہ میں سلامت رہو گے۔ عماد الملک وزیر سے بہت اصرار سے فرمایا کہ جنگ ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ جب درانی دہلی کے قریب پہنچا تو بادشاہ اور وزیر کو صلح کر لینے کے علاوہ کوئی صورت ہی نظر نہ آئی۔ ابدالی نے عماد الملک کی دولت توے لی لیکن اس کی جان بخشی کر دی اور وزارت پر بھی بحال کر دیا۔

اس زمانہ میں شاہ صاحب نے شیخ محمد عاشق (علیہ الرحمہ) کو خط لکھا اور ابدالی کی فوج کے بارہہ کی طرف متوجہ ہونے پر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

ایک مرتبہ "فوج دکھن" نے افواج ابدالی کو لاہور کے قریب شکست دے کر ہندوستان بدر کر دیا۔ اسی زمانہ میں مشہور ہو گیا کہ احمد شاہ ابدالی مر گیا۔ شیخ محمد عاشق نے یہ بات شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) کی خدمت میں عرض کی، فرمایا:

"جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ احمد شاہ درانی اس ملک میں پھر آئے گا اور ان کفار کو زیر و زبر کرے گا۔ باوجود ان مظالم کے جو وہ کر رہا ہے، اس کو اسی لئے اب تک اللہ نے باقی رکھا ہے، وہ یہی کام ہے۔"

افواجِ دکن جب لاہور سے واپس آگئیں تو لوگوں کو اطمینان ہو گیا کہ اب حالات درست ہو گئے۔ اس زمانہ میں شاہ صاحب نے مولانا محمد عاشق کو خط لکھا جس میں فرمایا:

"ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ فتنۂ عظیم پیدا ہو گا اور ایک عالم تہہ و بالا ہو جائے گا۔"

اس وقت شاہ صاحب کا یہ اشارہ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایسا ہوا کہ "کفارِ دکھن" نے اپنی فوجیں جمع کیں اور نجیب الدولہ ان سے نبرد آزما ہوا۔ تقریباً تین مہینے تک بارہہ کے قریب ہنگامہ جاری رہا۔ ہزاروں آدمی مارے گئے اور وہ تمام علاقہ تباہ و برباد ہو گیا۔ مولانا محمد عاشق کا بیان ہے:

"اس زمانہ میں شاہ صاحب نے نجیب اللہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ آپ جیسے امیر المجاہدین

کے حق میں دُعائے خیر کرتا ہوں اور سروشِ غیبی سے فتح کی نوید سُنتا ہوں"

ایسا ہی ہوا۔ نجیب الدولہ نے جہاں اپنا مستقر بنایا تھا وہاں سے اس کو نہ ہٹایا جا سکا اور جب دشمن کی فوجیں گنگا کو عبور کر کے اس کے علاقہ میں داخل ہوئیں تو ناگہاں شجاع الدولہ افغانوں کی مدد کو پہنچ گیا اور غنیم کی حالت تباہ ہو گئی۔ ہزاروں مارے گئے۔

"ہر بار جب نجیب خاں پر حملہ کرتے تھے کفار کے سردار قتل ہو جاتے تھے"۔

اس جنگ کے زمانہ میں مولانا محمد عاشق شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ ابدالی بارہ کی طرف متوجہ ہو گا اور سب روہیلوں کے ساتھ مل کر مرہٹوں سے جنگ کرے گا۔ اس وقت تک ابدالی کے آنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ ناگہاں معلوم ہوا کہ وہ جمنا کو عبور کر کے مرہٹوں کی فوج کے مقابلہ پر ڈٹ گیا ہے۔ بہت لوگ اس ہنگامہ میں مارے گئے۔ ابدالی ان کو شکست دے کر سہارنپور پہنچا۔ وزیر اور مرہٹے اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور شاہجہاں آباد پہنچ کر تیاری کرنے لگے۔ درانی نے سب روہیلوں کو ساتھ لے کر شاہ جہاں آباد کا رُخ کیا۔

اس وقت وزیر ایک نقشبندی بزرگ کی وساطت سے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعا کا طالب ہوا۔ شاہ صاحب (علیہ الرحمۃ) نے بے دھڑک کہا:

"شاہ ابدالی غالب آئے گا اور کفار کی فوج شکست کھائے گی اور تم تتر بتر ہو جاؤ گے اور اس جگہ جو غرب اور جنوب کے درمیان ہے جا پڑو گے"۔

وزیر کو اس جواب سے بے حد مایوسی ہوئی۔

شاہ ابدالی روہیلوں کو ساتھ لے کر مرہٹوں کے خلاف آ گیا اور معرکۂ عظیم قائم ہوا۔ غنیم کی فوج کا سردار مارا گیا اور ساری فوج شکست کھا کر تتر بتر ہو گئی۔

جنگ کی یہ تفصیل دینے کے بعد شیخ محمد عاشق نے افواج درانیہ کے مظالم کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

"اس کے بعد درانی سپاہی شہر میں داخل ہو گئے اور انہوں نے قتل و غارت گری

شروع کر دی۔ ایک دنیا اس غارت گری کا شکار ہو گئی"۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس محلّہ میں شاہ صاحب رہتے تھے وہ بھی محفوظ نہ رہا۔ شاہ صاحب اس محلے کو چھوڑ کر شہر پناہ کے اندر تشریف لے گئے۔

جس زمانہ میں ابدالی اور نجیب الدولہ "کفار دکن" سے مصروف پیکار تھے اور مرہٹوں کی فوج دہلی پر مسلّط تھی اور عماد الملک نے برائے نام ایک شخص کو تخت پر بٹھایا تھا۔ حکیم ابو الوفا کشمیری نے شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے ان حالات پر اظہارِ تشویش کیا، فرمایا:

"ابدالی کو حصول مقصد میں جو دشواریاں پیش آرہی ہیں، وہ اس "وبال ظلم" کی بنا پر ہیں جو اس نے شہروں پر کیے ہیں۔ بعد کو اس کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے"۔

اِن حالات میں شاہ صاحب نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی۔ کہا تھا کہ ابدالی یہاں ٹھہرے گا نہیں بلکہ اولاد ملوک سے کسی کے حوالے کر کے چلا جائے گا۔ مولانا محمد عاشق لکھتے ہیں:

اِس کے بعد شاہ عالم عالی گوہر پسر عالمگیر شہید پورب میں تخت پر بیٹھا اور اس کے بعد موروثی تخت گاہ شاہجہاں آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی زمانہ میں نواب زینت المحل والدہ شاہ عالی گوہر نے شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے اوپر مظالم کی تفصیل کا خط لکھا۔ اس کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ آپ کے خاندان پر جو ظلم ہوا ہے اس کے شرارے ایک طرف سے دوسری طرف تک پہنچے ہیں۔ اُمید قوی یہ ہے کہ عدل الٰہی، "اور جو کوئی ظلم کے ساتھ ناحق قتل کر دیا جائے پس ہم نے اس کے وارث کو (قصاص یا دیت کا) تسلط دیا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ وارث قتل کرتے میں زیادتی نہ کرے یعنی غیر قاتل کو قتل نہ کرے"۔ فقیر دعاؤں میں مشغول ہے اور قبولیت کا منتظر ہے۔ سروش غیب نے حصول مراد کا افادہ فرمایا ہے بلکہ وہ تدبیر بھی گوش ہوش میں ڈال دی ہے جو صاحب معاملہ کو تین چار سال کی مدّت میں کرنا چاہیئے اور وہ تدبیر بھی جو سات سال بعد کرنا چاہیئے۔ انشاء اللہ ان تدبیروں کو بروقت لکھا جائیگا۔ (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات صہ ۲۶ تا صہ ۳۱ (مقدمہ) بحوالہ القول الجلی صہ ۲۶۵، ۲۲۷ تا ۲۳۹، صہ ۲۴۳)

شیخ محمد عاشق علیہ الرحمۃ کے نام فرماتے ہیں :

"سابق میں عالمگیر ثانی سے جو کچھ کہہ دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں تم کو سلامتی حاصل رہے گی وہ بھی ظہور میں آیا۔ اکثر کی جائیدادوں کی سندیں (دستاویزیں) ضبط ہو گئیں مگر میری سند کہ دستخط کر کے مجھے واپس کر دی گئی ہے۔ (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات صلا۱۴ مکتوب ۱۲)

جو پیشینگوئیاں پہلے بیان ہوئیں ان کے علاوہ چند ایک یہ ہیں :

سادات بارہہ کے دو اشخاص وہاں کے حکام کی طلبی پر جو انہیں کے قبیلے کے تھے نوکری کے ارادہ سے شاہجہان آباد پہنچے۔ اولاً حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم محض ان دونوں حکام کے اصرار پر آئے ہیں اور انہوں نے بہت اصرار سے ہم کو بلایا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک تو اسی شہر میں ہے اور دوسرا دوسری جگہ ہے جہاں ہماری بھلائی ہو وہاں حضور جانے کیلئے فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے اس سوال کا جواب کل دیا جائے گا۔

صبح کو وہ پھر حاضر ہو کر حسب وعدہ جواب کے طالب ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ حاکم جو شہر میں ہے پہلی ملاقات میں ہی تمہیں صاف جواب دے دے گا اور جو دوسری جگہ ہے اس میں بھی کچھ کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی۔ انہوں نے عرض کیا ہمیں تو انہوں نے خود بلایا ہے نیز ان سے بوجہ قرابت داری امید کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا، بات تو وہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ غرضیکہ وہ اسی روز اس امیر سے جو اس شہر میں تھا جا کر ملے۔ اس نے پہلی ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ اب (تمہارے لئے) کوئی گنجائش نہیں ہے پھر وہاں سے مایوس ہو کر دوسری جگہ گئے۔ وہاں بھی اس امیر نے ان کی ملازمت کی تلاش میں بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بعد ازاں مایوس ہو کر واپس آ گئے اور یہ واقعہ اس فقیر (مؤلف القول الجلی) سے بیان کیا۔ (القول الجلی صلا۱۴۱)

ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں مہینے میں حکومت میں الٹ پلٹ ہو گی۔ حضور کا اس بارہ میں کیا ارشاد ہے۔ فرمایا

کہ بالفعل (موجودہ حالت میں) تو ایسی کسی بات کا علم نہیں ہے اگر اطلاع دی گئی تو بتاؤں گا۔ دوسرے ہی روز فرمایا کہ آج میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان پھاٹک ہے اور اس کے اوپر ایک محل بنا ہے اور وہاں محمد شاہ مع اپنے دو خاندان والوں کے بیٹھے ہیں اور ایک شخص اس کو معزول کرنا چاہتا ہے اور میں بھی موجود ہوں۔ اور وہ شخص محمد شاہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کر رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کے دفعیہ کا کوئی فائدہ نہیں اور اس میں کوئی بھلائی بھی معلوم نہیں ہوتی اور محمد شاہ سے میں نے کہا کہ یہ شخص تمہارا دشمن ہے اور ڈاکو ہے اس کو قتل کر دو۔ اور محمد شاہ گو کہ خود بھی ہتھیار بند ہے لیکن حملہ کی جرأت نہیں کر پا رہا ہے بلکہ کچھ خائف بھی ہے اور وہ شخص بھی حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن کسی وجہ سے نہیں کر پا رہا۔ الحاصل محمد شاہ اس مجلس میں اس کے صدمہ (ایذا) سے محفوظ رہا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے انقلاب کے بارہ میں پیشین گوئی کی تھی تو ہرگز انقلاب نہ آئے گا۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق ایسا ہی ہوا۔ (القول الجلی ص ۱۱۰-۱۱۱)

تحریر کی شان

عالم، عامل، عارف کامل شاہ نور اللہ جو حضرت اقدس کے اعظم خلفاء میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس خیر کثیر کے مسائل میں سے کوئی مسئلہ بیان فرما رہے تھے، میرے دل میں ایک الجھن پیدا ہوئی اور قلب اس بیان سے مطمئن نہ ہوا۔ جب محفل برخاست ہوئی تو میں سونے کے ارادہ سے لیٹا۔ ابھی پورے طور تکیہ پر سر گیا بھی نہ تھا کہ غفلت طاری ہوئی۔ اس حال میں میں نے دیکھا کہ سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف فرما ہیں اور اس (خیر کثیر) کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ اَنَا اَقُوْلُ وَقَوْلِی الْحَقُّ (میں بھی یہی کہتا ہوں اور میرا قول حق ہے) اسی وقت میں جاگ پڑا۔ غور کیا تو وہ خلش دل سے مٹ چکی تھی۔ (القول الجلی ص ۱۳۵)

شاہ صاحب کی قدم بوسی بھی ہوتی رہی

اثنائے سفر میں جب حضرت اقدس کا احمد آباد سے گزر ہوا۔ دو طالب علم آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئے حضرت کے جذبِ صحبت اور بخشش و عطا کے فیض نے

وہ رنگ دکھایا کہ ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ شرفِ ملازمت اختیار کیا۔ آپ مصلحتِ وقت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ان کو اسی جگہ چھوڑ کر وطن مبارک تشریف لے آئے۔ چونکہ حضرت کی فیضِ نظری رنگ دکھا چکی تھی، انہوں نے بھی سب چھوڑ چھاڑ شاہجہاں آباد کی راہ لی اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے، نیز اشغالِ طریقت کے طالب ہوئے آپ نے قبول فرما کر ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق تلقین کی۔ الخ (القول الجلی ص۱۴۰)

حضرت شاہ نور اللہ (خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا (مکتوب) پایا گیا کہ ۱۳/ صفر ۱۱۵۷ھ روز شنبہ کو حضرت مرشد مدظلہ سے یہ عرض کیا کہ بے اختیار یہ دل چاہتا ہے کہ جلد سے جلد پہنچ کر حضور کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کیا کروں لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر اس دولت کے حصول میں تاخیر ہوتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ تمہاری یہ مجبوریاں ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مجبوریوں کو بھی دُور فرمائے گا۔ الخ (القول الجلی ص۱۵۷)

تصانیف و تالیفات

حضرت شاہ صاحب کی فہرستِ تصانیف ملاحظہ ہو:

قرآن: ۱۔ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن ۲۔ فوز الکبیر ۳۔ فتح الخبیر
۴۔ مقدمہ در فن ترجمہ قرآن ۵۔ تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء

حدیث: ۶۔ مسوّی (شرح موطا) عربی ۷۔ مصفیٰ (شرح موطا) فارسی
۸۔ اربعون حدیثاً مسلسلۃً بالاشراف فی غالب سندہا ۹۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین
۱۰۔ النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر ۱۱۔ الفضل المبین فی المسلسل من احادیث النبی الامین
۱۲۔ الارشاد الی مہمات علم الاسناد ۱۳۔ تراجم البخاری ۱۴۔ شرح تراجم بعض ابواب البخاری

فقہ، کلام، عقائد: ۱۵۔ حجۃ اللہ البالغہ ۱۶۔ البدور البازغہ
۱۷۔ انصاف فی بیان سبب الاختلاف ۱۸۔ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید
۱۹۔ السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم ۲۰۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

۲۱۔ المقالۃ الوضیہ فی النصیحۃ والوصیۃ ۲۲۔ حسن العقیدہ ۲۳۔ المقدمۃ السنیہ
۲۴۔ فتح الودود فی معرفۃ الجنود ۲۵۔ مسلسلات ۲۶۔ رسالہ عقائد بصورت وصیت نامہ (فارسی)

تصوف:- ۲۷۔ التفہیمات الالٰہیہ ۲۸۔ فیوض الحرمین ۲۹۔ القول الجمیل ۳۰۔ ہمعات
۳۱۔ سطعات ۳۲۔ لمحات ۳۳۔ الطاف القدس ۳۴۔ ہوامع (شرح حزب البحر)
۳۵۔ الخیر الکثیر ۳۶۔ شفاء القلوب ۳۷۔ کشف العینین فی شرح الرباعیتین
۳۸۔ زہراوین ۳۹۔ فیصلہ وحدت الوجود والشہود ۴۰۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔

سیر وسوانح:- ۴۱۔ سرور المحزون ۴۲۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء
۴۳تا۴۹۔ انفاس العارفین (۱۔ بوارق الولایت ۲۔ شوارق المعرفت
۳۔ امداد فی مآثر الاجداد ۴۔ نبذۃ الابریزیہ فی اللطیفۃ العزیزیہ
۵۔ العطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ ۶۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین
۷۔ جزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف)

مکتوبات:- ۵۰۔ مکتوبات مع مناقب ابی عبداللہ
۵۱۔ مکتوبات المعارف مع ضمیمہ مکتوب ثلاثہ ۵۲۔ مکتوبات فارسی (مشمولہ کلمات طیبات)
۵۳۔ مکتوبات عربی (مشمولہ حیاتِ ولی) ۵۴۔ مکتوبات (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی)

نظم:- ۵۵۔ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم۔ یہ بائیہ قصیدہ ہے اس کے ساتھ تین اور قصائد ہمزیہ، تائیہ اور لامیہ بھی شامل ہیں۔
۵۶۔ دیوان اشعار عربی جس کو شاہ عبدالعزیز نے جمع کیا اور شاہ رفیع الدین نے مرتب کیا ہے۔

صرف:- ۵۷۔ نظم صرف میر (فارسی)۔

متفرق:- ۵۸۔ رسالہ دانشمندی۔

تصانیف کی یہ فہرست در الثمین (عربی۔ اردو) سے حاصل کی گئی ہے۔

منسوب جعلی کتب

علاوہ ازیں شاہ صاحب کی تاریخ ساز شخصیت اور ہمہ گیر مقبولیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض

گمراہوں نے اہلسنّت وجماعت کے خلاف عقائدِ باطلہ پر مشتمل کتابیں تالیف کیں اور اپنی بدمذہبی پر پردہ ڈالتے ہوئے ان کتابوں کو شاہ صاحب سے منسوب کر دیا۔ علماء و محققین نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ یہ کتابیں شاہ صاحب کی نہیں ہیں وہ جعلی کتابیں یہ ہیں:

۱۔ تحفۃ الموحدین ۲۔ البلاغ المبین ۳۔ قول سدید

۴۔ اشارہ مستمرہ ۵۔ قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسنین

۶۔ جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ ۷۔ رسالہ اوائل ۸۔ فیما یجب حفظ الناظر

ان جعلی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے ماہر مضمون اردو جناب راجہ رشید محمود صاحب فرماتے ہیں:

"موخر الذکر دونوں رسالے ناشرین کی عدم توجہ سے شاہ صاحب کی فہرستِ تصانیف میں شامل ہو گئے حالانکہ پروفیسر محمد ایوب قادری کی تحقیق کے مطابق پہلا رسالہ شیخ محمد سعید کا ہے اور دوسرا شاہ صاحب کے کسی شاگرد کا۔

مندرجہ بالا کتابوں کو دیگر تاریخی شواہد و دلائل کے علاوہ ان کی زبان و بیان اور اعتقادات کے لحاظ سے شاہ صاحب کی تحریر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ قرۃ العینین اور جنت العالیہ کو تذکرہ گلشنِ ہند میں مرزا لطف علی نے شاہ ولی اللہ سے منسوب کیا ہے لیکن مولانا شبلی نعمانی، بابائے اردو مولوی عبد الحق اور دوسرے محققین نے اس کی تردید کی ہے۔ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ پہلی کتاب "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" ہے جس میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے ابطال کا سوال ہی نہیں اور دوسری کتاب بالکل فرضی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں شاہ صاحب نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ مولوی محبوب علی دہلوی "تنبیہ الضالین" میں لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ پر رافضیوں نے تہمت اور بہتان کیا کہ انہوں نے شہادتِ حسین (رضی اللہ عنہما) کا رد کیا ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ایک فرد اور ان کی تصانیف کے مشہور ناشر ظہیر الدین نواسۂ شاہ رفیع الدین دہلوی نے شاہ صاحب کی کتاب "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء"

کے آخر میں بھی قارئین کی اطلاع کے لئے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے بعض تصانیف شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نام منسوب کر دی ہیں۔ ظہیر الدین صاحب "انفاس العارفین" مطبوعہ مطبع احمدی دہلی کے آخر میں ان جعلی اور مصنوعی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے تحفۃ الموحدین اور ابلاغ المبین کے ساتھ مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب تفسیر موضح القرآن مطبوعہ مطبع خادم الاسلام دہلی اور مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کے نام منسوب ملفوظات مطبوعہ میرٹھ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

جعلی رسائل شاہ صاحب قدس سرہٗ کے نام نامی سے منسوب کرنے کا ظلم زیادہ تر اس لئے کیا گیا کہ بعض لوگ اہل سنت وجماعت کے عقیدوں کو ختم کر کے دین کو کمزور کر دینا چاہتے تھے شاہ صاحب کی شہرت اور عظمت کو اپنے مقاصدِ مذمومہ کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کتنی مکروہ ہے، اہلِ علم و دانش اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ تحفۃ الموحدین سب سے پہلے ایک اہلِ حدیث (غیر مقلد) حاجی عبد الغفار دہلوی علی جان والے نے شائع کی (حیاتِ ولی مطبوعہ اکمل المطابع بحوالہ "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" از حکیم محمود احمد برکاتی) قیام پاکستان کے بعد مرکزی جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان نے اسے دوبارہ شائع کیا۔ اس طرح اس طبقے نے اس جعلی کتاب کے متعدد ایڈیشن نکال کر عامۃ النّاس کو گمراہ کرنے کی پوری کوشش کی۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے مجموعہ وصایا اربعہ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد کے صفحہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ پر دلائل و براہین کے ساتھ اس کتاب کو جعلی ثابت کیا ہے۔ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے بھی اپنی کتاب "وسیلہ جلیلہ" میں اس کتاب کے شاہ صاحب سے انتساب کو غلط بتایا ہے۔

البلاغ المبین پہلی بار مطبع محمدی سے ایک اہلِ حدیث فقیر اللہ نے شائع کی۔ اس میں اکثر غیر مستند اور وضعی احادیث کا سہارا لے کر سوادِ اعظم کے عقائد کو مطعون کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی فرمایا ہے کہ "یہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف ہے ہی نہیں بلکہ کسی نے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے تاکہ شاہ صاحب کو ماننے والے ان عقائد کو مان لیں" (تذکرہ سلیمان از غلام محمد بی اے عثمانیہ بحوالہ مجموعہ وصایا اربعہ) مولانا

وکیل احمد سکندر پوری لکھتے ہیں " یہ کتاب کسی وہابی کی تصنیف ہے جسے کافی لیاقت نہ تھی، مگر اعتبار و اسناد کے لئے مولانا شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کی گئی" (وسیلۂ جلیلہ) مشہور اہلِ حدیث محقق و مورّخ غلام رسول مہر کو بھی کہنا پڑا" البلاغ المبین تو یقیناً شاہ ولی اللہ کی کتاب نہیں۔ اس کا اسلوبِ تحریر و طریقِ ترتیب مطالب شاہ صاحب کی تمام تصانیف سے متفاوت ہے (بحوالہ مجموعہ وصایا اربعہ مترجمہ پروفیسر ایّوب قادری)

" قولِ سدید" کو بھی انہی لوگوں نے لکھا اور شاہ صاحب کا نام استعمال کر ڈالا۔

'شاہ ولی اللہ اور تقلید' میں مولانا محمد علی کاندھلوی خواہر زادہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کہتے ہیں، "میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں جب میں سنتا ہوں کہ لوگ غیر مقلدیت کو پروان چڑھانے کے لئے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے ادھوری اور تراشیدہ عبارتیں نقل کرکے بیچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ" قولِ سدید" کے نام پر ایک مَن گھڑت کتاب کو شاہ صاحب سے منسوب کرتے ہیں"۔

اِس طبقے کی اِس علمی بد دیانتی کے بارے میں حکیم محمود احمد برکاتی نے فاران کراچی کے جون ۱۹۶۵ء کے شمارے میں لکھا ہے: " ایک گروہ ——— اہلِ حدیث (غیر مقلدین) نے شاہ صاحب اور ان کے اخلاف کی طرف ایسی تحریروں کو منسوب کر دیا جو حقیقتاً ان کی نہیں تھیں اس سلسلے کا آغاز ۱۸۵۷ء سے قبل ہی ہو گیا تھا چنانچہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور نواب قطب الدین خان نے اس زمانے میں اس کی تردید کر دی۔ پھر موجودہ صدی کے آغاز میں سید ظہیر الدین احمد ولی اللّٰہی نے بار بار اس کی تردید کی لیکن البلاغ المبین اور تحفۃ الموحدین جیسے رسائل آج تک شاہ صاحب کے نام سے چھپ رہے ہیں"۔ (بحوالہ پیش لفظ، الطاف القدس از حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

محمد شمس الدین جالندھری نے مختلف مسائل میں علمائے کرام کے فتاویٰ حاصل کرکے ۱۳۱۰ھ میں" فتاویٰ علمائے حنفیہ" کے نام سے قیصری پریس جالندھر سے شائع کئے ان میں عالم محقق حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کا "البلاغ المبین" کے بارے میں تحقیقی فتویٰ شامل ہے۔ اس فتویٰ کے آخر میں بہت سے تائیدی فتاویٰ شامل ہیں ——— اس تحریر میں مولانا مرحوم و مغفور نے

شاہ صاحب کی دوسری اہم کتابوں کے حوالے سے "البلاغ المبین" کارد کیا ہے ــــ
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ اور ان کے خاندان کے ساتھ جہاں ان ظالموں نے یہ سلوک روا
سمجھا کہ کتابیں لکھ کر ان کے نام سے چھاپ دی جائیں وہاں ان کی کتابوں میں اپنی مرضی کی عبارتیں بھی داخل
کر دیں۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تصانیف پر عملی و تحقیقی کام کرنے والوں نے جگہ جگہ
اس ظلم کی نشاندہی کی ہے۔ حکیم محمود احمد برکاتی نے اپنی تصنیف لطیف "شاہ ولی اللہ اور
ان کا خاندان" میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید
کے علاوہ شاہ عبد العزیز کے تحفۂ اثنا عشریہ اور تفسیر فتح العزیز وغیرہ میں الحاقات اور اضافوں
کو ثابت کیا ہے اور کتب خانہ رامپور سے ملنے والے مخطوطے "سانگیت شاستر" عصد الدین خاں
کے علی الرغم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی تصنیف تسلیم نہیں کیا۔ عبد الرحیم ضیا شاہ رفیع الدین
کے ترجمۂ قرآن کو نا تمام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے دوسروں نے تمام (مکمل) کر کے
آپ کے نام سے شہرت دی (مقالاتِ طریقت)۔ حکیم محمود احمد برکاتی نے مولانا عبد الحلیم
چشتی کے ایک محققانہ مقالے کے حوالے سے شاہ رفیع الدین کے رسالہ "تنبیہ الغافلین" کے
ترجمے میں اضافوں کی نشاندہی کی ہے۔ عاشق الٰہی میرٹھی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کی سوانح
"تذکرۃ الرشید" کے صفحہ ۱۴۰ (حصہ اول) پر شاہ اسحٰق کے فتویٰ پر شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کی مہر کا
تذکرہ کیا ہے۔

جس شخص نے بھی ارشادات شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کیا ہے، اسے
"تفہیماتِ الٰہیہ" کی بہت سی عبارتوں کے الحاق اور محرّف ہونے کے بارے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔
(تقدیم انفاس العارفین ص ۶ تا ۱۶)

یہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے ایک ماہرِ مضمون کی مدلل رائے ہے جو ہم نے
پیش کر دی ہے۔ انصاف کی بہت امید ہے اللہ تعالیٰ ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

باب دوم

عقائدِ حسنہ

عقائدِ حسنہ

خدا موجود ہے اور ایک ہے

سب خوبیاں اللہ کو، جو مالک ہے سارے جہانوں کا اور درود و سلام ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر۔

اس کے بعد کہتا ہے یہ عاجز اور محتاج خداوند کریم کی رحمت کا یعنی احمد جسے ولی اللہ بن عبدالرحیم کہتے ہیں۔ خدا ان دونوں کے حال پر رحم فرمائے کہ میں خدا تعالیٰ کو اور ان کو جو فرشتوں، جنوں اور انسانوں میں سے حاضر ہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں سچے دل سے یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ

اس جہان کا خالق ایک (اللہ) ہے جو قدیم (ازلی ابدی) ہے کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال[1]۔ وہ بزرگ و برتر ہے اور ہر کمال و خوبی کا جامع اور ہر اس چیز سے جس میں عیب و نقص ہے پاک ہے۔ وہی تمام مخلوقات کا خالق ہے (ذوات[2] ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں) تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ تمام ممکن الوجود[3] چیزوں پر قادر ہے۔ تمام جہانوں کو اپنے ارادے

---

[1] غیر ممکن یعنی خدا کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہونا یا نہ ہو سکنا ناممکن۔

[2] ذات کی جمع

[3] جس کا ہونا عقل کی رو سے ممکن ہو ضروری نہ ہو (ہر مخلوق ممکن الوجود ہے اور خدا ہی واجب الوجود ہے یعنی خدا کا ہونا ہی عقل کی رو سے ضروری ہے) یاد رہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن الوجود ہونے کے باوجود ایک مخصوص دائرۂ امکان میں ہیں باقی مخلوق کا دائرۂ امکان دوسرا ہے۔ (مکتوبات)

سے پیدا فرمانے والا ہے۔ وہ خود زندہ ہے اور ہر (باریک سے باریک) چیز کو دیکھتا ہے نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ مقابل نہ کوئی اس کا حریف ہے نہ عدیل[1] وہمسر اور نہ کوئی اس کا مماثل ہے نہ شریک نہ وجوبِ وجود (یعنی ذات وصفات) میں نہ استحقاقِ عبادت میں نہ جہان کی تخلیق میں نہ اس کے انتظام[2] و انصرام میں، لہٰذا سارے جہانوں میں کوئی اور اس کے سوا مستحقِ عبادت نہیں۔ یعنی سوا اللہ کے کوئی انتہائی تعظیم[3] کا حق نہیں رکھتا اور نہ کوئی اس کے سوا ہے کہ بیماروں کو شفا دے مخلوق کو روزی بخشے اور کسی کی تکلیف کو ٹال دے اس معنی میں کہ وہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے "ہو جا" اور وہ فوراً ہو جاتی ہے (یعنی حقیقت میں 'شفا' روزی وہی دیتا ہے اور مصیبت وہی ٹالتا ہے) نہ سبب ظاہری اور عرفِ عام وعادت کے اعتبار سے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ طبیب نے بیمار کو شفا دی، اور بادشاہ نے لشکر کو روزی دی کہ یہ بالکل دوسری بات ہے اگرچہ الفاظ بظاہر ایک جیسے ہیں اور نہ ہی کوئی اس کا مددگار (وزیر) ہے۔ وہ نہ کسی چیز میں حلول[4] کرتا ہے نہ کسی چیز میں (متحد ہونا اور) سماتا ہے۔ کوئی حادث وناپید چیز اسکی ذاتِ کریم کے ساتھ قائم نہیں لہٰذا نہ اس کی ذات حادث[5] ہے نہ صفات (جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی اور ابدی ہے، اس کی صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں)۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کی صفات (فعلیہ) کا تعلق اپنے متعلقات[6] سے حادث ہوتا ہے تاکہ افعال ظاہر ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ تعلق بھی حادث نہیں۔ حادث تو وہی چیز ہے جس سے ان صفات کا تعلق ظاہر ہوا اسی متعلق کے اختلاف کے باعث تعلق کے احکام مختلف ہوتے ہیں اور اس کی ذات ہر اعتبار سے ہر

---

[1] برابر [2] یعنی اللہ ہی واجب الوجود، مستحق عبادت، خالق اور مدبرِ حقیقی ہے۔

[3] عبادت انتہائی تعظیم ہے اور اس کے لائق صرف ایک اللہ ہے۔

[4] ایک چیز کا دوسری میں یوں داخل ہونا کہ دونوں میں تمیز نہ ہو سکے۔

[5] نئی اور فانی چیز

[6] تعلق رکھنے والی چیزوں سے۔

قسم کے حدوث و تعدد[1] و تفاوت[2] سے مبرّا ہے وُہ اَب بھی ویسا ہی ہے جیسا ازل میں تھا۔ اس میں نہ کوئی تغیّر ہوا نہ کسی حدوث کو اس کے سراپردہ جلال میں کسی قسم کا کوئی دخل نہ وہ جوہر اور نہ وہ عرض[3] اور نہ کسی مقرر جگہ میں نہ کسی معین سمت میں کہ جس کی طرف "یہاں" اور "وہاں" سے اشارہ کیا جا سکے، اور اس کا حرکت کرنا اور ایک جگہ سے دُوسری جگہ منتقل ہونا یا اپنی ذات و صفات میں کسی قسم کا تغیر قبول کرنا یا لغو کہنا یا کرنا اور جھوٹ سے ملوّث ہونا اس پر قطعاً محال[4] ہیں۔

اور وُہ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ خود اس نے اپنا وصف کریم بیان فرمایا لیکن اس معنی میں

---

۱ گنتی میں زیادہ ہونا ۲ فرق اور تقسیم

۳ جوہر۔ وہ چیز جو بذاتِ خود قائم ہو، اور عرض جوہر کا متضاد ہے۔

جوہر اور عرض کی اصطلاحات علم فلسفہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ممکنات (مادی چیزیں) ہی ان کا مصداق ہیں۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ساکت و جامد درخت ایک جوہر ہے جو خود قائم ہے، اور تنے پھول اور پھل وغیرہ اعراض (عرض کی جمع) ہیں کہ اس درخت کے وجود سے قائم ہیں۔ درخت نہ ہوتا تو یہ نہ ہوتے اور ان کے نہ ہونے سے درخت پر کچھ اثر نہیں۔ سیّدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بھی اہلسنت و جماعت کی رائے کے موافق بعض عقائد کلامیہ کے بیان میں نویں عقیدہ کے شروع میں جواہر و اعراض کو ممکنات میں شمار فرماتے ہیں (دیکھئے دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۶۶) پس دونوں اصطلاحیں حادث و مخلوق ہی کیلئے استعمال ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے، وہ نہ جوہر ہے اور نہ ہی عرض۔

۴ محال وہ جو موجود نہ ہو سکے۔ پس شاہ صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا جھوٹ سے ملوّث ہونا یا اس پر قدرت رکھنا محال ہے۔ کسی کا اللہ کو "جھوٹ" پر (معاذ اللہ) قادر بتانا شاہ صاحب کے عقائد کے مطابق نہیں۔ یعنی وہ اسلام کا مخالف ہے جو اللہ کو عیب پر قادر بتاتا ہے، یہ نیا عقیدہ اسلامی نہیں شیطانی ہے۔ اسلامی عقیدہ یہی ہے کہ جھوٹ اللہ کی صفت نہیں بن سکتا۔ وُہ اس بات سے پاک اور مُنزّہ ہے اور شاہ صاحب یہی فرما رہے ہیں۔

نہیں کہ وہ کسی خاص سمت و جہت میں ہے (کہ اللہ تعالیٰ جہت و مکان و زمان و حرکت و سکون و شکل و صورت و جمیع حوادث سے پاک ہے) بلکہ اس فوقیت اور عرش پر استواء کی حقیقت خود اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا پھر ان ذواتِ عالیہ کو اس سے آگاہی ہے جنہیں اس نے اپنے پاس سے علم بخشا اور ان کا علم درجہ یقین کو پہنچ گیا۔

دیدارِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کا دیدار آخرت میں ہر مومن کو ہوگا، اور اس کی دو صورتیں متصور ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ان پر تجلّی خاص فرمائے اور اس کا دیدار بلا کیف، تصدیقِ عقلی[1] سے زیادہ منکشف اور روشن تر ہو گویا کہ آنکھیں اس کا ظاہر طور پر نظارہ کر رہی ہیں، لیکن یوں کہ وہ نہ کسی کے محاذات میں ہو نہ کسی کے مقابلہ میں نہ کسی خاص جہت میں نہ کسی رنگ و شکل و صورت میں۔ یہ عقیدہ معتزلہ وغیرہ کا ہے اور وہ حق بھی ہے۔ لیکن ان کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اس معنی کے اعتبار سے دیدارِ الٰہی کو اسی طریقۂ تاویل میں منحصر کر دیا ہے۔

اور دوسری صورت دیدارِ الٰہی کی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک روشن ترین ستارے کی مانند اہلِ ایمان پر نمودار ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا۔ اور اہلِ ایمان کی نگاہوں میں بظاہر جہت، شکل، مکان اور رنگ سے اس کی زیارت معنوی وغیرہ ہو جائے جیسا کہ خواب میں واقع ہوتا ہے (حالانکہ وہ روایت عقلی ہوتی ہے عینی[2] نہیں)۔ اور جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا، تو ہو سکتا ہے کہ آخرت میں دیدارِ الٰہی کی وہی صورت ہو جیسی ہمیں خواب میں دوسری چیزیں نظر آتی ہیں یہ دونوں وہ صورتیں ہیں جو ہمارے فہم ناقص میں آتی ہیں اور ہم ان پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک رویتِ الٰہی سے ان دونوں طریقوں کے علاوہ کوئی اور طریقہ مراد ہے تو وہی حق و صواب[3] ہے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ خدا و رسول کی جو مراد ہے وہ حق ہے اگرچہ ہم اسے کما حقہٗ سمجھ نہ پائیں۔

---

[1] ذہنی [2] آنکھ سے دیکھی ہوئی [3] درست

قدرتِ الٰہی

جو اس نے چاہا ہو گیا اور جو نہ چاہا نہ ہوا، پس کفر و معصیت کو اسی نے پیدا کیا اور اسی کے ارادے سے ہیں لیکن وہ ان سے راضی نہیں۔ وہ غنی و بے نیاز ہے۔ اپنی ذات و صفات میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا اور نہ کسی دوسرے کے لازم کر دینے سے اس پر کوئی شئے لازم ہو جاتی ہے۔ ہاں اس نے اپنے کرم سے جو وعدہ فرما لیا ہے اسے پورا فرماتا ہے (اس کے وعدے وعید بدلتے نہیں) چنانچہ احادیث میں ہے کہ (جو فلاں کام کرے وہ جنت میں جائے گا) اللہ اس کا ضامن ہے۔ اس کے ہر فعل میں کثیر حکمتیں اور بے شمار مصلحتیں ہیں خواہ ہمیں معلوم نہ ہوں۔ اس پر کسی خاص بندے کے ساتھ لطف یا اس کے ساتھ وہ کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو کچھ واجب نہیں۔ وہ برائی سے پاک و صاف ہے۔ اس کے کسی فعل یا حکم کو ظلم و زیادتی نہیں کہا جا سکتا (وہ جو کرتا ہے یا کرے گا عدل و انصاف ہے) جو کچھ کرتا ہے یا جس کام کا حکم دیتا ہے وہ کسی نہ کسی مصلحت سے ہوتا ہے لیکن اس کا حکم دینا (یا کسی چیز سے روکنا) اس لئے نہیں کہ اس کام کے کرنے یا نہ کرنے سے اس کی ذات و صفات میں کوئی کمال حاصل ہوگا اور نہ اس میں اس کی کوئی اپنی غرض و غایت ہے کہ یہ چیزیں ضعف و نقصان کی علامتیں ہیں (جو اللہ کی شان کے لائق نہیں) اس کے سوا حقیقتاً کوئی دوسرا حاکم نہیں لہٰذا کسی چیز کی بھلائی، برائی اور کسی کام کا باعث ثواب و عذاب ہونا عقل پر منحصر نہیں بلکہ چیزوں کا بھلا بُرا ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھا بتایا اور اس کے کرنے کا بندوں کو حکم دیا اور انہیں اس کا مکلّف بنایا ہے۔ البتہ ان میں بعض امور ایسے ہیں جن کی افادیت (بندوں کے حق میں مفید ہونا) اور ثواب و عذاب کے ساتھ مناسبت عقلِ انسانی بھی پہچان لیتی ہے جبکہ بعض امور ایسے بھی ہیں جن کی اچھائی برائی جاننے پہچاننے سے ہماری عقل قاصر ہے۔ اور جب تک انبیائے کرام (علیہم السّلام) وحیِ الٰہی کے ذریعے ہمیں ان کا حُسن و قبح نہ بتائیں ہم آگاہ نہیں ہو سکتے۔

خدا تعالیٰ کی ہر صفت (اس لحاظ سے) واحد ہے کہ کوئی کسی صفت میں اس کا شریک نہیں)

ہاں اس کا اپنے متعلقات سے تعلق غیر متناہی اور لاانتہا ہے (وہ ذرّہ ذرّہ کو محیط ہے)

فرشتے اور شیاطین

اور اللہ تعالےٰ نے فرشتے پیدا کئے ہیں انکو مختلف خدمتیں سپرد ہیں۔ ان میں سے بعض فرشتے مقرب بارگاہِ الٰہی ہیں (اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں) ان کو علوی کہتے ہیں۔ بعض کے سپرد انسانوں کے اعمال نامے لکھنے کی خدمت ہے بعض انسان کی ہلاکتوں اور دشمنوں سے حفاظت کرتے ہیں بعض انسانوں کو بھلائی کی طرف بلاتے اور نیکی کی طرف راغب کرتے ہیں۔ اور فرشتوں میں سے ہر ایک کا خاص منصب و مقام ہے۔ خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ مخلوقاتِ الٰہی میں شیاطین بھی ہیں جو بنی آدم کو برائی پہ آمادہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید

اور قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا اور یہ بات کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دُوبدو گفتگو کرے۔ ہاں وحی کے طور پر ممکن ہے یا یوں کہ وُہ بشر پسِ پردہ اس کا کلام سُنے یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے کہ وُہ اس کے حکم سے وحی کرے، جو وہ چاہے (یہ ہے وحی کی حقیقت)

اللہ کے نام

اللہ تعالےٰ کے ناموں اور اس کی صفات میں کوئی نام محض اپنی طرف سے ایجاد کرنا جائز نہیں۔ اسمائے الٰہیہ سب توقیفی ہیں اور ذات باری تعالیٰ پر ان کا اطلاق صرف شرع پر موقوف و منحصر ہے۔

معاد و محشر

معاد جسمانی (یعنی قیامت کے روز جسموں کا اپنی اپنی قبروں سے اٹھنا) برحق ہے۔ لوگوں کے اجسام اٹھائے جائیں گے اور دنیا میں جو رُوح جس جسم سے متعلق تھی اسی میں دوبارہ ڈال دی جائے گی شرعاً بھی یہی بات ہے اور عرف و عادت کا بھی یہی تقاضا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ طویل و

کوتاہ کر دیئے جائیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کافر کی ڈاڑھ کوہِ اُحد کے برابر ہو جائے گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اجسام اس سے زیادہ لطیف اور خوبصورت ہو جائیں جیسے دُنیا میں تھے جیسا کہ جنّتیوں کے بارے میں وارد ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بچہ، وہی جوان بھی ہوا بوڑھا بھی اور اس کے ہزار بار ادلتے بدلتے رہے۔ نیک و بد اعمال پر جزا و سزا لوگوں کے اچھے بُرے اعمال کا حساب و کتاب اور صراط و میزان حق ہے (اسی میزان میں لوگوں کے اعمالِ نیک و بد تولے جائیں گے)

جنّت و دوزخ

اور جنّت و دوزخ حق ہیں اور آج سے (ہزارہا سال) پیشتر پیدا ہو چکیں۔ ہاں کوئی نصِ صریح انکی خاص جگہ بتاتے کے متعلق وارد نہیں، بلکہ یہ دونوں اسی جگہ ہیں جہاں خدا نے چاہا۔ ہمارا علم اور ہماری معلومات، آخر تمام مخلوقِ الٰہی اور ساری کائنات کو تو محیط نہیں۔

گناہِ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا (آخر کار جنّت میں جائے گا) جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اگر تم ممنوع کاموں میں سے کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ بھی معاف فرمائیں گے، تو یہ بات ماننی چاہیئے کہ نماز و کفارات کے باعث یہ بات جائز ہے کہ اللہ عزوجل محض اپنے فضل سے اس کی مغفرت فرما دے، اور گناہِ کبیرہ پر مواخذہ نہ فرمائے۔

مگر چونکہ افعالِ الٰہی دنیا و آخرت میں دو طرح کے ہیں، ایک وہ جو سنّتِ الٰہیہ کے موافق ہیں اور دُوسرے وہ جو ہمارے اعتبار سے بطور خرقِ عادت (یعنی عام عادت کے خلاف) تو ان لوگوں کے کبیرہ گناہوں کی معافی جو توبہ کئے بغیر اس دنیا سے سدھار گئے بطور خرقِ عادت کے ہو جائے تو ایسا ہونا جائز و ممکن ہے۔ اسی طرح شریعت کے ان نصوص میں بھی تطبیق ہو جاتی ہے جو بظاہر مختلف اور باہم متعارض معلوم ہوتی ہیں۔

شفاعت

اور شفاعت حق ہے اور ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جن کو شفاعت کرنے کی خدائے رحمٰن و رحیم نے اجازت دی

ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے اہل کبائر کا شفاعت فرمانا حق ہے اور وہ یقیناً شفیع روز محشر ہیں اور شریعت مطہرہ میں جہاں شفاعت کا انکار آیا ہے تو اس سے مراد وہی شفاعت ہے جو اذنِ الٰہی اور مرضئ خداوندی کے برخلاف ہو (یعنی کفار اور ان کے معبودانِ باطل کی)۔ گناہ گاروں اور بدکاروں پر قبر میں عذاب ہونا اور نیکوکار مسلمانوں کا اپنی اپنی قبروں میں نعمتیں پانا دونوں باتیں برحق ہیں اور قبر میں منکر نکیر کا مردے سے سوال کرنا برحق ہے۔

رسالت

اور اللہ تعالےٰ کا اپنے رسولوں (علیہم السلام) کو مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کے لیئے مبعوث فرمانا حق ہے اور اس کا اپنے بندوں کو اپنے پیغمبروں کی وساطت سے اچھے کاموں کا حکم دے کر اور بُرے کاموں سے روک کر مکلّف بنانا برحق ہے۔ یہ انبیاء ورسل (علیہم السلام) اور لوگوں سے ایسے امور کے باعث ممتاز ہوتے ہیں جو اوروں میں بر سبیل اجتماع (سب ایک ساتھ) نہیں پائے جاتے اور یہی امور ان کی نبوّت (و رسالت) کی دلیل ہوتے ہیں۔

مثلاً انہیں معجزے دیئے جاتے ہیں، ان کی فطرت سلیم ہوتی ہے اور ان کے اخلاق میں کمال پایا جاتا ہے۔ یوں ہی اور خصوصیتیں۔ انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کفر و شرک سے (ہمیشہ کے لیئے) معصوم ہیں اور گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ پر اصرار سے بھی (قبل بعثت و بعد بعثت) معصوم ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سب برائیوں سے تین طرح بچاتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو فطرتِ سلیمہ پر پیدا فرماتا ہے اور ان کے اخلاق میں کمال درجہ کا اعتدال بخشتا ہے چنانچہ وہ گناہوں کی طرف راغب ہی نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ ہر حال میں ان سے دُور و نفور رہتے ہیں اور دُوسری وجہِ امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بذریعۂ وحی گناہوں کے عذاب اور طاعتوں کے ثواب سے آگاہ فرماتا رہتا ہے اور یہ چیز بھی ان کو گناہوں سے بچاتی ہے۔ اور تیسری یہ کہ رحمتِ الٰہی لطف آمیز غیبی تنبیہوں سے ان کے اور نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے (اور یہ تائید و نصرتِ غیبی انہیں ہر لغزش سے بچا لیتی ہے) جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے

قصّے میں ہے (کہ جب زلیخا آپ کے درپے ہوئی تو) آپ نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب (علیہ السلام) کو دیکھا کہ انگشتِ مبارک دندانِ اقدس کے نیچے دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں

اللہ عزوجل نے سلسلۂ نبوت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ختم کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا[۲] اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوتِ اسلام تمام جن و انس کے لئے عام ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق انسان و جن (بلکہ ملائکہ حیوانات و جمادات) سب کی طرف مبعوث ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) سے افضل ہیں ختمِ نبوت کی خصوصیت کے لحاظ سے بھی اور دوسرے ایسے ہی اور خصائص کے اعتبار سے بھی۔

اولیاء اللہ

اور اولیاء اللہ کی کرامات حق و ثابت ہیں۔ اور یہ کامل الایمان مسلمان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عرفان ہوتا ہے اور اپنے ایمان (علم و عمل) میں راست باز اور نیکوکار ہوتے ہیں۔ اسی قربِ خاص سے اللہ جسے چاہتا ہے معزز فرماتا ہے اور وہ جسے چاہے اپنی رحمت سے امتیاز بخشے۔

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ (وہ دس صحابی جن کو جنت کا مژدہ ملا) قطعی جنتی اور اصحابِ خیر ہیں۔ یوں ہی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امام

۱۔ علم انبیاء، تصرف انبیاء علیہم السلام (جہاں چاہنا پہنچنا) اور ان کی نصرت و مدد کے صحیح ہونے کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ، مسلک اور نظریہ کتنا واضح ہے اور آپ کے نزدیک اس کی وضاحت کس قدر ضروری ہے کہ عقائد میں ذکر کیا۔

۲۔ تحذیر الناس کے مصنف اور مرزا قادیانی نے جو قسمیں گھڑی ہیں سب باطل ہیں اور جو بھی ختم نبوت کے شرعی مفہوم کا منکر ہے، کافر ہے۔

حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب جنتی ہیں، ہم ان کی اقتداء کرتے ہیں اور ان کے عظیم مراتب کو پہچانتے اور مانتے ہیں جو انہیں اسلام میں حاصل ہیں۔ اسی طرح اصحاب بدر و اصحاب بیعت الرضوان یہ سب قطعی جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم)

اور حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام مطلق اور حضور کے خلیفۂ برحق ہیں، پھر عمر فاروق اعظم، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (پھر چھ مہینے کے لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ) ان حضرات پر خلافت راشدہ تمام ہوئی پھر اس کے بعد اسلامی بادشاہت کا، پھر جبر و تشدد کا دور آیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام) کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اس افضلیت سے ہماری مراد وہ افضلیت نہیں جو شجاعت و قوت اور علم و نسب اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو شامل ہو بلکہ ہماری اس سے مراد یہ ہے کہ (اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت والا ہونے کا باعث یہ ہے کہ) دین اسلام کو ان سے جتنا فائدہ پہنچا کسی اور سے نہ پہنچا۔

مختصر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہنشاہ ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں آپ کے وزیر، اس وجہ سے کہ ان حضرات نے دین حق کی اشاعت میں پوری تندہی سے کام لیا (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت کا پورا حق ادا کر دیا)

اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ خدا کی مرضی کی باتیں بارگاہ الٰہی سے حاصل کریں۔ دوسری یہ کہ ان باتوں کو مخلوق خدا تک پہنچائیں اور ان دونوں یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آخری حیثیت کے اعتبار سے حظ وافر پایا

---

[1] اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے بھی دفتر دوم مکتوب ۶۷ میں ایسا ہی فرمایا ہے۔

تھا۔ یعنی اس فیضانِ الٰہی کو مخلوقِ خدا تک پہنچانے، ان کی تالیفِ قلوب اور انہیں مرکزِ اسلام پر جمع کرنے اور جنگی تدابیر میں کمال حاصل تھا۔

اور ہم صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا جب بھی ذکر کریں خیر ہی کے ساتھ کرنا فرض ہے۔ وہ سب ہمارے دینی پیشوا اور مقتدا ہیں، ان میں سے کسی کے ساتھ بد عقیدگی اور ان کی کسی بات پر طعن کرنا یا انہیں برا بھلا کہنا سب حرام ہے۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کی تعظیم و تکریم بجالاتے رہیں۔

تکفیرِ اہلِ قبلہ

اور ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے، ہاں اگر کوئی کلمہ گو قادرِ مختار کا منکر ہو یا وہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرے یا روزِ حشر و نشر کا انکار کرے یا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمتوں کو نہ مانے یا ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک عقیدے کا منکر بے شک مستحقِ تکفیر ہے۔

اور اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے فتنہ و فساد برپا نہ ہو اور اس کا بھی غالب گمان ہو کہ اسے قبول کر لیا جائے گا (ورنہ فرض نہیں)۔ یہ ہیں میرے عقیدے اور میں ظاہر و باطن میں انہیں پر کاربند اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی قبولیت کا متوقع (امیدوار) ہوں۔ اور سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اول و آخر و ظاہر و باطن۔

عقیدۃ الحسنہ المعروف بہ عقائد الاسلام ص ۱۴ تا ۴۳

باب سوم

عقیدۂ توحید

عقیدۂ توحید

سب نیکیوں کا سرچشمہ عقیدۂ توحید ہے

سب نیکیوں کی اصل (جڑ) اور عمدہ ترین نوع توحید ہی ہے اس لئے کہ رب العالمین کے سامنے عجز و انکساری اس پر موقوف ہے۔ یہی سعادت کے حصول کا عظیم ترین خُلق (ذریعہ) اور یہی اس علمی تدبیر کی اصل ہے اور اس کے ذریعے انسان کو غیب کی طرف کامل توجہ حاصل ہو سکتی ہے اور مقدّس طریقہ سے اس کے نفس میں غیب کے ساتھ لاحق ہونے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی عظمت شان بیان کی اور اسے نیکیوں کی تمام انواع میں بمنزلہ دل کے قرار دیا کہ جب وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور جب یہ خراب ہو جائے تو سارا بدن ہی بگڑ جاتا ہے۔ آپ نے مطلق طور پر فرمایا کہ جو مر جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتا ہو وہ جنّت میں داخل ہو گیا۔ یا (فرمایا) اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ یا فرمایا جنت سے کوئی امر اسے روک نہیں سکتا وغیرہ ذالک۔ ایسے الفاظ اور بھی مروی ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا" جو شخص مجھے رُوئے زمین کے برابر گناہ لے کر ملے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرتا ہو تو میں اس کو اسی قدر بخشش کے ساتھ ملوں گا۔"

یاد رکھیئے، توحید کے چار درجے ہیں:

۱۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی میں واجب الوجود ہونے کی صفت ہے اور غیر اللہ (ہرگز) واجب الوجود نہیں ہوتا۔

۲۔ عرش، آسمانوں، زمینوں اور تمام جواہر کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۳۔ آسمانوں، زمین اور ان میں کی ہر چیز کا مدبّر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کیے جانے کا مستحق ہے

حقیقتِ شرک

یاد رہے کہ عبادت سے مراد ازحد تذلل و عاجزی ہے اور کسی سے ازحد عاجزی کی دو ہی صورتیں ہیں:

ا۔ صورتاً (عاجزی) ہو گی مثلاً وہ کسی کے سامنے کھڑا ہو یا سجدہ میں ہو۔

ب۔ نیّت سے یہ (عجز) اختیار کرے یعنی اس فعل سے بندہ اپنے آقا کی تعظیم کی نیّت رکھے اور اس فعل سے رعایا اپنے بادشاہوں کی تعظیم کرے یا شاگرد اپنے استاد کی تعظیم کریں۔

تیسری کوئی صورت ایسی نہیں ہے۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ ملائکہ نے ازراہِ احترام آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی انہیں احترامی سجدہ کیا اور سجدہ اعلیٰ ترین تعظیم کی شکل ہے تو لازم آیا کہ نیّت کے ساتھ ہی امتیاز کیا جا سکے۔

لیکن معاملہ ابھی تک غیر واضح ہے اس لئے کہ مثلاً "مولیٰ" کا اطلاق کئی مفاہیم پر ہوتا ہے اور یہاں پر لازمی طور پر معبود ہی مراد ہے اس لیئے یقیناً یہاں پر سجدہ سے مراد عبادت ہی ہو گی۔

اس کی توضیح یوں ہے کہ تذلل کا تقاضا یہ ہے کہ عاجز و ذلیل میں کمزوری اور دوسرے میں قوّت ہو

ذلیل میں پستی اور دوسرے میں شوکت ہو۔

ذلیل میں اطاعت و اتباع ہو اور دوسرے میں تسخیر و نفاذ حکمی (کی قوت) ہو۔

یہ دو قدریں ہیں:

ایک قدر (اندازہ) اپنے لئے اور اپنے سے مشابہ مخلوق کیلئے ——— اور دوسری قدر (اندازہ) اس کے لئے جو کہ حدوث و امکان کی کمزوریوں سے بالکل پاک و بالا ہے ———

جو آدمی سلسلۂ امکانات کو واجب الوجود تک منتہی تسلیم کرتا ہے وہ ایسا واجب ہے کہ جو غیر کا محتاج نہیں تو وہ لازمی طور پر ان صفات کو جن سے مدح کی جاتی ہے انہیں دو درجوں میں تقسیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ایک وہ درجہ ہے جو شانِ خداوندی کے لئے مخصوص ہے اور دوسرا وہ جو اس کی اپنی حالت کے موافق ہے۔

اور ہر انسان اپنی استطاعت کے مطابق ہی مکلّف ہوتا ہے

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بزرگوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ ان سے جو عجیب عجیب آثار و کرامات صادر ہوتی ہیں وہ اس لئے صادر ہوئیں کہ وہ ان صفاتِ کمال سے موصوف ہیں جو کہ جنسِ انسان میں نہیں ہوتے بلکہ واجب جلّ مجدہٗ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور غیر اللہ میں صرف اس صورت میں پائے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیر پر خلعتِ الوہیت ڈال دے یا وہ غیر اللہ کی ذات میں فنا اور اس کی ذات کے ساتھ باقی ہو جائے یا ایسا کوئی دوسرا فاسد اور خرافاتی عقیدہ رکھے جیسے کہ حدیث میں ہے:

"مشرکین ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہیں، حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، مگر وہ شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور اس کی ملکیت کا بھی تو مالک ہے"

چنانچہ یہ مشرکین اس کے سامنے از حد تذلل اختیار کرتے اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے جیسے کہ بندے اپنے اللہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس مفہوم کے کئی قوالب اور صورتیں ہیں اور شریعت انہی صورتوں اور قوالب سے بحث کرتی ہے جن کو انسان شرک کی نیت سے کرتا ہے۔ آخر کار وہ عام عادت میں شرک کا مظنہ اور شرک کا لازم بن جاتا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ اوّل صـ ۱۵۶ تا صـ ۱۶۳

اصحابِ قبور سے اِستعانت شرک نہیں

"حضرت شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ" نے حدیث "اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور" (جب تم معاملات میں حیران رہ جاؤ "الجھ جاؤ" تو اصحاب قبور سے مدد لو) بیان فرمائی۔ ؎
انفاس العارفین صہ ۱۶۸

ترکستان کا ایک شفقلہ بیگ نامی مرد تھا جس نے اس راہ (تصوّف) کا ذوق پیدا کیا، بخارا میں آیا اور خواجہ نقشبند (رضی اللہ عنہ) کے مزار پر اس انتظار میں بیٹھا کہ (صاحبِ مزار رہنمائی فرمائیں اور) اسے کسی ولی اللہ کی اطلاع ملے۔ آخر کار خواجہ نقشبند (رضی اللہ عنہ) نے خواب میں اسے فرمایا کہ تیرا پیر ہندوستان میں دہلی شہر کے اندر ہے اور حضرتِ والا (شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمہ) کی شکل بھی دکھائی۔ الخ

انفاس العارفین صہ ۹۵

مزاراتِ اولیاء سے توحید ملتی ہے یہ عقیدہ شرک نہیں

مَیں نے حضرت والد بزرگوار کے مزار پر توجہ کرنا اپنا دستور بنالیا۔ ان دنوں توحید کے مسائل کھلے۔
انفاس العارفین صہ ۲۹۸

؎ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"روح کا ایسے افعال کا اختیار کرنا اور کر گزرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں جیسے کہ دشمنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا وغیرہ اسی قسم سے ہے۔" (دفتر اوّل۔ مکتوب ۲۳۹)

اہلِ قبور سے استعانت کے منکرین اگر شاہ صاحب کی پیش کردہ حدیثِ پاک اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تصریح پر اعتماد کریں تو امید ہے ساری عمر شرک دیکھتے رہنے کی بجائے شاہ صاحب کی طرح توحید حاصل ہونے کے قائل ہو جائیں (ضیاءؔ)

تصرف اولیائ سے بھی توحید حاصل ہوتی ہے

ایک دفعہ ایک شخص عبدالسبحان نامی ان (شیخ محمد) سے ملا (آپ نے) اس پر ایسا تصرف کیا جس سے اس پر توحید کی ایک قسم منکشف ہوئی۔

انفاس العارفین صہ ۲۷۲

ولیوں سے استمداد شرک نہیں، شاہ عبدالرحیم سے استمداد کی گئی

سید نور علی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں بیٹھا ہوا تھا اور دل کو مشغول رکھے ہوئے تھا، اسی اثنا میں ایک سیاہ شخص تاریکی میں ظاہر ہوا۔ میں نے سمجھا جن ہے جو مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ میں قوی ہمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوا میں اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسی ہمت کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہوا اور میرے دل کو گھیر لیا۔ میں پریشان ہو گیا اور اطمینان کلی طور پر جاتا رہا۔ ہر لحہ وہ مجھ پر غالب آرہا تھا۔ کفر و فسق اور معتقدات اسلامیہ میں شک کی دعوت دیتا تھا۔

اس سلسلہ میں مَیں نے حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) سے استمداد کی

انفاس العارفین صہ ۶۸

لہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وہ درویش جن کا قدم شریعت میں راسخ اور پختہ ہے اور جو عالم حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں ان کی دعا و ہمت و توجہ کا طالب رہنا چاہیئے اور ان سے مدد طلب کرنی چاہیئے"۔ (مکتوب ۷۸۔ دفتر اول)۔ "تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے، پیر وہ ذات ہے کہ جناب قدس خداوندی جل شانہ، تک پہنچنے کے راستے میں اس سے استفادہ کرتے ہو اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد و اعانت حاصل کرتے ہو"۔ (مکتوب ۱۹۰۔ دفتر اول)

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

اِستمداد کرنے والے کو مشرک نہیں کہا توجہ دی اور لڑکا ہوا

اِس فقیر (ولی اللہ) نے شیخ فقیر اللہ جو حضرت والدِ ماجد کے پرانے خادم ہیں اور اس قصّہ میں حاضر اور قاصد رہے ہیں، سے سُنا ہے کہ محمد فاضل کے رشتہ داروں میں سے ایک عورت رابعہ نامی کے بچہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے متعلق حضرت والد (شاہ عبدالرحیم) سے استمداد کی۔ انہوں نے دُعا فرمائی اور توجہ دی، لڑکا پیدا ہوا۔
انفاس العارفین صـ ۶۸-۶۹

اِستمداد کرنے پر توجہ دی منصب بحال ہوگیا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے اورنگ زیب بادشاہ نے کسی سبب سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "مریدِ رشید اور مستعد طالب ہر وقت سلوک طریق میں پیر کی کرامات وخوارق کا احساس کرتا ہے اور غیبی معاملہ میں ہر وقت اس سے مدد چاہتا ہے اور مدد پاتا ہے۔" (مکتوب ۹۲۔ دفتر دوم)
"اسی طرح حاجتمند لوگ اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی مخالف و مہالک میں امداد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ کی صورتیں حاضر ہو جاتی ہیں اور ان مصائب کو دور کر دیتی ہیں۔" (مکتوب ۵۸۔ دفتر دوم)
حضرت صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "ایاک نستعین" میں یہ تعلیم فرمائی کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات و خدام و احباب وغیرہ سب عونِ الٰہی کے مظہر ہیں۔ بندے کو چاہیئے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء (علیہم السلام) سے مدد چاہنا شرک ہے عقیدۂ باطلہ ہے کیونکہ مقربانِ حق کی امداد — امدادِ الٰہی ہے استعانت بالغیر نہیں"۔ (خزائن العرفان)
اور مولانا محمود الحسن دیوبندی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کی جائے تو جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔"

ہدایت اللہ بیگ کو اس کے منصب سے برطرف کر دیا۔ وہ اس سبب سے بہت غمگین ہوا اور شکستہ خاطر میرے پاس آیا۔ قلتِ مال اور کثرتِ عیال کو بیان کیا اور از حد اصرار اور گریہ زاری کی۔ یہاں تک کہ میرا دل پورے طور پر اس کے حال کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پہلے مجھ پر اس طرح ظاہر کیا گیا کہ قضائے مبرم ہے۔ میں نے بہت التجا اور نیازمندی کا اظہار کیا اور میری توجہ اس حد تک متعلق ہو گئی کہ اگر یہ کام حسبِ منشا نہیں ہوتا تو صوفیوں کا لباس اتار پھینکوں گا اور پھر کبھی بھی اسے نہیں پہنوں گا۔

اس حال میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے میری دعا کو قبول فرمایا ——— بادشاہ نے بغیر کسی سبب کے اسے بلایا اور کہا ہم نے فلاں کا قصور معاف کر دیا۔ اس کا منصب بحال کر دیا ہے اور اس قدر اضافہ بھی کر دیا ہے۔

انفاس العارفین ص ۹۹-۱۰۰

مدد مانگنے والے کو مشرک نہ کہا بلکہ ولی اللہ نے مدد فرمائی

حضرت والد ماجد فرماتے تھے اسد علی کا اپنے بعض شرکاء (برادری کے لوگوں) کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ وہ جمع ہو گئے اور چاہا کہ اسے ہلاک کر دیں۔ وہ میرے پاس آیا اور بہت گریہ وزاری کی۔ میں اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے کہا جاؤ ثابت قدم رہو اور کسی شخص سے مت ڈرو۔

اس کے شرکاء ہزاروں کی تعداد میں تھے اس پر حملہ آور ہوئے۔ اس کے صرف بیس ساتھی تھے آخر کار انہوں نے میری شکل دیکھی کہ انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کر رہی ہے۔ اس نے بندوق چلا دی جو دشمن کے گھوڑے کو لگی۔ وہ گر پڑا اور دشمن مرعوب اور ذلیل ہو کر بھاگ گئے۔

انفاس العارفین ص ۱۰۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں یہ ولیوں کا عقیدہ ہے شرک نہیں

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں

دیکھا۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی توجہ گرامی کی برکت سے میں مقامات اولیاء کو عبور کرتا تھا اور انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا یہاں تک کہ میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ولی اس جگہ سے نہیں گزر سکتا۔

میں نے عرض کیا کہ فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر وہ ناممکن بات جس کی طرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوں ممکن ہو جاتی ہے۔ الخ

انفاس العارفین صـ ۷۳

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مان لیجئے کہ اُمّت ہرگز مشرک نہیں ہوگی

امام احمد نے ابوالخیر سے، انہوں نے عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت خانہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا! ——— قسم خدا کی مجھے تم سے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو گے بلکہ مجھے یہی اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

ازالۃ الخفاء اوّل صـ ۲۰۷

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا عبد کہلانا شرک نہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے برسر منبر خطبہ میں فرمایا

قَدْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا، میں آپ کا بندہ اور خادم تھا۔

ازالۃ الخفاء بحوالہ جاء الحق اوّل صـ ۳۷۹

باب چہارم

مقاماتِ نبوّت علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام

مقاماتِ نبوّت علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام

جاننا چاہیئے کہ اصل چیز نبیوں اور رسولوں (علیہم السلام) کے ارسال کے اندر ارادۂ حق تبارک و تعالیٰ ہے جو بطریق لطف و کرم صادر ہوتا ہے کہ وہ بذریعہ بعثت و رسالت اپنے بندوں کو خیر سے نزدیک کرے اور شر سے دُور۔ اور ان کے مظالم کو رفع کرے پس اِس ارادہ سے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً انبیاء و مرسلین (علیہم السّلام) کو مبعوث فرماتا رہا اور ان کے دین کو غالب اور ان کی دلیلوں اور حجتوں کو ظاہر و باہر فرماتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کی بعثت و رسالت سے عالم کا تزکیہ کیا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ (ترجمہ) وہی ہے جس نے اٹھایا (مبعوث کیا) اَن پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا، پڑھ کر سناتا ہے انکو اس کی آیتیں اور انکو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے انکو کتاب اور عقلمندی

اور لوازمِ نبوّت سے یہ امر ہے کہ جو شخص نبی ہونے والا ہے اس امر کو تفہم کرے کہ جمیع افرادِ بشر میں سے اسے نبوّت کے لیے خاص کیا گیا ہے اور نفسِ ناطقہ کی دونوں قوتوں (عاقلہ اور عاملہ) میں اسے کامل و مکمل کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیہ شریفہ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ (الانعام) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بغیر وساطت کسی فعل و عمل کے انبیاء علیہم السّلام کو قوتِ عاقلہ بقدرِ مزید عطا فرماتا ہے۔ اس امتیاز و تمیز کی وجہ سے عالمِ غیب سے ان پر وحی نازل ہوتی رہی اور وہ جنت و نار اور ملائکہ وغیرہ امورِ غیبیہ کا مشاہدہ کرتے رہے اور واقعاتِ عجیبہ کو بصورتِ مثالیہ دیکھتے رہے۔ اسی قوت کی طرف حدیث: الرؤیا الصالحۃ من ستۃ و اربعین جزءً من النبوۃ۔ میں اشارہ واقع ہوا ہے۔ یعنی رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیسویں حصّہ سے ایک حصّہ ہے۔

اِسی طرح انبیائے کرام (علیہم السّلام) کی قوّتِ عاملہ میں بھی مدد و اعانت کی جاتی رہی جس کی وجہ سے سمت صالح ان کو نصیب ہوا۔ اِسی قوت کے سبب سے وہ معاصی سے اجتناب کرتے رہے اور آدابِ طاعات و عبادات اور تدبیر منزل اور سیاستِ مدن کی رعایت کرتے رہے۔ اِس صورت و طریق سے کہ جس سے بہتر صورت و طریق ممکن نہیں، جو انبیائے کرام (علیہم السّلام) کے علاوہ کسی اور سے ظہور میں آسکے۔ خلق، شجاعت، سخاوت، کفایت، عدالت، شناخت مصلحتِ قوم اور استقامت، یہ سب قوتِ عاملہ سے حاصل ہوتی ہیں اور اسی قوتِ عاملہ کے کمال سے عصمت و تحفّظ حاصل ہوتا ہے۔

الغرض جب یہ دونوں قوتیں جیسی کہ حاصل ہونی چاہئیں کسی شخص کو حاصل ہوتی ہیں تو غیب سے اس کے ہر کام میں مدد و اعانت اترتی ہے اور اس کے اعمال و افعال میں برکاتِ عجیبہ ظہور میں آتی ہیں جن کا احصا ممکن نہیں۔

نبی شناسی کا معیار

اگر ناظرین اس سے بھی سہل اور آسان طریق میں مقاماتِ نبوت کو پہچاننا چاہیں تو ہم کہتے ہیں فرض کریں چار قسم کی شخصیتیں ایک شخصِ واحد اور تنِ واحد میں جمع کر دی گئی ہیں اور اس مجموعہ کے نام کو "نبی اور پیغمبر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

شخصِ اوّل:- بادشاہِ عادل، مگر نہ بطریق رسم و رواج بادشاہ بلکہ وہ بادشاہ جو بالطبع منزلت و مرتبہ بادشاہ عالم ہو تاکہ اس کے نفسِ ناطقہ کا ظل و پرتو لوگوں پر پڑے جس کے سبب سے ان کے درمیان بوجہ احسن اہتمام و انتظام پیدا ہو۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے مرتبہ پر قائم رہے اور قوم کے درمیان ایک قسم کی وحدت اور اتحاد و اتفاق قائم ہو۔ اِس اتحاد و اتفاق اور وحدت مرتبہ کے لحاظ سے اہلِ قلم و اہلِ علم، سپاہ و فوج، افسرانِ فوج، اہلِ سیاست، کاشتکار و تجّار وغیرہ جمیع رعایا و برایا بمنزلہ جان ایک قالب کا درجہ رکھتے ہوں۔

اگر ان گروہوں کے درمیان پہلے سے اتحاد و اتفاق قائم نہ ہو تو اس بادشاہ کے ظلِ عاطفت اور اس کے اقوال و افعال سے از سرِ نو اتفاق و یگانگت قائم ہو جائے اگر

اتفاق و اتحاد پہلے سے قائم ہو تو اس میں ترقی و تضاعف ہوتا جائے اور ہر ایک ناشائستہ امر نیست و نابود ہو جائے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ بخت و اقبال، حکمت، عدالت، کفایت، شجاعت وغیرہ جمیع امور اور منزلت و مرتبت جو اس بادشاہ کے لیے ہونے ضروری ہیں وہ سب کے سب "ذات قدسیہ نبی علیہ السلام" میں مشاہدہ کریں۔ آیت کریمہ هُوَ الَّذِيٓ اَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِي الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّآ اَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيۡنَهُمۡ میں اسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

شخص دوم:- ایسا حکیم جو حکمتِ عملیہ میں ممتاز و فائق، علم اخلاق، تدبیر منزل اور سیاستِ مدن میں مہارت تام رکھتا ہو اور نہ صرف یہی بلکہ یہ جمیع صفات تحققاً و تخلقاً پائے جائیں، بمطابق کل اناء یترشح بما فیہ ان ہی صفات کی خوبو اس سے ظاہر ہو۔ آیت کریمہ يُؤۡتِي الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِيَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا۔ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ نیز قرآن کریم میں جس نبی کا ذکر کیا گیا ہے، اٰتَيۡنٰهُ الۡحِكۡمَةَ بھی اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا شخص:- وہ عارف کامل، صوفیٔ کامل اور مرشد کامل ہے جو تہذیب نفس اور تزکیۂ قلب کے طریقوں سے بخوبی واقف ہے۔ مصدر کرامات عجیبہ و مظہر خوارق غریبہ ہے جس نے اپنی قوتِ ارشاد اور اپنی تاثیر صحبت سے گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کو راہ راست دکھلائی ہو جس نے سالہا سال ریاضت و مجاہدات سے اپنے نفس کو مہذب کیا ہو اور طاعات و عبادات سے آراستہ و پیراستہ اور عالم اجسام سے عالم ارواح تک رسائی کی ہو۔ مقاماتِ علیہ اور احوال سنیہ حاصل کئے ہوں جیسا کہ صوفیائے کرام و مشائخ عظام کے حالات سے ظاہر ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس کی طرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ میں ارشاد فرمایا ہے۔

چوتھا شخص:- وہ جبرائیل امین (علیہ السلام) ہے جو سمٰوات میں مطاع اور مکین ہے اور خداوند ذوالجلال اور اس کے انبیاء و رسل کے درمیان سفیر اور واسطہ ہے اور وحی و الہام اور علم کا فرشتہ

ہے اور تدبیر الٰہی کا ایک خارجہ ہے اور ملائکہ مدبرات امر کا سرخیل ہے" لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون" ان کی خاص الخاص صفت ہے۔

اس جگہ جبرائیل (علیہ السلام) سے ہماری مراد وہ قوتِ ملکیہ ہے جو خارجۂ تدبیر الٰہی اور واسطۂ اخذِ علومِ خداوندی ہو یعنی اس کی اصل جبلت جبرئیلی ہو اور جس کے لیے حظیرۃ القدس کی راہیں کشادہ ہوں۔ اور ملاء اعلیٰ سے جو علوم اس کے عقل اور قلب پر القا ہوں ان کو بسہولت اخذ و جذب کر سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے اثراتِ طیّبات

اب دیکھنا چاہیئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنے زمانۂ بعثت و رسالت میں کس چیز کی جانب اعتنا کیا اور توجہ تام فرمائی اور پھر عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا آثار باقی رہے۔ پس اس باب میں امر مذکور کے متعلق تمام جزئیات پر نظر ڈالنا چاہیئے۔ پھر ان جزئیات سے ان امور کلیہ کی طرف ذہن کو منتقل کرنا چاہیئے جو ان جزئیات سے منتج ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے کہ عالم میں کفر و شرک پھیلا ہوا تھا اور خصوصاً عرب میں لوگ اور دنیا والے حشر و نشر سے انکار کر رہے تھے۔ طاعت و عبادت کو فراموش کئے ہوئے تھے۔ ملتِ حنفیہ میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھی، تحریف کر چکے تھے۔ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو اول آپ نے شرک کا ابطال کیا اور مجاز و حقیقت کا فرق بتلایا اور تحریفات و تبدیلات کو مٹایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے اذکیائے قوم کے نفوس پر دینِ حق کی شعاعیں پڑیں اور انہوں نے اس کی حقانیت کو سمجھا اور آپ کی نصرت و اعانت پر کمر باندھی یہاں تک کہ راہِ حق ظاہر ہوئی اور کفر و اسلام

ممیز ہوا اور لوگ دینِ حق میں آنے لگے۔ اس وقت عرب کے لوگ خصوصاً قریش آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
سے زیادہ تعصب کرنے لگے اور درپے ایذارسانی ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوت
خداداد سے ان کا مقابلہ فرماتے رہے اور استقامت کو کام میں لائے۔ آپ کے اصحاب آپ
کے سپر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت و مدد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے، یہاں
تک کہ (یوں سمجھئے) شرابِ عشق کا کوئی جام ایسا نہ تھا جو انہوں نے نہ پیا اور کوئی مستی و
سکر نہ تھا جو انہیں نہ ہوا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت و جہاد پر مامور ہوئے اور بتوفیق و تائیدِ الٰہی
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مساعی جمیلہ کیں کہ مقدورِ بشریت میں اس سے زیادہ سعی و کوشش کرنا ممکن
نہ تھا اور آپ کے جمیع اصحاب (رضی اللہ عنہم) آپ کی حرکت و جنبش اور آپ کے عزم و ارادہ
کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ اسلام کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں اور کفار شکست و
ہزیمت کھانے لگے۔ جاہلیت مٹتی گئی اور کفر و شرک اور ظلم و ستم پامال ہوا جس علم سے لوگ ناآشنا
تھے، وہ علم ان کے درمیان شائع ہوا اور عداوت و حسد، رنج و کینہ ان کے درمیان سے جاتا رہا اور دینِ حق
کے پیرو یک دل و یک جان ہو گئے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا: وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔

وہ لوگ روز و شب علمِ قرآن، علمِ ایمان یعنی ارکانِ خمسۂ اسلام، علمِ احسان یعنی اخلاص
فی العبادۃ، علمِ شرائع یعنی تدبیرِ منزل، سیاستِ مدن، آدابِ معیشت، علمِ رقائق، علمِ اخلاق، علمِ فضائلِ
اعمال، علمِ مناقبِ کبرائے امت اور علمِ معاد کی ترویج کرتے تھے۔ اور علاماتِ فتن سے آگاہ، حتیٰ کہ
یہ علوم ہر کہ و مہ اور صغیر و کبیر تک پہنچے اور سب نے فائدہ اٹھایا مگر جو متعصب اور شقی ازلی تھے
بے نصیب رہے اور فائدہ نہ اٹھا سکے۔ (ازالۃ الخفاء دوم ص ۹ تا ۱۲)

نورِ مصطفٰی اور حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت
اول مخلوقات اور اعظم میں سے
ہے جیسا کہ قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے متعلق بیان کیا ہے کہ اول

مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ" (اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا)[۱]

فیوض الحرمین مترجم صد ۲۹۶

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق سبحانہ تعالیٰ کے آئینہ اور اس کے مظہر اتم ہیں اور حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعینِ اوّل جامع تعینات اور مظاہر ہے اور تمام کائنات ان کے نور سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔

انفاس العارفین صد ۱۷۳

وہ بات جو اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا پھر حضرت شیث کی پیشانی میں آیا پھر فلاں فلاں حضرات کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہما) کی پیشانی میں آیا، بالکل درست ہے[۲]

سطعات صد ۱۴۹

ع وَقَدْ کَانَ نُوْرُ اللّٰهِ فِیْنَا لِمُهْتَدِ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان ہدایت کے طلبگار کیلئے اللہ تعالیٰ کا نور ہیں جس کی روشنی میں وہ اپنے جادۂ حیات کو کامیابی سے طے کرتا ہوا منزلِ مقصود پر رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

قصیدہ اطیب النغم صد ۸۶-۸۵

---

[۱] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پاک کو مکتوبات دفتر سوم حصہ دوم مکتوب ۲۶ میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا "یہ حقیقت محمدی کا مرتبہ تھا اور یہ تعین اول ہوگا۔ اسی دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ میں فرمایا "جاننا چاہیے کہ خلقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دوسرے افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ عالم کے افراد میں سے کسی فرد کی پیدائش سے بھی مناسبت نہیں رکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ (میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں۔

[۲] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وہ ایک ایسا نور ہے جو عنصری پیدائش میں اصلاب سے ارحام متکثرہ میں گرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق انسانی صورت میں جو کہ بہترین صورت ہے ظاہر ہوا اور اس کا نام محمد اور احمد ہوا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکتوب دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۰۰

صفاتِ بشریت حجاب ہیں حقیقت نہیں

صفاتِ بشری (جو انبیاء علیہم السلام میں ہیں) ان کے جمالِ با کمال کے لئے حجاب ہیں[1] (حقیقت نہیں)

الفوز الکبیر صہ ۹

والد صاحب فرماتے تھے کہ "انا املح واخی یوسف اصبح" کی حدیث سے میرے دل میں حیرت ہوتی تھی کیونکہ ملاحت عشاق کے لئے صباحت سے زیادہ قلق و اضطراب کا باعث ہے اور منقول ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام لباسِ فاخرہ پہن کر جلوہ گر ہوتے تھے تو بہت سے لوگ جمالِ یوسفی کو دیکھ کر مر جاتے تھے اور یہ حقیقت سید الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہیں، ہونا چاہئے تھا کہ معاملہ برعکس ہوتا۔

ایک دفعہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس نکتہ کے متعلق میں نے پوچھا، فرمایا اللہ نے میرا جمال غیرت کی وجہ سے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔

انفاس العارفین صہ ۳۰۲، در الثمین حدیث ۲۰

صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اللہ تعالےٰ کی ایک خاص نظر ہے گویا کہ

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

"جو لوگ محجوب تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو انہوں نے ان (کی عظمتوں) کا انکار کر دیا اور صاحب دولت لوگ کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت اور رحمتِ عالمیان کے عنوان سے جانا اور دوسرے لوگوں سے ان کو ممتاز دیکھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور اہلِ نجات ٹھہرے۔ (مکتوب ۶۴ دفتر سوم حصہ ہشتم)

اور بانی دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت ۔۔۔ نہ جانا کسی نے بھی تجھے جز ستار (قصائد قاسمی)

یہی مراد ہے مثل اس قول سے کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ [1] اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تمہیں نہ پیدا کرتا تو ان آسمانوں کو بھی نہ پیدا کرتا۔
فیوض الحرمین ص ۱۴۷

خمیر آدم کے وقت آپ علی نبینا وعلیہ السلام نبی تھے

میں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ [2] کے کیا معنی ہیں، تو میری روح پر روحِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئی اور ایک ایسی صورتِ مثالیہ دکھائی گئی جو عالمِ اجسام میں آنے سے پہلے تھی اور اس کا فیضان بارگاہِ مثال میں نمایاں ہو رہا تھا۔ گویا جب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ہو رہا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] یہ حدیث قدسی حضرت مجدد الف ثانی نے دفتر سوم مکتوب ۹۳ اور ۱۲۲ میں بصراحت ذکر فرمائی ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اسے خطبہ مدارج النبوت میں درج کیا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں ؎
نہ پیدا اگر ہوتا احمد کا نور　　نہ ہوتا دو عالم کا ہرگز ظہور　　(کلیات امدادیہ ص ۸ جہاد اکبر)

[2] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے یہ روایت یوں نقل فرمائی: کنت نبیا وادم بین الماء والطین — (مکتوب ۲۰۹ دفتر اول) اور اسی دفتر اول مکتوب ۴۴ میں فرماتے ہیں: "اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں جلوہ فرما نہ ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو نہ پیدا کرتا اور نہ اپنی ربوبیت ظاہر کرتا اور آپ اس وقت نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔"

ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملاخاطر (مدینہ منورہ) نقل فرماتے ہیں کہ:

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا؟ آپ کو نبوت کے درجہ پر کب فائز کیا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ "میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے"۔ اسے امام احمد، امام حاکم اور دیگر ائمہ نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی بارگاہ میں عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو نبوت کب ملی، فرمایا: وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے (ترمذی کتاب المناقب) مذکورہ روایت ترمذی اور حاکم نے روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا ہے (امتیازات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۳۴، ۳۵)

کا اس بارگاہِ مثال میں ظہورِ تام (اکمل ظہور) تھا۔ اِس لیئے جب آپ عالمِ جسمانی میں ظاہر ہوئے اور عالمِ جسمانی میں منتقل ہوئیں آپ کے ساتھ قوائے مثالیہ تو وہ علوم ظاہر ہوئے جن کا کچھ حساب نہیں۔

در الثمین حدیث ۴ (سطعات صـ۲۹ اور فیوض الحرمین صـ۹۸ میں بھی یہ حدیث موجود ہے)

دُعائیں اور آمد کی بشارتیں

۵ وَدَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ عِنْدَ بِنَائِهِ
بِمَكَّةَ بَيْتًا فِيْهِ نَيْلُ الرَّغَائِبِ

ترجمہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دُعا ہیں جو آپ نے مکّہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف تعمیر کرتے وقت مانگی تھی۔ اور اس بیت اللہ میں بندگانِ خدا کو بڑی بڑی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

۵ بَشَارَةُ عِيْسٰى وَالَّذِيْ عَنْهُ عَبَّرُوْا
بِشِدَّةِ بَأْسٍ بِالضَّحُوْكِ الْمُحَارِبِ

ترجمہ: حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں جیسے قرآن کریم میں موجود ہے "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک رسول کی آمد کا مژدہ سنایا جو ان کے بعد تشریف لائے گا اور جس کا نام نامی احمد ہو گا۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم صـ۴۶ تا ۴۸

ذکرِ ولادت باسعادت اور برکت ہی برکت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دُعا میں آپ کا ذکر کیا اور آپ کی عظمتِ شان کی خوشخبری دی۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی بشارت دی۔ آپ کی والدہ نے دیکھا کہ گویا ان سے ایک نور نکلا جس نے ساری زمین کو منوّر کر دیا۔ انہوں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ ایک مبارک بچہ پیدا ہو گا

جس کا دین مشرق و مغرب پر غالب آجائے گا۔ جنات نے آوازیں دیں۔ کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی عظمت شان کی خبر دی۔ فضائی واقعات نے آپ کی عظمت بتائی مثلاً کسریٰ کے بلند کنگرے گر پڑے اور دلائل نبوت نے آپ کا احاطہ کر لیا جیسے کہ ہرقل اور قیصر روم نے بتایا اور لوگوں نے آپ کی ولادت اور آپ کی شیر خوارگی کے زمانہ میں برکت کے آثار کا مشاہدہ کیا۔[۱]

حجۃ اللہ البالغہ دوم صفحہ ۹۹۰

نام مبارک اور مناقب و مراتب

ہمارے نبی اکرم کا نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صفحہ ۹۸۸

وَسَمَّاهُ رَبُّ الْعَرْشِ اَسْمَاءً مَدْحِهٖ
نُبَيِّنُ مَا اَعْطٰى لَهٗ مِنْ مَنَاقِبِ

ترجمہ: عرش کے پروردگار نے اپنے ایسے ناموں سے مسمّٰی فرمایا جس سے وہ مناقب و مراتب عالیہ ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمائے۔

رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ اَحْمَدٌ وَ مُحَمَّدٌ
مُقْفٍ وَ مُفْضَالٌ يُسَمّٰى بِعَاقِبِ

ترجمہ: اس شعر میں حضرت شاہ صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اسماء مبارکہ ذکر کیے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات رفیعہ کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے چار اسماء رؤف، رحیم، احمد اور محمد

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ میلاد پاک بیان کرنے کی سعادت حاصل فرماتے ہیں:
"علماء نے کہا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کے نطفہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں آمنہ کے رحم میں قرار پکڑا تو تمام روئے زمین کے بت اوندھے گر پڑے اور تمام شیطان اپنے کام سے رک گئے اور ابلیس علیہ اللعنۃ کے تخت کو فرشتوں نے الٹ دیا اور اسے سمندر میں پھینک دیا اور چالیس روز تک اسے سزا ملتی رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی رات میں کسریٰ کا محل کانپ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور فارس کی وہ عظیم آگ جو برابر ایک ہزار سال سے روشن تھی یک بیک بجھ گئی۔ (دفتر دوم مکتوب ۶۸)

ایسے ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اور باقی تین اسماء مبارکہ مقفی، مفضال اور عاقب احادیث میں مذکور ہیں۔

رؤف	از حد مہربان
رحیم	ہمیشہ رحم کرنے والا
احمد	ساری مخلوق سے زیادہ اپنے رب کی حمد و ثنا کرنے والا
محمد	جس کی بار بار تعریف کی جائے
مقفی	پیچھے آنے والا
مفضال	مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے کثیر الفضل۔
عاقب	پیچھے آنے والا (یعنی خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قصیدہ اطیب النغم ص ۱۲۶ - ۱۲۷

خاندانِ عالی شان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے اعلیٰ ترین نسب اور بہادر ترین قبیلہ اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فصیح زبان اور سب سے زیادہ ذکی اور فہیم خاندان میں پیدا ہوئے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۹۸۸

۵ فَارْسَلَ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ نَبِیَّہٗ
وَاٰمرْ یَكُ فِیْمَا قَدْ بَلَوْہُ بِکَاذِبِ

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے اعلیٰ ترین خاندان بنو ہاشم میں معبوث فرمایا اور قریش نے آپ کو ہر طرح آزمایا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و کردار کو دروغ گوئی اور کذب بیانی سے پاک وصاف پایا۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۷۶-۷۵

مکہ معظمہ میں میلاد اور ظہور انوار

میں مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولدِ مبارک میں ولادت کے روز حاضر تھا اور لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیج رہے تھے اور آپ کے ان معجزات کا تذکرہ کر رہے تھے جو ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے، اور ان مشاہدات کو بیان کر

رہے تھے جو بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اچانک بہت سے انوا ظاہر ہوئے۔

فیوض الحرمین۔ مترجم صد ۸۰

یوم میلاد منانا قدیم طریقہ ہے

میرے والدِ بزرگوار (شاہ عبدالرحیم) مجھے خبر دی، فرمایا کہ میں میلاد النبی (صلی اللہ علی کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا میلاد پاک کی خوشی میں۔ ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا مگر چنے بھُنے ہوئے، وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کیئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رُوبرُو بھُنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ بہت شاد و بشاش ہیں۔

درالثمین۔ حدیث ۲۲

قدیم طریقہ کے موافق ۱۲ ربیع الاوّل کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی۔ تلاوت قرآن پاک کے دوران میں ملاءِ اعلیٰ کا ورود ہوا (یعنی فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رُوح پر فتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت اِلتفات فرمائی۔[1]

القول الجلی کی بازیافت صد ۵۸ بحوالہ القول الجلی صد ۷۳

---

[1] جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذّت پاتا ہوں"۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ۔ کلیات امدادیہ صد ۸۰)

جناب ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکہ مکرمہ نے ۲۰ مدلّل وجوہات سے میلاد شریف کا جواز ثابت کیا انہی میں سے مد ۳ میں فرماتے ہیں:

"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آمد کی خوشی منانا ایک ایسا امر ہے جس کا تقاضا خود قرآن پاک ہم سے بیان کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ اے رسول انہیں بتا دیجیے کہ یہ محض اللہ کی رحمت و فضل و کرم ہے۔ پس اس کے حصول پر خوشیاں منایا کرو"۔

(ذخائرِ محمدیہ صد ۳۱)

آپ کی محبّت سب محبّتوں پر فائق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صہ ۴۰۱

عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جان کے سوا آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم جب تک میں تمہیں جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں گا، تم مومن نہ ہو گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، خدا کی قسم، اب آپ مجھے جان سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اب تم مومن کامل ہوئے۔

ازالۃ الخفا دوم صہ ۳۵۷، اوّل صہ ۲۲۹

شیخ اکبر فرماتے تھے کہ مجھے ایک شخص سے اس لئے عداوت تھی کہ وہ شیخ ابومدین مغربی پر طعن کرتا تھا جبکہ مجھے شیخ مغربی کی بزرگی کا یقین تھا۔ ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں میں نے زیارت کی۔ گویا آپ فرماتے ہیں کہ تم فلاں شخص سے کیوں بغض رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا، کیونکہ وہ ابومدین سے دشمنی رکھتا ہے اور میں انہیں بزرگ سمجھتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست نہیں رکھتا۔ میں نے عرض کیا، ہاں رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا، تو ابومدین کے ساتھ بغض کی وجہ سے اس سے عداوت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کی وجہ سے اس کے ساتھ دوستی کیوں نہیں رکھتا۔

شیخ اکبر نے کہا، میں نے اس کے بعد اس دشمنی سے اللہ کے حضور توبہ کی اور اس کے گھر گیا۔ اس سے معذرت کی اور قصہ بیان کیا۔ قیمتی کپڑا تحفہ پیش کر کے اسے راضی کیا۔ پھر میں نے ابومدین کے متعلق ناراضگی کا سبب پوچھا تو اس نے جو وجہ بتائی وہ ایسی نہ تھی جس کی

وجہ سے الوہدین کے ساتھ دشمنی رکھی جائے۔ مَیں نے اسے حقیقت سمجھائی۔ پس اس نے اللہ تعالے کے ہاں توبہ کی اور طعن و تشنیع سے رجوع کرلیا، اور ہم سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت جاری ہوگئی۔ والحمدللہ!

انفاس العارفین۔ اردو صہ ۲۹۳

سَأَذْكُرُ حُبِّيْ لِلْحَبِيْبِ مُحَمَّدٍ
إِذَا وَصَفَ الْعُشَّاقُ حُبَّ الْحَبَائِبِ

ترجمہ: جب دنیا کے دُوسرے عشاق اپنے محبوبوں کی محبت کا بیان کریں گے تو میں اس وقت اس عشق کا ذکر کروں گا جو مجھے اپنے حبیب کریم سے ہے جن کا نامِ نامی محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔

وَيُذْكِرُنِيْ فِيْ ذِكْرِهٖ قُشَعْرِيْرَةٌ
مِنَ الْوَجْدِ لَا يَحْوِيْهِ عِلْمُ الْأَجَانِبِ

ترجمہ: جب میں اپنے حبیب کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکر کرتا ہوں تو عشق و محبت کے باعث میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے بیگانوں کا علم نہیں پا سکتا صرف اہلِ نسبت اور یگانوں کو ہی اس کی حقیقت کا شعور ہو سکتا ہے۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم صہ ۱۵۰-۱۵۳

حسن وجمال

آپ سیرت وصورت میں معتدل مزاج کے مالک بن کر تشریف لائے۔ میانہ قد، نہ زیادہ طویل اور نہ چھوٹے قد کے۔ سر کے بال نہ بالکل گھنگریالے، نہ بالکل سیدھے بلکہ درمیان درمیان تھے آپ نہ ہی از حد فربہ تھے اور نہ ہی بالکل چہرہ والے، بلکہ آپ کے چہرہ مبارک میں قدرے گولائی تھی سر بڑا، ریش مبارک دراز ہاتھوں اور قدموں پر گوشت، رنگ سفید سرخی مائل، اعضائیں فربہی، قوی گرفت اور باہ کے مالک، سب لوگوں سے لہجہ زیادہ صادق ترین اور طبیعت نرم ترین تھی۔ جو اچانک آپ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا۔ اور جو آپ سے پہچان کر اختلاط و ملاقات کرتا تو آپ سے محبت کرنے لگتا۔ بزرگ ہوتے کے باوجود سب سے زیادہ متواضع، اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ شفیق تھے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صہ ۹۸۹

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (یوں بیان) فرمایا:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ حد سے زیادہ لمبے نہ پستہ قامت بلکہ میانہ قد سرخ و سپید تھے۔ آپ کے بال مبارک گھونگر والے تھے لیکن زیادہ چھلے دار نہ تھے۔ آپ بالوں کو دونوں کانوں کی طرف چھوڑتے تھے۔ آپ کشادہ پیشانی اور سیاہ بڑی آنکھوں والے تھے سینہ مبارک پر باریک خط، دندان مبارک چمکدار، ناک بلند، گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی تھی۔ آپ کے سینہ مبارک سے ناف تک مثل سیاہ مشک کی لکیر کے سیاہ بال تھے اور ان کے سوا آپ کے جسم مبارک اور سینہ پر کہیں بال نہ تھے۔ آپ کی ہتھیلیوں اور قدموں پر گوشت تھا۔ آپ جب چلتے جھک کر چلتے گویا بلندی سے نیچے اُتر رہے ہیں اور جب کسی طرف دیکھتے پورے بدن سے مڑ کر دیکھتے گوشۂ چشم سے نہ دیکھتے جب کھڑے ہوتے سب سے بڑھ جاتے اور جب بیٹھتے سب سے اونچے رہتے جب بات کرتے لوگوں کو دم بخود کر دیتے اور جب تقریر کرتے رُلا دیتے لوگوں پر سب سے زیادہ رحم دل تھے۔ یتیم کے لئے مثل مہربان باپ اور بیواؤں کے لئے مثل بزرگ شوہر کے۔ سب سے زیادہ سخی، شجاع اور خوش رُو تھے۔ آپ کا لباس گلیم اور کھانا جَو اور تکیہ چرمی کھجور کے چھلکوں سے بھرا ہوا۔ چارپائی ببول کی کھجور کے بان سے بنی ہوئی تھی۔ آپ کے دو عمامے تھے، ایک کا نام سحاب اور دوسرے کا نام عقاب تھا۔ آپ کی تلوار کا نام ذوالفقار نشان کا عزا، اور اونٹنی کا عضبا اور خچر کا دُلدل اور حمار کا یعفور اور گھوڑے کا بحر اور بکری کا برکا اور چھڑی کا ممشوق اور لواء کا حمد تھا۔ آپ اونٹوں کو باندھتے اور پانی بھرنے والے اونٹوں کو چارہ دیتے اور پیوند لگاتے اور جوتا ٹانکتے تھے۔ ازالۃ الخفا دوم ص ۵۳۶

ے جَمِیۡلُ الۡمُحَیَّا اَبۡیَضُ الۡوَجۡہِ رَبۡعَۃٌ
جَلِیۡلُ کَرَادِیۡسَ اَزَجَّ الۡحَوَاجِبِ

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخِ انور من موہنا، اس کی رنگت سفید ہے قد مبارک درمیانہ ہے اور اعضاء کی ہڈیاں پر گوشت ہیں اور آپ کے ابرو باریک اور کمان کی طرح طویل ہیں۔

ے صَبِیۡحٌ مَلِیۡحٌ اَدۡعَجُ الۡعَیۡنِ اَشۡکَلُ
فَصِیۡحٌ لَہُ الۡاِعۡجَامُ لَیۡسَ بِشَائِبِ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مہتاب کی طرح روشن ہے حضور کا حسن دِل لُبھانے والا ہے۔[1] چشم مازاغ کی سیاہی بہت شدید ہے اور اس کے سفید حصوں میں سرخ ڈوروں کی آمیزش نے آنکھوں کو اَز حد پُر کشش بنا دیا ہے۔ آپ کے کلام میں ایسی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس میں عجمیت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم ص ۵۱-۵۳

محاسن و کمالات

فَلَسْتُ اَرَی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا
رَسُوْلَ اِلٰہِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ

ترجمہ: ایسا معاون و مددگار جو مصیبت میں دست گیری کرے مجھے کوئی نظر نہیں آتا بجز اپنے محبوب دلنواز کے جس کا اسم گرامی محمد ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو ساری مخلوق کے پروردگار کے رسول ہیں جن کے محامد و محاسن بے شمار ہیں۔[2]

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"حسن و جمالِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں کہ جس سے جہانوں کے پروردگار کی محبت کا تعلق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جمال کے ساتھ رب العالمین کے محبوب ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف اگرچہ اس صباحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے حضرت یعقوب کے محبوب ہوئے ہیں علیٰ نبیّنا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ خاتم المرسلین ہیں اس ملاحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے ہیں، خالق زمین و آسمان کے محبوب ہیں علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اور (اللہ نے) زمین و زمان کو ان کے طفیل پیدا کیا ہے ــــــ اگرچہ اس دنیا میں دو تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے مسلّم ہے اور باقی تیسرا حصہ تمام میں تقسیم ہوا ہے لیکن عالم آخرت میں حسن صرف حسنِ محمدی ہے اور جمال صرف جمال محمدی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کہ وہ خدا تعالیٰ کے محبوب ہیں ــــ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ۔ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ مسلم ترمذی بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
(دفتر سوم، مکتوب ۱۰۱)

[2] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں"۔
(دفتر اول، مکتوب ۹)

ے
كَرِيْمٌ اِنْ تَجَمَّعَتِ الْمَعَالِيْ
تَرَاهَا فِيْ جَنْبِهٖ مِثْلَ الْهَبَاءِ

ترجمہ:۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس وہ ذاتِ کریم ہے جب سارے اوصاف کمال اور محامدِ حسنہ جمع کر دیے جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کی حقیقت گرد و غبار کی مانند ہے۔

ے
وَحَاشَا اَنْ تَقُوْلَ لَهُ الْمَعَالِيْ
بِهٖ كُلُّ الْمَعَالِيْ وَالْعُلَاءِ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تجھے یہ کہنے سے محفوظ رکھے کہ تو یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ عالی قدریں ہیں کیونکہ ایسا کہنا آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی میں کوتاہی کرنے کے مترادف ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جتنی بلند قدریں ہیں مفصل ہوں یا مجمل سب کو یہ عزتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے نصیب ہوئی ہیں۔ قصیدہ اطیب النغم مترجم صفحہ ۳۰-۳۱، صفحہ ۲۰۰-۲۰۱

غرض کمال کا کوئی مرتبہ اور مقام ایسا نہیں جس کے امام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوں۔ خیر کثیر صفحہ ۱۷۲

نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا لقب شاعرِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اعلیٰ درجہ کے شاعروں میں سے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح (نعت) اور کفار کی ہجو (مذمت) میں ان کے بہت اشعار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ان کا شعر کافروں پر تیر سے بھی زیادہ کارگر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد شریف میں ان کے لئے منبر رکھوا دیتے تھے، یہ اس پر کھڑے ہو کر نعت کے اشعار پڑھتے تھے (یعنی نعت سناتے تھے)۔ ازالۃ الخفاء۔ اوّل صفحہ ۲۹۰

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جو آپ پر درود پڑھے اور مدح کرے (نعت کہے) تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ فیوض الحرمین۔ مترجم صفحہ ۹۷

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح (نعت) اور آنحضور کے کمالات کا تذکرہ اور آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دلائل کا بیان بلاشبہ بڑی برکات کا باعث ہے اور درجات کی

بلندی کا سبب ہے۔[1]

قصیدہ اطیب النغم۔ مترجم صـ ۲۳

زمانہ کے حوادثات سے نجات کے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ حضور نبی مکرّم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح پر فتوح سے مدد طلب کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب اور کمال کا ذکر کر کے ان سے نجات حاصل کی جائے۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم صـ ۲۶

سَاَذکُرُ حُبِّیْ لِلْحَبِیْبِ مُحَمَّدٍ
اِذَا وَصَفَ الْعُشَّاقُ حُبَّ الْحَبَائِبِ

ترجمہ:۔ جب دنیا کے دوسرے عشاق اپنے محبوبوں کی محبّت بیان کریں گے تو میں فقط اپنے اس عشق کا ذکر کروں گا جو مجھے اپنے حبیبِ کریم سے ہے جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم صـ ۱۵۰

وَاِنْ تَمْدَحْ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَوْماً
فَحَاذِرْ عَنْ تُقَصِّرَ فِی الثَّنَاءِ

ترجمہ:۔ اور اگر تجھے کسی دن اللہ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح (نعت) کی توفیق نصیب ہو تو خبردار! اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا گستری میں کوتاہی نہ کرنا۔

قصیدہ اطیب النغم صـ ۱۹۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کی مذمّت بھی گویا نعت ہے

ایسا کیوں نہیں کہتے کہ اس سورت (تبّت) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم منقبت

---

[1] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے دفتر اوّل مکتوب ۱۴۴ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوب مدح سرائی فرمائی ہے ایک مقام پر کمال ادب و احترام کا اظہار کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

میں اپنے کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا نہیں کرتا بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے آراستہ کرتا ہوں۔

پھر لکھتے ہیں:

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دونوں جہان کی آبرو ہیں جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔

(نعت) اور بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ایک دشمن پر آپ سے بے ادبی کی بنا پر لعنت کی ہے۔ انفاس العارفین صـ ۲۹۱

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

درود و سلام ہوں اس کے رسول پر جو ان تمام لوگوں سے افضل ہیں جنہیں جوامع الکلم عطا کیے گئے۔ سطعات۔ اردو صـ ۵۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام انبیائے کرام (علیہم السلام) پر فوقیت حاصل ہے۔[1] فیوض الحرمین مترجم صـ ۱۱۴

ﮯ وَاِنَّكَ اَعْلَى الْمُرْسَلِيْنَ مَكَانَةً
وَاَنْتَ لَهُمْ شَمْسٌ وَهُمْ كَالنَّوَائِبِ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا مرتبہ تمام رسولوں سے اعلیٰ و ارفع ہے اور آپ کی ذات ان کیلئے آفتاب ہے اور وہ (چمکدار) ستاروں کی مانند ہیں۔ قصیدہ اطیب النغم صـ ۱۵۸

ﮯ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا خَيْرَ الْبَرَايَا
نَوَالُكَ اَبْتَغِيْ يَوْمَ الْقَضَاءِ

ترجمہ:۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اے اللہ کی ساری مخلوق سے بہتر، ہم قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا کے خواستگار ہیں۔ قصیدہ اطیب النغم (ہمزیہ قصیدہ) صـ ۲۲۰

بے مثل و بے مثال نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم کو) صوم وصال سے منع فرمایا ــــــ عرض کیا گیا، آپ وصال کرتے ہیں (یعنی دن رات روزے رکھتے ہیں)

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس دنیا میں لوگ کیا پا سکتے ہیں ــــ قیامت کے روز آپ کی بزرگی معلوم ہوگی جب آپ پیغمبروں کے امام بنیں گے اور ان کے صاحب شفاعت ہوں گے۔ آدم اور آدم کی ساری اولاد سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے علیہ وعلیہم السلام۔ (مکتوبات دفتر سوم۔ مکتوب ۴)

خود جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحوالہ مسلم۔ ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ، اور تم میں سے کون میری طرح ہے ؟ (اَیُّکُمْ مِثْلِی) اللہ تعالیٰ مجھے رات کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ ؎۱

حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۵۸۷ ، دوم

؎

بَدِیْعُ کَمَالٍ فِی الْمَعَانِیْ فَلَا امْرِیٔ
یَکُوْنُ لَہٗ مِثْلًا وَّلَا بِمُقَارِبٍ

ترجمہ :۔ تمام اوصاف و معانی میں آپ کا کمال بے نظیر و بے مثال ہے ۔ آپ کا ان کمالات میں ہمسر ہونا تو کجا کوئی قریب پہنچنے کا بھی دعویٰ نہیں کرسکتا ۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر کمال میں اور ہر خوبی میں وہ مرتبۂ بلند ارزانی فرمایا کہ دنیا کا کوئی شخص ، کوئی نبی ، رسول یا فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی برابری تو کجا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک پہنچنے کا بھی دعویٰ نہیں کرسکتا ۔

قصیدہ اطیب النغم صفحہ ۶۴

حیات النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عقیدہ صحیح ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قولِ مبارک (حدیث پاک) سے اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت نہیں آیا کرتی ۔ وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں اور وہ زندہ ہوتے ہیں ؎۲

فیوض الحرمین مترجم صفحہ ۸۴

؎۱ یہ حدیث پاک بخاری شریف میں بھی موجود ہے ۔ (دیکھیے بخاری مترجم جلد اول صفحہ ۷۰۰ کتاب حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی مکتوب ۳۱۳ دفتر اول میں نقل فرمایا ۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں :

؎ وَاللّٰہِ یَا یٰسِیْنُ مِثْلُکَ لَمْ یَکُنْ فِی الْعَالَمِیْنَ وَحَقِّ مَنْ اَنْبَاکَا

اے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کی قسم ، تمام مخلوقات میں آپ جیسا نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا ۔ قسم ہے اس کے حق کی جس نے آپ کو قرآن دیا ۔

(رحمت الرحمان ۔ شرح قصیدۃ النعمان ص ۲۹)

؎۲ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں " اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقُبُوْرِ " ۔ انبیاء کرام قبور میں نماز ادا کرتے ہیں (پھر فرماتے ہیں) یہ حدیث آپ نے سُنی ہوگی ، اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے نزدیک سے گزرے تو دیکھا کہ آپ قبر میں نماز ادا فرمارہے ہیں ۔ (دفتر دوم مکتوب ۱۶)

غزالی دوراں اپنی کتاب حیات النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نقل فرماتے ہیں : ابو یعلیٰ نے اپنی مسند اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں یہ حدیث روایت کی کہ " الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون " اور مولانا جلال الدین المجدی انوار الحدیث صفحہ ۳۱۳ میں نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد اول صفحہ ۱۹۶ سے نقل کرتے ہیں کہ الانبیاء علیہم السلام اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ حَیَاۃً حَقِیْقَۃً " یعنی انبیائے کرام علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ بھی صحیح ہے

جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تسلیم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک ومقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہراً وعیاناً دیکھا۔ نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب' تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیرہ ذالک یہ سب (صحیح اور) اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔ فیوض الحرمین۔ مترجم صد ۸۱-۸۲

حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ تمام فضائے اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح سے لبریز ہے اور روح اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ دیکھنے والے کو موجیں ملاحظہ اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی ہیں اور میں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آپ کی اصلی صورت کریمہ میں بار بار دیکھا..... باوجودیکہ میری تمنا اور آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ جسمانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ تو میری یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ کا خاصا ہے روح کو صورت جسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کرنا۔ فیوض الحرمین مترجم صد ۸۳-۸۴

یہی حال ہے کہ برابر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق کی جانب متوجہ ہیں اور ان کی طرف رخِ انور کئے ہوئے ہیں۔ فیوض الحرمین صد ۸۸

اور جب بھی میں روضۂ اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب متوجہ ہوا تو آپ کو حاضر (حاضراً ظاہراً) دیکھا۔ فیوض الحرمین صد ۱۱۴

آپ کو مددگار سمجھنا اسلامی عقیدہ ہے اسے شرک کہنا جہالت!

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں ——— ایک مرتبہ سفر میں

(گزشتہ صفحہ کے حاشیہ کا بقیہ حصہ) قبروں میں زندہ ہیں" ——— اور حافظ ابن قیمؒ یوں اعتراف کہتے ہیں:

ع وَكَانَهٗ فِي الْقَبْرِ حَيٌّ نَاطِقٌ "آپ قبر انور میں زندہ اور ناطق ہیں" القصیدۃ النونیہ صد ۱۸۱ بحوالہ ذخائر محمدیہ صد ۸۸)

ایسا اتفاق ہوا کہ کشتی پر سوار تھے۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ اس کے ایک تختہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تختہ نہ ڈوبا اور کنارے آ لگا۔ یہ اترے تو دیکھا کہ (سامنے) ایک شیر کھڑا ہے۔ ایک مصیبت سے بچے تو دوسری سامنے ہے۔ پس انہوں نے اس وقت (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد کیا اور) کہا، اے شیر! میں سفینہ ہوں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام[1]۔ یہ سنتے ہی شیر دم ہلانے لگا اور ان کو راستہ پر پہنچا گیا۔

ازالۃ الخفاء اول صـ ۲۸۴

قصیدہ کی تمہید میں زمانہ کے حوادثات کا تذکرہ ہے کہ ان حوادثات سے نجات کیلئے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح پرفتوح سے مدد طلب (استمداد) کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مناقب اور کمالات کا ذکر کر کے ان سے نجات حاصل کی جائے۔

قصیدہ اطیب النغم صـ ۲۶

۵ تَطَلَّبْتُ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ[2] اَوْ مُسَاعِدٍ
اَلُوْذُ بِهٖ مِنْ خَوْفِ سُوْءِ الْعَوَاقِبِ

ترجمہ: میں بڑی کوشش سے بار بار ایسے مددگار یا معاون کی جستجو کرتا ہوں جس کے دامنِ رحمت میں مجھے برے نتائج کے خوف سے پناہ مل سکے اور امن وامان نصیب ہو سکے۔

۵ فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا
رَسُوْلَ اِلٰهِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ

ترجمہ: پس ایسا معاون و مددگار جو مصیبت میں دستگیری کرے مجھے کوئی نظر نہیں آتا بجز اپنے محبوب دلنواز کے جس کا اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو ساری مخلوق کے پروردگار کے رسول ہیں اور جن کے محامد و محاسن بے شمار ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ باب الکرامات میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام ہوں"۔

[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ مبارک اسمِ صفاتی یعنی ناصِرٌ، دلائل الخیرات شریف میں بھی موجود ہے، اس کے معنی ہیں مددگار، مدد دینے والا۔

(دلائل الخیرات صـ ۶۷ تاج کمپنی)

ـہ وَمُعْتَصَمَ الْمَكْرُوْبِ فِيْ كُلِّ غَمْرَةٍ
وَمُنْتَجَعَ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبٍ

ترجمہ: مجھے تو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا جس کے دامنِ رحمت کو کوئی غمزدہ ہر مصیبت کے وقت پکڑ کر پناہ لے سکے، اور ہر تائب حصولِ مغفرت کیلئے جس کی بارگاہ اقدس کا قصد کر سکے۔ قصیدہ اطیب النغم صہ ۳۰ تا صہ ۳۲

ـہ وَاَنْتَ مُجِيْرِيْ مِنْ هُجُوْمِ مُلِمَّةٍ
اِذَا اَنْشَبَتْ فِي الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبِ

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں جب مصیبت ہجوم کر کے آجائے اور اپنے اذیت ناک تیز پنجے میرے دل میں گاڑ دے۔ قصیدہ صہ ۱۶۲

ـہ اِلَيْكَ تَوَجُّهِيْ وَبِكَ اسْتِنَادِيْ
وَفِيْكَ مَطَامِعِيْ وَبِكَ ارْتِجَائِيْ

ترجمہ: ان مصیبت کے لمحوں میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اپنا رخ حضور کی ذات کی طرف کرتا ہوں اور حضور کی ذات کے دامن ہی میں پناہ لیتا ہوں اور میری ساری امیدیں حضور کی ذات سے ہی وابستہ ہیں۔

قصیدہ صہ ۲۲۱-۲۲۲

سوال اور استمداد جائز فریادرسی ہوتی ہے

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صاحبین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بھی ان علوم سے کچھ عنایت ہو جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ ہم آپ کی عطاؤں کے شوق اور رغبت میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں ــــــ آپ نے مدد فرمائی اور مجھے بتلا دیا کہ کس طرح اپنی حاجتوں میں آپ سے مدد کی درخواست کروں (كَيْفَ اَسْتَمِدُّ بِهٖ فِيْ حَوَائِجِيْ)

فیوض الحرمین صہ ۸۵-۸۶

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو نہایت قریب ہو جاتے ہیں کہ انسان اپنی کوشش وہمت سے عرض کرے اور آپ اس کی مصیبت میں فریادرسی کریں

فیوض الحرمین صـ ۸۹

لفظ "یا" سے پکارنا اور "یارسول اللہ" کہنا جائز ہے

ے وَصَلَّی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ
وَیَا خَیْرَ مَامُوْلٍ وَّیَا خَیْرَ وَاھِبٍ

لے دلائل الخیرات شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں "غوث" اور "غیاث" بھی مذکور ہیں۔ غوث کا معنی "فریادرس" اور غیاث کا "سراسر فریادرس" کیا گیا ہے۔ (دلائل الخیرات شریف صـ ۷ مطبوعہ تاج کمپنی)

مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں

ے یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ
اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ

ے یَا رَسُوْلَ الْاِلٰہِ بَابُکَ لِیْ
مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِیْ

ے دستگیری کیجئے میرے نبی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
بَیں ہوں بس اور آپکا دربار رسول
ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

(نشر الطیب صـ ۱۹۴ تاج کمپنی)

اب اگر ہدایۃ المستفید اوّل صـ ۵۴۷ میں "نجدی" یہ کہیں کہ "اے حضرت میری مدد کیجئے یا میری فریادرسی کیجئے یا مجھے رزق دیجئے یا میں تیری پناہ میں آتا ہوں، اور اس قسم کے دوسرے اقوال، پس یہ سب شرک اور ضلالت ہیں" تو یہ لوگ شاہ صاحب کو اپنا بزرگ کہنے میں کیونکر سچے ہو سکتے ہیں؟ یا تو ان لوگوں کو اپنے غیر اسلامی نظریات سے توبہ کر کے شاہ صاحب والے اسلامی عقائد اختیار کرنے کا اعلان کر دینا چاہیئے یا شاہ صاحب موصوف کے نام سے دھوکا دینا چھوڑ دینا چاہیئے۔

۲ے امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کرتے ہیں:۔

ے صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا عَلَمَ الْھُدٰی
مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰی مَثْوَاکَا
یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا
اَرْجُوْا رِضَاکَ وَاَحْتَمِیْ بِحِمَاکَا
یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی
جُدْ لِیْ بِجُوْدِکَ وَاَرْضِنِیْ بِرِضَاکَا

(ترجمہ) اے ہدایت کے نشان! اللہ تعالیٰ قیامت تک آپ پر بقدرِ شوقِ دلِ مشتاقانِ زیارت بابرکت درود نازل فرمائے۔
اے سیدوں کے سید پیشواؤں کے پیشوا! میں دلی قصد سے آپ ہی کے حضور آیا ہوں۔ آپ کی مہربانی اور خوشنودی کی امید رکھتا ہوں اپنے آپ کو سب برائیوں سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔
اے موجودات سے اکرم! اے خزانۂ نعمائے الٰہی! جو کچھ آپکو اللہ نے بخشا ہے مجھے بھی بخشئے اور جیسا اللہ تعالیٰ نے آپکو راضی کیا ہے مجھے بھی راضی کیجئے۔ (رحمت الرحمٰن اردو شرح قصیدۃ النعمان رضی اللہ عنہ صـ ۲۶، ۱۰۸)

ترجمہ:۔ اے اللہ کی ساری کائنات سے بزرگ ترین رسول۔ اور اے تمام ان لوگوں سے بہتر جن سے خیر کی امید وابستہ کی جا سکتی ہے اور اے ان تمام جود و عطا کرنے والوں سے زیادہ سخی آپ پر اللہ تعالیٰ کے درود ہوں۔

وَیَاخَیْرَ مَنْ یُّرْتَجٰی بِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ
وَمَنْ جُوْدُہٗ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ

ترجمہ:۔ اے ان تمام لوگوں سے افضل حق سے مصائب دور کرنے کی امید کی جا سکتی ہے اور اے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جس کی سخاوت بادلوں کی موسلا دھار بارش سے بھی فوقیت رکھتی ہے۔

قصیدہ اطیب النغم ص ۱۵۶۔۱۵۷

حضرت شیخ احمد قشاشی کہتے ہیں کہ اپنی کسی ضرورت میں انھوں نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیک انت اقرب الی متی ام ھذا فی من قربک منی وان بعدت الا ماشفعت فی وفی قضاحاجتی کلھا الدنیویۃ والاخرویۃ لی ومن احب امین۔

لے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "عشاء کی نماز کے بعد پوری پاکی سے نئے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر ادب سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور خدا کی درگاہ میں جمال مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت حاصل ہونے کی دعا کرے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی داہنے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور متواتر جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھ کر دائیں ہتھیلی پر دم کرے اور سر کے نیچے رکھ کر سوئے یہ عمل جمعہ یا دوشنبہ کی رات کو کرے اگر چند بار کرے گا انشاء اللہ مقصد حاصل ہو گا۔ (کلیات امدادیہ ص ۶۱ ضیاء القلوب)

اور حصن حصین میں دعائے حاجت میں "یا محمدؐ" سے خطاب کا حکم موجود ہے۔
(حصن حصین مترجم ص ۱۹۳)

اس کے چھ ماہ بعد سید محمد بن علوی نے آپ کو لکھا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے انہوں نے فرمایا احمد قشاشی سے میرا سلام کہو اور اسے میری شفاعت کی خوشخبری دو اور اس سے اگلے روز دوبارہ سید محمد بن علوی نے کہا میں نے دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا احمد قشاشی سے میرا سلام کہہ دو اور اسے یہ خوش خبری سناؤ کہ وہ جنت الفردوس میں میرا جلیس ہو گا۔

(انفاس العارفین ص۲۷۷)

ممکن نہیں کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر نہ ہو

حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ مجھے ایک شخص کے نسب میں شک تھا جو خود کو سید بتلاتا تھا پس میں نے (خواب) میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور وہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چارپائی کے نیچے لیٹا ہوا ہے پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر اس کا نسب صحیح نہ ہوتا تو یہاں نہ ہوتا۔

در الثمین حدیث ۲۶ - انفاس العارفین ص۷۶

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک دفعہ بخار ہوا۔ بیماری نے طول پکڑا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خواب میں) تشریف لا کر عیادت فرمائی۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ ایک عرصہ سے مجھے موئے مبارک کی آرزو ہے۔ کس قدر عظیم کرم ہو اگر اس قسم کی کوئی چیز عنایت فرمائیں اور آپ اس خیال سے واقف ہو گئے۔

ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دو موئے مبارک میرے ہاتھ میں پکڑا دیے۔ میرے دل میں خیال گزرا یہ دونوں بال بیداری میں میرے پاس رہیں گے۔ آپ اس خیال سے بھی واقف ہو گئے فرمایا یہ دونوں بال اس عالم میں بھی باقی رہیں گے۔

(انفاس العارفین ص۷۷)

علم غیب شریف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئندہ زمانہ کے حوادث بھی منکشف ہو چکے تھے۔ الخ

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص۹۱۹

ایک آدمی اسلام کا دعویٰ کرتا تھا اور شدید جنگ کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ دوزخیوں

میں سے ہے۔ بعض لوگوں کو شبہ ہونے لگا۔ پھر ظاہر ہوگیا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔
حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صـ۱۰۰۳

(جنگ بدر شروع ہونے سے پہلے) آپ نے فرمایا کہ "فلاں کی لاش یہاں ہوگی اور فلاں کی لاش یہاں ہوگی" وہاں وہاں آپ ہاتھ رکھتے جاتے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں جہاں ہاتھ رکھا تھا وہاں سے کوئی بھی نہ ہٹا (یعنی وہیں مرا پڑا پایا گیا)۔
حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صـ۹۹۸

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اس وقت ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دیا اور اپنے برابر اسے بٹھا لیا جب وہ شخص چلا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کا درجہ روزانہ کل اہل زمین کے برابر بلند کیا جاتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ روزانہ جب صبح اٹھتا ہے تو دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے جو تمام مخلوق کے درود بھیجنے کے برابر ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس طرح درود بھیجتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس طرح:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ مِنْ خَلْقِکَ وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ کَمَا یَنْبَغِیْ لَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ۔
ازالۃ الخفاء اول صـ۴۵۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترجمانِ غیب[۱] (غیب کی خبریں دینے والے) تھے۔ لہٰذا آپ نے

۱؎ قرآن پاک میں فرمایا "وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران ۱۷۹)"۔ "اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے۔ (کنز الایمان)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرداً فرداً صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے فضائل بیان فرمائے اور ہر ایک کا عنداللہ و عندالناس جو کچھ مرتبہ و فضیلت تھی اس کا اظہار کیا۔"

ازالۃ الخفاء۔ اوّل صہ ۱۳۴

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملک شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک خواب دیکھا تو اس کو بحیرہ راہب سے بیان کیا ——— اس نے تعبیر بیان کی حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ——— اور دعویٰ پر دلیل طلب کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا وہی خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا ——— اور (علمِ غیب کی اس دلیل پر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول فرمایا۔ (مختصراً)۔

ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۱۳۸

ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر بیعت کی۔ لوگوں نے کہا ابو عبداللہ (عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کو خانہ کعبہ کا طواف امن کے ساتھ مبارک ہو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اگر زمانہ دراز تک وہ وہاں رہیں لیکن جب تک میں نہ طواف کر لوں وہ طواف نہ کریں گے۔

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۴۳۶

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ حضرت صدر الافاضل فرماتے ہیں "تو ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ اس آیت سے اور اس کے سوا بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کے علوم آپ کا معجزہ ہیں۔ (خزائن العرفان)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا پس آپ نیچے تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی اور پھر آپ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھی آپ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں (فجر سے غروب شمس تک) ما کان وما یکون کی خبر دی۔ پس ہم نے خوب جان لیا اور اچھی طرح یاد کر لیا۔ (مسلم کتاب الفتن۔ بخاری جلد ۱۔ مشکوٰۃ صہ

جب فتح مکہ کا قصد معین ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس خط کے لینے کے لئے روانہ کیا تھا جو حاطب بن ابی بلتعہ[1] نے کفارِ مکہ کو لکھا تھا۔

بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور زبیر و مقداد کو بھیجا کہ روضہ خاخ (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام ہے) میں ایک عورت جا رہی ہے اس کے پاس خط ہے لے آؤ۔

ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس مقام پر پہنچے وہ عورت ملی۔ ہم نے اس سے کہا خط نکال کر دے دو۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط دے دے ورنہ ہم کپڑے اُتار کر تلاشی لیں گے۔ تو اس نے اپنی چوٹی سے خط نکال کر دے دیا۔

ہم اس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے۔ (ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۴۹۸-۴۹۹)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلح کی خبر دی۔

بخاری نے حسن سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ بیان فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید خدائے عزوجل اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے۔ (ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۵۴۴)

فضالہ بن ابی فضالہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں اپنے والد کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے گیا وہ بیمار تھے۔ میرے والد نے ان سے کہا تم کیوں اس جگہ رہتے ہو اگر مر جاؤ تو یہاں سوا اعراب جہنیہ کے اور کوئی تو گور و کفن کرنے والا بھی نہیں۔ آپ مدینہ چلیں اگر وہاں انتقال ہوا تو تمہارے اصحاب تمہارا گور و کفن کریں گے اور تمہاری نماز پڑھیں گے۔ ابو فضالہ

---

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا مجھے اجازت دیجئے میں اس کی (حاطب بن ابی بلتعہ کی) گردن مار دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم ایسا کرو گے حالانکہ تمہیں کیا معلوم شاید خدا نے اہلِ بدر کے مستقبل پر مطلع ہو کر فرمایا "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ" (یعنی تم جو چاہو کرو)

رضی اللہ عنہ' اہل بدر میں سے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس درد سے نہ مروں گا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں اس وقت تک نہ مروں گا کہ میرے تلوار کا زخم لگایا جائے اور میری ڈاڑھی میرے سر کے خون سے تر ہو۔ ابو فضالہ رضی اللہ عنہ' آپ ہی کی طرف سے صفین میں شہید ہوئے۔

ازالۃ الخفاء دوم صد ۵۳۴، صد ۵۳۸

مشرق و مغرب کا علم

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے میرے لئے ساری زمین لپیٹ دی یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ (ازالۃ الخفاء اول صد ۲۲۴)

وَاَخْبَرَ عَنْهُ اَنْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهٗ

اِلٰى مَا اُرِيَ مِنْ مَشَارِقٍ وَمَغَارِبِ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے خبردار کیا کہ آپ کی حکومت مشرق و مغرب کے ان علاقوں تک پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کو دکھا دیے ہیں

قصیدہ اطیب النغم صد ۱۱۴

مسلمان علم غیب پر ایمان لا کر خوش ہوتے ہیں اور منافقین طنز اور انکار کرتے ہیں

ابن عبداللہ بن عمرو بن مزنی اپنی والدہ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندقیں کھودنے کی حدیں مقرر کر دیں اور ہم خندقیں کھودنے میں مصروف ہو گئے تو ایک گول اور سفید چٹان نکلی جس نے ہمارے ہتھوڑوں کو توڑ دیا مگر وہ نہ ٹوٹی۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہتھوڑا اٹھا کر مارا تو وہ شق ہو گئی اور اس کے اندر سے ایک شعلہ نکلا جو اس قدر روشن تھا کہ اگر شب ہوتی تو سارا ریگستان چمک اٹھتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے ساتھ تمام

مسلمانوں نے اسے دیکھ کر تکبیر کہی۔ پھر آپ نے ایک اور ہتھوڑا مارا اور وہ شق ہوئی تو اس میں سے اسی طرح چمکتا ہوا ایک اور شعلہ نکلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلے شعلہ میں مجھے حیرہ کے سفید محل اور مدائن کسریٰ دکھائے گئے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ میری امت انہیں فتح کرے گی۔ اور دوسری دفعہ روم کے سرخ محل دکھائے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت انہیں بھی فتح کرے گی۔ سو تم خوش ہو جاؤ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ چنانچہ مسلمان خوش ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا بیان کی کہ اس نے ہم سے نصرت کا وعدہ کیا۔ بے شک اس کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جب عرب قبائل نظر آئے تو ان کو دیکھنے سے مسلمانوں کا ایمان و یقین زیادہ ہوا اور کہنے لگے یہ وہ لشکر ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے۔ بیشک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ سچا ہے۔

مگر جو لوگ منافق تھے وہ کہنے لگے کہ دیکھو کیا تعجّب کی بات ہے کہ تمہارا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں جھوٹے وعدے دیتا ہے۔ بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ یثرب (مدینہ طیّبہ) سے قصور حیرہ اور مدائن کسریٰ نظر آنے لگیں اور اس پر طرّہ یہ کہ کھود تو خندقیں رہے ہیں اور ظاہر ہونے کی ہمّت نہیں رکھتے مگر قصور اور مدائن ضرور فتح کریں گے۔

جب منافقین نے یہ کہنا شروع کیا تو ان کے حق میں یہ وعید نازل ہوئی "وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا غُرُوْرًا۔" ازالۃ الخفا اول ص ۴۵۶-۴۵۷

رب نے مختار بنایا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے اس لئے حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہر سال۔ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار سوال دہرایا۔ آپ نے فرمایا اگر میں کہہ دوں "ہاں" تو لازم ہو جائے گا اور تم سے یہ نہ ہو سکتا۔ حجۃ اللہ البالغہ مترجم ص ۵۹۸

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دن خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ ایک نیک مرد کو اسکے پروردگار نے اختیار دیا ہے کہ وہ جب تک چاہے دُنیا میں رہے اور جو کچھ دنیا کی نعمتوں سے چاہے کھائے ، یا اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کرے تو اس نیک مرد نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے ——— (سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ارشادِ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا تھا) [1]

ازالۃ الخفاء۔ اول صہ ۱۹۶ - طہ ۲۲۱

ایک بار جمعہ کے دن آپ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھا اور کہا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مال ہلاک ہوگیا اور گھر والے بھوکے ہوئے۔ بارش کی دعا کیجئے۔ آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ آپ نے ابھی دُعا سے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ آسمان پہاڑوں کی طرح بادلوں سے اَٹ گیا اور اِس قدر بارش ہوئی کہ لوگوں کو نقصان کا اندیشہ ہوا تو آپ نے دُعا کی۔ ہمارے اردگرد برسے اور ہم پر نہ برسے۔ جس طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہاتھ سے اشارہ کرتے بادل پھٹ جاتا [2]

حجۃ اللہ البالغہ۔ اول صہ ۲۲۶ ، دوم صہ ۱۰۱

ناممکن کو ممکن بنا دینے کا اختیار رکھتے ہیں

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سیّد الرسل صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی توجہ گرامی کی برکت سے میں مقاماتِ اولیاءؑ کو عبور کررہا تھا اور انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا یہاں تک کہ میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ولی اس جگہ سے نہیں گزر سکتا۔

میں نے عرض کیا فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر وہ ناممکن بات جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب اور کتاب الانبیاء میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

[2] صحیح بخاری ابواب الاستسقاءؑ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ حدیثِ پاک موجود ہے۔

متوجہ ہوں ممکن ہو جاتی ہے۔[1] انفاس العارفین ص ۳۷

جہاں چاہتے ہیں تشریف لاتے ہیں کرم فرماتے ہیں

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے بخار ہو گیا۔ بیماری نے طول پکڑا اور زندگی سے ناامید ہو گیا۔ مجھے اونگھ آگئی۔ اس غنودگی میں حضرت شیخ عبدالعزیز ظاہر ہوئے فرماتے تھے "بیٹا! حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری عیادت کے لئے تشریف لا رہے ہیں اور ممکن ہے آپ اس طرف سے آئیں اور تمہارے پاؤں اس طرف ہیں۔ تیری چارپائی کو اس طرح رکھنا چاہیئے کہ تیرے پاؤں اس طرف نہ ہوں"۔

مجھے (نیند سے) افاقہ ہوا۔ بات کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں تھی۔ میں نے حاضرین کو اشارہ کیا انہوں نے میری چارپائی اس طرف پھیر دی۔ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا!

كَيْفَ حَالُكَ يَا بُنَيَّ ۔ بیٹا! تیرا کیا حال ہے۔

ان الفاظ کی حلاوت مجھ پر غالب آگئی۔ عجیب وجد اور آہ و بکا کا مجھ سے ظہور ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس طرح گود میں لے لیا کہ آپ کی ریش مبارک میرے سر پر تھی۔ آپ کی قمیص (میرے) آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آہستہ آہستہ اس وجد کو سکون آگیا۔

پھر میرے دل میں خیال گزرا کہ ایک عرصہ سے مجھے موئے مبارک کی آرزو ہے کس قدر کرم ہو اگر اسی قسم کی کوئی چیز عنایت فرمائیں۔ آپ اس خیال سے واقف ہو گئے۔ ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دو موئے مبارک میرے ہاتھ میں پکڑا دیئے۔ میرے دل میں گذرا یہ دونوں بال مبارک بیداری میں میرے پاس رہیں گے۔ آپ اس خیال سے بھی واقف ہو گئے۔ فرمایا

---

[1] شاہ صاحب کا عقیدہ کتنا واضح ہے۔ آپ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف و اختیار کو کس وضاحت سے پیش کر رہے ہیں۔ گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متصرف و مختار ماننا اسلامی عقیدہ ہے۔ اسے شرک بتانا جہالت ہے یا تعصب۔

یہ دونوں بال اس عالم میں بھی باقی رہیں گے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے صحت کلی اور طویل زندگی کی بشارت دی۔

پھر مجھے افاقہ ہو گیا۔ میں نے چراغ طلب کیا تو وہ دونوں بال مبارک میرے ہاتھ میں نہیں تھے۔ میں غمگین ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں توجہ کی۔ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متمثل ہوئے فرمایا بیٹے! تجھے آگاہ ہونا چاہیئے کہ میں نے وہ دونوں بال احتیاط کے طور پر تمہارے تکیہ کے نیچے محفوظ کر دیئے ہیں وہاں سے تو انہیں حاصل کرلے گا۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے انہیں وہاں سے لے کر عزت و احترام سے ایک جگہ حفاظت سے رکھ لیا۔ اس کے بعد بخار بالکل جاتا رہا اور مجھ پر کمزوری طاری ہو گئی۔ اقربا نے سمجھا یہ موت کی بروقت ہے وہ روتے تھے اور مجھ میں بات کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ میں سر سے اشارہ کرتا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میری اصلی طاقت لوٹ آئی اور مجھے صحت کلی حاصل ہو گئی۔

انفاس العارفین ص ۷۵-۷۶

جناب سید عبد اللہ نے کہا میں نے قاری زاہد سے قرآن حفظ کیا جو بیابان جنگل میں رہتے تھے۔ (ایک مرتبہ) ہم دونوں قرآن شریف کا دور کر رہے تھے اچانک عرب سے ایک قوم آئی جن کے آگے ان کا سردار تھا۔ قاری صاحب کی قرأت سنی تو ان کے سردار نے فرمایا۔ بارک اللہ تو نے قرآن خوانی کا حق ادا کر دیا (بارک اللہ ادیت حق القرآن) پھر وہ تشریف لے گئے۔ (اگلے روز) دوسرا شخص اسی صورت میں آیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل شب لوگوں کو فرمایا، فلاں جنگل میں قاری کی قرأت سننے کو جاؤ۔ تو پھر ہم نے جانا کہ جو سردار قوم کے آگے آگے تشریف لائے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور کہا بے شک میں نے آپ کو ان دونوں

---

۵۱ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

وَکَذَا خُبَیْبًا وَابْنَ عَفْرَا بَعْدَمَا
جُرِحَا شَفَیْتَہُمَا بِلَمْسِ یَدَاکَا

ترجمہ:۔ اور خبیب اور ابن عفرا جب دونوں زخمی ہوئے تو آپ کے دست مبارک پھیرنے سے شفا ہو گئی۔

(رحمت الرحمٰن شرح قصیدۃ النعمان ص ۷۳)

آنکھوں سے دیکھا۔ واللہ اعلم! (در الثمین حدیث ۲۷، انفاس العارفین صـ ۲۴)

شیخ احمد قشاشی کی عجائب روزگار کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ تمام قرآن مجید آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا۔ (انفاس العارفین صـ ۲۷۷)

تاجدار آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وزراء

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے دو وزیر اہل آسمان سے اور دو وزیر اہل زمین سے ہوتے ہیں چنانچہ میرے دو وزیر اہل آسمان سے جبرائیل و میکائیل علیہما السلام ہیں اور اہل زمین سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں (ترمذی)

ازالۃ الخفا اول ص ۵۱-۱۹۷-۵۸۵

حدیث ثعلبی جو تفسیر میں آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں دعا کی: اللھم اشرح لی صدری ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اھلی (اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے معاملہ کو آسان فرما دے اور میرے خاندان میں سے میرے لئے وزیر بنا) کے بیان میں شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ واجعل لی وزیرا خامسا من اھلی (میرے لئے پانچواں وزیر میرے اہل سے بنا) کیونکہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اور دو فرشتے یعنی جبرائیل و میکائیل علیہما السلام پہلے ہی آپ کے وزراء تھے۔ انفاس العارفین صـ ۱۷۸

۵ وَمَکَارِمُ اَخْلَاقٍ وَاِتْمَامُ نِعْمَۃٍ
نُبُوَّۃُ تَالِیْفٍ وَسُلْطَانُ غَالِبٍ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکارم اخلاق سے متصف فرمایا اور اپنی نعمتوں کو آپ پر مکمل فرما دیا۔ ایسی نبوت عطا فرمائی جس میں الفت بھی ہے اور غالب حکومت بھی۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم صـ ۹۲

(عقیدہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہنشاہ (امیر) ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں آپکے وزیر ہیں۔

العقیدۃ الحسنہ

مالک ہیں خزانہ قدرت کے

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کی گئی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے پاس طلوع آفتاب کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کہ

میں نے فجر سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ مجھے مقالید اور موازین دی گئی ہیں۔ مقالید سے مراد کنجیاں (کہ ان سے تمام دنیا کے خزانے کھول سکوں) اور موازین سے یہی ترازو ہیں جن سے تولا جاتا ہے الخ۔

ازالۃ الخفاء اول صـ۷۶

(ایک روز) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا

اے لوگو! میں قیامت کے دن تم پر گواہ ہوں گا اور قسم خدا کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔

ازالۃ الخفاء اول صـ۲۰

بروایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کے دوران سخت پتھر نکل آیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی۔ آپ نے کدال لی

بسم اللہ کہہ کر پتھر پر کدال کو مارا جس سے ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں عنایت ہوئیں میں شام کے سرخ محل یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہہ کر آپ نے دوسری مرتبہ کدال ماری جس سے دو تہائی پتھر ٹوٹ گیا اور آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں عنائیت ہوئیں خدا کی قسم میں یہاں سے فارس کے سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے تیسری مرتبہ بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو باقی پتھر ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں عنایت ہوئیں۔ خدا کی قسم میں یہاں سے صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

ازالۃ الخفا اول صـ۲۲۱-۲۲۲

حضور علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں

وَاَجْوَدُ خَلْقِ اللّٰہِ صَدْرًا وَّ نَائِلًا ۔ وَاَبْسَطُھُمْ کَفًّا عَلٰی کُلِّ طَالِبٖ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعتبار سینہ و باعتبار عطیات سب سے زیادہ سخی ہیں اور ہر سائل کے لئے آپ کا دستِ کرم سب سے زیادہ کشادہ ہے۔

قصیدہ اطیب النغم صـ ۵۷

ـہ مِنَ الْغَیْبِ کَمْ اَعْطَی الطَّعَامَ لِجَائِعٍ
وَکَمْ مَرَّۃٍ اَسْقَی الشَّرَابَ لِشَارِبٍ

ترجمہ:۔ عالمِ غیب کی مدد سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا بھوکوں کو کھانا کھلایا اور پیاسوں کو پانی پلایا۔

قصیدہ اطیب النغم صـ ۹۷

ـہ فَلَا صَادِے غَلِیْلَ الْقَلْبِ اِلَّا
وَیَصْدُرُ مِنْ نَدَاءٍ بَارِتَوَاءٍ

ترجمہ:۔ کوئی ایسا پیاسا نہیں جو اپنے سینہ میں پیاس کی جلن محسوس کرتا ہے مگر جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا و بخشش کی طرف رجوع کرتا ہے تو سیراب ہو جاتا ہے۔

قصیدہ صـ ۲۰۸

ایک روز حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"تم میں سے جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے رکھے جب تک میرا یہ کلام ختم نہ ہو پھر اسے لپیٹ کر اپنے سینے سے لگائے تو میرے کلام سے کچھ چیز کبھی بھی فراموش نہیں کرے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر پھیلا دی پھر اس کے بعد کبھی کچھ چیز نہ بھولے۔"[1] (حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۴۰۰)

جناب والد ماجد نے بیان فرمایا کہ ماہ رمضان شریف میں کہیں جانے کو سوار ہوا تو گرمی کی تکلیف مجھے بہت ہوئی پس اسی حالت میں مجھے نیند آگئی تو زیارت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوا۔ آپ نے مجھے لذیذ کھانا عطا فرمایا جو چاول، قند اور گھی سے تیار ہوا تھا (زردہ، پلاؤ وغیرہ تھا) وہ کھایا اور سیر ہوا تو ٹھنڈا پانی عنایت کیا۔ اسے پیا، پیاس دور ہوئی پھر جاگا

---

[1] بخاری کتاب الجہاد میں فرمایا "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ" بے شک میں بانٹنے والا، جمع رکھنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

اِس حال میں کہ بھوک نہ تھی اور ہاتھوں سے زعفران کی بُو آرہی تھی (بعض عقیدت مندوں نے احتیاط سے دھوکر رکھ لیا اور برکت اور تبرک کے طور پر اس سے روزہ افطار کیا)۔

در الثمین حدیث ۱۹۔ انفاس العارفین ص ۱۰۱

۵
وَصَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ
وَیَا خَیْرَ مَامُوْلٍ وَّیَا خَیْرَ وَاھِبٖ

ترجمہ: اے اللہ کی ساری کائنات سے بزرگ ترین رسول اور اے تمام ان لوگوں سے بہتر جن سے خیر کی توقع کی امید کی جاسکتی ہے اور اے تمام جود و عطا کرنے والوں سے زیادہ سخی! آپ پر اللہ تعالیٰ کے درود ہوں۔

قصیدہ ص ۱۵۶

دستِ اقدس کی برکات

۶
وَقَدْ فَاحَ طِیْبًا کَفُّ مَنْ مَسَّ کَفَّہٗ
وَمَا حَلَّ رَاْسًا جَسَّ شَیْبُ الذَّوَائِبٖ

ترجمہ: جس خوش نصیب کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک کو چھو گیا اس سے خوشبودار[۲] مہک اٹھتی رہی اور جس کے سر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ شفقت پھیر دیا اس کے

[۱] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اس فقیر کو اس دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آگئی، بعض دوستوں کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پئیں ورنہ ضرر لاحق ہوگا۔ ہر چند اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی۔ اگر تین بار اعضاء دھو لینے کے بعد چوتھی بار بغیر نیت عبادت اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا۔ اس حیلہ سے بے نیت قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کیلئے دیا۔

(دفتر اوّل۔ مکتوب ۲۹)

[۲] حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رنگ روشن اور چمکدار تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پسینہ گویا موتی تھا اور کسی دیبا و ریشم کے کپڑے کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں سے نرم نہیں پایا اور میں نے کوئی ایسا مشک و عنبر نہیں سونگھا جس کی خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک سے بڑھ کر ہو۔

(بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۶۔ بحوالہ انوار الحدیث ص ۵۴۴)

...دن میں بڑھاپا نہ آسکا۔

...ست بوسی کا شرف بخشتے ہیں

قصیدہ اطیب النغم صـ ۱۰۹-۱۱۰

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...کے پاس آتیں تو آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیتے اور اپنی جگہ میں ...ٹھاتے۔ اور جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو ...اتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ میں آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بٹھا دیتیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۹۷۱-۹۷۲)

شیخ احمد نخلی نے بتایا کہ شیخ عیسیٰ بن کنان خلوتی نے مجھے حکم دیا کہ تو مکہ مشرفہ میں ہمارا ...لیفہ ہوتا کہ سادات خلوتیہ نماز تہجد کے بعد تیرے پاس جمع ہو کر درود وظیفہ ہمارا پڑھیں ...میرا دل حضرات نقشبندیہ کی طرف مائل تھا۔ پس شیخ عیسیٰ کی مخالفت میرے اوپر گراں ...زری اور میرا حال بہت پریشان ہوا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور استخارہ ...ں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مجھ پر آسان کر دی۔ پھر میں جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے جب مدینہ مشرفہ کی طرف گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے کی طرف روضۂ منورہ میں ہوں اس میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کو حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بڑھائی ہوئی زیادتی کے درمیان دیکھا۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچنے میں جلدی کی۔ جب میں پہنچا تو پہلے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور پھر باری باری خلفاء کی دست بوسی کی۔ جب دست بوسی سے فارغ ہوا تو

ؒ حضرت زارع جو (وفد) عبد القیس میں شامل تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم جلد جلد اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ بحوالہ انوار الحدیث صـ ۴۰) مزید تفصیل کے لئے متفرقات کا باب ملاحظہ فرمائیں دست بوسی اور قدم بوسی کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ مبارک سے مجھے پکڑا اور روضۂ منورہ کی طرف پھ
سب خلفاء (رضی اللہ عنہم) آپ کے ساتھ تھے۔ الخ۔

در الثمین حدیث ۳۲۔

شانِ اعجاز دیکھئے

جب آپ اُمِّ معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے
آپ کے لئے اس بکری نے دودھ دیا جو کہ دودھ دینے والی بکریوں میں سے نہ تھی۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۹۹۷۔ قصیدہ اطیب النغم صـ ۱۰۳

لوگوں کو پیاس تھی مگر پانی ایک پیالے میں جو تھا اس کے سوا کچھ نہ تھا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اس میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ان کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۱۰۰۲

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (ابو رافع رضی اللہ عنہ) سے تیسری مرتبہ (بکری کا) دست طلب کیا، انہوں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر تم خاموش رہتے اور دست کے بعد دست لا کر دیتے رہتے (اور دست ختم نہ ہوتے)

فیوض الحرمین مترجم صـ ۲۶۱

شقِ صدر ہوا

اور فرشتے ظاہر ہوئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ انہوں نے شق[1] کیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا۔

حجۃ اللہ البالغہ صـ ۹۹۱

شق القمر بھی ہوا

ـہ وَاَعْجَبُ ذٰلِکَ الْبَدْرُ یَنْشَقُّ عِنْدَہٗ وَمَا ھُوَ فِیْ اِعْجَازِہٖ مِنْ عَجَائِبِ

[1] سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
'فَفَرَجَ صَدْرِیْ' پس انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

ترجمہ:- اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عجیب ترین معجزات سے یہ ہے کہ چودھویں کا چاند حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ سے پھٹ گیا (دو ٹکڑے ہو گیا) اور یہ معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے کوئی زیادہ عجیب و غریب نہیں ہے۔[1] قصیدہ اطیب النغم مترجم صفحہ ۱۱۹-۱۲۰

سورج لوٹانے کا واقعہ بھی صحیح ہے

سنہ ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہمارے شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی کے سامنے پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا۔ وہ کہتے تھے مجھے میرے والد ابراہیم بن حسن کردی مدنی نے خبر دی اور (دو طویل سندوں سے) اسماء بنت عمیس سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہو رہی تھی جب وحی ختم ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے علی! کیا تم عصر کی نماز پڑھ چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا کی اللہ تعالٰے نے آفتاب کو واپس کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے نماز پڑھ لی۔ اسماء کہتی ہیں میں نے آفتاب کو غروب ہونے کے بعد پھر دیکھا جس وقت لوٹایا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے "کشف اللبس فی حدیث رد الشمس" کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ رد الشمس ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابو الفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے کہ انہوں نے اس کو کتاب موضوعات میں داخل کر دیا۔ ان کے شاگرد محدث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس کے ایک مقام میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت

---

[1] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیے۔ (فاراھم انشقاق القمر)
(بخاری کتاب الانبیاء۔ اور بخاری کتاب المناقب میں بھی اسی طرح ہے)

ہیں، ان کے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اس کو شفاء میں درج کیا ہے۔ اور حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں اور حافظ علاؤ الدین مغلطائی نے اپنی کتاب الزہر الباسم میں (اسے نقل کیا ہے) ابو الفتح ازدی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابو زرعہ ابن عراقی نے "الدار المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ" میں بیان کیا ہے۔ اور حافظ احمد بن صالح نے کہا ہے یہ تم کو کافی ہے جس کا مقصد علم حاصل کرنا ہے اس کو اسماء کی حدیث سے تخلف کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ہے اور انہوں نے (بھی) ابن جوزی پر انکار کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات کی کتاب میں داخل کر دیا۔

میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں طحاوی نے مشکل الآثار میں اسے دو طرح سے روایت کیا ہے ان میں ایک طریق فضیل بن مرزوق عن ابراہیم بن الحسن عن فاطمہ بنت الحسن رضی اللہ عنہم سے ہے (جس کو دو طویل سندوں میں ہم اوپر ذکر کر چکے)۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ ہم سے علی بن عبد الرحمٰن بن محمد بن مغیرہ نے بیان کیا کہ ان سے احمد بن صالح نے بیان کیا، ان سے ابن ابی فدیک ان سے محمد بن موسیٰ نے عون بن محمد سے انہوں نے اپنی ماں ام جعفر سے انہوں نے اسماء بنت عمیس سے روایت کر کے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز صہبا میں پڑھی پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو کسی کام پر بھیجا جب وہ واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ لیا اور غروب آفتاب تک سر مبارک نہ ہلایا۔ جب آفتاب غروب ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی تیرا بندہ علی تیرے نبی کے کام میں تھا تو اس پر آفتاب کو واپس کر دے۔ اسماء کہتی ہیں پھر آفتاب نکل آیا یہاں تک کہ اس کی دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی پھر آفتاب غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ صہبا میں ہوا تھا۔[1]

---

[1] مزید تفصیل اور ذہنی تسکین کے لئے مفکرِ اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی کی کتاب "سورج الٹے پاؤں پلٹے" ضرور ملاحظہ کریں انشاء اللہ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے اور ایمان کی حلاوت نصیب ہو گی۔ تعصب سے دور رہنا ضروری ہے۔ یاد رہے کہ یہ کتاب "ادارۂ تعلیماتِ مجددیہ" (ریلوے روڈ شکر گڑھ) نے شائع کی ہے۔

طحاوی کہتے ہیں محمد بن موسیٰ وہی ہیں جو قطری کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی روایت پسندیدہ ہے اور عون بن محمد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور ان کی والدہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ ازالۃ الخفاء۔ دوم ص ۵۲۸ تا ۵۳۰

حرا اور اُحد کے پہاڑوں کو ہلنے سے روک دیا

ابو یعلیٰ نے سہیل بن سعد سے روایت نقل کی ہے کہ کوہ اُحد ہلنے لگا اور اس پر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) تھے۔ پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُحد ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ازالۃ الخفاء اوّل صـ ۲۲۲

اسی طرح امام احمد نے ــــ عبداللہ بن بریدہ کے والد سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ حرا پر بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر و عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) تھے۔ ناگاہ پہاڑ نے جنبش کی تو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حرا ٹھہر جا تجھ پر تو نبی یا صدیق یا دو شہید ہیں۔ ازالۃ الخفاء اوّل صـ ۲۰۵

معراج مع جسدِ اقدس ہوئی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی گئی پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک اللہ نے چاہا سیر کرائی گئی اور یہ سب سیر حالتِ بیداری میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ مبارک کے ساتھ ہوئی ــــ تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۹۹۰-۹۹۵

ہ وَاَسْرٰی عَلٰی مَتْنِ الْبُرَاقِ اِلَی السَّمَآءِ فَیَا خَیْرَ مَرْکُوْبٍ وَّیَا خَیْرَ رَاکِبٖ

۱ے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین موجودات میں سے بہترین ہیں معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے اور عرش و کرسی سے گزر کر مکان و زماں سے بھی اوپر چلے گئے" (مکتوب ۲۷۲۔ دفتر اوّل)

ترجمہ:۔ رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق کی پشت پر سوار ہو کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ پس کتنا بابرکت ہے وہ براق جس پر نبی الانبیاءؑ (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) نے سواری کی اور کتنا بابرکت ہے وہ شہسوار جو عالم آب و گل کی سرحدوں کو عبور کر کے لامکاں کی وسعتوں کی طرف روانہ ہوا۔

قصیدہ اطیب النغم ۔مترجم، ص۱۲۲

ایک بار شیخ عبدالحفیظ نے حدیث قدسی "قِفْ یَا مُحَمَّدْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ" جو قصۂ معراج میں آئی ہے کا معنی دریافت کیا حضرت والد (شیخ ابو رضا) نے لکھا۔

میری ناقص رائے میں آیا ہے کہ جب اس قاف معرفت کے سیمرغ نے عالم خلق و امر کی فضا میں پرواز کی تو عالم کون و مکاں کی سرحد کے آخری نقطہ پہ پہنچے اور عالم قدس حضرت الٰہی کی دلکشا ہوا دکھائی دی۔ اپنی علو ہمتی کی وجہ سے ارادہ کیا کہ اس عالم میں بھی پرواز کریں اسی وقت پاکیزہ خطاب پہنچ گیا کہ "قِف یا محمّد" یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم امر کے آخری نقطہ پر ٹھہر جائیے کیونکہ یہ عبودیت کی حد ہے جس کے ساتھ مشاہدہ ربوبیّت ہے "فانّ اللّٰہ یصلّی" یعنی وہ چاہتا ہے کہ آپ کے ذریعے عالمین پر نبوّت و رسالت کا فیضان کرے۔ اس لئے ضروری ہے کہ رسول اسی برزخ میں ٹھہرتے تاکہ حضرت الٰہیہ سے معارف و احکام کا استفادہ کر کے عالم خلق و امر پہ ان معارف کو بہائے اور فیضان کرے ——— یعنی اے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس برزخ کبریٰ پر ٹھہر جائیے جو کہ عارفین کے مقام کی انتہا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ صلوٰۃ پڑھتا ہے یعنی اس بلند مرتبہ اور مقام قربت پر فائز بندوں پر وہ رحمت فرما رہا ہے۔

انفاس العارفین ص۲۳۱-۲۳۲

رُویتِ باری تعالیٰ پر ایمان لاؤ

بہت کچھ ردوقدح کے بعد ہمیں یہ یقین حاصل ہوا ہے کہ ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب تعالیٰ وتقدس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا[لے] اور

لے مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ پاک کو دیکھا ہے" (فتاویٰ رشیدیہ ص۲۱۳)

- بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کانوں سے اس کا کلام سُنا۔ ان باتوں پر ذرا بھی تعجب نہ کرو بلکہ ان کو تسلیم کرو اور ان پر ایمان لاؤ۔ الخ۔ (تحریر گذشتہ اردو ۲۹۹)

شفاعت کا عقیدہ حق ہے

ہمارے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل بعثت میں یہ بات مندرج تھی کہ آپ قیامت کے دن شہید (گواہ) ہوں اور شفیع ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں گنہ گاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے عذر خواہ ہوں۔

فیوض الحرمین صہ ۸۷

فاسق کے لئے جائز رکھا گیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی شفاعت سے دوزخ سے نکالا جائے گا۔ الفوز الکبیر صہ ۱۲

اللہ تعالیٰ نے تمام شرائع میں محبوبیت اور شفاعت کو خواص بندگان کیلئے ثابت کیا۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ اول صہ ۱۶۲

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کیلئے ایک مقبول دُعا ہے چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعا کے متعلق جلدی کر لی اور میں نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت[1] کیلئے بچا کر رکھ لی۔

فیوض الحرمین صہ ۲۴، حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۶۴

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس طرح مولانا اشرف علی تھانوی نے معراج کے بیان میں تین روایتیں نقل کیں کہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا" (نشر الطیب صہ ۷۸، ۷۹)

[1] ایک حدیث پاک میں فرمایا "اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ" مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے (بخاری کتاب التیمم)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

فَلَاَنْتَ اَکْرَمُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ ۔۔۔ وَمَنِ الْتَجٰی بِحِمَاکَ نَالَ رِضَاکَا

ترجمہ: اللہ کے نزدیک آپ بہت معزز ہیں اور آپ شفاعت کے مجاز بھی ہیں اور آپ کی شفاعت قبول ہے۔ جس نے آپ کی پناہ لی آپ کی خوشنودی حاصل کی۔ (رحمت الرحمٰن، شرح قصیدۃ النعمان صہ ۱۰)

جناب مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"انبیاء و صلحاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی شفاعت باذن اللہ قیامت کے روز مومنوں کیلئے ثابت ہے پہلے نبیوں کی پھر صلحاء کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میری شفاعت میری امت سے اہل کبائر کیلئے ہے"۔

(دفتر دوم۔ مکتوب ۶۷)

میں (شاہ ولی اللہ) شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندۂ مخصوص اور اس کے ایسے رسول ہیں کہ شفاعتِ کبریٰ قیامت کے روز خاص آپ ہی کے واسطے (ثابت) ہے

درالثمین (خطبہ) صہ ۲۵

(عقیدہ) شفاعت حق ہے اور ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جن کو شفاعت کرنے کی خدائے رحمٰن و رحیم نے اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے اہل کبائر کا شفاعت فرمانا حق ہے اور وہ یقیناً شفیع روز محشر ہیں۔

العقیدۃ الحسنہ

وَفِي أَمْرِ الشَّفَاعَةِ حِينَ يُدْعَىٰ
لَهَا مِنْ بَعْدِ عُذْرِ الْأَنْبِيَاءِ

ترجمہ:۔ قصۂ شفاعت میں بھی اصحاب فنا فی الرسول کے لیے کئی اشارے ہیں یعنی اس وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کے لیئے عرض کیا جائے گا جبکہ تمام انبیاء (علیہم السلام) عذر پیش کر چکے ہوں گے۔

قصیدہ اطیب النغم صہ ۲۱

هُنَالِكَ رَسُولُ اللهِ يَنْحُوا لِرَبِّهِ
شَفِيعًا وَفَتَّاحًا لِبَابِ الْمَوَاهِبِ

ترجمہ:۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول گنہ گاروں کی شفاعت کیلئے اور بخششوں کے دروازوں کو کھولنے کے لیے بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا قصد کریگا۔

قصیدہ صہ ۳۹

وَأَنْتَ شَفِيعٌ يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ
بِمُغْنٍ كَمَا أَثْنَىٰ سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ

ترجمہ:۔ آپ قیامت کے روز جبکہ کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت نفع نہیں دے گی، آپ اس روز شفاعت فرمائیں گے جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوگی جس طرح سواد بن قارب رضی اللہ عنہ (صحابی) نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا گستری کی ہے۔

قصیدہ صہ ۱۵۹-۱۶۰

درود شریف کی برکات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں حاضر تھے، اس وقت ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دیا اور اپنے برابر اُسے بٹھا لیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کا درجہ روزانہ کُل اہل زمین کے برابر بلند کیا جاتا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ روزانہ جب صبح اٹھتا ہے تو دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے جو تمام مخلوق کے درود بھیجنے کے برابر ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس طرح درود بھیجتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس طرح : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ مِنْ خَلْقِکَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ کَمَا یَنْبَغِیْ لَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنا گناہوں کو اس طرح مٹاتا ہے جس طرح آگ کو پانی بجھاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا غلام آزاد کرنے سے بھی بہتر و افضل ہے۔ ازالۃ الخفاء اوّل صد ۲۵۹

حضرت والد ماجد سے کئی بار سُنا فرماتے تھے ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے درود شریف اور محض توجہ سے حاصل کیا ہے۔ (انفاس العارفین صد ۱۳۹) ۔ اور مجھے (شاہ ولی اللہ کو) درود کی ہر دم ہمیشگی کی وصیت کی اور فرمایا کہ اسی کے سبب سے ہم نے پایا جو پایا۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صد ۱۱۱)

حضرت والد ماجد فرماتے تھے میں حقیقت کا منتظر تھا اور درود شریف پڑھنے میں بہت زیادہ مصروف رہتا تھا۔ ایک رات میں درود شریف پڑھ رہا تھا کہ چاند کے نور کی مانند ایک نور ظاہر ہوا حالانکہ چاند کی رات نہیں تھی آہستہ آہستہ اس نے زمین پر پھیلنا شروع کیا، پھر میری چارپائی اور میرے جسم پر آیا جب تک وہ میرے سر سے نیچے تھا مجھ میں پورا ذوق و شوق تھا جب وہ میرے سر پر آیا تو میں بیہوش ہو گیا۔ بظاہر میرا وجود مفقود ہو گیا۔ واللہ اعلم کہ میرے والد نے مجھے بہت تلاش کیا لیکن میں انہیں نہ ملا، اس وجہ سے وہ بہت بے چین و بے قرار ہوئے۔ میں اسی غیوبیت کے دوران یکے بعد دیگرے آسمان طے کرتا ہوا ان کے اوپر پہنچا۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری حاصل ہوئی اور آپ نے میری بیعت قبول فرمائی اور مجھے نفی و اثبات کی تلقین فرمائی اس کے بعد افاقہ ہو گیا۔ الخ انفاس العارفین صد ۲۲

مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، جو آپ پر درود بھیجے اور مدح کرے تو بہت خوش ہوتے ہیں۔
فیوض الحرمین صـ۹۷

حضرت والد (یہ بھی) فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا حاضرین میں سے ہر شخص اپنی فہم و معرفت کے مطابق درود پیش کرتا ہے میں نے بھی اللّٰھمّ صلّ علی محمّدن النّبی الاُمّی وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم پیش کیا۔ جب آپ نے اسے سُنا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر انتہائی خوشی و مسرّت کے آثار ظاہر ہوئے۔
انفاس العارفین صـ۷۶، درالثمین حدیث ۱۶

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ حضرت حافظ صاحب سے شطرنج کے علم جیسی مصیبت سے نجات کے لئے درخواست کی تو انہوں نے فرمایا تم ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی تربیت حاصل کرنے کے عادی ہو، درود شریف بکثرت پڑھو اور اس درگاہ میں التجا کرو میں نے بکثرت درود شریف پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجا کی، آخر بڑی کلفت کے بعد اس مصیبت سے نجات ملی۔
انفاس العارفین صـ۱۲۷

درود شریف کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی آبرو میں کمی نہیں ہوتی۔
القول الجلی کی بازیافت صـ۳۳ بحوالہ القول الجلی صـ۲۷-۲۷۶

اُمیر المومنین (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں، جس دُعا کے بعد تم درود نہیں پڑھتے وُہ زمین و آسمان کے درمیان معلّق رہ جاتی ہے۔ (رسالہ در مذہب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صـ۶۴)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ

اَوْرادِ فتیحہ (جس میں الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ بھی شامل ہے) پڑھنے میں مشغول ہو کہ ایک ہزار چار سو ولیٔ کامل کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے اور فتح ہر ایک کی ان

لہ اورادِ فتیحہ صـ۴۵ بحوالہ تنبیہ الانام علی جواز الصلوٰۃ والسلام صـ۲۳ مرتبہ علامہ حکیم شفقات احمد صاحب

میں سے ایک کلمہ میں ہوئی ہے جو حضوری کے ساتھ اپنے پر لازم کر لے اس کی برکت اور صفائی مشاہدہ کرے گا اور ایک ہزار چار سو ولی کی ولایت سے حصہ پائے گا۔

انتباہ مترجم صد ۱۲۴ - ۱۲۵

آپ کا وسیلہ ہی صحیح راستہ ہے

اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واسطہ سے اپنے راستہ پر سلوک کا طریقہ عطا کیا اور آپ کی روح اس عطا کا سبب ہوئی۔ (فیوض الحرمین صد ۱۲۸-۱۲۹)

وَمُعْتَصَمُ الْمَكْرُوْبِ فِيْ كُلِّ غَمْرَةٍ

وَمُنْتَجَعُ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبٍ[1]

ترجمہ:۔ اور مجھے تو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا جس کے دامنِ رحمت کو کوئی غمزدہ ہر مصیبت کے وقت پکڑ کر پناہ لے سکے اور ہر تائب حصولِ مغفرت کے لئے جس کی بارگاہِ اقدس کا قصد کر سکے[1] قصیدہ اطیب النغم صد ۳۱-۳۲

---

[1] قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (نساء۔ رکوع ۹) ترجمہ:۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، مہربان پائیں۔ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک نابینا کو دعائے حاجت سکھائی، ملاحظہ ہو:

ایک شخص جس کی نظر کمزور تھی حضور کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے خیر و عافیت کی دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو تیرے لئے دعا کو مؤخر کر دوں جو تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیرے لئے دعا کروں اس نے عرض کیا دعا فرما دیجئے۔ آپ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا، یہ دعا کرنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسلمان کیلئے زیارتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اعلیٰ نعمت ہے

اللہ کا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے حج بیت اللہ اور زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (۱۱۴۳ھ) توفیق عطا فرمائی اور اس سے اعلیٰ نعمت یہ حاصل ہوئی کہ میرا حج مشاہدہ اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ ہوا کوئی حجاب اور کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئی اور اسی طرح زیارت بھی زیارتِ مبصرہ ہوئی، اندھوں والی زیارت نہ ہوئی۔ سو یہ زیارتِ شریفہ میرے نزدیک تمام نعمتوں سے فائق ہے۔

فیوض الحرمین مترجم صد ۲۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رحمت بھرے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ وہ میرے لئے پوری کی جائے اللہ میرے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما) ابواسحاق کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الصلوٰۃ الحاجۃ)

شیخ المحدثین علامہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں "بیہقی نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی اور اپنی روایت میں اتنے الفاظ اور زیادہ بیان کئے وَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ۔ یعنی وہ آدمی دعا مانگ کر کھڑا ہوا تو بینا ہوگیا (مقالات کاظمی حصہ سوم صد ۳۰۵)

جناب علامہ کاظمی ایک موقع پر فرماتے ہیں:

"اقوامِ عالم کی تہذیب و تمدن اور معاشرے میں اصولی اور بنیادی اختلافات کی سب سے بڑی وجہ توحید باری کے عقیدے میں اختلاف کا پایا جانا ہے۔ بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر لانے کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ انہیں معبودِ واحد کی وحدانیت کے اعتقادی مرکز پر جمع کر دیا جائے لیکن فطرت انسانی محض عقل کی روشنی میں اس مرکزِ وحدت تک پہنچنے میں کسی ایسی دلیل کی محتاج تھی جو صحیح معنی میں اسے منزل مقصود تک پہنچا دے اور تمام بنی نوع انسان کیلئے ایسی کامل اور قطعی دلیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ رسالت توحید کی دلیل ہے اور اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے۔ اور اس دلیل کو دعویٰ سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان واؤ عاطفہ تک کی گنجائش نہیں۔ معلوم ہوا قربِ الٰہی کا ذریعہ قربِ مصطفائی ہے اور توحید کا وسیلہ رسالت ہے۔"

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

(مقالات کاظمی سوم صد ۲۴۹)

اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی اصلی صورتِ کریمہ میں بار بار دیکھا۔
فیوض الحرمین مترجم صہ ۹۴

روضۂ پاک کے انوار

روضۂ منوّرہ اور منبر مبارک کے درمیان جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے ——— اس کا نور تمام نوروں سے فائق ہے۔ جو اس مقام پر نماز پڑھتا ہے وہ دریائے نور میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ (فیوض الحرمین مترجم صہ ۱۳۷-۱۳۸)

ایک روز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلّٰی میں جو کہ قبر مبارک اور منبر کے درمیان ہے۔ چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا، یکایک اسرار نے مجھ پر تجلّی کی۔
فیوض الحرمین صہ ۱۱۷

مدینہ طیبہ ہماری امیدوں کا مرکز ہے

شیخ حسن عجمی علیہ الرحمۃ شیخ الحدیث، فصاحت و بلاغت، حفظ اور جودتِ فہم میں جامع فنون علم تھے ——— ہر سال ماہِ رجب میں مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے آتے تھے۔
انفاس العارفین صہ ۲۸۵-۲۸۶

؎ تَصَوَّرْتُ الدِّيَارَ فَهَامَ قَلْبِي
وَهَيَّجَ ذِكْرُهَا مِنِّيْ بُكَائِيْ

ترجمہ: یعنی میں نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیار کا تصوّر کیا اور جب طیبہ، بقیع، قبا اور اس قسم کے دیگر مقامات کا ذکر آیا تو میرا دل فرطِ عشق سے مضطرب ہو گیا اور ان مقامات کی یاد نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا۔
قصیدہ اطیب النغم مترجم صہ ۱۸۹

؎ أَرَى طَيْفًا يُذَكِّرُنِيْ عُهُوْدًا
بِطَيْبَةَ حَيْثُ مُجْتَمَعُ الرَّجَاءِ

ترجمہ: میں ایسا خیال دیکھتا ہوں کہ مجھے ان احوال کی یاد دلاتا ہے جو مدینہ منورہ میں گزرے جو ہر قسم کی امیدوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔
قصیدہ اطیب النغم صہ ۱۸۰-۱۸۱

اہلِ مدینہ کی فضیلت ــــ ان سے بغض باعثِ خسارہ۔

اس بات سے بھی آگاہ کر دینا ضروری ہے کہ جب لوگ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کے اعمال اپنے نزدیک بُرے دیکھتے ہیں یا وہ اعمال نفس الامر میں بُرے ہوتے ہیں تو ان سے بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ اس کے بعد جب روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں اور اس جانب توجہ کرتے ہیں اور صفائی اور خلوص کا وقت آتا ہے تو اس بغض اور کینہ سے تلخی ٹپکتی ہے تو ان کا حال مکدر ہو جاتا ہے۔ خبردار! خبردار!! اس نور اتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے امور روکتے ہیں۔

فیوض الحرمین صہ ۹۳

ختم نبوّت

آپ کے سب کمالات انتہائی درجہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ خاتم النّبیّین قرار پائے اور آپ کو سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت بخشی گئی۔

(خیر کثیر صہ ۱۵۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہو گئے اور آپ کے بعد نبوت ختم ہو گئی۔

فیوض الحرمین صہ ۱۰۴

عقیدہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیّن ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا (خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ۔ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ) [۱]

العقیدۃ الحسنہ

---

[۱] قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (الاحزاب ۴۰)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ" (میں سارے انبیاء سے آخری ہوں) (بخاری کتاب المناقب) اور فرمایا "اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مشکوٰۃ، ترمذی، ابوداؤد)

غزالیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"خاتم النبیین کے معنی آخری نبی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

اُمّت پر احسان

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات اس کمترین اُمّت پر بہت ہیں جن میں سب سے بڑا احسان قرآن مجید کی تبلیغ ہے۔

الفوز الکبیر۔ اردو صد ۳

ے
وَاَوْضَحَ مِنْهَاجَ الْهُدٰى لِمَنِ اهْتَدٰى
وَمَنَّ بِتَعْلِيْمٍ عَلٰى كُلِّ رَاغِبٍ

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ہدایت کے طلبگاروں کے لئے ہدایت کا راستہ روشن کر دیا اور ہر خیر و برکت کے متلاشی کو شریعت کے علم میں بہرہ ور کرنے کا احسان فرمایا۔[۱] (قصیدہ اطیب النغم صد ۷۸)

شریعت کی خوبیاں

ے
سَمَاحَةُ شَرْعٍ فِيْ رَزَانَةِ شِرْعَةٍ
وَتَحْقِيْقُ حَقٍّ فِيْ اِشَارَةِ حَاجِبٍ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کو تعلیم فرمائے۔ دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے وہی معنی بیان فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم فرمائے۔

دنیا میں کوئی شخص ہے جو یہ بات ثابت کر دے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے علاوہ بیان فرمائے ہوں بلکہ اس مضمون کی تمام احادیث میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہی وارد ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: انا خاتم النبیّین لا نبی بعدی میں خاتم النبیین ہوں یعنی آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مقالاتِ کاظمی حصہ سوم صد ۴۹۹

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل فرمایا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں ہی اللہ کا حبیب ہوں اور میں ہی تمام انبیاء کا پیشوا ہوں اور میں ہی سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والا ہوں۔" (مکتوب ۴۴ دفتر اوّل)

[۱] اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے یہی تو فرمایا کہ ے

اور تم پہ میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا!

(حدائقِ بخشش)

ترجمہ :- جو شریعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لے کر تشریف لائے اس میں دو خوبیاں ہیں، وہ سہل اور آسان بھی ہے۔ اس پر عمل کرنا انسان پر شاق اور دشوار نہیں گزرتا اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں وقار اور متانت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ شان بھی عطا فرمائی ہے کہ وہ اشارۂ ابرو سے حق کو واضح اور آشکارا کر دیتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نبیٔ برحق ہونے کی براہینِ قاطعہ ہیں۔

قصیدہ اطیب النغم صہ ۹۰-۹۱

دیکھنے سے نماز نہ ٹوٹی، خیال سے کیونکر ٹوٹے گی؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس حال میں کہ دوشنبہ (پیر) کے دن مسلمان نمازِ فجر میں تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے۔ یکایک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ صف باندھے ہوئے نماز میں کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ کر صف سے مل جائیں، ان کو یہ خیال ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ نماز توڑ دینا چاہتے تھے، مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ہاتھ سے انہیں اشارہ کیا کہ تم لوگ اپنی نمازیں پوری کرو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ ڈال دیا۔

ازالۃ الخفاء۔ اوّل صہ ۱۹۵

والدین کریمین رضی اللہ عنہما بہترین بندگانِ خدا ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین بہترین بندگانِ خدا میں سے ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے خواب میں آپ کے وجود باکمال کی بشارت دی۔

تفہیمات جلد ۲ صہ ۹۸ بحوالہ مسلک شاہ ولی اللہ

تبرکاتِ مقدسہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں بیمار ہوا، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کو آئے

ر اپنی چادر سے مجھے اُڑھا لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ مجھے سکون ہوگیا، آپ نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور چادر کو اتار لیا، اور فرمایا اے علی کھڑے ہو جاؤ، میں کھڑا ہو گیا گویا میں کچھ بیمار ہی نہ تھا۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۱۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قمیص اور آپ کے ناخن اور موئے مبارک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ے قرآن پاک میں فرمایا: اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا (یوسف ۹۳)
ر یہ کرتا لے جاؤ، اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دو، ان کی آنکھیں کھل جائیں گی — یہ کرتا مبارک حضرت یوسف علیہ السلام
نے حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے بھیجا تھا۔ جب انہوں نے آنکھوں سے لگایا تو آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔ سبحان اللہ!

مسلم شریف میں روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانیہ نکالا جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے اور کہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ ہے، یہ جناب عائشہ کے پاس تھا جب وہ وفات پاگئیں تو میں نے لے لیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے اب ہم اسے بیماروں کیلئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا حاصل کرتے ہیں (مشکوٰۃ کتاب اللباس مسلم)

پیشوائے غیر مقلدین محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بحوالہ صحیحین بروایت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بارے میں حدیث درج فرمائی۔ ایک حصہ ملاحظہ ہو:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ان کی آنکھ درد کر رہی ہے۔ صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی چنانچہ حضرت علی اسی وقت تندرست ہو گئے جیسے ان کو کوئی درد ہی نہ تھا۔ (ہدایۃ المستفید اوّل ص ۳۴۳)

مصنف کتاب التوحید نے یہ بھی کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعاب دہن ڈالنا بھی ایک علامتِ نبوت ہے۔ (ہدایۃ المستفید ص ۳۴۹ اوّل)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "(حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم) کمال اعتقاد و اخلاص سے آنسرور علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کے لعاب مبارک کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اسے آب حیات کی طرح اٹھاتے تھے اور حضور علیہ السلام کے فصد کرانے کے بعد آپ کے خون مبارک کو کمال اخلاص سے نوش کرنے کا قصہ مشہور و معروف ہے۔" (دفتر دوم۔ مکتوب ۳۶)

کے پاس تھے۔ انہوں نے بوقتِ انتقال وصیّت فرمائی کہ اس قمیص کا مجھے کفن دینا اور ناخن اور موئے مبارک میری آنکھوں میں اور منہ اور نتھنوں میں رکھ دینا۔

ازالۃ الخفاء۔ اوّل صہ ۲۹۴-۲۹۵

حضرت شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ بیمار ہوئے۔ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے، عیادت فرمائی، صحت کی بشارت دی اور دو موئے مبارک عطا فرمائے جو بیداری میں بھی ان کے پاس رہے (مختصراً)

انفاس العارفین صہ ۴۲، در الثمین حدیث ۱۵

حضرت شاہ عبد الرحیم فرماتے تھے کہ ان موئے مبارک کے خواص میں سے ایک یہ تھی کہ وہ پہلے آپس میں گتھے ہوتے تھے جب درود شریف پڑھا جاتا تو الگ الگ ہو کر کھڑے ہو جاتے۔

دوسرے یہ کہ ایک دفعہ (موئے مبارک کی حقیقت اور عظمت کے) منکرین میں سے تین نے امتحان کرنا چاہا۔ میں اس بے ادبی کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ جب مناظرہ نے طول پکڑا تو ہم موئے مبارک دھوپ میں لے گئے اسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ دھوپ تیز تھی اور بادل کا موسم بھی قطعاً نہیں تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے توبہ کی۔ دوسرے نے کہا یہ اتفاقیہ قصہ ہے دوسری مرتبہ پھر دھوپ میں نکالا اور دوبارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا، دوسرے نے بھی توبہ کر لی۔ تیسرے نے کہا یہ بھی اتفاقیہ بات ہے۔ تیسری مرتبہ پھر دھوپ میں لے گئے، تیسری مرتبہ بھی بادل کا ٹکڑا ظاہر ہو گیا اور تیسرے نے بھی توبہ کر لی۔

---

[1] محققِ دوراں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقل فرماتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منیٰ میں سرِ مبارک حلق کرایا ___ نصف موئے مبارک حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے اور نصف ازواج مطہرات اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم فرما دیے ___ ہر ایک کو ایک ایک یا دو دو ملے ___ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیشانی مبارک کے بال طلب فرمائے، عطا کیے گئے ___ یہ موئے مبارک انہوں نے برکت کے لئے ٹوپی میں رکھ لیے اور ان کی برکت سے ہر مہم میں فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے"۔

(نسبتوں کی بہاریں صہ ۱۲ بحوالہ حجۃ اللہ علی العالمین صہ ۶۸۶)

انہیں سے منقول ہے: "حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص سرِ مبارک کے بال اتار رہا تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھیرا ڈالے بیٹھے تھے نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بال ان کے ہاتھ میں آنے کی بجائے زمین پر گرے"۔

(نسبتوں کی بہاریں بحوالہ مسلم شریف جلد ۲ صہ ۲۵۶)

تیسرے ایک خصوصیت یہ تھی کہ ایک مرتبہ زیارت کیلئے باہر لایا، بہت بڑا مجمع تھا۔ ہر چند میں قفل میں چابی لگاتا تھا مگر وہ نہیں کھلتا تھا، کوشش کرتا تھا مگر کامیاب نہ ہوتا تھا۔ میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ فلاں شخص جنبی ہے اس کی جنابت کی نحوست سے کامیاب نہیں ہو رہے۔ میں نے عیب پوشی کرتے ہوئے تمام کو نیا غسل کرنے کے لئے کہا۔ جنبی اس مجمع سے نکل گیا، اس کے بعد قفل آسانی سے کھل گیا تو ہم نے زیارت کی ــــــ

حضرت والد ماجد آخری عمر میں تبرکات تقسیم فرماتے تھے، ان ڈبیالوں میں سے ایک مجھے (ولی اللہ کو) عنایت فرمایا۔ الحمدللہ رب العالمین۔ انفاس العارفین صـ۷۴-۷۵

اور بارہ ۱۲ ربیع الاول کو میں نے دستور قدیم کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز کے طور پر کچھ تقسیم کیا اور آپ کے موئے مبارک کی زیارت کرائی۔

القول الجلی کی بازیافت صـ۳۰-۵۸ بحوالہ القول الجلی صـ۷۴-۷۳

عبدالنبی اور عبدالرسول نام ـ کوئی اعتراض نہیں

شیخ احمد قشاشی، محمد بن یونس القشاشی المعروف یعبدالنبی ابن شیخ احمد الدجانی کے فرزند تھے ــــــ اور شیخ یونس کو عبدالنبی[۱] اس لیے کہتے تھے کہ وہ لوگوں کو اجرت دے کر مسجد میں بٹھاتے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھیں۔ (انفاس العارفین صـ۲۷۵)

۱ے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (النور۔ ۳۲)

اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا ــــ علماء کے نزدیک "عبادکم" میں کم کی ضمیر غیر اللہ کے لیے ہے جنہیں غلاموں اور کنیزوں کے نکاح کا حکم دیا جا رہا ہے۔ قرآن کریم کے "عبادکم" کے مطابق غیر اللہ کی طرف اس عبدیت کی نسبت حرام نہیں بلکہ جائز و باصواب ہے۔ اور جب عبادکم کہنا جائز ہے جس کے جواز میں شک ہی نہیں کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تو عبدالنبی اور عبدالرسول کہنا کیوں شرک اور ناجائز ہو گیا ــــ بلکہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہیں (اس لیے) عباد اللہ کو عباد الرسول (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت والد صاحب فرماتے تھے میں خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کے ہاں گیا اور حکم کی تعمیل میں ایک چارپائی پر لیٹ گیا لیکن نیند نہ آئی۔ "عبدالرسول" نامی ایک شخص آیا۔ فرمایا تم وقت پر پہنچے ہو۔ وہ ان کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ فرمایا میرا مقصد یہ ہے کہ اس کی چارپائی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دباؤ کیونکہ وہ لمبے سفر سے آیا ہے۔ وہ اس قسم کی مہربانیاں فرماتے تھے۔

انفاس العارفین صد ۵۱

والد ماجد فرماتے تھے سید عبدالرسول جو خلیفہ (ابوالقاسم اکبرآبادی) کے مخلصین میں سے تھا کی ایک بچی تھی۔ اس کی شادی کے لئے مجبور ہو کر اس نے اغنیاء سے مدد لینی چاہی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دہلی جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ سب سے پہلے فلاں شخص سے ملو اور میرا نام لینا۔ اس کے بعد جہاں تمہارا جی چاہے جاؤ۔ وہ سب سے پہلے میرے پاس آیا۔ الخ۔

انفاس العارفین صد ۵۴-۵۵

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر خطبہ میں فرمایا:۔

قَدْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ۔

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا پس میں آپ کا بندہ اور خادم تھا۔ (ازالۃ الخفا بحوالہ جاء الحق اول صد ۳۷۹)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ میں مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس پر مولانا اشرف علی نے کہا کہ قرینہ بھی انہی معنی کا ہے کہ آگے فرماتا ہے، "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا، فرماتا مِنْ رَّحْمَتِيْ تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ (امداد المشتاق صد ۹۳)

اب غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ "غیر اللہ کی طرف کسی کی عبدیت منسوب کرنا حرام ہے" (ہدایۃ المستفید دوم صد ۱۳۹) خلاف کتاب وسنت ہے۔ ان کا یہ فتویٰ گویا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف ہے (معاذ اللہ)۔ "عبادی" اور "عبادکم" کے الفاظ قرآن پاک سے نقل کر دیئے گئے ہیں۔ جن لوگوں کو رب تعالیٰ کے قرآن پر بھی یقین نہیں وہ اپنے اسلام وایمان کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں ——— بہرحال شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب وسنت کے عالم ہیں اسی لیے تو عبدالرسول یا عبدالنبی پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ اس پیارے نام کو اپنے بیانات کی زینت بناتے ہیں، اور اپنی قوم کی رہنمائی فرماتے ہیں کہ نام پاک درست ہی ہے۔ جس کو بغض رسول نے اندھا نہیں کر دیا اس کے لیے ہم ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔

گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے

ایک یہودی عورت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کے خلاف بکتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا دبا دیا اور وہ مر گئی۔ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خون کو باطل کر دیا (یعنی قصاص کا حق باطل ہو گیا)

حجۃ اللہ البالغہ ص ۸۸۲-۸۸۳

ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سختی سے پیش آیا۔ ابو برزہ نے کہا کیا میں اس کی گردن مار دوں، آپ نے کہا نہیں نہیں، ایسا مت کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (علاوہ) کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں (کہ اس کے پیچھے کسی کی گردن ماری جائے) امام احمد اور ابو یعلیٰ نے اسے بطریقِ متعددہ روایت کیا۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۳

دشمنانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سروں میں خاک محبوبِ خدا دشمنوں کو نظر نہیں آتے

ابنِ اسحاق نے ہجرت اور کفارِ قریش کے مشورے کے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا آج رات اپنے فرش پر نہ سونا جب تاریکی پھیل گئی کفار انتظار کرنے لگے کہ جب آپ سو جائیں آپ پر حملہ کر دیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حال دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم میری حضرمی سبز چادر اوڑھ کر میرے فرش (بستر) پر سو رہو تمہیں کفار کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اسی چادر کو اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔

ابنِ اسحاق کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے پاس سے نکلے اور اپنے دستِ مبارک میں ایک مٹھی خاک لے کر ان کے سروں پر چھوڑتے اور یٰس۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ۔ پڑھتے چلے گئے۔ جب فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ تک پہنچے، سب کے سروں پر مٹی ڈال چکے تھے۔ کوئی

ایسا باقی نہیں تھا جس کے سر پر مٹی نہ ڈالی ہو، پھر جس طرف آپ کا جی چاہا، چلے گئے۔

ایک شخص نے آکر ان کفّار سے جو منتظر کھڑے تھے، کہا تم یہاں کس بات کا انتظا[ر] کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرتے ہیں۔ اس نے کہا، خ[دا] نے تمہیں نامید کر دیا۔ بخدا وہ تمہارے پاس آئے اور تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی ڈال ک[ر] چلتے ہوئے، تمہیں اپنی حالت کی کچھ خبر نہیں۔ سب لوگوں نے اپنے سروں پر ہاتھ رکھا۔ س[ب] کے سروں پر مٹی موجود تھی۔

پھر وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھانکنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [کی] چادرِ مبارک اوڑھے دیکھ کر کہنے لگے بخدا یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے ہیں اور ان کے اوپر ان کی چادر مو[جود] ہے۔ رات بھر اسی سوچ میں رہے۔ صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت انہو[ں] (کفّار) نے کہا، خدا کی قسم رات کو جس نے بیان کیا وہ سچ کہتا تھا۔

ازالۃ الخفا دوم۔ ص ۲۹۰-۲۹۱

روضۂ مقدّسہ

امام ابوحنیفہ روایت حماد روایت کرتے ہیں کہ انہیں خبر دی ا[یک] شخص نے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر او[ر] حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) کا روضہ دیکھا کہ وہ اونچے تھے اور ان کے چاروں طرف سفید پتھر [کے] ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔

ازالۃ الخفا دوم۔ جلد دوم ص ۱۸۱

باب پنجم

مقاماتِ خلفائے راشدین
اہلِ بیتِ اطہار
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مقاماتِ خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

جاننا چاہیئے کہ خلفائے راشدین (اور اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے مناقب و مآثر بیان کرنے سے ہمارا مقصود قصص و حکایات ذکر کرنا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصود ان کے ذکر سے صرف یہ ہے کہ ان قصص و حکایات کے پڑھنے سے ناظرین کا ذہن ان کے فضائل و مناقب کی طرف منتقل ہو۔ ازالۃ الخفاء۔ دوم صہ ۹

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم۔ افضلیت بترتیب خلافت ہے۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے ایک منزلت پر نہیں رکھا بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ــــــ قرآن پاک میں ہے: لایستوی القٰعدین .... علی القٰعدین اجرًا عظیما۔ (سورۃ النساء پ۵۔ آیۃ ۹۵)۔ دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتصریح بیان فرمایا کہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک منزلت میں نہ تھے بلکہ بعض بعض سے افضل تھے اور (یہاں) مدارِ فضیلت جہاد فی سبیل اللہ پر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو لوگ ابتدائے اسلام سے تازیست جان و دل سے شریکِ جہاد رہے وہ سردفترِ امت تھے اور منزلتِ عُلیا رکھتے تھے وہی افضل تھے ــــــ فرمایا: لایستوی منکم من انفق .... بما تعملون خبیر۔ (سورۃ حدید۔ پ۲۷۔ آیت ۱۰)۔ یہ آیت نص صریح ہے اس امر میں کہ ایک جماعت نے قبل فتح مکہ قتال و جہاد اور مال خرچ کیا ان میں اسی سابقیت اور جہاد اور انفاق کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فضیلت تھی ــــــ اب جاننا چاہئے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے پہلے قتال و جہاد اور انفاقِ مال کیا بخلاف دیگر صحابہ و حضرت علی (رضی اللہ عنہم) وغیرہ کے کہ ان سے قبلِ ہجرت قتال و جہاد و انفاق واقع نہیں ہوا لہذا شیخین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے افضل تھے ــــــ مقاتل نے (اس آیۃ کریمہ کی) تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا کہ جنہوں

نے بعد فتح مکہ کے قتال وجہاد اور انفاق مال کیا وہ فضیلت میں اُن کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے قبل فتح مکہ کے قتال وجہاد اور انفاق مال کیا۔ کلبی نے بروایت محمد بن فضل بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ــــــــ قبل از ہجرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قتال وجہاد کرنا بھی بروایاتِ کثیرہ ثابت ہے۔ ازالۃ الخفا اوّل صہ ۵۱ تا ۵۷۵

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ سعادت میں صحابہ کے درمیان فضیلت دیا کرتے تھے۔ ہم پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو افضل امت کہتے تھے۔ (بخاری اس کے راوی ہیں)

خلافت کے وقت مشورہ کرتے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے استخلاف کا مدار افضلیت پر رکھا اور لفظ "احق بھذا الامر" کہا تھا۔ اور جن لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے میں بحث وتمحیص سے کام لیا تھا، ان کو جب اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوگئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہو گئے اور یہ اسی اصل پر مبنی ہے کہ خلافتِ خاصہ افضلیت کے ساتھ ساتھ ہے۔ خلفائے اربعہ کی افضلیت بترتیب خلافت بہت سی دلیلوں سے ثابت ہے۔

ازالۃ الخفاء اول صہ ۵۶

مسئلہ افضلیت شیخین (حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) ملتِ اسلامیہ میں قطعی اور یقینی ہے ــــــــ بترتیب خلافت مشائخ ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کی افضلیت پر اجماعِ امت ہے[1] (ازالۃ الخفا اوّل صہ ۵۷۹ - ۵۹۵)

---

[1] حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے پہلے افضلیت بترتیبِ خلافت کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اس کے بعد کہتے ہیں "جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا فضول سمجھے وہ بوالفضول اور احمق ہے۔ وہ کیسا بوالفضول ہے جو اہلِ حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے"

(دفتر اوّل مکتوب ۲۶۶)

(عقیدہ) حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام مطلق اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفۂ برحق ہیں، پھر عمر فاروق اعظم پھر حضرت عثمانِ غنی پھر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہم۔
العقیدۃ الحسنہ

شیخین کی افضلیت کا بیان جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بتواتر ثابت ہے مرفوعاً بھی موقوفاً بھی اگرچہ یہ مسئلہ (افضلیتِ شیخین) تمام اہلِ حق کا مذہب ہے مگر صحابہ میں سے کسی نے اس مسئلہ کو حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی طرح پوری تصریح اور مضبوطی کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ چنانچہ اس مسئلہ میں ان کی مرفوع حدیث یہ ہے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) پیرانِ جنت کے سردار ہیں۔ یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ چنانچہ شعبی نے حارث سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جس کو ترمذی اور ابنِ ماجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کے سوا باقی تمام پیرانِ اہلِ جنت کے اگلے اور پچھلے سب کے سردار ہیں۔ اے علی تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔ (ازالۃ الخفاء اوّل ص ۱۵۳)

شیخین کی فضیلت پر ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم کی گواہی

امام محمد نے ابن ابی حفصہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے محمد بن علی باقر اور جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا وہ دونوں امام عادل تھے۔ ہم ان سے محبت رکھتے ہیں اور اُن کے دشمن سے بیزار ہیں۔ اس کے بعد جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے سالم کیا کوئی شخص اپنے نانا کو بُرا کہے گا۔ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) میرے نانا ہیں۔ مجھے میرے جد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان سے محبت نہ رکھتا ہوں اور ان کے دشمن سے بیزار نہ ہوں۔

اور ابوجعفر باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس نے حضرت ابوبکر و

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کو نہ جانا وہ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاہل رہا ۔۔۔ اُن سے پوچھا گیا جو لوگ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتے ہیں، وہ کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ بے دین ہے ۔۔۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بغض علامتِ نفاق ہے اور انصار کا بغض دلیلِ نفاق ہے۔ ازالۃ الخفاء اوّل صـ ۲۴۶

خلافتِ راشدہ بترتیب صحیح واقع ہوئی ۔۔۔ عقلی دلیل

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ تو بتواتر معلوم ہے کہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) بادشاہان روئے زمین تھے اور فرمانروائی کرتے تھے اور تمام لوگ حقِ رعیت بجا لاتے تھے اور خلیفہ رسول اللہ یا امیر المومنین کہہ کر پکارتے تھے اور موافق و مخالف سب جانتے ہیں۔ تو اب بلا اختلاف خلافت کا ایک جزو اور وہ فرمانروائی ہے انہیں کیلئے ثابت ہوا نہ کہ غیر کے لئے۔

اب سنی شیعہ کی گفتگو اس میں ہے کہ یہ لوگ اپنی فرمانروائی میں مطیع تھے یا عاصی اور شارع نے ان کی خلافت منصوص کی یا کسی کی خلافت منصوص ہی نہیں کی۔ پس اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کی خلافت پر نص تھی اور اسی کے موافق وہ خلیفہ ہوئے تو فبہا ورنہ اگر شارع علیہ السلام نے نص غیر کی خلافت پر کی نہ کہ ان کی خلافت پر تو بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں جن کا شارع علیہ السلام کی جانب سے واقع ہونا ممکن نہیں۔

اوّل: کلام الٰہی اور کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تدلیس (عیب پوشی) لازم آتی ہے۔

دوم: ان تمام متواتر حدیثوں کا موضوع ہونا لازم آتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں۔

سوم: امتِ مرحومہ کا گمراہی پر جمع ہونا۔

چہارم: احکام شرعیہ کا ساقط الاعتبار ہونا اور کسی پر حجت قائم نہ ہو سکنا۔
پنجم: مخالفتِ حکم عقل شرعی۔
ششم: مقصود شارع (علیہ السلام) میں تناقض کا پایا جانا۔

درصورت خلفائے کے عاصی ہونے کے کلام الٰہی میں تدلیس (عیب پوشی) اس طرح لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیعتِ رضوان اور مہاجرین اولین و انصار رضی اللہ عنہم کی اپنے کلام پاک میں مدح فرمائی ہے اور انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے چنانچہ اہل بیعت رضوان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (سورۂ فتح: پ۔۲۶)
شیخین بھی منجملہ اہل بیعت رضوان سے ہیں۔ اب اگر وہ غاصب و جابر تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا اظہار کیوں نہیں کیا۔ بلکہ بجائے اس کے ان کی مدح کی جو تدلیس عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تدلیس سے پاک و بے عیب ہے۔ یہ تو شیخین کا حال تھا۔ اب رہے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم سو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا انہوں نے شیخین کی اعانت کی یا سکوت کیا۔ اگر اعانت کی تو نعوذ باللہ لازم آئے گا کہ وہ سب ہی ظالم و فاسق تھے کیونکہ ظالم کی اعانت بھی ظلم ہے۔ قیامت کے دن اللہ ظالمین اور ان کے معاونین کے حق میں فرمائے گا: "اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ۔ (ترجمہ) جمع کرو گنہ گاروں کو اور ان کے جوڑوں کو"۔ (صٰفّٰت۔ پ ۲۳)
اور اگر سکوت کیا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں، بلا کسی خوف کے سکوت کیا یا بوجہ خوف کے۔ صورتِ اوّل میں نعوذ باللہ سب کا عاصی ہونا لازم آتا ہے اور صورت دوم کی دو صورتیں ہیں، اگر بوجہ خوف سب نے سکوت کیا یہ ناممکن ہے کیونکہ اگر تمام صحابہ یا اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کمر ہمت باندھتے تو ممکن نہ تھا کہ شیخین کی خلافت قائم ہو سکتی اور اگر بوجہ خوف اکثر خاموش نہیں بلکہ بعض تھے تو بھی اکثر عاصی ہوتے بوجہ ڈرائے جانے کے (کہ وہ اقل ڈرائے گئے اور یہ اکثر خاموش رہے) اور یہ تو ظاہر ہے کہ شیخین کی خلافت کے معاونین و انصار یہی مہاجرین و انصار تھے تو اب واضح ہے کہ آیت

رضوان میں بشارت بصیغۂ جمع منزل اور لغو ہوئی جو کلامِ الٰہی میں ممکن نہیں۔ اگر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ دربارۂ خلافت غاصب وجابر ہوتے تو ان کے حق میں آیاتِ مدح و آیاتِ بشارتِ جنّت کبھی نازل نہ ہوتیں۔ حالانکہ بہت سی آیات حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ان کی خلافت خلافتِ راشدہ تھی۔ وجہ لزومِ تدلیس یہ ہے کہ ایسے شخص کی مدح و ثناء کرنا جو مبداءِ فسادِ عالم ہو، تدلیس و عیب پوشی ہے۔ اور خداتعالیٰ کی ذات تدلیس سے پاک ہے۔ مرتکبِ کبیرہ جو بغیر توبہ کے مرجائے کی بشارت اشاعرہ کے نزدیک قلیل الوقوع ہے اور معتزلہ کے نزدیک ناممکن۔ بہر تقدیر کسی کا ذکر کرنے اور پھر اس کا ظاہر حال بیان نہ کرنے میں تلبیسِ عظیم ہے۔ مثلاً اگر شارع بنی اسرائیل کا کوئی قصہ بیان کرے اور اس پر انکار نہ کرے تو یہ جواز کی دلیل ہے ورنہ تدلیس لازم آئے گی۔ تو اب کسی ایسے شخص کی مدح و تعریف کرنے کا کیا حکم ہے جس سے آخر عمر میں کارہائے شنیعہ ظہور میں آئیں۔ سبحانک ھٰذا بہتان عظیم۔

پس لازم باطل ہے (یعنی کلامِ الٰہی میں تدلیس لازم نہیں آتی) کیونکہ مفسّرین میں سے جمِّ غفیر نے بہت سی آیات کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور مفسّرین کی یہ روایتیں کثیر طرق سے ثابت ہیں اور جو امر مشترک کہ ان کی مجموعی حیثیت سے ثابت ہوتا ہے، یقینی ہے۔ پھر جو آیات حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ان میں شامل ہونا یقینی ہے اور بعض آیات ایسی بھی ہیں جو روایاتِ سلف کے علاوہ بھی اس امر پر بہت قرائن رکھتی ہیں کہ ان کا سببِ نزول حضرت صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) تھے (یہاں اکثر آیات بیان فرمائیں) ــــــــــــ

درصورت شیخین بلکہ خلفائے ثلاثہ کے غاصب ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام میں تدلیس اس طرح لازم آئے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان بزرگواروں کو بہت سی حدیثوں میں جنت کی بشارت دی ہے۔ یہ تمام حدیثیں جماعت کثیرہ سے روایت کی گئی ہیں اور تمام کی تمام بطریق امرِ مشترک بشارتِ جنّت پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا جنت کی بشارت ان کے حق میں بالقطع ثابت ہوئی۔ اگر وہ غاصب وجابر ہوتے تو ہرگز بشارتِ جنت کے مستحق نہیں ہوسکتے تھے ورنہ تدلیس

لازم آئے گی۔

اور کذب در متواترات اس طرح لازم آئے گا کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی احادیث میں خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا ذکر فرمایا ہے۔ بعض میں اشارۃً بعض میں صراحۃً بعض میں مجملاً بعض میں تفصیلاً۔ پس ان احادیث میں سے اگرچہ ہر ایک حدیث خبر واحد ہے مگر جب ان کو جمع کیا جائے تو وہ غیر محصور اور متفق المعنی ہیں۔ تفصیل ان احادیث کی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں معلوم میں کب تک تمہارے درمیان زندہ رہوں گا تم میرے بعد ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرنا۔ مطلب یہ تھا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما میرے قائم مقام ہوں گے لہٰذا تم ان کی اقتدا کرنا کیونکہ صلہ موصول کا مخصص ہوا کرتا ہے اور اقتدا کرنے سے امور خلافت میں اقتدا کرنا مراد تھا نہ کہ فتویٰ وتعلیم میں اقتدا کرنا۔ کیونکہ اقتدا کو ایسے لفظ سے جو مُشعر خلافت ہو، بیان کرنا بتاتا ہے کہ اقتدا سے اقتدائے رعیت بخلیفہ مراد ہے کیونکہ اسی حدیث میں تعلیم قرآن وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور لوگوں کے حوالہ کیا تھا۔ پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ انقیاد بامور خلافت مراد ہے اور یہی معنی تشریع استخلاف کے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے الوداعی خطبہ میں جو آپ کا آخری خطبہ تھا فرمایا

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَعضوا عليها بالنّواجد۔ (ترجمہ) تم میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو جو میرے بعد ہوں گے اس طرح لازم پکڑو جس طرح کوئی دانتوں سے کسی چیز کو مضبوط پکڑ لیتا ہے ——

بہت سی احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت خلافت نبوت ورحمت ہو گی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہو جائے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی خلفائے اربعہ کی خلافت قائم ہوئی۔ لہٰذا ان کی خلافت خلافت نبوت ورحمت تھی۔ اگر خلفائے راشدین کی سیرت انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے مشابہ نہ ہوتی تو ان کی خلافت خلافت نبوت ورحمت کیونکر ہو سکتی تھی۔

بہت سی احادیث مستفیضہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ خلافت تیس[۳۰]

سال تک رہے گی۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر خلفائے راشدین سے کی ہے اور عقل بھی اس کی شہادت دیتی ہے کیونکہ مطلق ریاست وامامت اسلامیہ کی مدت تیس سال نہیں بلکہ زیادہ ہے۔ پس خلفائے راشدین کی خلافت خلافت راشدہ تھی ——— اسی لیئے ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدح فرمائی ہے اور خلافت غصبیہ کسی طرح لائق مدح نہیں ہو سکتی ———

اپنے آخر مرض وفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امام نماز بنایا اور دوسرے کی امامت سے راضی نہ ہوئے اور یہ دلیل استخلاف ہے عقلاً ونقلاً۔ عقلاً اس لیئے کہ عرف عام ہے کہ بوقت وفات بادشاہ کا کسی کو تخت پر بٹھانا استخلاف کی دلیل ہے۔ اور لوائے سلطنت کسی کو دینا حاکم بنانے کی اور دوات قلم دینا منصب وزارت کی دلیل ہے ——— امامت نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منصب تھا اور بہترین امور دین ودنیا سے تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت نماز تفویض کرنا آپ کے قائم مقامی کی دلیل ہے۔ اور نقلاً اس لیئے کہ بوقت عقد خلافت حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابن مسعود وغیرہ کبرائے امت نے تفویض نماز سے تفویض خلافت پر تمسک کیا اور حاضرین میں سے کسی نے اس پر رد و انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ سب نے اس استدلال کو صواب جان لیا۔ اگر آج اس استدلال میں خفاو پوشیدگی پیدا ہوئی ہو تو ہو جائے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے زمانہ میں اس استدلال میں کوئی خفاو پوشیدگی نہ تھی۔ ایک سائل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا اس میں اس امر کی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد امر خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہوگا کیونکہ بیت المال میں تصرف کرنا اور وعدۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایفا کرنا خلیفۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کام تھا ——— بنی مصطلق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آپ کے بعد وہ مال زکوٰۃ حضرت صدیق کے تفویض کیا کریں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی کے تفویض کیا کریں۔ پھر

حضرت عثمان غنی کے بعد آپ نے کسی کا نام نہیں لیا (رضی اللہ عنہم) اور ظاہر ہے کہ مالِ زکوٰۃ کا وصول کرنا لوازم خلافت سے ہے، اور تفویضِ خلافت کا حکم دینا امورِ خلافت میں مفوض الیہ کے مطیع و منقاد ہونے کا حکم ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا، پھر یکے بعد دیگرے علی الترتیب حضرت صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) کو خطبہ دینے کا حکم دیا، یہ بھی خلافت کی دلیل ہے۔

بہت سی احادیث مستفیضہ میں فرمایا: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یظھر الکذب۔ کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر میرے اصحاب کا پھر تابعین کا پھر اس کے بعد تو کذب اور جھوٹ پھیل جائے گا۔ پس اگر حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) غاصب و جابر تھے اور اکثر لوگوں نے ان کی اعانت و مدد کی تو لازم آتا ہے کہ ان کا زمانہ بدترین زمانہ تھا (معاذ اللہ) حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہوا ہے کہ ان کا زمانہ بہترین زمانہ تھا۔

اور امتِ مرحومہ کا گمراہی پر ہونا درصورت خلفائے ثلاثہ کے غاصب ہونے کے اس طرح لازم آتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر اجماع منعقد ہوا۔ جمیع مسلمین امیر المومنین اور خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب سے پکارتے رہے۔ سب نے ان سے بیعت کی اور حقِ رعیت بجالائے۔ اگر وہ احق بالخلافت تھی فھو المقصود ورنہ تمام لوگوں کا عاصی و ضال ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ امتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ الآیۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔ الحدیث۔ اور فرمایا ہے: لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو گی۔

خلافت خاصہ کے ضمن میں کل اہل اسلام کے ۲ دو قول ہیں۔ وہ یہ کہ خلیفہ خاص حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ امر حق ان دونوں قولوں سے باہر نہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے منازعت نہیں کی۔ اور یہ ۲ دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ

نے بوجہ کسی خوف و ڈر کے منازعت نہیں کی اور یا بلا خوف و ڈر منازعت نہیں کی۔

صورت اوّل باطل ہے اس لئے کہ حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اس درجہ عاجز نہ تھے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے مقابلہ نہ کر سکتے کیونکہ اوّل تو آپ خود شجاع اور بنی ہاشم آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوسفیان رئیس بنی عبد الشمس آپ سے موافق تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت فاطمہ زہرا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں تھیں۔ یہ تمام قبول ریاست کے سامان تھے۔

اور اگر بلاوجہ خوف و ڈر منازعت ترک کی تو لازم آئے گا کہ مرتکب معصیت ہوئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی کی اور حق اُمّت میں خیانت کی اور عاصی وخائن امام وخلیفہ نہیں ہو سکتا۔ واللازم باطل والملزوم مثلہ

اور اگر شیعہ کہیں کہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے ستّر ہزار عربوں نے بیعت کی تھی اور عربوں کی عادت ہے کہ وہ بیعت کر کے بیعت سے پھرتے نہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) کے عہدِ خلافت میں بھی ستّر ہزار عربوں نے آپ سے بیعت کی تھی، اور پھر وہ بیعت سے پھر گئے۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت ستّر ہزار عربوں نے دفعۃً نہیں کی تھی بلکہ اوّلاً چند لوگوں نے آپ سے بیعت کی تھی لہٰذا لازم آتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) قبل بیعت وبعد بیعت بوجہ ترک منازعت مرتکب معصیت ہوئے۔ اور اگر شیعہ یہ کہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماتم میں مشغول تھے تو بھی لازم آئے گا کہ مصلحتِ عامہ ترک کرنے کی وجہ سے مرتکب معصیت ہوئے اور یہ ایک ایسے کام کے پیچھے پڑے جس کا نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔

دُوسرے لفظوں میں (ہم یوں کہتے ہیں کہ) امت اس بات پر متفق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان دو شخصوں (ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما) میں سے ایک خلیفہ برحق تھے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق نہ تھے کیونکہ متواتر ثابت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہدِ خلافت میں بارہا علی رؤس الاشہاد بیان کیا ہے کہ افضل امت حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) تھے۔ ان کے بعد

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) آپ کا یہ بیان کرنا ۲ دو حال سے خالی نہیں، یا تو آپ کا بیان مافی الضمیر سے موافق تھا وھو الحق بہ و یثبت المطلوب، یا مخالف۔ مگر اس کی ۲ دو صورتیں ہیں۔ یا آپ کا یہ بیان کسی خوف ڈر کے سبب نہ تھا۔ اور کسی سے آپ نے اس کے برخلاف بھی بیان کیا ہے تو اس صورت میں آپ کا مدلّس و خائن ہونا لازم آئے گا۔ اور مدلّس و خائن امام و خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور یا آپ کا خلاف مافی الضمیر بیان کرنا بوجہ کسی خوف و ڈر کے تھا۔ مگر در صورت خلافت خوف و ڈر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ لہٰذا اگر کسی قسم کا اکراہ تھا تو مبالغہ شیخین کی توصیف کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ بایں ہمہ اگر شیعہ کہیں کہ باوجود خلافت اور شجاعت و شوکت بھی تقیہ جائز ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اظہار اسلام اور نماز پڑھنے وغیرہ میں بھی تقیہ پایا جانا ممکن ہے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ انکار خلافت شیخین کی نسبت انکار اسلام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے نزدیک اشد جرم تھا تو اس صورت میں امامت تو امامت، اسلام کا ثابت کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

بہرکیف یہ تمام قباحتیں ہیں جنہیں کوئی مسلمان تسلیم نہیں کرتا۔ پس بدلیل اجماع امت ثابت ہوا کہ خلافت حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) اور ان کے بعد خلافت حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) حق تھی۔

دیگر جب جمیع اہل اسلام متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ احق بالخلافت تھے یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خلافت بہ نصِ شرع ثابت ہو سکتی ہے یا بہ بیعت اور یا بہ تسلّط۔ اقوالِ امت در بارۂ اثباتِ خلافت ان تینوں قولوں سے باہر نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت حاصل نہ تھی۔ بیعت و تسلّط کا حال تو ظاہر و باہر ہے، رہی نص شرع پس اگر حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی خلافت میں خود حضرت علی المرتضےٰ (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک یا کسی اور صحابی کے نزدیک نص شرع ہوتی تو یہ ناممکن بات ہے کہ وہ حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے محروم اور غیر کو خلافت پر مسلّط ہوتے دیکھتے اور نص شرع کا اظہار نہ کرتے، بلکہ ضرور اظہار کرتے اور تسلّط کو الزام دیتے اور اس کی خلافت کا انکار کرتے جس سے لامحالہ تنازعہ پیدا ہوتا، اور نقل کیا جاتا، اور خصوصاً بعد وفات شیخین۔ اور اس صورت میں حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نص شرع سے بھی اگر مطلع نہ ہوتے تو مطلع ہو جاتے اور اس کا اقرار کرتے نہ کہ انکار۔ حالانکہ حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے لئے نصّ شرعی ہونے سے انکار کیا ہے

اگر حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) غاصب تھے تو کم از کم یہ تو ضرور لازم آئے گا کہ وہ اور انکے معاونین فاسق تھے (معاذ اللہ) اور جب وہ اور ان کے معاونین فاسق تھے تو قرآن و حدیث پر کیونکر اطمینان کیا جاسکتا ہے کیونکہ قرآن مجید اولاً شیخین رضی اللہ عنہما نے جمع کیا اور اکثر احادیث شیخین اور ان کے اعوان و انصار سے روایت کی گئی ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور لوگوں سے بھی روایت کی گئی ہیں لیکن اور لوگوں نے جب غاصبین سے انکار نہیں کیا اور نہی عن المنکر سے باز رہے تو ان کا سکوت یا تو بربنائے تقیہ تھا یا بربنائے تقیہ نہ تھا۔ اگر بربنائے تقیہ نہ تھا تب تو لازم آئیگا کہ وہ افسق خلق اللہ تھے اور اگر بربنائے تقیہ تھا تو ان کی موافقت بھی متہم بہ تقیہ ہیں۔ اور جن امور میں انہوں نے مخالفت بھی کی ہو تو وہ بمطابق آیت کریمہ ولیمکن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا عند اللہ غیر مرضیہ ہیں۔ جب صورت حال یہ ہوئی تو دونوں فریق میں سے کسی کو ترجیح دینے میں ترجیح بلا مرجّح لازم آئے گی اور امت کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہے گی کیونکہ قرن اول کی تبلیغ مشکوک ہوئی اور اس پر کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوا۔

اگر شیعہ کہیں کہ ہم نے حقیقت قرآن مجید کو تلاوت ائمہ سے پہچانا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس میں تقیہ کا احتمال تھا اور اگر شیعہ یہ کہیں کہ ہم نے حقیقتِ قرآن کو بمطابق آیت کریمہ "انا لہ لحفظون" حفظِ الٰہی سے جانا تو ہم کہتے ہیں بیشک ٹھیک ہے مگر پھر امام معصوم کا لازم ہونا کیوں مانتے ہیں؟ اور اگر کہیں کہ ہم نے حقیقت ائمہ کو معجزہ سے پہچانا ہے تو ہم

کہتے ہیں کسی امام کا کوئی معجزہ (کرامت) بھی بطریق تواتر یا شہرت یا استفاضت ثابت نہیں۔ اگر بطریق کرامت کوئی امر واقع ثابت بھی ہے تو بغیر تحدی بطریق خبرِ واحد ثابت ہے۔ اور بایں قسم واقعات شیخین (رضی اللہ عنہما) سے بھی منقول ہوئے ہیں۔

ہم اس مضمون کو کسی قدر اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ قیام حجت تکلیف بغیر معرفت مکلّف بہ صحیح نہیں اور معرفت حجّت شرعیہ موقوف ہے نقل پر جو صاحب شرع سے منقول ہو۔ جب عقل سے نقل شرع کو پہچانتے ہیں تو اسے دو قسم پر پاتے ہیں، ایک قسم وہ ہے جو بداہتہً و بلا تردّد مکلفین پر دلیل و حجت ہے جس کی نسبت مکلّفین سے کہا جا سکتا ہے۔ عندکم فیہ من اللہ برھان۔ یقین سے مراد وہ جو شرع کے نزدیک معتبر ہے نہ وہ یقین جو متکلمین کی اصطلاح ہے۔ اسی قسم پر اہل سنّت اور اہل بدعت ہونے کا مدار ہے۔ اور اسی قسم میں امّت سے اختلاف کرنا قبیح و مذموم اور بہ نصّ آیۃ کریمہ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ۔ الآیہ حرام و ممنوع ہے۔ اور اسی کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہوا ہے مَنْ أَحْدَثَ فِي دِينِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ کہ جو شخص دین میں ایسی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو وہ اس شخص پر رَدّ ہے۔ اور یہ قسم جو بلا تردّد حجت و برہان ہو سکتی ہے نص صریح، کتاب اللہ و حدیث مشہور جو بطریق متعددہ ہر طبقہ میں بروایت رجال کثیرہ مروی ہوئی ہو اور اجماع امّت اور خصوصاً اجماع طبقہ اولیٰ اور قیاس جلی (جو اوّل الذکر تین قسموں پر کیا جاتا ہے) میں محصور ہے۔ حدیث مشہور کے حکم میں وہ خبر واحد بھی ہے جو بکثرت قرائن رکھتی ہو اور وہ قرائن کتاب اللہ کا مفہوم مخالف یا مفہوم موافق ہوں اور یا مضمون خبر حکم صریح عقل اور قیاس کے مطابق ہو۔

دوسری قسم اخبار آحاد ہیں جن کی تصحیح و تضعیف میں علمائے کرام میں اختلاف واقع ہوا ہے خصوصاً اقسیۂ متعارضہ و اخبار متخالفہ جن کی تطبیق میں علمائے امّت کے مختلف اقوال ہیں اس نوع کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل میں جہاں تک ممکن ہو صاحب شریعت سے موافقت کرنے میں ہمت صرف کرنی چاہیئے۔ پھر کوشش بلیغ کے بعد جو امر بظن غالب ہو اس

پر عمل کرے۔ یہ حکم بھی باجماع امت ثابت ہے۔ علمائے اصولیین کے اس کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ اس قسم میں اختلاف کرنے والوں میں مصیب و مخطی کون ہے۔ ایک قول ہے کہ اس قسم میں اختلاف کرنے والے سب مصیب ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مصیب ان میں صرف ایک ہے اور باقی مخطی و معذور۔ اس قسم کے اختلافیات میں تفسیق و تکفیر کو مطلق دخل نہیں بلکہ اس قسم کے اختلافیات باعث رحمت و وسعت ہیں۔ پس یہ امر ہم بحکم عقل یقیناً جانتے ہیں کہ اصل تکلیف شرعی قسم اوّل میں ہے نہ قسم دوم میں۔

جو شخص کہ خلافت شیخین رضی اللہ عنہما بلکہ خلافت خلفائے ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) سے منکر ہے بلکہ کفر و فسق کے ساتھ انہیں مطعون کرتا ہے خاکش دردہن، وہ دین کی جڑ کاٹتا ہے کیونکہ کتاب اللہ کو شیخین رضی اللہ عنہما نے جمع کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عالم کو اس پر متفق کیا۔ اگر انہوں نے خلافت کو غصب کیا اور منصوص الیہ بالخلافت کو ڈرایا تو فریضۃ اللہ کے تارک ہوئے اور فریضۃ اللہ کا تارک فاسق، فاجر اور بدترین مردم ہے اور جب واقعہ یہ ہوا تو یہی حال اُن کے معاونین و انصار کا ہوگا۔ تو اب ان لوگوں سے جو کچھ منقول ہے وہ کیونکر قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔ اور اگر تواتر کا اعتبار کیا جائے تو ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی خلافت بتواتر ثابت ہے اور اگر ان چند ملحدین، منکرین خلافت خلفائے راشدین کی ہفوات کو سنیں تو نہ نقل قرآن مجید ثابت ہوتی ہے اور نہ نقل احکام، نہ بطریق تواتر نہ بطریق خبر واحد۔ اور اگر بالفرض کوئی نقل ضعیف مروی بھی ہو تو کوئی ذی فہم اور ذی علم اس سے واقف نہیں۔

بہر کیف وہ قسم اوّل سے ہو سکتی ہے جو مکلّفین پر دلیل و حجت ہو سکے۔ اور اگر تواتر کا اعتبار کریں تو ان کا تیر انہیں کے سینہ میں جا لگتا ہے۔ ”وکفی اللہ المؤمنین القتال“۔

اور اجماع امت جس کا اوپر ذکر کیا گیا ایک کلمۂ مجمل ہے جب اس کی تفصیل کرتے ہیں تو خلفائے ثلاثہ کے سوا اور کسی زمانہ میں متحقق نہیں ہوا بلکہ اجماع خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں اور انہیں کے حکم سے متحقق ہوا ہے لہٰذا اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ بلکہ از قسم اوّل شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں سے کوئی حکم باقی نہیں رہتا۔ اور لازم آتا ہے کہ لوگ اپنے اپنے

مظنونات کے مطابق عمل کریں اور امور جزئیہ میں بلحاظ ظن غالب عمل کرنا جائز نہیں مگر با جماع طبقہ اولیٰ، سو وہ بھی ثابت نہ ہوا۔

الغرض ان کے ہفوات کے مطابق کوئی شخص بھی مکلف بحکم شریعت نہیں ہو سکتا لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین علیٰ ھٰذہ العقیدۃ الباطلۃ۔ اور مخالفت حکم عقل صریح در صورت خلفائے ثلاثہ کے غاصب ہونے کے اس لئے لازم آتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبعوث ہونا عالم کے لئے نعمت عظیمہ ہے۔ قتال بنی آدم گو دراصل قبیح و مذموم ہے، صرف مصلحت عالم کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قتال اس لئے تھا کہ اس وقت تو لوگ مسلمان ہو گئے اور پھر عنقریب ہی اس سے برگشتہ بھی ہو گئے۔ اور یا اگر قتال آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سعادت میں صرف ظاہر صورت اسلام کے لئے تھا قطع نظر اس سے کہ آخرت میں اس سے کچھ نفع مترتب ہو تب بھی لازم آئے گا کہ وہ نہایت قبیح و مذموم تھا۔ ولیس کذالک۔ بلکہ اسی مصلحت و اصلاح عالم کیلئے تھا جس کے لئے وہ نہ صرف تجویز بلکہ فرض و لازم کیا گیا۔ بہر کیف جب مصلحت عالم کے لئے قتال تجویز کیا گیا اور بقول شیعہ صورت حال یہ ہوئی کہ اگر صحابہ حق پر نہ تھے تو اب عقل کہتی ہے کہ اہل حق نے کیوں ان پر انکار نہ کیا اور جابرانہ و غاصبانہ خلافت کو کیوں تسلیم کیا۔

اس موقع پر چاہیئے کہ مخالفین عقل کو حکم بنائیں کہ کیا عقل شہادت دیتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر مجاہدہ اور جہد صرف اس لئے کیا کہ لوگ اسلام میں ایک دروازے سے داخل ہوں اور دوسرے دروازے سے نکل جائیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جو قتل و غارت ہوا اور عورتوں کو اسیر کیا گیا صرف اس لئے کہ لوگ زبان سے اسلام اسلام پکارتے رہیں اور آخرت میں ان کا کچھ حصّہ نہیں۔ (حاشا و کلا، دین اسلام ایسے نقائص سے پاک ہے۔ مترجم)

ازالۃ الخفاء، اُردو۔ اوّل ص ۵۳۹ تا ۵۵۲

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے غاصب و جابر ہونے پر عقل اس لئے بھی شہادت نہیں دیتی کہ تمام مسلمانوں نے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کی اور ان کی خلافت پر متفق ہوئے۔ ان کے

ساتھ مرتدین سے قتال کیا اور فارس و روم سے جہاد کیا۔ انہیں کے اہتمام اور سعی و کوشش سے قرآن جمع کیا گیا، اس کی اشاعت کی گئی اور تمام مسلمان ایک مصحف پر متفق ہوئے۔ بلادِ شام و عراق و عرب اور بلاد یمن سے ظلمتِ کفر و شرک دُور ہوئی، حدود شرعیہ جاری کی گئیں۔ نماز، روزہ وغیرہ ارکانِ اسلام جاری ہوئے۔ تمام بلادِ اسلام میں تلاوتِ قرآن ہونے لگی اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد رہا اور یہ وہ روشنی اور ترقی تھی جس کا بعثتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نام و نشان نہ تھا۔ اور محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوئی اور سب دنیا جانتی ہے جب اس قدر امر میں اتفاق ہے تو اب اگر عقل کو کدورتِ تعصّب سے پاک کیا جائے تو وہ ضرور حکم کرے گی کہ خلفائے راشدین کی خلافت حق تھی اور اس کے انعقاد میں عصیان واقع نہیں ہوا اور نہ مقاصدِ خلافت میں کسی قسم کا قصور و کوتاہی اور غلطی واقع ہوئی ہے کیونکہ اصل الاصول درباره خلافت اتفاق امتِ مرحومہ سے سوادِ اعظم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے موافقت کرنا اور اس سے انحراف نہ کرنا ہے۔

(ازالۃ الخفاء اوّل اردو صہ ۵۵۴)

اعتراض:۔ شیعہ کہتے ہیں۔ تبوک کی طرف جاتے ہوئے (نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا تھا "انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی"۔ یہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتا ہے۔

(ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۵۵۸)

جواب:۔ حدیث "الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی"۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کو جا رہے تھے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مصلحت خانہ داری کے لئے گھر چھوڑ گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک قسم کا ملال ہوا کہ آپ انہیں اپنے ساتھ جنگ میں نہیں لے جاتے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک وہ ہے جو حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کے نزدیک تھی"۔ ترمذی اور حاکم نے بحدیث سعد روایت کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بعض مغازی میں مکان پر چھوڑا۔ حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ مجھے عورتوں بچوں میں چھوڑے

جاتے ہیں ـــــ فرمایا علی رضی اللہ عنہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک بمنزلہ ہارون کے ہے جو حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کے قائم مقام ہوئے تھے، بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پر گئے تو حضرت ہارون کو اپنا قائم مقام کر گئے۔ پس حضرت ہارون تین خصلتوں کے جامع ہوئے۔ ایک یہ کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کے اہل بیت سے تھے۔ دوم یہ کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی غیبت (عدم موجودگی) میں حضرت ہارون (علیہ السلام) ان کے قائم مقام تھے۔ سوم یہ کہ حضرت ہارون (علیہ السلام) نبی بھی تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک پر روانہ ہوتے ہوئے اپنا قائم مقام بنایا تو حضرت ہارون (علیہ السلام) کے ساتھ آپ کو دو باتوں میں تشبیہ دی۔ ایک یہ کہ آپ اہل بیت سے تھے، دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبت میں آپ کے قائم مقام ہوئے۔ اور تیسری خصلت میں اور وہ نبوت ہے، آپ کو تشبیہ حاصل نہ تھا۔ اور یہ تشبیہ خلافت کبریٰ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد واقع ہوئی، کوئی تعلق نہیں رکھتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر غزوہ میں ایک نیا شخص قائم مقام کرتے رہے۔ پس خلافت صغریٰ وجوب خلافت کبریٰ پر دلیل نہ ہوئی۔ البتہ خلافت صغریٰ (اور وہ خلافت بوقت غیبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی) پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے اہل تھے کہ خلافت انہیں تفویض کی جاتی تو یہ ہمارے مسلک کے برخلاف نہیں۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد خلافت کبریٰ ہوتی تو آپ بجائے حضرت ہارون علیہ السلام کے حضرت یوشع سے تشبیہ دیتے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ حضرت یوشع ہوئے۔ اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ (علیہما السلام) سے کئی سال پہلے وفات پا چکے تھے۔

اب تعنت وتشدد شیعہ کو دیکھنا چاہیئے کہ مذکورہ بالا حدیث سے استدلال خلافت کی تصحیح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس قدر مراتب حضرت ہارون (علیہ السلام) کو حاصل تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہوئے

جو مراتب حضرت ہارون کو حاصل تھے از اں جملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وفات ان

کے قائم مقام ہونے کا استحقاق بھی حضرت ہارون کو حاصل تھا بشرطیکہ حضرت ہارون زندہ رہتے۔ اور اگر حضرت ہارون باوجود زندہ رہنے کے قائم مقامی سے معزول کیے جاتے تو وہ ضرور اس سے متنفرّ ہوتے۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں جائز نہیں۔ از انجملہ اور مراتب کے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شریک فی الرسالت تھے، لہٰذا یہ بات ضروری تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت ہارون مفترض الطاعت تھے اگر زندہ رہتے۔ پس ضروری ہوا کہ یہی استحقاق حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے لیے بھی ثابت ہو بجز اس کے شرکت فی النبوت ممتنع تھی اس لیے نبی نہ تھے اور مفترض الطاعت تھے اور یہی معنی امامت کے ہیں۔

ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ" میں ایک قسم کی تشبیہ واقع ہوئی ہے اور تشبیہ میں وہی اوصاف مشہورہ معتبر ہوتے ہیں جو زبان زد خاص و عام ہوں نہ اوصاف دور دراز مثلاً کوئی یوں کہے کہ زید شیر کی مانند ہے تو اس تشبیہ سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ زید کے دُم بھی ہے، اس کے دانت بھی شیر کی طرح ہیں اور اس کے جسم پر شیر کی طرح بال بھی ہیں۔ اور کہ وہ شیر کی طرح آدمیوں کو پھاڑ کھاتا ہے بلکہ وہی شجاعت متعارفہ سمجھ میں آتی ہے۔ حضرت ہارون (علیہ السلام) کے خصائل مشہورہ یہی تھے جو مذکور ہوئے۔ اس قسم کے کلام یعنی حدیث: اَنتَ منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ سے استخلاف خلافت بعد وفات موسیٰ کوئی ذی عقل نہیں سمجھ سکتا۔ اور خصوصاً بایں علاقہ کہ عدم استحقاق سے انبیاء کا معزول ہونا لازم آئے گا اور معزول ہونے سے تنفرّ خلائق۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر حضرت ہارون زندہ رہتے تو خلیفہ بخلافت اصطلاحیہ نہ ہوتے اس لیے کہ خلافت اصطلاحیہ غیر انبیاء کے لیے ہے۔ نیز ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کام منقطع ہو جانا جو بوجہ غیبت تفویض کیا گیا تھا، معزولی نہیں کام کا تمام ہو جانا ہے۔ مثلاً کسی شخص سے کہا جائے کہ فلاں کام انجام دے کر آجاؤ اور وہ انجام دے کر آجائے۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ استحقاق طاعت انبیاء علیہم السلام کو بحیثیت نبوت حاصل

ہوتا ہے جب حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے نبوت مستثنیٰ کی گئی، جو کچھ بجہت نبوت ثابت ہو سکتا تھا وہ بھی مستثنیٰ ہو گیا۔ علاوہ ازیں اکثر امت امام کو بمعنی معصوم مفترض الطاعت نہیں لیتی کیونکہ معصوم مفترض الطاعت کا مفہوم غیر محصل ہے عادۃً پس اس پر کلام کی بناء ڈالنا کس قدر ناانصافی ہے۔ (ازالۃ الخفاء۔ اول صہ ۵۶۴ تا ۵۶۶)

مقامات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اسلام میں سبقت آپ نے اول بعثت ہی میں سب سے سبقت کی اور مشرف باسلام ہو گئے۔ علمائے سیرت کا اس میں اختلاف ہے کہ اول حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ احرار بالغین (آزاد مردوں) میں سے قبول اسلام میں کسی نے حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے سبقت نہیں کی اور نہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے کسی نے قریش میں سے قبول کا اظہار کیا۔[1]

ازالۃ الخفاء۔ دوم صہ ۲۱

لقب مبارک حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے نقل کیا گیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم آتش دوزخ سے اللہ کے عتیق (یعنی آزاد کئے ہوئے) ہو، اس دن سے ان کا لقب عتیق مشہور ہوا (ترمذی)۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے یہ بھی روایت کیا گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کسی ایسے شخص کے دیکھنے کی خواہش ہو جو دوزخ کی آگ سے آزاد ہو تو اسے چاہیئے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے۔ ازالۃ الخفاء۔ اول صہ ۱۹۱

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب سے پہلے کون ایمان لایا تھا، اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والا ان میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان متعارض حدیثوں کو جمع کیا اور فرمایا، مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر تھے، عورتوں میں سے حضرت خدیجہ اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی تھے (رضی اللہ عنہم) (صواعق محرقہ صہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر صدیق نام رکھا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تصدیق معراج کے باعث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق ہوا۔ (مختصراً)

ازالۃ الخفا اوّل ص ۱۹۲، ۵۹۴، ۴۴۳

افضلیت بلحاظ اِحسان و منّت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے بلحاظ اپنے مال کے اور بلحاظ میری صحبت میں رہنے کے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں ———— ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کی مکافات کر دی ہے بجز ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے کہ ان کے جس قدر ہم پر احسانات ہیں ان کی مکافات اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا۔ مجھے جو نفع ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے پہنچایا، اور کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔ اور یہ اشارہ ہے افضلیت باعتبار اعانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور افضلیت باعتبار ترویج اسلام۔

(ازالۃ الخفا اوّل صـ۵۸۵)

مقام رضا اور رب کا سلام

ایک روز حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت جبرائیل اس وقت آئے اور کہنے لگے، اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا بات ہے کہ آج میں ابوبکر کو ایک کمبل اوڑھے ہوئے دیکھتا ہوں۔ فرمایا اے جبرائیل انہوں نے اپنا سارا مال قبل فتح مکہ مجھ پر خرچ کیا۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا اللہ ان پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے ان سے پوچھو کہ تم اس فقر میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا میں اپنے پروردگار سے ناراض ہو سکتا ہوں۔ میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ تین دفعہ فرمایا۔

ازالۃ الخفا اول صـ۵۷۳ ـ دوم صـ۴۳

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال خیرات کرنے کا حکم دیا۔ میں اپنے گھر مال لینے گیا اور ارادہ کیا کہ آج میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا اگر ممکن ہوا۔ چنانچہ میں نے نصف مال لیا اور نصف گھر کے لئے چھوڑا۔ جب مال

لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، گھر کے لیے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا نصف۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے آئے تھے، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، اپنے اہل و عیال کے لئے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں آپ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا۔ (ازالۃ الخفاء۔ اول صفحہ ۳۷۴-۳۷۵)

منصب وزارت

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں۔ چنانچہ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل و میکائیل (علیہما السلام) ہیں اور میرے دو وزیر زمین والوں میں سے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

ازالۃ الخفاء اول ص ۱۹۷، ۵۸۵، ۳۵۰، ۳۷۰

سب پر مقدم

اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بجائے وزیر کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے پہلے تمام امور میں مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثانی تھے اسلام میں، اور ثانی تھے غار میں اور ثانی تھے عریش میں بروز بدر اور قبر میں بھی ثانی ہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر کسی کو مقدم نہ رکھتے تھے۔ ازالۃ الخفاء اول صفحہ ۲۵۷، ۵۸۵

آپ کی منقبت اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبسم

حاکم نے ——— حبیب بن حبیب سے نقل کیا ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کیا تم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کچھ اشعار کہے ہیں، وہ مجھے بھی سناؤ۔ حضرت حسان نے جواب دیا ہاں، میں نے کچھ اشعار کہے ہیں وہ یہ ہیں (ترجمہ)

"حضرت صدیق غار شریف میں رسول خدا کے ساتھ ثانی اثنین تھے جب حضرت صدیق اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں پہاڑ پر چڑھے اور غار میں مخفی ہوئے تو

دشمنوں نے غار کو گھیر لیا۔ وہ یعنی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں، اس بات کو سب جانتے ہیں۔ اور حضرت نے کسی مخلوق کو ان کے برابر نہیں سمجھا۔ یہ اشعار سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسّم فرمایا۔"

(ازالۃ الخفاء۔ اول ص۲۲)

شجاعت

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ شجاع ترین مردم کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا اگر آپ نہیں تو پھر ہم نہیں جانتے کہ شجاع ترین مردم کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شجاع ترین مردم ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دیکھا کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو کوئی مارتا اور کوئی دھکیلتا اور کہتا جاتا تم نے ہی تمام معبودوں کو ایک کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم میں سے کوئی نزدیک نہیں گیا بجز ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ آپ جا کر کسی کو مارتے اور کسی کو دھکیلتے۔ الخ

ازالۃ الخفاء اوّل ص۵۷۵

حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی گواہی

سالم بن ابی حفصہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے محمد بن علی و جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا، وہ امام عادل تھے ہم ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہیں۔ اس کے بعد جعفر بن محمد (امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما) نے التفات فرمایا اور کہنے لگے، اے سالم! کیا کوئی شخص اپنے نانا کو برا کہہ سکتا ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا تھے۔ اگر میں انہیں برا کہتا ہوں اور ان کے دشمنوں کو برا نہیں سمجھتا ہوں تو مجھے میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ ابوجعفر سے روایت ہے انہوں نے کہا جو شخص حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا انکار کرے وہ سنّت کا انکار کرتا ہے۔

ازالۃ الخفاء اوّل ص۶۰۷

بیعتِ خلافت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے موقع پر بہت بڑا اختلاف جو پیدا ہوا الغرض بیعت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصار کا سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہونا تھا اور یہ وہ اختلاف تھا کہ اگر حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما)

اسے نہ مٹاتے تو مسلمانوں میں اسی وقت سے تلوار چلتی اور دینِ اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

لہٰذا حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے اور اپنے سیف بیان سے اِس اختلاف کو قطع کیا۔ راویانِ حدیث اِس بیان کے نقل کرتے میں مختلف ہیں اور ہر ایک نے اس کے متعلق کچھ یاد رکھا ہے اور کچھ نہیں ——————

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں حضرت صدیق کی بیعت ناگہانی اور یکایک ہونے کا جواب بھی ہے اس طرح پر ہے کہ انصار نے کہا، اے معشر قریش ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے۔ اس وقت خباب بن المنذر (انصار میں سے تھے) کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ صرف میں تمہارے اس کام کے لئے کافی ہوں بلکہ میرے بغیر تمہیں چارہ نہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ جلدی نہ کرو۔ اس وقت میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے چاہا کہ میں کچھ گفتگو کروں مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابھی خاموش رہو۔ پھر آپ نے حمد و ثنا کے بعد بیان کیا۔

اے معشرِ انصار، واللہ ہم آپ لوگوں کے منکر نہیں، نہ ہم آپ کے حقوق کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہم آپ کے ان کاموں کا جو آپ نے اسلام کی خدمت میں کئے۔ مگر بات یہ ہے کہ خود آپ لوگ بھی جانتے ہیں کہ عرب میں جو قدر و منزلت قریش کو حاصل ہے کسی کو نہیں عرب بجز قریش کے اور کسی کی خلافت پر ہرگز مجتمع نہ ہوں گے۔ اس لئے میں آپ لوگوں کو خوفِ خدا دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ تفرقہ نہ ڈالیں اور نہ اس امر کا سبب بنیں کہ اسلام میں کوئی حادثہ پیدا ہو۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ ان دونوں (حضرت عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما) میں سے جس سے چاہیں بیعت کرلیں کیونکہ یہ دونوں شخص ثقہ ہیں۔ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی بات نہیں چھوڑی جو کچھ کہ میں کہنا چاہتا تھا آپ نے کہہ دیا بجز اس کے کہ

مَیں یہ بھی کہنا چاہتا تھا کہ اگر میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور یہ میرا قتل کیا جانا بھی بغیر کسی معصیت کے ہو تو یہ مجھے (زیادہ) پسند

ہے اس سے کہ میں اس قوم پر امیر بنایا جاؤں جس میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔ آپ کے بعد میں نے بیان کیا، اے معاشر انصار اور اے معاشر مسلمین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ ہونے کے زیادہ مستحق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور السباق المبین ہیں (یعنی نیکی میں سب سے زیادہ سبقت کرنے والے) اس کے بعد میں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دست مبارک لیا۔ مگر مجھ سے پہلے انصار میں سے ایک شخص نے سبقت کی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ پھر ان کے بعد میں نے بیعت کی اور پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔ الخ

ازالۃ الخفاء۔ دوم صفحہ ۴۹-۵۰

پھر جب دوسرے روز بیعت عام ہوئی تو سادات اہل بیت رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت سے تخلف کیا اور یہ ایک دوسرا اشکال تھا جو پیدا ہوا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اشکال کو بھی بحسن تدبیر اٹھایا۔ زہری حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ سنا جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن منبر پر کہا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ میری آرزو تو یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی اور زندہ رہتے یہاں تک کہ ہم سب کے بعد تک لیکن اب اگر آپ کا انتقال ہو گیا تو اللہ نے تمہارے آگے قرآن مجید کی روشنی رکھ دی ہے جس کے ذریعے تم راہ پا سکو اور اسی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ہمارے لئے) راہ پائی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصاحب خاص اور ثانی اثنین ہیں، یہی اولیٰ ہیں کہ آپ لوگوں کے خلیفہ بنیں اس لئے اٹھو اور آپ کی بیعت کر لو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک جماعت نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ہوئی تھی اور یہ بیعت عامہ تھی۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تقریر کرنے کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا آپ منبر پر چڑھئے اور اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو منبر پر چڑھا دیا اور لوگوں نے بیعت عامہ کی (بخاری شریف)۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور

آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ آپ نے پوچھا، کہاں ہیں علی رضی اللہ عنہ؟ انصار میں سے چند لوگ اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُلا لائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں۔ عرض کیا نہیں یا خلیفہ رسول اللہ! اور بیعت کرلی (حاکم اس کے راوی ہیں)

ازالۃ الخفا دوم صہ ۵۱-۵۲

ابو عمر نے استیعاب میں حسن بصری سے روایت کیا کہ قیس بن عبادہ کہتے تھے، مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات میں کچھ دن اور کچھ راتیں ایسی تھیں کہ جب اذان ہوتی تو آپ فرماتے کہ اے لوگو! ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے اس امر پر نظر کی کہ نماز اسلام کی علامت ہے اور دین کا ستون ہے لہٰذا جب ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں ہمارے امام ہو چکے تو ہم سب نے اپنے دنیا کے سردار ہونے کے لیے اس شخص کو پسند کرلیا جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کی سرداری کے لئے پسند فرمایا تھا۔ پس بلا تکلف ہم سب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی۔

ازالۃ الخفا۔ اول صہ ۱۵۸

تعظیم اہل بیت رضی اللہ عنہم کی تاکید

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اہل بیت کی بھی غایت درجہ تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اسی کی آپ وصیت فرما گئے چنانچہ آپ کا قول اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ ایک جماعت نے روایت کیا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلبیت رضی اللہ عنہم میں تلاش کرو۔

ازالۃ الخفا۔ دوم صہ ۶۸

طریقت کی اصل

(حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صفائی قلب) ہمارے زمانے میں اسے طریقت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کشف المحجوب[1]

[1] کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری لاہوری کی تصنیف لطیف ہے

ہیں مذکور ہے کہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ توحیدِ الٰہی میں بہترین کلمہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے کہ پاک ہے وُہ ذات جس نے اپنی معرفت کا راستہ خلق کو بجز اس کے نہیں بتلایا کہ وہ اس کی حقیقت وکنہ دریافت کرنے سے عاجز رہے۔ اس کے بعد شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، طریقت در حقیقت طریقت صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ امامِ اہلِ طریقت تھے۔ (ازالۃ الخفا دوم صـ۲۲)

جمع قرآن پاک

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد مجھے بُلا بھیجا۔ جب مَیں گیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا ہے کہ یمامہ کی جنگ میں قرآن مجید کے حافظ بہت شہید ہوئے اور مجھے خوف ہے کہ اگر چند مقامات میں حفاظ یونہی شہید ہوئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ ضائع ہو جائے گا اور میں مناسب جانتا ہوں کہ آپ قرآن کریم کے یکجا جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم اس کام کو کس طرح کرو گے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا یہ خیر ہے اور وہ مجھ سے اس بارے میں برابر گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے میرے سینہ کو اس کام کے لئے کشادہ کر دیا اور میری بھی اس معاملہ میں وہی رائے ہو گئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم جوان عقلمند آدمی ہو اور ہم تمہیں متہم نہیں جانتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی تم کاتب وحی رہے ہو لہٰذا تم قرآن مجید کو تلاش کرو اور اس کو جمع کرو۔ زید کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر وہ مجھے ایک پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کو کہتے تو یہ آسان تھا بہ نسبت قرآن کے جمع کرنے کے۔ میں نے کہا تم اس کام کو کیونکر کرو گے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہی بہتر ہے اور آپ برابر اس معاملہ میں مجھ سے سوال و جواب کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے میرے سینہ کو اس کام کے لئے کشادہ کر دیا جس کے لئے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے سینہ کو کشادہ کیا تھا۔ اور میں نے قرآنِ پاک کو خرمے کی شاخوں، سفید پتھروں اور حفاظ کے سینوں سے تلاش کر کے

مع کیا (اس حدیث کو بخاری نے بیان کیا ہے) (ازالۃ الخفا دوم صـ ۴۱۹-۴۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سپاسِ عقیدت

حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا ہے کہتے تھے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو ان پر ایک چادر اوڑھا دی گئی اور مدینہ رونے والوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔ پھر حضرت (علی رضی اللہ عنہ) تشریف لائے اس حال میں کہ آپ إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ اس مکان کے دروازہ پر جس میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رہتے تھے (پہنچ کر) ٹھہر گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر پر ایک چادر پڑی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ!

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے اور آپ ان کے مونس تھے اور آپ ان کے مرجع و معتمد تھے اور آپ ان کے راز دار و مشورہ دینے والے تھے۔ آپ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ خالص الایمان تھے اور سب سے زیادہ مضبوط یقین کے تھے اور سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھتے تھے اور سب سے زیادہ اللہ کے دین کے لئے نافع تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگہداشت میں سب سے فائق تھے اور سب سے زیادہ اسلام پر شفقت کرنے والے تھے اور اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بہت بابرکت تھے اور سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقِ رفاقت ادا کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ مناقب میں اور سب سے افضل سوابق اسلامیہ میں اور سب سے بلند مرتبہ اور سب سے زیادہ بارگاہ رسالت میں مقرب اور سب سے زیادہ روش و عادت مہربانی اور بزرگی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور سب میں مرتبہ کے لحاظ سے اشرف تھے اور سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک باعزت تھے اور سب سے زیادہ آپ کے نزدیک قابل وثوق تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ (اے ابوبکر) آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بمنزلہ کان اور آنکھ کے تھے۔ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تصدیق اس وقت کی تھی کہ جب تمام لوگ ان کی تکذیب کرتے تھے اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا۔ چنانچہ فرمایا : وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ (ترجمہ: اور وہ شخص جو سچ کو لایا اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی)۔ سچ کے لانے والے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اے ابوبکر آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنے جان و مال سے غمخواری اس وقت کی جب کہ اور لوگ مال سے بخل کرتے تھے، اور آپ نے حضرت کی رفاقت مصائب کے وقت کی جبکہ لوگ آپ کی اعانت سے بیٹھ رہے تھے، اور آپ نے سختی کے زمانہ میں ان کی صحبت اختیار کی۔ آپ صحابہ میں سب سے مکرم، مصدّق، ثانی اثنین اور غار میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ ساتھی تھے جن پر خدا کی طرف سے سکینہ اور وقار اتارا گیا، اور آپ ہجرت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رفیق اور خدا کے دین میں اور اُمّت میں ان کے خلیفہ تھے۔ آپ نے فرائض خلافت کو خوب ادا کیا، اور اس وقت آپ نے وہ کام کیا جو کسی نبی کے خلیفہ نے نہ کیا تھا۔ آپ مستعد رہے جبکہ آپ کے ساتھی سُستی ظاہر کرتے تھے، اور آپ میدان میں آگئے جب کہ وہ چھپ رہنا چاہتے تھے۔ اور آپ قوی رہے جبکہ وہ ضعف ظاہر کرنے لگے، اور آپ نے طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مضبوط پکڑا جبکہ وہ لوگ اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے تھے۔ آپ کی خلافت منافقوں کی ذلّت، کافروں کی ہلاکت، حاسدوں کی ناگواری، باغیوں کی ناخوشی کا سبب تھی، اور آپ اس وقت امرِ حق کے اجرا میں قائم ہوئے ہیں جبکہ اور لوگوں نے ہمتیں پست کر دی تھیں، اور آپ ثابت قدم رہے جبکہ اور لوگوں میں تردّد پیدا ہوا۔ اور آپ نورِ الٰہی کے ساتھ خطرناک راستوں سے گزر گئے جبکہ اور لوگ ٹھہر گئے تھے پھر آپ کو راہ پر دیکھ کر سب نے آپ کی پیروی کی اور سب نے راہ پائی۔ اور آپ آواز میں سب سے پست تھے، کسی کو سختی و درشتی سے جھڑکتے نہ تھے، اور فوقیتِ مراتب میں سب سے برتر تھے۔ اور آپ کلام کرنے میں سب سے بہتر تھے اور آپ کی گفتگو سب کی گفتگو سے زیادہ ٹھیک ہوتی تھی، اور آپ کی خاموشی سب سے بڑھی ہوئی تھی، اور آپ کا قول سب سے بلیغ ہوتا تھا۔ اور آپ کا دل سب سے زیادہ شجاع تھا اور سب سے زیادہ امور

دینی و دُنیوی کے پہچاننے والے تھے اور عمل کے لحاظ سے سب سے اشرف تھے۔

اے صدیق رضی اللہ عنہ! خدا کی قسم آپ دین کے سردار تھے، ابتدا میں بھی جب کہ لوگ دین سے بھاگ گئے تھے اور آخر میں بھی جب کہ لوگ دین کی جانب متوجہ ہوئے۔ آپ مسلمانوں کے مہربان باپ تھے یہاں تک کہ سب مسلمان آپ کے لئے اولاد کی مانند ہو گئے، اور جس بار کے اٹھانے سے وہ ضعیف تھے وہ بار آپ نے اپنے سر پر اٹھا لیا، اور جو امور ان سے فرو گذاشت ہوئے تھے آپ نے ان کی نگہداشت کی، اور جس کو انہوں نے ضائع کیا آپ نے اس کی حفاظت کی اور جس بات سے وہ جاہل رہے آپ نے اسے جان لیا اور جس وقت وہ اجرائے امورِ دین میں سُست ہوئے تو آپ ان کاموں میں کمر باندھ کر مستعد ہو گئے، اور جب وہ لوگ گھبرائے تو آپ نے صبر و استقلال سے کام لیا۔ پس اُن کے مطالب کے قصور کو معلوم کر لیا اور وہ آپ کی رائے سے مقاصد کی طرف راہ یاب ہوئے تو انہوں نے اپنی مراد کو پا لیا، اور آپ کے سبب سے ان بلند مدارج کو پہنچے کہ جس کا انہیں گمان ہی نہ تھا۔

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ کافروں پر تو عذاب آسمانی اور غضب الٰہی کی آگ تھے، اور ایمان داروں کے لئے خدا کی رحمت اور انس اور ایک مضبوط قلعہ تھے۔ پس ان محامد و کمالات کے سبب آپ اس خلافت کے دریا میں داخل ہوئے اور انتہا تک پہنچ گئے اور اس کے فضائل حاصل کر لئے اور اس کے سوابق پائے اور باوجودیکہ یہ کام مشکل تھا مگر آپ کی حجت نے کمی نہ کی اور آپ کی بصیرت ضعیف نہ ہوئی، اور آپ کے دل نے بزدلی نہ کی اور آپ کا قلب نہ گھبرایا اور آپ خلافت میں آ کر حیران نہیں ہوئے۔ آپ مثل پہاڑ کے تھے کہ جسے بادل کا گرجنا اور تیز آندھیاں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکیں۔ اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! درحقیقت آپ موافقِ ارشادِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی رفاقت اور مال سے سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کرنے والے تھے، اور نیز حسبِ ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنے بدن میں ضعیف تھے مگر خدا کے کام میں قوی تھے، منکسر النفس تھے مگر خدا کے نزدیک باعظمت تھے۔ لوگوں کی نظروں میں جلیل القدر تھے، ان کے دلوں میں بزرگ تھے۔ کسی شخص کو آپ پر توقع نہ ملتا

اور نہ کوئی گرفت کرنے والا آپ میں عیب نکال سکتا تھا اور نہ کوئی آپ سے خلافِ حق کی طمع کر سکتا تھا اور نہ کسی کی آپ کے یہاں ناجائز رعایت تھی۔ جو ضعیف و ذلیل تھا وہ آپ کے نزدیک قوی غالب تھا، یہاں تک کہ آپ اس کا حق دلا دیتے تھے اور قوی ظالم آپ کے نزدیک ذلیل تھا، یہاں تک کہ آپ اس سے عقدار کا حق لے لیتے تھے۔ اس بارہ میں قریب و بعید آپ کے نزدیک یکساں تھے۔ سب سے زیادہ مقرب آپ کے یہاں وہ تھا جو اللہ تعالیٰ کا بڑا مطیع اور اس سے بڑا ڈرنے والا تھا۔ آپ کی شان حق کام کرنا، سچ بولنا اور نرمی کرنا تھا۔ آپ کی بات لوگوں کے لئے حکم اور قطعی حکم تھی اور آپ کا کام سراسر علم و ہوشیاری تھا۔ آپ کی رائے علم اور عزم مصمم تھی۔

آپ نے جب ہم سے مفارقت کی تو ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ راہ صاف تھی اور دشواریاں آسان ہو گئی تھیں اور ظلم و تعدی کی آگ بجھ گئی تھی، اور آپ کی ذات سے ایمان قوی ہو گیا تھا اور اسلام اور مسلمان ثابت قدم ہو گئے تھے، اور خدا کا حکم ظاہر ہو گیا تھا اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرا۔

پس خدا کی قسم اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ اوصافِ حسنہ میں سب سے بڑھ گئے اور بہت دور پہنچے اور آپ نے اپنے بعد کے لوگوں کو سخت تعب و تکلیف میں ڈالا کیونکہ امورِ خلافت میں آپ کی جیسی کوئی شخص کوشش نہیں کر سکتا، اور واضح طور پر خیر تک پہنچے۔ اب آپ نے اپنی وفات کے صدمہ سے سب کو رونے اور غم کرنے میں مبتلا کر دیا۔ آپ کی مصیبت وفات آسمان اور بڑی باعظمت ہے اور آپ کے فراق کی مصیبت نے لوگوں کو شکستہ دل اور ویران خاطر کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم اللہ سے اس کے حکم پر راضی ہوئے اور اس کا کام اسی کے سپرد کیا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کبھی مسلمان آپ جیسے شخص کی وفات کی مصیبت نہ اٹھائیں گے۔ آپ دین کی عزت اور دین کی حفاظت اور دین کی پناہ تھے، اور مسلمانوں کے مرجع و ماویٰ اور ان کے فریادرس تھے اور منافقوں پر سخت اور ان کے غصہ کا سبب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپکو آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سے بلا دے، اور ہمیں آپ کے غم میں صبر کرنے کے اجر سے محروم نہ رکھے، اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

راوی کا بیان ہے کہ سب لوگ اس تقریر کے وقت خاموش رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر ختم کی تو پھر سب روئے، یہاں تک کہ رونے کی آواز بلند ہوئی۔ پھر سب نے کہا اے داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے سچ فرمایا۔ (ازالۃ الخفا اول صد ۱۵۹ تا ۱۶۱)

مقاماتِ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

بعض مقامات کی حقیقت یہ ہے کہ قوتِ عاقلہ نورِ نفیس کی مطیع و منقاد ہوتی ہے اور اس کے حکم کے تابع رہتی ہے اور متواتر اخبار (روایات) سے ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ مقامات بھی حاصل تھے۔ انہی مقامات سے بہتر مقام آپ کی رائے کا وحی سے مطابقت کرنا تھا جسے آپ اپنی قوتِ اجتہاد یہ سے سمجھ لیتے تھے اور پھر قرآن آپ کی رائے کے موافق نزول کرتا اور یا حدیث وارد ہوتی۔ یہ مقام آپ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مشہور و معروف تھا اور خود آپ بھی اس کے حاصل ہونے کے معترف و مُقر تھے اور اللہ عزوجل کا شکر بجالاتے تھے۔ ازالۃ الخفا اردو۔ دوم صد ۳۲۹

محبوبِ خدا اور مُرادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ، ابوجہل یا عمر بن خطاب میں جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو عزت دے" چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی معلوم ہوا ان دونوں میں خُدا کو محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے (ترمذی)۔ ازالۃ الخفا اوّل صد ۱۷۵

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یا اللہ اسلام کو عزت دے خاص کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ ازالۃ الخفا اوّل صد ۱۹۲

خاص فضیلت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بروایت حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت حاصل ہوئی۔ اسیران بدر کے متعلق جبکہ آپ نے انکے قتل کی رائے دی دیگر صحابہ کرام کی رائے کے مطابق انہیں چھوڑ دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

"لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم"۔ اور حجاب کے متعلق جبکہ آپ نے ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردہ کرنے کے لئے کہا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا اے عمر کیا تم ہم پر غیرت کھاتے ہو حالانکہ ہمارے گھر میں وحی نازل ہوتی ہے، تو یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ "واذا سالتموھن فاسئلوھن من وراء حجاب"۔ اور بدعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "اللھم اید الاسلام بعمر" اور بیعت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیونکہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی۔
ازالۃ الخفاء دوم ص ۳۳۱

آپ کے اسلام لانے کی آسمانوں پر خوشیاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اسلام لائے تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمان والے خوش ہوئے۔
ازالۃ الخفاء اوّل ص ۱۷۸

آپ کا اسلام قوّتِ اسلام کا باعث ہوا

حضرت عثمان بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام یعنی ابوجہل ان دونوں شخصوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت دے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دوسرے ہی دن علی الصبح خدمت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آئے اور دار ارقم یعنی میرے گھر میں اسلام لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لاتے ہی سب مسلمان دار ارقم سے نکلے اور ان کی تعداد

بھی اس وقت زیادہ ہو چکی تھی، اور علانیہ سب نے کعبہ کا طواف کیا اور دارِ ارقم یعنی میرا گھر دار الاسلام کے نام سے مشہور رہا۔ ازالۃ الخفاء اوّل صفہ ۲۳

خلافت اور بیعتِ خلافت

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بُلا بھیجا تاکہ ان کو خلیفہ بنائیں۔ لوگوں نے عرض کیا کیا آپ ہم پر ایسے شخص کو خلیفہ بناتے ہیں جو اب بھی تند خو اور درشت گو ہے، اور جب وہ ہم پر حاکم بنے گا تو اور زیادہ تند خو اور درشت گو ہو جائے گا۔ پس اگر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا تو جب آپ اپنے پروردگار سے ملیں گے، اس کا کیا جواب دیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم مجھے میرے پروردگار کا خوف دلاتے ہو، اچھا سنو!

میں یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ میں نے اُن پر ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو سب سے بہتر ہے الخ
ازالۃ الخفاء اوّل صفہ ۱۳۶

چنانچہ الاستیعاب میں ہے کہ حضرت صدیق کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اسی روز خلیفہ کئے گئے اور بیعت کر لی گئی جس روز آپ نے وفات پائی اور یہ سنہ ۱۳ھ کا واقعہ ہے۔ الخ ازالۃ الخفاء دوم صفہ ۸۷

فاتح بیت المقدس۔ توریت و انجیل کی پیشینگوئیاں بیان کرنا درست

حضرت کعب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شام میں (جب وہ اپنے عہدِ خلافت میں وہاں تشریف لے گئے تھے) بیان کیا کہ ان تمام کتابوں یعنی تورات و انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ یہ شہر صالحین میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر فتح ہو گا اور وہ ایمان والوں پر مہربان اور کافروں پر سخت ہو گا۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو گا، اس کا قول اس کے فعل کے خلاف نہ ہو گا۔ قریب و بعید سب اس کے نزدیک حق میں برابر ہوں گے۔ اس کے ساتھ والے

رات کو تارک الدنیا اور دن کو شیرانِ جنگی ہوں گے، باہم نہایت مہربان، اپنے قرابت داروں کے ساتھ سلوک اور احسان کرتے ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا تم سچ کہتے ہو، میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم تو انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل میں عزّت دی، بزرگی دی، شرافت دی اور ہم پر رحم کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بعزم بیت المقدّس مقام جابیہ میں پہنچے تو آپ نے پہلے سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس بھیج دیا جب وہ وہاں پہنچے تو بیت المقدس والوں نے کہا تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا خالد بن ولید، پھر انہوں نے پوچھا تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے انہوں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان لوگوں نے کہا، کچھ ان کا حلیہ ہم سے بیان کرو چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان لوگوں نے کہا تم تو بیت المقدس فتح نہیں کر سکتے ہاں عمر رضی اللہ عنہ فتح کر لیں گے (اور ایسا ہی ہوا) (ازالۃ الخفاء۔ اول ص ۸۵-۸۶)

آپ کی لمحہ بھر صحبت کو سال بھر کی عبادت پر ترجیح

حضرت ابنِ مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے میرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں گھڑی بھر بیٹھنا میرے نزدیک ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (ازالۃ الخفاء اول ص ۱۷۱)

رقعہ سے دریائے نیل کا پانی چلا دیا

روایت کیا گیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو اہلِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ اس دریائے نیل کے ہر سال ایک باکرہ لڑکی جو نہایت حسین ہوتی ہے بھینٹ کی جاتی ہے جسے ہم اس کے اندر چھوڑ دیتے ہیں ورنہ وہ بہتا نہیں ہے اور ہمارے بلاد و امصار میں قحط سالی پڑ جاتی ہے۔ آپ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے لکھا کہ اِسلام (بری) رسموں کی بیخ کنی کرتا ہے اور ایک پرچہ پر لکھ بھیجا کہ نیل میں ڈال دیا جائے۔ پرچہ میں جو عبارت تھی اس کا ترجمہ درجِ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ رقعہ ہے نیل کی طرف خدا کے بندے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے۔ اے نیل اگر تو اپنے ارادے سے بہتا ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے تو اس کے حکم سے بہتا رہ۔

چنانچہ نیل اس سال سے چھ گز زیادہ پاٹ میں بہا اور ایک روایت میں ہے کہ رقعہ ڈالنے کے بعد کبھی نہیں ٹھہرا۔ (ازالۃ الخفاء دوم صہ ۳۳۷ - ۳۳۸)

سرحدوں پر لڑنے والی فوجوں کی مدینہ شریف سے راہنمائی

محب طبری بروایت عمرو بن الحارث روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ کہہ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے پکار کر کہا "یاساریۃ الجبل" دو دفعہ یا تین دفعہ کہا (شک راوی ہے) پھر خطبہ پڑھنے لگے۔ بعض لوگوں نے کہا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجنون ہو گئے ہیں کہ اثنائے خطبہ میں پکارنے لگے "یا ساریۃ الجبل" (اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ)۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی چونکہ آپ سے بے تکلفی تھی اس لئے آپ نے کہا اے امیرالمؤمنین کیا آپ اثنائے خطبہ میں لوگوں سے باتیں کرتے ہیں۔ "یاساریۃ الجبل" کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا "واللہ یہ کلمہ مجھ سے بے اختیار نکلا ہے جب میں نے ساریہ (سالارِ لشکر کا نام ہے) اور ان کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے قریب لڑ رہے ہیں اور اس کی اوٹ میں سے دشمن آ گئے پیچھے سے آ کر ان پر حملہ کرتے ہیں تو میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکا "یاساریۃ الجبل" (کہ اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ) پھر کچھ زیادہ دن نہیں گزرے کہ قاصد ساریہ کا نامہ لے کر آ موجود ہوا کہ دشمن سے ہمارا مقابلہ جمعہ کے دن ہوا۔ صبح سے ہم نے لڑائی شروع کی یہاں تک کہ جمعہ کا وقت آیا اور آسمان کا شہسوار (سورج) مغرب کی طرف جھکنے لگا۔ اس وقت ہمیں آواز سنائی دی کہ پکارنے والے نے پکار کر کہا، الجبل الجبل، ہم پہاڑ کی اوٹ میں ہو گئے اور ہم نے فتح پائی اور دشمنوں نے شکست۔

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۳۳۷

علمِ غیب، سبحان اللہ

حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محراب سے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ پھر ایک عورت کھجوروں کا طباق لے آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اس میں سے ایک کھجور اٹھائی اور کہا اے علی (رضی اللہ عنہ) کھاتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ (صلے اللہ علیک وسلم) آپ نے اپنا دست مبارک دراز کر کے کھجور میرے منہ میں دے دی۔ پھر ایک کھجور اور اٹھائی اور پھر یہی فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) کھاتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)۔ آپ نے یہ کھجور بھی میرے منہ میں دے دی پھر (یعنی میں بیدار ہو گیا اور) وضو کر کے مسجد میں گیا اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپ محراب سے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ میں نے چاہا کہ خواب بیان کروں لیکن قبل بیان کرنے کے ایک عورت آئی اور مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو گئی جو کھجور کا ایک طباق لے کر آئی تھی۔ طباق لے کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ آپ نے ایک کھجور اٹھا کر کہا اے علی (رضی اللہ عنہ) کھاتے ہو میں نے کہا ہاں آپ نے یہ کھجور میرے منہ میں رکھ دی۔ پھر دوسری کھجور اٹھا کر آپ نے یہی کہا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) کھاتے ہو؟ میں نے کہا ہاں پھر آپ نے یہ کھجوریں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان لٹا دیں۔ میں چاہتا تھا کہ ان کھجوروں میں سے کچھ اور لیتا۔ آپ نے کہا برادرِ من اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو زیادہ دیتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔ میں نے تعجب کیا اور دل میں کہا اللہ تعالےٰ نے آپ کو مطلع کر دیا میرے خواب سے جو آج شب کو میں نے دیکھا۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور کہا اے علی (رضی اللہ عنہ) مومن نورِ دین سے دیکھتا ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) آپ نے سچ فرمایا میں نے ایسا ہی خواب میں دیکھا ہے اور وہ ہی مزہ اور لذت پائی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے۔

ازالۃ الخفاء۔ اردو، دوم ص ۳۴۱

حضرت مولا علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی گواہی

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے تھے ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی کسی گلی میں جا رہے تھے کہ ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ملے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حسنین رضی اللہ عنہما نے داہنی اور بائیں جانب سے دونوں کو گھیر لیا۔

راوی کہتا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رونے کی حالت طاری ہوئی جیسا کہ اکثر ہوا کرتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا امیر المؤمنین آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ کس کو رونا چاہیئے اے علی رضی اللہ عنہ میں اس امّت کے کاموں کا والی ہوں اور اس کے متعلق احکام نافذ کیا کرتا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میں برا کرتا ہوں یا اچھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اللہ کی قسم آپ ایسا انصاف کرتے ہیں ایسا انصاف کرتے ہیں مگر ان کا رونا موقوف نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کچھ گفتگو کی، جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھی اور انہوں نے بھی ان کی حکومت اور عدل کی تعریف کی مگر ان کا رونا موقوف نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی ہی گفتگو کی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کلام ختم ہوتے ہی ان کا رونا موقوف ہو گیا۔

اور انہوں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے میرے بھتیجو!

کیا تم میرے عدل و انصاف کی گواہی خدا کے سامنے دو گے تو دونوں چپ ہو گئے اور اپنے والد کی طرف دیکھنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

ازالۃ الخفا اوّل حصہ ۳ ۲۴۳-۲۴۴

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جبکہ وہ زخمی ہوئے اور انہوں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم زمین میں آپ کے بعد اب کوئی نہیں ہے کہ میں اس کے ایسے اعمال نامہ کے ساتھ خدا سے ملنے کی آرزو کروں۔

ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۲۴۶

خود کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبد کہتے تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر خطبہ میں فرمایا:

قَدْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ۔
میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا، میں آپ کا بندہ اور خادم تھا۔

ازالۃ الخفاء بحوالہ جاء الحق اول صـ ۳۷۹

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام سے نماز ٹوٹتی نہیں بلکہ کامل ہوتی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ تشریف لے گئے تو فتح بیت المقدس کا ذکر کیا۔ بعد ازاں آپ نے کعب احبار سے سوال کیا کہ میں نماز کس جگہ پڑھوں؟ انہوں نے کہا اس چٹان کے پیچھے جہاں صخرہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے نہیں! بلکہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی میں وہیں نماز پڑھوں گا۔ پھر آپ قبلہ رُو ہو گئے اور جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی وہیں آپ نے نماز پڑھی۔

ازالۃ الخفاء۔ اول صـ ۴۳۲

قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام

الریاض النضرۃ میں محمد بن علی سے روایت ہے

کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس یمنی چادرے آئے جو آپ نے مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) کے درمیان تقسیم کر دیئے مگر ان میں کوئی ایسا چادرا نہ تھا جو حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے لئے مناسب ہوتا۔ اس لئے آپ نے والئ یمن کو لکھا کہ دو چادرے اور بنوا کر بھیج دیں جو امام حسن و امام حسین (رضی اللہ عنہما) کے جسموں کے مناسب ہوں (یعنی ان کے شایانِ شان ہوں) چنانچہ انہوں نے دو چادرے اور بنوا کر بھیج دیئے۔ آپ نے انہیں وہ چادرے اوڑھائے اور فرمایا جب لوگوں کو میں نے یہ چادرے اوڑھے ہوئے دیکھا تو میں نہ دیکھ سکا (یعنی برداشت نہ کر سکا) کہ یہ چادرے ان دونوں (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) کے جسموں پر نہ ہوں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق کے پاس آکر منبر پر چڑھا اور آپ سے کہنے لگا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر پر بیٹھو۔ آپ نے فرمایا میرے باپ کا کوئی منبر نہ تھا۔ یہ فرما کر مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب آپ منبر سے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے اور فرمایا تمہیں یہ کس نے سکھلایا میں نے کہا واللہ (اللہ کی قسم) کسی نے نہیں۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا فرزندِمن! تم ہمارے یہاں آیا کرو۔ بعد ازاں میں ایک روز آپ کے مکان پر گیا، اس وقت آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخلیہ (میں گفتگو) کر رہے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے تھے، یہ لوٹے تو ان کے ساتھ میں بھی لوٹ آیا۔ بعد ازاں ایک روز آپ (یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے کہا، میں نے تمہیں بہت دنوں سے دیکھا نہیں۔ میں نے کہا یا امیر المومنین! میں آیا تھا مگر آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخلیہ کر رہے تھے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر تھے۔ جب وہ واپس ہوئے تو ان کے ساتھ میں بھی واپس چلا گیا۔ فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت اجازت دیئے جانے کے تم زیادہ مستحق ہو کیونکہ ہمارے سروں پر یہ تاجِ خلافت اللہ تعالیٰ ہی نے رکھا ہے اور پھر اللہ عزّ وجل کے بعد آپ لوگ اس کا ذریعہ وسبب ہیں۔

عبید بن حنین سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہم) کی خدمت میں جانا چاہتے تھے کہ دروازے پر عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) آئے مگر انہیں اجازت نہیں دی گئی اس لئے وہ لوٹ گئے تو ان کے ساتھ حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما بھی لوٹ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آدمی بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا، فرزندِ من تم کیوں چلے گئے۔ آپ نے کہا، میں نے سمجھا کہ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اجازت نہیں دی گئی تو مجھے بھی اجازت نہیں دی جائے گی۔ فرمایا، اے فرزندِ من تمہارے سوا کس نے ہمارے سر پر یہ تاجِ خلافت رکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مدائن فتح ہوا اور اس کا مال آیا تو آپ نے مسجد میں فرش بچھوا دیا اور حکم

دیا کہ جس قدر مال ہے اس پر ڈال دیا جائے۔ بعد ازاں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع ہو گئے۔ سب سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا امیر المومنین اس مال میں میرا جو کچھ حق ہے مجھے دیجئے۔ آپ نے مرحبا کہا اور ایک ہزار درہم کا حکم دیا۔ آپ کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا حق طلب کیا۔ آپ نے انہیں بھی مرحبا کہا، اور ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے اور اپنا حق طلب کیا۔ آپ نے انہیں پانچ سو درہم دینے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے، امیر المومنین میں ایک قوی آدمی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی سے میں نے تلوار ہاتھ میں لی ہوئی ہے۔ یہ اس وقت کا حال ہے جب کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما مدینہ کے کوچوں میں کھیلتے پھرا کرتے تھے، انہیں آپ ایک ایک ہزار درہم دیتے ہیں اور مجھے پانچ سو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں کیا تم بھی ان جیسے ماں، باپ، نانا، نانی و چچا پھوپھی، ماموں خالہ لا سکتے ہو، ہرگز نہیں۔ ان کے والد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ان کے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نانی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے چچا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ان کے ماموں ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی خالہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں ہیں۔

ازالۃ الخفاء۔ دوم ص ۱۳۵-۱۳۶

ابن سعد سے روایت ہے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اذن طلب کیا کہ آپ انہیں حج کی اجازت دیں مگر آپ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اس سال نہیں بلکہ آئندہ میں تمہیں حج کی اجازت دوں گا۔ اور یہ میں اپنی رائے سے نہیں کہتا۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں میں نے عام حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔ غرض دوسرے سال امہات المومنین رضی اللہ عنہم حج کے لئے گئیں۔ آپ نے ان کے ساتھ حضرت عثمان غنی اور حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہما) کو روانہ کیا اور فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک اُن کے آگے رہے اور ایک پیچھے۔ جب وُہ کہیں اتریں تو پہاڑوں کے دروں میں انہیں اتاریں اور کسی کو اس طرف نہ آنے دیں۔ اور جب وہ بیت اللہ کا طواف کریں تو ان کے ساتھ بجز عورتوں کے اور کوئی طواف نہ کرے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص میری ازواج رضی اللہ عنہم کی حفاظت و نگہداشت کرے وُہ صادق و بارّ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو حج کرانے کون لے جائے گا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں، چنانچہ وہ انہیں حج کرانے لے گئے تو راستے میں ان کے ہودجوں پر چادر ڈالتے اور پہاڑوں کے درّوں میں انہیں اتارتے۔

اسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رُضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی تو لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شہ (اشتعال) دیتے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ مجھ پر اس شخص کو فضیلت دیتے ہیں جو مجھ سے افضل نہیں حضرت اُسامہ بن زید رُضی اللہ عنہما کے آپ نے دو ہزار (ششماہی) مقرر کیئے اور میرے ایک ہزار پانچ سو (ششماہی) مقرر کیئے۔ فرمایا اس لیئے کہ زید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک عمرُ رضی اللہ عنہ سے زیادہ اور اُسامہ عبداللہ بن عمر رُضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ عزیز ہے۔ (ازالۃ الخفا دوم ۲۴۹)

حضرت عمر فاروق رُضی اللہ عنہ نے اپنی چچازاد بہن شفا بنت عبداللہ العدویہ کو کہلا بھیجا کہ وہ صبح آپ کے پاس آئیں چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں گئی اور دروازے پر میں نے عاتکہ بنت اسید بن ابی الفیض کو پایا۔ تھوڑی دیر میں ان سے باتیں کرتی رہی، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مصلیٰ منگایا اور ان کو دیا۔ بعد ازاں ایک اور اس سے چھوٹا مصلیٰ منگایا اور مجھے دیا۔ میں نے کہا اے عمر رُضی اللہ عنہ میں ان سے سابق الاسلام ہوں اور تمہاری چچازاد بہن ہوں اور تم نے اپنا پیغام میرے پاس خود بھیجا تھا۔

آپ نے فرمایا میں نے یہ بڑا مصلٰی تمہارے لئے ہی رکھا تھا، لیکن جب میں نے دیکھا کہ تم اور یہ ایک جگہ جمع ہو تو مجھے یہ بات یاد آگئی کہ انہیں تمہاری نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیکی اور قرابت حاصل ہے۔

ازالۃ الخفاء دوم صد ۳۱۵

اوصافِ مبارکہ کا عجیب بیان

ان اوصاف سے قطع نظر کر لینے کے بعد جو اصحاب علم لدنی نے آپکے اندر پائے ہیں، جیسے آپ نے اپنی ہمت کے مطابق حق و باطل میں تفریق قائم کی حتیٰ کہ ہر مسئلہ اور ہر باب میں یہ بات پائی جاتی ہے جس کا ذکر بہت طویل ہے اور تمام اصحاب فہم اس امر پر مجبور ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں باعتبار شریعت تمام اوصاف موجود تھے جس میں سے کچھ تھوڑے سے مقتدا اور ائمہ مسلمین نے ہم تک پہنچائے اور عامۃ المسلمین انہی کے ذکر سے رطب اللسان ہیں اور تاریخ میں ان کے حالات اس طرح ثبت ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طبقہ ان سے استفادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

وہ ایک عادل بادشاہ بھی ہیں کہ جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کیا، جزیہ اور ٹیکس بھی بے انتہا وصول کیا، فتوحات بھی کیں، ان کے ہاتھ پر ایمان کی ترویج بھی ہوئی، مسلمانوں نے ان کے سایہ میں امان بھی پائی، حدود بھی قائم ہوئیں اور علوم کا احیاء بھی انہی کے زمانے میں ہوا۔ حتیٰ کہ محققین فقہا جو احکام اور فتاویٰ کی مشکلات کو حل کرتے ہیں اور جن کے فتووں سے آج تک ایک عالم مستفید ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید پر مجبور ہیں جیسا کہ فقہائے اربعہ۔

ایسے ہی ثقات محدثین جنہوں نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حفظ کیا اور صحیح کو غیر صحیح سے علیحدہ کیا جیسا کہ بخاری اور مسلم علیہما الرحمۃ، آپ کی تقلید پر مجبور ہیں۔

اسی طرح مفسرین کہ جنہوں نے قرآن مجید کے غرائب، اس کی توجیہات اور اس کے اسباب نزول بیان کئے یہاں تک کہ اس فن کے امام واحدی، بغوی اور بیضاوی بھی مجبور ہیں۔

اسی طرح قراء کہ جنہوں نے الفاظ قرآن پاک کو یاد کیا اور تمام زندگی اس کی مشق اور تعلیم میں گذاری، جیسے عاصم اور نافع علیہما الرضوان۔

ایسے ہی مشائخ صوفیہ کہ جنہوں نے اپنی صحبت کے ذریعے گمراہوں کو راہِ نجات دکھائی اور جن سے عجیب عجیب کرامات ظاہر ہوئیں جیسے شیخ عبد القادر جیلانی اور خواجہ نقشبند (رضی اللہ عنہما) اسی طرح وہ حکماء کہ جنہوں نے حکمتِ عملی کی تعبیر کی اور لوگوں کے کانوں تک اسے پہنچایا جیسے جلال الدین رومی، مصلح الدین شیرازی علیہما الرحمۃ۔ اسی طرح وہ شعراء جو شریعت کے حامل نہیں اور جن کی زندگی مدح سرائی میں گزری جیسا کہ عرفی وغیرہ۔

بالفاظِ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال ایک مکان کی طرح ہے جس کے مختلف دروازے ہوں اور ہر دروازہ میں ایک صاحبِ کمال بیٹھا ہو مثلاً ایک دروازہ میں اسکندر اور ذو القرنین بیٹھے ملک گیری، جہاں ستانی، اجتماع لشکر اور ہزیمت اعداء کا درس دے رہے ہوں اور ایک در میں مہربانی و نرمی، رعیت پروری، عدل و انصاف کے ساتھ نوشیروان (اگرچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل میں نوشیروان کا ذکر مناسب نہیں) اور ایک در میں علم فتاویٰ و احکام کے ساتھ امام اعظم یا امام مالک علیہما الرضوان اور ایک در میں مرشدِ کامل مثل سیدنا عبد القادر جیلانی یا خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علیہما الرحمۃ اور ایک در میں کوئی محدث مثل ابو ہریرہ یا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ایک در میں قاری ہم پلہ نافع و عاصم اور ایک در میں حکیم مثل مولانا جلال الدین رومی یا شیخ فرید الدین عطار علیہما الرحمۃ اور لوگ اس مکان کے چاروں طرف جمع ہوں اور ہر حاجت مند اپنی حاجت کو اپنے صاحبِ فن سے طلب کرتا اور کامیاب ہوتا ہو۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۲۲۸-۲۲۹

مقامات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے اسلام میں سبقت لی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت سے ابو عبیدہ بن جراح اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما سے ایک

دن پیشتر اسلام لائے اور آپ ان انتالیس آدمیوں میں سے ہیں کہ جن کے ساتھ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ملنے سے چالیس کی کمی پوری ہوئی۔

ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۴۳۴

منفرد فضیلت ذوالنورین رضی اللہ عنہ

آپ کے مسلمان ہونے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہ (رضی اللہ عنہا) کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا تھا آپ کو اپنی دامادی میں لے لیا اور آپ کے حسن سلوک سے بہت خوش ہوئے۔

ازالۃ الخفاء۔ دوم صفحہ ۴۳۴

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت غمگین ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو آپ کی زوجیت میں دے دیا، اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ ان کے سوا کسی کو میسر نہیں ——— حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اگر میرے ہاں چالیس لڑکیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دیتا جاتا، یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔

ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۴۳۶-۴۳۷

"آپ کا لقب۔ ذوالنورین (دو نوروں والا) تھا" (ازالۃ الخفاء۔ اوّل صفحہ ۲۷)

ہاتھوں کی عظمت

واقعۂ حدیبیہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام صلح اور مسلمانوں کی تسکین دہی کے واسطے (مکہ شریف) روانہ کیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) لڑنے مرنے کی بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی طرف سے اٹھا کر کہا، یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی طرف سے (خود) بیعت کی۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے اسی وجہ سے بیعت رضوان میں داخل ہیں۔ (ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۴۳۶)

جُود و سخا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایک سال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا صبح ہوتے ہی تمہاری تکلیف دفع ہو جائے گی۔ جب صبح ہوئی ایک شخص نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ہزار اونٹ گیہوں اور غلّہ سے لدے ہوئے آئے ہیں۔ تجّار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک چادر اوڑھے جس کے دونوں کنارے کندھوں پر ڈالے تھے، آئے اور پوچھا کیا چاہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ہزار اونٹ غلّہ سے بھرے آرہے ہیں، آپ ہمارے ہاتھ فروخت کر ڈالئے تاکہ فقرائے مدینہ پر کشادگی کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا اندر چلے آؤ، وہ لوگ اندر چلے گئے۔ اتنے میں ہزار اونٹ کا غلّہ آپ کے گھر میں گرایا گیا۔ آپ نے کہا تم لوگ شام کی خرید پر کتنا نفع دو گے۔ تاجروں نے کہا دس کے بارہ۔ آپ نے کہا اور لوگ زیادہ دیتے ہیں۔ تاجروں نے کہا ہم دس کے چودہ دیں گے۔ آپ نے کہا مجھے اس سے زیادہ ملتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا ہم دس کے پندرہ دیں گے۔ آپ نے کہا مجھے اس سے زیادہ ملتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا وہ زیادہ دینے والا کون ہے مدینہ میں تجارت کرنے والے تو ہم ہی لوگ ہیں۔ آپ نے کہا مجھے ہر درہم کے بدلے دس ملتے ہیں کیا تم اس سے زیادہ کر سکتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔

آپ نے کہا اے تاجرو! میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ یہ مدینہ کے محتاجوں پر صدقہ کرتا ہوں۔

عبداللہ (ابن عباس رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں، میں رات کو سو رہا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک عمدہ نچر پر سوار جلدانہ جلد جا رہے ہیں اور آپ ایک نور کا حلّہ پہنے ہیں، اور ایک نور کی چھڑی آپ کے دستِ مبارک میں ہے اور جُوتے تسمے نور کے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان،

میں آپ کا بہت مشتاق ہوں۔ آپ نے فرمایا میں عجلت میں ہوں، اس وجہ سے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہزار اونٹ غلّہ صدقہ کیا ہے اور خدا نے ان کا صدقہ قبول کر لیا ہے، اس کے عوض جنت میں ان کی شادی کی ہے میں ان کی شادی میں شرکت کرنے جا رہا ہوں۔

ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۴۴۰-۴۴۱

عثمان رضی اللہ عنہ آئندہ جو کریں کچھ حرج نہیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) میں بیان کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا کون شخص ان لوگوں (جیش العسرۃ) کو سامان دیتا ہے۔ خدا اس کو بخش دے۔ میں نے ان سب کو سامان دیا یہاں تک کہ کسی کو رسی و مہار کی کمی نہ رہی، لوگوں نے کہا ہاں ——— عبد الرحمٰن ابن خباب سے اس قصہ میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ منبر سے اُتر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ عثمان جو کچھ اس کے بعد کریں اُن پر کچھ حرج نہیں۔ حضرت عثمان جو کچھ اس کے بعد کریں ان پر کوئی حرج نہیں ———

جابر بن عطیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے عثمان خدا نے تم کو بخش دیا۔ جو کچھ تم نے پہلے کیا اور جو بعد میں کرو گے اور جو تم نے چھپا کر کیا اور جو تم نے ظاہر میں کیا، اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کو بغوی نے اپنے معجم میں بیان کیا ہے اور ابن عرفہ عبدی نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور انہوں نے اتنا اور زیادہ نقل کیا ہے کہ وما کان وما ھو کائن یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ (ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۴۳۷-۴۴۰)

خلافت اور بیعت

جب مسلمانوں نے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کچھ وصیت فرمائیں

اور کسی کو خلیفہ بنائیں۔ آپ نے فرمایا، میں ان لوگوں سے زیادہ جن سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی اور خوش تشریف لے گئے ہیں کسی کو امرِ خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا پھر آپ نے حضرت علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن کے نام لئے۔ رضی اللہ عنہم

ازالۃ الخفاء۔ اوّل ص۱۲۶

امام بخاری قصۂ شہادت حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر سب کے اتفاق کرنے میں روایت کرتے ہیں کہ جب سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت پائی تو وہ لوگ جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منتخب کیا تھا، ایک جگہ جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ تم لوگ (منجملہ چھ آدمیوں کے) تین کو اس کام کے لئے منتخب کر لو (تاکہ مستحقین کی کمی ہو جائے اور تعین میں آسانی ہو) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اپنی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتخب کرتا ہوں، اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کرتا ہوں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو منتخب کرتا ہوں۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن نے (حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے) کہا۔ آپ دونوں میں سے جو اپنے لئے خلافت نہ چاہتا ہو، ہم خلیفہ کا انتخاب اسی کے متعلق کر دیں۔ اور ہم اس کو خدا کی اور اسلام کی قسم دیتے ہیں کہ وہ خلافت کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرے جو اس کے نزدیک افضل ہو، اس پر وہ دونوں خاموش رہے۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ کیا آپ لوگ اس انتخاب کو میری رائے پر چھوڑ سکتے ہیں اور میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سب سے افضل شخص کے انتخاب میں کوتاہی نہ کروں گا۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں (آپ کی رائے پر چھوڑتے ہیں)

پھر حضرت عبدالرحمٰن نے ان دونوں میں سے ایک یعنی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ قرابت حاصل ہے اور اسلام لانے میں دیگر اصحاب پر وہ تقدم اور سبقت ہے کہ جسے آپ خوب جانتے ہیں۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا

ہوں کہ اگر میں آپ کو خلیفہ بناؤں تو آپ رعایا میں عدل کریں گے۔ اگر عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤں تو آپ ان کا حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ پھر دوسرے یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کہا۔ پھر جب دونوں سے اقرار کرا لیا تو کہا اے عثمان (رضی اللہ عنہ) اپنا ہاتھ لائیے یہ کہہ کر پہلے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور حسب اقرار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی اور پھر سب اہل مدینہ آتے گئے اور بیعت کرتے گئے۔

ازالۃ الخفاء۔ اول ص ۱۶۴-۱۶۵

جامع القرآن

آپ نے علوم دین کی جو کچھ خدمت کی اس میں سے اشاعت قرآن کے متعلق پانچ باتیں ہیں:

ایک یہ کہ لوگوں نے اپنے اپنے تلفظ و طبع زاد ترتیبوں سے قرآن اور اس کے اجزاء کو لکھ رکھا تھا، آپ نے ان کو منگا کر مٹا دیا اور شیخین کا مصحف جس کی فاروق اعظم نے سال ہا سال تصحیح کی تھی، ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے منگایا اور اس کی چند نقلیں تیار کرا کے اطراف عالم میں بھیج دیں اور قریش کی لغت پر لکھنے کی بہت تاکید کی اور ہر طرف احکام نافذ کر دیئے کہ اسی قرآن کے موافق لکھیں۔ آپ کی اس کوشش سے امت کا تفرقہ اٹھ گیا، اور قرأت مشہورہ و شاذہ میں امتیاز ظاہر ہو گیا، اور تمام مسلمان ایک مصحف پر جمع ہو گئے اور اگر آپ ایسا انتظام نہ کرتے تو کتاب اللہ میں اگلی امتوں کا ایسا جھگڑا پیدا ہو جاتا۔

۲
دوسرے یہ کہ آپ نے قرأ تابعین کی ایک جماعت کو قرآن سکھایا اور آپ کی قرأت کا سلسلہ اس وقت تک باقی ہے۔

۳
تیسرے یہ کہ نماز میں مثل شیخین کے قرأت طویل کرتے تھے تاکہ لوگ آپ سے سن کر اپنا تلفظ درست کریں

۴
چوتھے یہ کہ آپ ابتدائے نزول قرآن میں اس کو لکھتے تھے۔

پانچویں یہ کہ تفسیر قرآن اور اوقات و مواقع نزول میں آپ بہت ماہر تھے۔

ازالۃ الخفاء۔ دوم ص ۲۴۶

جمعہ کی دُوسری اَذان کا اضافہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا۔ آپ نے ایک اذان زیادہ کر دی اور اسی پر عمل جاری ہے۔

ازالۃ الخفاء دوم ص۴۵۹

آپ کے دشمنوں کا انجام

ریاض میں ابو قلابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں اپنے رفقاء کے ساتھ شام میں تھا کہ ایک آدمی کی آواز سُنی جو آگ کو پکار کر داویلا مچا رہا تھا۔ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا، دیکھا کہ ایک آدمی بے دُشت وپا آنکھوں سے اندھا اوندھا پڑا چلا رہا ہے۔ میں نے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا۔

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر چڑھ کر گئے تھے جب میں ان کے قریب گیا، ان کی بی بی چلانے لگی۔ میں نے ان کے طمانچہ مارا حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ خدا تیرے دونوں ہاتھ و پیر کاٹے، آنکھوں کو اندھا کرے اور تجھ کو آگ میں ڈالے۔ میرے اوپر سخت خوف طاری ہوا اور میں نکل کر بھاگ گیا۔ اور اب میری یہ حالت ہے، اور سوا آگ کے اب کوئی بددعا باقی نہیں رہتی۔ وہ کہتے ہیں، میں نے اس سے کہا تیرے لئے رحمت سے دوری اور ہلاکت ہے

ریاض میں علی بن زید بن جدعان سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے مجھ سے کہا اس آدمی کے چہرے کی طرف دیکھو۔ میں نے اس کو دیکھا تو بالکل سیاہ تھا میں نے کہا خدا بچائے۔ سعید نے کہا یہ علی وعثمان رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتا تھا میں اس کو روکتا رہا، یہ باز نہ آیا۔ میں نے خدا سے دُعا کی، اے اللہ یہ ان لوگوں کو گالیاں دیتا ہے جن کا حال تو خوب جانتا ہے۔ اگر تجھ کو کہنا ناپسند ہے تو اس شخص میں نشانی

ظاہر کر دے۔ خدا نے اس کے چہرے کو سیاہ کر دیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۶۲

مولی علی کی تصدیق کے ساتھ امام حسن رضی اللہ عنہما کی گواہی

امام حسن رضی اللہ عنہ خطبہ بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو میں نے کل رات کو ایک عجیب بات خواب میں دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ خدا اپنے عرش پر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور عرش کا پایا پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مونڈھے پر ہاتھ رکھا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنا سر ہاتھ میں لئے ہوئے آئے اور کہا اے رب اپنے بندوں سے پوچھ کہ انہوں نے کس جرم میں میرا سر کاٹا۔ پھر آسمان سے زمین پر خون کے دو پرنالے جاری ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا دیکھتے ہو حسن کیا بیان کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا، انہوں نے جو کچھ دیکھا وہی بیان کرتے ہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۶۴-۴۶۵

مقامات حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت ہی قریب کا رشتہ رکھتے تھے اور شرافت نسب میں عالی مرتبہ تھے۔ آپ کے والد ابو طالب بن عبد المطلب اور والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ ابو عمر کہتے ہیں، فاطمہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی بچہ جنا۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی ان لوگوں میں سب سے اول ہیں جو طرفین سے ہاشمی النسب ہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۸۷

بارہا آپ کے نفس قدسی پر شعاع نبوی کا پرتو پڑا، اور بڑے بڑے معجزات

آپ کے حق میں ظاہر ہوئے، اور فیضِ الٰہی نے ہمّتِ نبویہ کو آپ کے کام میں صرف کیا جس سے آپ کے بہت سے مقامات قوت سے فعلیت میں آئے۔

ازالۃ الخفاء۔ دوم صـ ۵۲۶ - ۵۲۷

حاکم نے احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جس قدر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل مروی ہیں اتنے کسی صحابی کے فضائل مروی نہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم صـ ۵۰۴

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک میں گئے۔ اور لوگ بھی آپ کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تم مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے (علیہما السلام) مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے اور تمہارے یہاں رہے بغیر میرا جانا نہیں ہو سکتا۔

ازالۃ الخفاء، دوم صـ ۵۰۷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سردارِ عرب کو بلاؤ۔ میں نے کہا آپ سیّد العرب نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور علی رضی اللہ عنہ سید العرب ہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم۔ صـ ۵۰۹

عبداللہ بن سعد بن زرارہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق میرے پاس وحی میں تین باتیں نازل کی ہیں کہ وہ مومنوں کے سردار، متقیوں کے امام اور نمازیوں کے افسر ہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم صـ ۵۱۱

ولادت باسعادت

ولادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ، کی جو شرافت و بزرگی ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے ـــــــ حضرت فاطمہ (بنت اسد) کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کعبہ شریف کے اندر جننا تواتر کو پہنچ گیا ہے۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۸۷

قبولِ اسلام

آپ سن بلوغ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ بہت سے صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کی رائے ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۸۷

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پروردہ ہیں

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ تھی کہ قریش پر سخت قحط سالی پڑی اور ابوطالب کثیر العیال تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ (یہ بنی ہاشم میں بہت خوشحال تھے) سے فرمایا اے عباس تمہارے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور لوگوں پر جو وقت پڑا ہے اس کو تم دیکھ رہے ہو۔ ہمارے ساتھ چلو تاکہ ان کا کچھ بوجھ ہلکا کر دیں یعنی ان کے گھر سے ایک ایک آدمی ہم اور تم لے لیں، اور ان کے بار سے ان کو نجات دلوا دیں۔ حضرت عباس نے کہا اچھا، اور دونوں ابوطالب کے پاس گئے اُن سے کہا ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے عیال کا کچھ بار ہلکا کریں یہاں تک کہ لوگوں کا یہ وقت نکل جائے۔ ابوطالب نے کہا تم میرے عقیل کو (اور بروایت ابن ہشام طالب و عقیل کو) میرے پاس چھوڑ دو اور ان کے سوا جس کو تمہارا جی چاہے لے جاؤ۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے کر سینہ سے لگا لیا۔ عباس نے جعفر کو لے کر سینہ سے لگا لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ خدا نے آپ کو نبی (ظاہر) کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لائے

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی اور جعفر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اسی طرح رہے یہاں تک کہ وہ بھی مسلمان ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مستغنی ہو گئے۔
ازالۃ الخفاء دوم صد ۴۸۸

زوجِ بتول رضی اللہ عنہا ہونا باعث فضیلت ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد آپ کے ساتھ کیا۔ اس سے آپ کی فضیلت و بزرگی بہت بڑی ظاہر ہوئی۔ (ازالۃ الخفاء دوم صد ۴۹۲)

مومن اور منافق کی پہچان ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا منافق ہونے کی علامت ہے

حجۃ اللہ البالغہ۔ اول صد ۳۹۹

حُبّ علی آیت الایمان و بغض علی آیت نفاق ہے۔ (روایت بخاری)
ازالۃ الخفاء اوّل صد ۵۶۹

اور نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا خدا کی قسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ مجھ سے نہ دوستی کرے گا مگر مومن اور مجھ سے نہ بغض رکھے گا مگر منافق، اور ایسا ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔
ازالۃ الخفاء دوم صد ۵۱۳-۵۱۶

آپ کا چہرہ دیکھنا عبادت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (ازالۃ الخفاء دوم صد ۵۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پاک ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حالتِ جنابت میں مسجد سے گزرنا درست نہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۱۶

باب مدینۃ العلم

آپ کے حکمت آمیز کلمات اس قدر ہیں کہ انکا شمار نہیں ہوسکتا اور کیونکر ہوسکے، جبکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

'ایک مرتبہ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا چند کلمے ہیں، اگر تم ان کی تلاش میں سواریوں پر سوار ہوکر چلو تو ان جیسے کلمات ملنے سے پہلے ان کی ہڈیوں کا مغز نکل جائیگا۔ وُہ کلمات یہ ہیں:

بندہ اپنے رب کے سوا کسی کی امید نہ رکھے
اور اپنے گناہوں کے سوا کسی سے نہ ڈرے
جاہل سیکھنے سے شرم نہ کرے
اور جب کسی سے ایسی بات کا سوال کیا جائے جو اسے معلوم نہ ہو تو "واللہ اعلم" کہنے سے شرمندہ نہ ہو

اور جان لو صبر ایمان سے بمنزلہ سر کے ہے جسم سے، جس کا سر نہیں اس کا دھڑ نہیں اور جس کا صبر نہیں اس کا ایمان نہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۳۱

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں، پس جو علم چاہے دروازہ پر آئے۔

ازالۃ الخفاء۔ دوم ص ۵۰۹

شیخ الشیوخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف میں عبداللہ بن حسن سے روایت کی ہے کہ جب آیۂ کریمہ (وتعیہا اذن واعیہ۔ اور یاد رکھیں گے اس کو یاد رکھنے والے کان) نازل ہوئی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! میں نے خدا سے دُعا کی ہے کہ وہ تمہارا کان ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اس کے بعد میں کوئی بات نہیں

بھولا حالانکہ اس سے پہلے بھول جایا کرتا تھا۔ (ازالۃ الخفاء۔ دوم ص۵۲۲)

ابوعمر نے سعید بن المسیبؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حادثہ سے پناہ مانگتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حل نہ ہو سکے۔ ابوعمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجنونہ اور اس عورت کو جس نے چھ مہینہ میں وضع حمل کیا ہو رجم کا حکم سنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وحملہ وفصالہ ثلاثون شہرا"۔ الآیہ۔ اور خدا نے مجنوں سے قلم اٹھایا ہے آخر حدیث تک۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "لولا علی لھلک عمر" (یعنی اگر حضرت علی نہ ہوتے تو حضرت عمر ہلاک ہو جاتے) رضی اللہ عنہما۔

ازالۃ الخفاء۔ دوم ص۵۲۳

آپ کے چند فیصلے

ابوعمر نے عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم میں زیادہ فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ اور قاری اُبی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس باب میں بہت سے عجائبات مروی ہیں۔

ابوعمر اور عاصم نے زر بن حبیش سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، دو آدمی صبح کا کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین تھیں۔ جب کھانا ان دونوں کے سامنے رکھا گیا ایک اور آدمی کا اس طرف گزر ہوا، اس نے سلام کیا۔ دونوں نے کہا بیٹھو کھانا کھا لو۔ وہ بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ کھانے لگا۔ تینوں نے سب روٹیاں کھائیں۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگا تو اس نے دونوں کو آٹھ درہم دئیے اور کہا میں نے جو تم دونوں کی روٹی کھائی ہے اس کے عوض میں لے لو۔ دونوں لڑنے لگے۔ پانچ روٹی والے نے کہا پانچ درہم میرے ہیں اور تین تیرے ہیں، اور تین روٹی والے نے کہا میں تو برابر لوں گا۔ دونوں نے اپنا معاملہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا اور اپنا حال بیان کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین روٹی والے سے کہا اس کی روٹیاں زیادہ تھیں وہ تمہیں تین درہم

دیتا ہے لے لو۔ اس نے کہا میں اس سے راضی نہ ہوں گا، میں بے لاگ فیصلہ چاہتا ہوں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا بے لاگ فیصلہ میں تیرے لیئے ایک درہم ہے اور اس کے لئے سات درہم۔ اس نے کہا سبحان اللہ یا امیرالمومنین وہ مجھے تین درہم دیتا رہا، میں راضی نہ ہوا۔ آپ نے بھی اُسی کا مشورہ دیا، اس سے بھی میں راضی نہ ہوا۔ اور اب آپ کہتے ہیں بے لاگ فیصلہ یہ ہے کہ مجھے ایک ہی درہم ملنا چاہیئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا ساتھی تین درہم بطور صلح دیتا ہے تم نے کہا میں ٹھیک فیصلہ چاہتا ہوں اور ٹھیک فیصلہ میں تمہارے لیئے ایک درہم واجب ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ سمجھائیے کہ بے لاگ فیصلہ میں یہ کیونکر واجب ہوتا ہے تاکہ میں اُسے منظور کر لوں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوئیں جنہیں تم تین آدمیوں نے مل کر کھایا اور یہ معلوم نہیں کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ، اس لئے سب برابر سمجھے جائیں گے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا تیری نو تہائیاں تھیں اس میں سے تو نے آٹھ کھائیں ایک باقی رہی۔ اور تیرے ساتھی کی پندرہ تہائیاں تھیں جس میں سے آٹھ اس نے کھائیں اور سات باقی رہیں۔ اس (تیسرے) آدمی نے تیری ایک تہائی کھائی اور اس کی سات تہائیاں۔ اس لئے تجھے ایک درہم ملے گا اور اسے سات درہم۔ اس نے کہا یا امیرالمومنین اب میں راضی ہو گیا۔
ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۲۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا وہاں چار آدمی ایک کنویں میں گر کر مر گئے تھے جو شیر کے شکار کے لئے کھودا گیا تھا۔
پہلے ایک گرا اس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا، وہ گرنے لگا اس نے تیسرے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جب وہ گرنے لگا اس نے چوتھے کا ہاتھ پکڑ لیا، اور چاروں اس کنویں میں گر گئے۔ شیر نے آکر ان سب کو زخمی کیا اور اسی کے زخم سے سب مر گئے۔ ان کے ورثاء نے آپس میں جھگڑا کیا، یہاں تک کہ قریب قتال کے نوبت پہنچ گئی۔ حضرت نے کہا میں تمہارا تصفیہ کیئے دیتا ہوں اگر تم اس سے راضی ہو گئے تو وہی فیصلہ ہے ورنہ میں تمہیں لڑنے سے روکوں گا کہ تم رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اپنا فیصلہ کرا لو۔

آپ نے کنواں کھودنے والوں سے کہا، ربع (چوتھائی) اور ثلث (تہائی) اور نصف اور ایک پوری دیت جمع کرو۔ پہلے کی ربع دیت ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر تین آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اور دوسرے کی ثلث دیت ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر دو آدمیوں کو ہلاک کیا اور تیسرے کی نصف دیت ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر ایک آدمی کو ہلاک کیا اور چوتھے کی پوری دیت ہے۔

وہ لوگ اس 'فیصلہ' سے راضی نہ ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقام ابراہیم کے قریب اُن سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارا فیصلہ کروں گا اور چادر کو زانو کے گرد لپیٹ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سنایا، آپ نے بھی اسی کو نافذ فرمایا

_____ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے یمن میں تین آدمی آئے جنہوں نے ایک لونڈی سے ایک ہی طہر میں صحبت کی تھی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا۔ ہر ایک نے اس لڑکے کا دعویٰ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک سے کہا کیا تم بخوشی یہ لڑکا اس (دوسرے شخص) کو دے دو گے۔ اس نے کہا نہیں۔ اسی طرح آپ نے ہر ایک سے پوچھا کہ تم لڑکا اس کو بخوشی دے دو گے۔ سبھی نے انکار کیا۔ آپ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم جھگڑا کرنے والے شر کا ہو۔ میں تمہارے درمیان قرعہ ڈالتا ہوں جس کے نام نکل آئے گا اس کو لڑکا دلوا دوں گا، اور اس پر دو ثلث قیمت کا تاوان ڈالوں گا۔ یہ واقعہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس میں جو کچھ علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا اس کے سوا مجھے اور کوئی فیصلہ نظر نہیں آتا _____

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یمن کی جانب بھیجنے لگے، آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے سن رسیدہ لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں حالانکہ میں کم سن ہوں اور مجھے قضا کا علم بھی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو

میرے سینے پر رکھا اور فرمایا خدا تمہیں ہدایت کریگا اور تمہاری زبان کو قابو میں رکھے گا۔ آخر حدیث تک۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنا دشوار نہیں ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے فیصلہ کرتے میں شبہ نہیں ہوا، اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کے بعد برابر فیصلہ کرتا رہا۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۲۵ تا ۵۲۷

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا خدا کی قسم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو علم کے نو حصے حاصل ہیں اور دسویں حصہ میں تمام لوگ ان کے شریک ہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۲۳

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

زید بن ارقم نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان چند بڑے درختوں کے نیچے ٹھہرے ——— پھر نماز عشاء کے بعد خطبہ کہا اور فرمایا اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں، جب تک تم ان کی پیروی کرتے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت ہیں۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں ہر ایک مسلمان کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں؟ تین دفعہ فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں، پھر فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں۔ اور ایسا ہی بریدہ اسلمی سے روایت کیا گیا ہے۔

ازالۃ الخفاء اول ص ۵۴

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں پس علی رضی اللہ عنہ اس کے مولیٰ ہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۰۸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک آپ کی فضیلت

حاکم نے بیان کیا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین باتیں ایسی حاصل تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بات بھی حاصل ہو جاتی تو وہ مجھے جانوروں کے گلوں سے زیادہ محبوب تھی۔ لوگوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

ایک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا عقد ہونا۔

دوسرے[۲] رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں رہنا حتیٰ کہ انہیں بحالتِ جنابت مسجد میں جانا درست تھا۔

تیسرے[۳] یوم خیبر میں نشان کا ملنا۔ ازالۃ الخفاء۔ دوم صفحہ ۵۰۸

افراط و تفریط کا نقصان

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور کہا اے علی رضی اللہ عنہ تم میں کچھ عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ہے یہودیوں نے ان سے بغض کیا اور ان کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے ان سے دوستی کی اور ان کو اس مرتبہ پر پہنچایا جس کے وہ اہل نہ تھے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، آگاہ رہو کہ میری بابت محبت میں غلو اور حد سے زائد تعریف کرنے والے اور بغض اور دشمنی کی وجہ سے مجھ پر بہتان باندھنے والے دونوں ہلاک ہو جائیں گے۔ آگاہ رہو، نہ میں نبی ہوں نہ میری طرف وحی آتی ہے بلکہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع ہوں۔ جب میں تمہیں خدا کی اطاعت کا حکم دوں تم پر میری اطاعت واجب ہے خواہ تم پسند کرو یا نہ کرو۔ اور جب میں یا کوئی اور نافرمانی کا حکم دے تو خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کرو۔ اطاعت صرف بھلائی میں ہے۔

ازالۃ الخفاء۔ اول صفحہ ۳۱۸ ، دوم صفحہ ۵۴۷

---

[۱] حضرت مجدد الفِ ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت وجماعت ہونے کی شرط لازم ہے جو شخص اس محبت سے خالی ہے اہل سنت وجماعت سے خارج ہے اور خارجی کے نام سے موسوم ہے ـــــ اور جس نے اس محبت میں غلو سے کام لیا اور اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق دشنام طرازی اور طعن و تشنیع کی زبان درازی کی ـــــ اس نے رافضی نام پایا ـــــ اہل سنت و جماعت ـــــ اعتدال کی راہ پر چلتے ہیں ـــــ افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔" (مکتوب ۳۶۔ دفتر دوم)

"شیعہ لوگوں کی خرابی محض اہل بیت کی محبت کی افراط سے ہوتی ہے۔" (مبدأ و معاد منہا۔ ۴۶)

تفضیلی بدعتی اور مفتری ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دینے والا شخص بدعتی اور مستحق تعزیر ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو شخص مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی حد یعنی اسی دُرّے (کوڑے) ماروں گا

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل جانتے ہیں تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! مجھے خبر پہنچی ہے کہ بعض لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں، اور اگر مجھے پہلے کبھی یہ خبر مل چکی ہوتی اور میں اس کی ممانعت کا اعلان کر چکا ہوتا اور اس کے بعد آج پھر مجھے یہ خبر ملتی تو میں اس پر سزا دیتا۔ لہٰذا آج کے بعد اگر میں یہ بات کسی سے سنوں گا تو وہ کہنے والا مفتری ہے، اس پر مفتری کی حد ہے۔

پھر آپ نے فرمایا اس امت کے بہترین اشخاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما۔ ان کے بعد اللہ بہترین امت سے زیادہ باخبر ہے کہ وہ کون ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس مجلس میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تیسرے شخص کا نام لیتے تو ضرور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا نام لیتے۔

ازالۃ الخفاء۔ اوّل ص ۱۵۷

قرآن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ علیحدہ نہ ہوں گے

ابوعمر نے ابوالطفیل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ بیان کر رہے تھے۔ میں پہنچا وہ فرما رہے تھے کتاب اللہ میں جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو خدا کی قسم کوئی ایسی آیت نہیں کہ میں نہ جانتا ہوں کہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں۔ الخ

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۲۳

حاکم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فرماتے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۴۷

حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ الٰہی تو اس کے ساتھ حق کو کر دے جہاں کہیں ہوں۔

ازالۃ الخفاء دوم۔ ص ۵۴۵

بیعتِ خلافت

قیس بن عباد سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے روز فرماتے تھے،

خداوندا میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے تیرے سامنے اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں اور بے شک جس دن عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میری تو عقل ٹھکانے نہ رہی تھی، اور میں نے اپنے دل کی حالت متغیر پائی۔ لوگ میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا خدا کی قسم مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس قوم سے بیعت لوں جس نے ایک ایسے شخص کو شہید کیا جس کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا ہم اس شخص سے حیا نہ کریں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور بے شک میں خدا سے شرم کرتا ہوں کہ میں تم سے بیعت لوں اس حال میں کہ عثمان رضی اللہ عنہ مقتول پڑے ہوئے ہیں اور ابھی تک دفن نہیں ہوئے۔ میرے یہ کہنے سے وہ لوگ واپس ہو گئے۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دفن کر دئیے گئے تو وہ لوگ پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے بیعت کی درخواست کی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، خدایا میں اس چیز یعنی خلافت سے ڈر رہا ہوں جس پر میں لوگوں کے کہنے سے جانا چاہتا ہوں۔ الغرض میں نے بہت پہلو تہی کی مگر ضرورت درپیش ہوئی اور میں نے لوگوں سے بیعت لی۔ پھر لوگوں نے مجھے یا امیر المؤمنین کہا تو گویا میرا دل اس کلمے کے سننے سے پاش پاش ہو گیا اور میں نے

بارگاہِ الٰہی میں بہ کمالِ عجز و زاری کہا کہ خداوندا مجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے لے یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائیں۔
ازالۃ الخفاء۔ اوّل ص ۱۶۱ ۱۶۲

مقابلہ کرنے والوں اور مدد سے پیچھے رہنے والوں کا معاملہ

حضرت عائشہ، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کا خاطی فی الاجتہاد اور ان کا معذور اور "من زمرۂ من اجتہد فقد اخطا فلہ اجر واحد" (یعنی جس نے اجتہاد کیا اور اس میں خطا کی اس کے لئے ایک اجر ہے) ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ شبہ سے متمسک تھے اگرچہ اس سے قوی دلیل موجود تھی۔ اس شبہ کے پیدا ہونے کے دو سبب ہیں ایک یہ کہ خلافت حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ منعقد نہ ہوئی تھی اس لئے کہ اہل حل و عقد نے غور و فکر اور مسلمانوں کی مصلحت دیکھ کر بیعت نہ کی تھی

ابو نضرہ نے بیان کیا کہ بنی سلمہ کی مسجد میں قبیلہ ربیعہ کے لوگوں نے طلحہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور کہا ہم دشمنوں کے مقابلہ میں تھے کہ ہمارے پاس خبر پہنچی کہ تم نے ان (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت کر لی پھر تم ہی ان سے لڑتے ہو۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں چکی کے پتھر کے نیچے دبا یا گیا اور میری گردن پر تلوار رکھ دی گئی اور کہا گیا کہ بیعت کر لو ورنہ تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔ وہ کہتے ہیں میں نے بیعت کر لی اور جان لیا کہ یہ بیعت گمراہی کی ہے۔

جبلہ بن حکیم نامی عراق کے منافق نے زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے تو بیعت کی تھی۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تلوار میری گدی پر رکھ کر کہا گیا کہ بیعت کر لو ورنہ قتل کر ڈالیں گے۔

امّ راشد ام ہانی کے پاس تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور کھانا مانگا اور کہا، کیا بات ہے تمہارے یہاں برکت نظر نہیں آتی۔ امّ راشد کہتی ہیں، امّ ہانی نے کہا سبحان اللہ خدا کی قسم میرے یہاں برکت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میری مراد بکری تھی۔ امّ راشد کہتی ہیں پھر وہ نیچے گئیں زینہ کے پاس دو آدمی ملے جو ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے ہاتھوں نے بیعت کی ہے مگر ہمارے دلوں نے نہیں کی۔ امّ ہانی کہتی ہیں میں

نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما۔ انہوں نے آکر بیان کیا میں نے ان کو آپس میں کہتے سنا ہے کہ ہمارے ہاتھوں نے ان کی بیعت کی ہے اور ہمارے دلوں نے نہیں کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (جس نے عہد شکنی کی اس کا دبال اس پر ہے اور جس نے اپنے اس عہد کو پورا کیا (جو اس نے خدا سے کیا ہے) خدا اس کو عنقریب بڑا بدلہ دے گا)

دوسری وجہ شبہ کی یہ تھی کہ قصاص حق ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ قصاص لینے پر قادر ہیں پھر ذی النورین رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لیتے بلکہ اس کے مانع ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود بھی ان لوگوں کی خطائے اجتہادی کے قائل تھے۔

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصحاب جمل کی بابت دریافت کیا کہ کیا وہ لوگ مشرک ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا شرک تو وہ چھوڑ چکے ہیں۔ لوگوں نے کہا کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے کہا منافق خدا کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا پھر وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم پر بغاوت[1] کی اور آپ نے کہا، میں امید کرتا ہوں کہ میں اور وہ اُن لوگوں کی طرح ہوں گے کہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ (اور ہم نے انکے دلوں سے کینہ نکال دیا۔ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تختوں پر بیٹھتے ہیں) یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے،

اگر خصم (دشمن) اس کو نہ مانے اور ان کی رائے کو خطا اجتہادی سے شمار نہ کرے بلکہ سیئات میں گنے تو ہم پیش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ (پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے

---

[1] حاشیہ آئندہ صفحہ پر

گئے اور خدا کی راہ میں ان کو تکلیف دی گئی اور انہوں نے مقابلہ کیا اور قتل کئے گئے تو ہم ضرور ان کی برائیوں کو معاف کر دیں گے اور البتہ ضرور ان کو ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، خدا کی طرف سے بدلہ ہے)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اہل بدر کے دلوں پر مطلع ہو کر کہا ہو۔ اعلموا ما شئتم فقد غفرت لکم (تمہارا جو جی چاہے عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا)۔۔۔۔۔۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس طریقہ پر اس لئے چلیں (حالانکہ خدا کی قسم وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا و آخرت میں بی بی ہیں) کہ خدا اس سے آزمائے کہ ہم میں کون ان کی پیروی کرتا ہے اور کون حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ۔۔۔۔۔۔ لوگوں نے ابو سعید کے سامنے حضرت علی، عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا ان کی خدمات سابقہ پہلے گزر چکیں، پھر وہ فتنوں میں مبتلا ہوئے۔ لہٰذا ان کے معاملہ کو خدا پر چھوڑ دو پھر ان لوگوں کا اپنی رائے سے رجوع کرنا بھی منقول ہے[1]۔ ابو بکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں چاہتی ہوں کہ ایک تر شاخ ہوتی اور وہاں (جنگ جمل میں) نہ جاتی۔

متعدد طریقوں سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل کے دن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا، میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یاد ہے جب ہم تم سے سرگوشی کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے پاس آکر فرمایا کیا تم ان سے سرگوشی کرتے ہو حالانکہ خدا کی قسم یہ تم سے ایک دن ضرور لڑیں گے اور یہ

---

[1] بہار شریعت میں ہے کہ "ان صاحبوں سے مقابلہ امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خطاء اجتہادی واقع ہوئی مگر ان سب نے بالآخر رجوع فرمایا۔ عرف شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلہ امام برحق کو کہتے ہیں عناداً ہو خواہ اجتہاداً، ان حضرات پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ گروہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حسب اصطلاح شرعیہ اطلاق فئہ باغیہ آیا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد و معاند و سرکش ہو گیا اور دشنام سمجھا جاتا ہے اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔ (بہار شریعت اول ص ۵۹ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

تم پر زیادتی کرنے والے ہوں گے۔ راوی کہتا ہے زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کے رُخ کو پھیر دیا اور رزم گاہ سے لوٹ گئے ——— معرکہ سے لوٹنے کے بعد ابن جرموز[1] نے ان (یعنی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) کو شہید کر ڈالا۔

قیس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جنگِ جمل کے دوران مروان بن حکم نے حضرت طلحہ کے ایک تیر مارا جو ان کے گھٹنے پر لگا اور برابر خون جاری ہو گیا۔ جب اس کو بند کرتے بند ہو جاتا اور جب چھوڑ دیتے پھر جاری ہو جاتا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو چھوڑ دو، یہ تیر قضا ہے کہ خدا کی طرف سے آیا ہے، پھر انتقال کر گئے۔

حاکم نے ثور بن مجزاۃ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا جنگِ جمل کے دن طلحہ کے پاس سے میرا اس وقت گزر ہوا جب کہ ان کا دم واپسیں تھا۔ انہوں نے مجھے کہا تم کن کے اصحاب میں سے ہو؟ میں نے کہا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب سے۔ انہوں نے کہا اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تم سے بیعت کروں گا۔ میں نے ہاتھ پھیلایا انہوں نے بیعت کی اور ان کا دم نکل گیا۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہو کر اُن کو خبر دی۔ آپ نے کہا اللہ اکبر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ خدا نے نہ چاہا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں بغیر میری بیعت کے داخل ہوں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مجتہد مخطی معذور ہونا اس وجہ سے ہے کہ وُہ بھی شبہ سے متمسک تھے اگرچہ میزانِ شرع میں اس سے وزن دار حجت موجود تھی، یہ شبہ وہی تھا جو اصحابِ جمل کو پیش آیا لیکن اس میں اتنا اشکال اور بھی بڑھا ہوا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ شام نے بیعت بھی نہ کی تھی اور جانتے تھے کہ خلافت کا پورا ہونا تسلط اور احکام نافذ

---

[1] شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضرت زبیر بن عوام عشرہ مبشرہ میں ہیں ——— جنگِ جمل میں حضرت علی المرتضیٰ سے قتال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ سے فرمایا تھا کہ ابن صفیہ (زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) کے قاتل کو دوزخ کی خبر دینا چنانچہ ابن جرموز نے جس وقت جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی کہ میں نے آپ کے دشمن زبیر کو قتل کر دیا اور یہ ان کی تلوار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، واللہ یہ وہی تلوار ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے مصائب کو دفع کیا ہے اور تو دوزخی ہے۔" ازالۃ الخفاء اول صفحہ ۲۷۶

ہونے سے ہے، اور یہ بات ابھی متحقق نہیں ہوئی۔ پھر تحکیم کے معاملہ نے اس خیال کو اور راسخ کر دیا اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَة (دونوں کا دعویٰ ایک ہو گا)۔

ایک مسئلہ نہایت غامض باقی رہ گیا ہے جس میں اکثر کے پیر پھسل چکے ہیں، وہ یہ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد سے پیچھے رہنے والے مجتہد مصیب تھے یا خاطی معذور، بندہ (شاہ ولی اللہ) کے نزدیک جو بات پایۂ ثبوت کو پہنچی وہ یہ ہے کہ وہ لوگ عزیمت پر تھے اور احادیث صحیحہ متواتر المعنی سے مستدل تھے۔ ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۴۸ تا ۵۵۱

سورج اُلٹے پاؤں پلٹا۔ نمازِ عصر ادا کی

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے (کئی طریق سے) روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز صہبا میں پڑھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام پر بھیجا۔ جب وہ واپس آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ لیا اور غروبِ آفتاب تک سر نہ ہلایا۔ جب آفتاب غروب ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے علی! کیا تم عصر کی نماز پڑھ چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی تیرا بندہ علی رضی اللہ عنہ تیرے نبی کے کام میں تھا تو اس پر آفتاب کو واپس کر دے۔ اسماء (رضی اللہ عنہا) کہتی ہیں، پھر آفتاب نکل آیا۔ یہاں تک کہ اس کی دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی، پھر آفتاب غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ صہبا میں ہوا تھا۔ (طحاوی نے بھی مشکل الآثار میں اسے نقل کیا ہے)۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث رد الشمس کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ رد الشمس ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۳۰-۵۳۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ ولایت کے لئے واسطہ ہیں

مجھے (شاہ ولی اللہ کو) میرے چچا نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایسے

راستے پر چل رہا ہوں جہاں کوئی اور نہ تھا۔ پس اچانک ایک مرد نے اشارہ کیا کہ میرے پاس آؤ، پھر اس بزرگ مرد نے فرمایا اے سست چال مرد!

میں علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ مجھے تیری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے تاکہ میں تجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں۔ میرے چچا نے پھر فرمایا کہ ہم بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کے نیچے رکھ لیا اور اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ابورضا محمد کا ہاتھ ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت فرمائی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کے درمیان واسطہ ہوں اور میری طرف اشارہ کیا اور پھر ذکر تلقین کیا۔

درالثمین۔ حدیث ۲۹، انفاس العارفین ص ۱۴۲-۱۴۳

کرامات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس جگہ ان کے اونٹ ٹھہریں گے اور اس جگہ ان کے پالان رکھے جائیں گے اور اس جگہ ان کا خون بہایا جائے گا۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند نوجوان یہاں شہید ہوں گے جن پر آسمان و زمین روئیں گے ———

حارث سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکہ صفین میں تھا۔ شام کے ایک اونٹ کو میں نے دیکھا کہ وہ آیا اور اپنے سوار اور پالان کو

ﻠہ سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛

اے بھائی چونکہ حضرت امیر (سیدنا حضرت علی) رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لئے اقطاب و ابدال و اوتاد کے مقام کی تربیت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت و رعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام دیتا اور مداریت سے عہدہ برآ ہوتا ہے حضرت فاطمہ اور امامین بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ شریک ہیں۔

(مکتوب نمبر ۲۵۱۔ دفتر اول)

گرا کر صفوں کے اندر گھستا چلا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر اپنی تھوتھنی کو آپ کے سر اور مونڈھے کے درمیان رکھ دیا اور سر اور مونڈھے کو اپنی گردن سے ہلانے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ایک نشانی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی تھی ـــــ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ایک آدمی نے آپ کی تکذیب کی آپ نے کہا اگر میں سچا ہوں تو تجھ پر بد دعا کروں، اس نے کہا ہاں۔ آپ نے اس پر بد دعا کر دی۔ وہ لوٹنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۳۳-۵۳۴

آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب پر پورا یقین تھا

فضالہ بن ابی فضالہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں اپنے والد کے ساتھ ینبع کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے گیا۔ وہ بیمار تھے۔ میرے والد نے ان سے کہا تم کیوں ایسی جگہ رہتے ہو کہ اگر مر جاؤ تو یہاں سوا اعراب جہنیہ کے اور کوئی گور و کفن کرنے والا بھی نہیں۔ آپ مدینہ چلیں اگر وہاں انتقال ہوا تو تمہارے اصحاب تمہارا گور و کفن کریں گے اور تمہاری نماز پڑھیں گے۔ ابو فضالہ رضی اللہ عنہ اہلِ بدر میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس درد سے نہ مروں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ میں اس وقت تک نہ مروں گا کہ میرے تلوار کا زخم لگایا جائے اور میری داڑھی میرے خون سے تر ہو۔ ابو فضالہ رضی اللہ عنہ آپ ہی کی طرف سے صفین میں شہید ہوئے۔ ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۳۴، ۵۳۸

خصائص میں ہے کہ طبرانی و ابو نعیم نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، تم امیر بنائے جاؤ گے، اور تم مقتول ہو گے اور یہ داڑھی اس سر کے خون سے رنگین ہو گی۔ (ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۳۹)

حاکم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار تھے، میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ان کی عیادت کو گیا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما

ان کے پاس بیٹھے تھے ۔ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہٹ گئے یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ پھر ان دونوں نے ایک دوسرے سے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ نہ بچیں گے ۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' یہ مقتول ہو کر مریں گے۔ (ازالۃ الخفاء دوم صـ ۵۴۴)

آپ کو شہید کرنے والا' بدترین آدمی' ہے

حاکم نے طویل حدیث میں عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا غزوہ ذی العسر میں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے دو بدترین آدمیوں کو نہ بیان کر دوں؟ ہم نے عرض کیا' ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۔ آپ نے فرمایا

ایک (بدترین آدمی) ثمود کا احمیر جس نے اونٹنی کا پاؤں کاٹا۔

دوسرا اے علی رضی اللہ عنہ وہ ہے جو تمہاری پیشانی پر تلوار مارے گا یہاں تک کہ اس کے خون سے ڈاڑھی تر ہو جائے گی۔ ازالۃ الخفاء دوم صـ ۵۴۴

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

حاکم کی روایت ہے ۔۔۔۔۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے بیٹے امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں حمد وثنا کے بعد کہا۔ اس رات ایسے شخص کا انتقال ہوا ہے کہ جس پر نہ اگلے کسی عمل میں سبقت لے گئے اور نہ پچھلے اس کو پا سکتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نشان دیتے تھے۔ وہ مقابلہ کرتے اور جبرائیل علیہ السلام ان کے دائیں بازو پر اور میکائیل علیہ السلام بائیں بازو پر ہوتے تھے اور بغیر فتح کئے واپس نہ ہوتے۔

انہوں نے سوا چھ سو درہموں کے اور کچھ مال نہیں چھوڑا۔ یہ بھی تقسیم کرنے سے بچ رہے تھے جن کو اپنے گھر والوں کے لئے خادم خریدنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

پھر کہا اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا ہے

تو میں بیان کئے دیتا ہوں کہ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہوں۔ اور میں ابن نبی ہوں اور میں ابن وصی ہوں، میں ابن بشیر و ابن نذیر ہوں۔ میں اُس شخص کا بیٹا ہوں جو خدا کے حکم سے خدا کی طرف بُلانے والا ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں جو سراجُ منیر (روشن چراغ) ہے میں اس گھرانے سے ہوں کہ جن کے پاس جبرائیل علیہ السلام اترتے ہوں اور جن کے پاس سے آسمان کو صعود کرتے تھے۔ اور میں اس گھرانے سے ہوں جس سے ناپاکی کو خدا نے دُور کیا، اور ان کو خوب پاک و صاف کر دیا۔ اور میں اس گھرانے سے ہوں جن کی محبت کو خدا نے ہر مسلمان پر فرض کر دیا اور فرمایا: وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا (جو نیکی کمائے گا ہم اس میں اس کے لیے خوبی زیادہ کریں گے) پس نیکی کمانا ہماری (اہلبیت کی) محبت ہے الخ۔

ازالۃ الخفاء۔ دوم صہ ۵۱۵

سیدّنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کے ۲ دُو گروہوں کی صلح

بخاری نے حضرت حسن سے روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ بیان فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے خدائے عزّوجل اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دُو گروہوں میں صلح کرا دے۔

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۵۴۴ اوّل صہ ۳۴۴

اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتے وقت فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہتری چاہے گا تو میرے بعد سب لوگوں کو اس پر متفق کر دے گا جو ان سب سے بہتر ہو (حاکم)

ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۵۵

مسلم کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَیں تمہارے درمیان دُو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں، ان میں ایک کتاب اللہ ہے اس میں ہدایت و روشنی ہے اسے لو اور اس سے تمسک کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بمزید

تاکید کتاب اللہ پر عمل کرنے پر تحریص و ترغیب دلائی، پھر فرمایا دُوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ مَیں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے معاملہ میں خدا کا خوف دلاتا ہوں۔ دو دفعہ فرمایا۔

اس کے بعد حصین نے زید بن ارقم سے پوچھا کیا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم اہلِ بیت میں داخل ہیں؟

زید بن ارقم نے کہا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم تو اہلِ بیت میں داخل ہیں مگر بالخصوص اہلِ بیت وُہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا؟ انہوں نے کہا آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، آلِ عباس رضی اللہ عنہم، ان پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔ ازالۃ الخفاء اوّل ص ۵۶۷

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کپڑے کو لے کر حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم پر رکھا اور پڑھا

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۰۷

مسلم اور ترمذی نے سعد بن ابی وقاص سے روایت نقل کی ہے کہ جب آیۃ کریمہ قل تعالوا ندع ابنآءنا و ابناءکم و نسآءنا و نسآءکم نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمۃ الزہرا حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بُلا کر فرمایا اے خدا یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۹۸، ۵۰۶

زید بن ارقم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا جس سے تم لڑو اس سے میری بھی لڑائی ہے اور جس سے تم صلح کرو اس سے میری بھی صلح ہے۔ (ازالۃ الخفاء دوم ص ۵۱۲)

ہدایت، عترتِ رسول کے دامن سے وابستہ رہنے پر منحصر ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں جب تک تم انکی پیروی کرتے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت (اولادِ پاک) ہیں الخ
ازالۃ الخفاء اوّل ص ۵۷۶

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

جمیع بن عمیر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں اپنی ماں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ میری ماں نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت دریافت کیا، میں پس پردہ سُن رہا تھا۔ انہوں نے کہا ان کا حال دریافت کرتی ہو، بخدا میں نہیں جانتی ہوں کہ کوئی آدمی ان سے زیادہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا اور نہ زمین پر کوئی ایسی عورت ہے جو ان کی بی بی "حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا" سے زیادہ رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیما کو محبوب ہو۔ (حاکم، مستدرک)

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۵۱۲-۵۱۳

شہزادی کونین سیدہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس برس پانچ مہینہ تھی۔

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۴۹۳

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا جہیز مبارک

احمد نے عطا بن سائب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا کا نکاح کیا تو انکے ساتھ ایک چادر اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے چھلکے بھرے تھے اور چکی کے دو پاٹ اور ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے تھے۔ الخ

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۵۲۰

سیدہ رضی اللہ عنہا کا اکرام۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر استقبال فرماتے

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ میں بٹھاتے۔ الخ

حجۃ اللہ البالغہ صہ ۹۷۱

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت

ترمذی کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو مجھے، ان دونوں کو اور ان کے والدین کو دوست رکھے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (ازالۃ الخفاء۔ دوم صہ ۵۱۵)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عنایات

مَیں نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایسا قلم ہے کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا کہ مجھے قلم دیں اور فرمایا "ھٰذا قلم جدی" یہ میرے ناجان کا قلم ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر آپ نے ہاتھ میں روک لیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سنوار دیں۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے سنوار دیا۔ پھر مجھے عنایت کیا۔ پھر چادر آئی پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ھٰذا رداء جدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" یعنی یہ چادر میرے نانا پاک کی ہے، پھر مجھے اوڑھائی۔ اس روز سے علومِ شریعت کے تصنیف کرنے میں میرا سینہ کھل گیا۔ در الثمین حدیث ۔۳

حضرت والدِ محترم فرماتے تھے میں نے خواب میں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو ایک راستہ میں دیکھا کہ یاقوت سُرخ کی بہل (گاڑی) پر سوار ہیں جس کے آگے گھوڑے نہیں بلکہ محض قدرتِ الٰہی سے چل رہی ہے، میں ان کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں۔ فرماتے ہیں آؤ ہمارے ساتھ بگھی میں بیٹھ جاؤ۔ میں ادب کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہا تھا۔ آخر کار انہوں نے مزاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بگھی کا پردہ گرا دو۔ میں پائیدان پر چڑھا اور پردہ کو نیچے گرانا چاہا۔ اس وقت میرا ایک ہاتھ حضرت امام حسین اور دُوسرا ہاتھ حضرت اِمام حسن رضی اللہ عنہما نے مضبوطی سے پکڑ لیا اور مسکرائے

اور فرمایا اب تمہارا کیا حال ہے۔

میں نے عرض کیا میں اس شخص کا حال کیا بیان کر سکتا ہوں جس کے دونوں ہاتھ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرۃ العینین کے ہاتھوں میں ہوں۔ پھر بگھی میں بٹھا کر بڑی خوشی سے گھر تک لائے۔ وہاں حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات ہوئی۔ میں نے آپ سے التماس کی کہ وہ نسبت جو ہم فقراء حاصل کرتے ہیں کیا وہی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کرتے تھے یا زمانہ کی گردش سے تبدیل ہو گئی ہے۔ فرمایا تھوڑی دیر اپنی نسبت میں گم ہو جاؤ تاکہ میں اسے دیکھوں میں اپنی نسبت میں مستغرق ہو گیا آپ نے فرمایا تیری نسبت بغیر کسی تفاوت کے وہی ہے۔ (انفاس العارفین صـ ۷۶-۷۷)

مباہلہ اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

جب نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ کا عزم مصمم ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم کو مباہلہ کے لئے حاضر فرمایا۔

ازالۃ الخفاء دوم صـ ۴۹۸

فرشتے آلِ محمدؐ کی خدمت میں علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ میں ان کے گھر پر گیا اور آواز دی، کچھ جواب نہ آیا۔ میں چلا آیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پھر جاؤ اور ان کو پکارو، وہ گھر میں ہیں۔ میں پھر ان کے گھر گیا اور چکی چلنے کی آواز آتی تھی میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو چکی چل رہی تھی اور اس کے پاس کوئی نہ تھا۔ میں نے پھر ان کو آواز دی، وہ میرے پاس آئے میں نے ان سے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بلاتے ہیں۔ وہ آئے پھر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور وہ میری طرف برابر دیکھتے رہے پھر کہا اے ابوذر تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)

...ب عجیب بات دیکھ کر تعجب ہوا۔

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں دیکھا کہ چکی چل رہی ہے اور اس کے ...ں چلانے والا کوئی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! خدا کے کچھ ...رشتے زمین پر پھیرا کرتے ہیں۔ خدا نے ان کو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) کی اعانت پر ...مقرر کر دیا ہے۔

ازالۃ الخفاء ۔ دوم صہ ۵۳۴

...عالمِ ارواح میں شان

میں نے اہلِ بیت (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) کی ارواح پاک کو دیکھا کہ عالم ...ارواح میں ایک دوسرے کے دامن کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔ حظیرۃ القدس میں ...ب عجیب طرح کی قدرت اور رسوخ رکھتے ہیں۔

قطرات ترجمہ ھمعات صہ ۶۱

...ائمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا طریقہ

میں ائمہ اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں کی جانب متوجہ ہوا تو میں نے ...ان کا ایک خاص قسم کا طریقہ پایا۔ ان کا یہ طریقہ اولیائے کرام کے طریقوں کی اصل ہے۔

فیوض الحرمین مترجم صہ ۱۸۳

اہلِ بیت اور قرابتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اہلِ بیت رسالت کی غایت درجہ تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ...اسی کی آپ مسلمانوں کو وصیت فرما گئے۔ چنانچہ آپ کا قول "ارقبوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ...فی اھل بیتہ[1]" ایک جماعت نے روایت کیا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپکے اہلبیت رضی اللہ عنہم ...میں تلاش کرو۔

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۶۸

---

[1] بخاری کتاب المناقب میں بھی ایسا ہی ہے اور سیدنا مجدد الف ثانی حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ "میرے اہلبیت کا حال کشتی نوح کی طرح ہے جو شخص اس میں آگیا نجات پاگیا اور جو اس سے پیچھے ہٹ گیا ہلاک ہوگیا" (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول بحوالہ مشکوٰۃ بمسند احمد) شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "مشائخ کے آثار اور اولاد اور منتسبان کی تعظیم کی طرف نہایت توجہ کی جاتی ہے" قطرات ترجمہ ھمعات صہ ۴۲

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی چچازاد بہن شفا بنت عبداللہ العدویہ کو کہلا بھیجا کہ وہ صبح آپ کے پاس آئیں چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں گئی اور دروازہ پر میں نے عاتکہ بنت اسید بن ابی الفیص کو پایا۔ تھوڑی دیر میں ان سے باتیں کرتی رہی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مصلّٰی منگایا اور ان کو دے دیا۔ بعد ازاں ایک اور اس سے چھوٹا مصلّٰی منگایا اور مجھے دیا ــــــ تو میں نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ! میں ان سے سابق الاسلام ہوں اور تمہاری چچازاد بہن ہوں اور تم نے اپنا پیغام میرے پاس خود بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ بڑا مصلّٰی تمہارے لئے ہی رکھا تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ تم اور یہ ایک جگہ جمع ہو تو مجھے یہ بات یاد آگئی کہ انہیں تمہاری نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیکی اور قرابت حاصل ہے۔ ازالۃ الخفاء دوم صہ ۳۱۵

دشمنانِ اہل بیت کی مذمّت

وَاٰلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا زَالَ اَمْرُھُمْ
قَوِیْمًا عَلٰی اِرْغَامِ اَنْفِ النَّوَاصِبِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان و شوکت مستحکم اور مضبوط رکھے اور دشمنان اہلِ بیت کی ناک کو خاک آلود کر دے۔ قصیدہ اطیب النغم مترجم صہ ۱۳۴

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

دس شخص جنّتی ہیں ــــ ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم) ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۱۶۴-۱۶۸

(عقیدہ) ہم گواہی دیتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ قطعی جنتی اور اصحابِ خیر ہیں۔ یوں ہی حضرت

بی بی فاطمۃ الزہرا اور حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم یہ سب جنتی ہیں۔ ہم ان کی اقتداء کرتے ہیں اور انکے بلند مراتب کو پہچانتے اور مانتے ہیں جو انہیں اسلام میں حاصل ہے۔ العقیدۃ الحسنہ

اہلِ بدر اور اصحاب بیعت رضوان رضی اللہ عنہم

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سب مسلمانوں سے افضل اہلِ بدر ہیں او کما قال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ازالۃ الخفاء اوّل صـ ۵۸، ۲۵۷

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ اہل بدر کے انجام پر مطلع ہے اسی لئے اس نے فرمایا کہ اے اہلِ بدر جو چاہو کرو، میں نے یقیناً تمہیں بخش دیا (اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ)
ازالۃ الخفا اوّل صـ ۱۸۹، ۲۵۷، دوم صـ ۵۰۸

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت الرضوان کی تھی ان میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے گا اور یہ بھی انہیں سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں سے صلح حدیبیہ کے دن فرمایا کہ آج تم روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو۔ ازالۃ الخفا اوّل صـ ۲۵۷

(عقیدہ) اصحاب بدر و اصحاب بیعت الرضوان رضی اللہ عنہم یہ سب قطعی جنتی ہیں۔ العقیدۃ الحسنہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترجمان غیب (غیب کی خبریں دینے والے) تھے لہٰذا آپ نے فرداً فرداً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان فرمائے اور ہر ایک کا عند اللہ و عند الناس جو کچھ مرتبہ و فضیلت تھی اس کا اظہار کیا۔ ازالۃ الخفا اوّل صـ ۵۳۴

جَزَى اللّٰهُ اَصْحَابَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ
جَمِیْعًا کَمَا کَانُوْا لَهٗ خَیْرَ صَاحِبٍ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جملہ صحابہ کرام کو جزائے خیر دے جس طرح وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہترین ہم نشین اور ساتھی تھے۔

قصیدہ اطیب النغم مترجم صد ۱۳۳

صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُرا کہنا حرام اور تعظیم واجب ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص کوہِ اُحد کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے تو انکی ایک مد بلکہ نصف مد خرچ کرنے کے ثواب کو نہ پہنچے گا۔ (ازالۃ الخفاء اوّل صد ۳۴۴)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے لوگو! میرے اصحاب کو میرے بعد ملامت کا نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری ہی محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ہی بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو یعنی میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے بیشک مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو عنقریب اس کو اللہ اپنے عذاب میں ماخوذ کرے گا۔[۱] (ازالۃ الخفاء اول صد ۲۱۵)

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لئے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا۔ پھر ان میں سے بعض کو میرا وزیر اور بعض کو میرا انصار اور بعض کو میرا سسرالی رشتہ دار بنایا۔ لہٰذا جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُرا کہے اس پر خدا کی اور اس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کی قیامت کے دن کوئی نفل یا فرض عبادت قبول نہ ہوگی۔[۲]

ازالۃ الخفاء۔ اوّل صد ۲۲۳

(عقیدہ) ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جب بھی ذکر کریں خیر ہی کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ وہ

---

[۱] حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذکرِ خیر میں اللہ کے عذاب میں ماخوذ ایسے لوگوں کے بارے میں دو روایتیں پیش کی گئی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] ایسا ہی سیدنا مجدد الف ثانی نے طبرانی شریف سے نقل فرمایا۔ (دیکھیئے مکتوب ۲۵۱ دفتر اوّل)

سب ہمارے دینی پیشوا اور مقتداء ہیں۔ انہیں برا کہنا حرام اور ان کی تعظیم ہم پر واجب ہے۔[1]
— العقیدۃ الحسنہ —

گستاخ رسول سے لڑنا اور انکے قتل کے درپے ہونا سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقام جعرانہ میں مقیم تھے اور آپ سونا اور دیگر مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ مال حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ اسی اثناء میں ایک شخص (ذوالخویصرہ) نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ انصاف کے ساتھ تقسیم کیجئے کیونکہ آپ نے انصاف نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خرابی ہو تیری اگر میں نہ انصاف کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا۔ اس شخص کی گستاخی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق (یعنی گستاخ منافق ہوتے ہیں) کی گردن مار دوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ شخص تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے بہت سے ساتھی ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے گلوں (حلقوں) سے تجاوز نہیں کرتا (یعنی دل میں نہیں ہوتا) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور اس میں خون وغیرہ کسی چیز کا نشان نہیں ہوتا۔ ازالۃ الخفاء اول ص۳۱۶۔ دوم ص۳۰۸

ثعلبی نے آیتِ کریمہ "الم تر الی الذین انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک" کے شانِ نزول میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت ایک منافق بشر نامی شخص کے حق میں نازل ہوئی تھی۔

قصہ اس کا یہ ہے کہ یہ شخص ایک یہودی سے جھگڑ رہا تھا۔ یہودی اپنا مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اور منافق کعب بن اشرف کے پاس لانے کو کہتا تھا۔ آخر دونوں اپنا مقدمہ

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں "تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو باقی تمام امت پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ کوئی بھی فضیلت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی صحبت کے فضل سے بڑھ کر نہیں (مکتوب ۹۹۔ دفتر دوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ منافق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھڑے رہو۔ آپ اندر گئے اور تلوار لاکر منافق کی گردن ماردی اور کہا جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے رضامند نہ ہو اس کا یہ فیصلہ ہے میں ایسے شخص کا یہی فیصلہ کرتا ہوں۔ ازالۃ الخفاء اول صہ ۳۸۷

ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سختی سے پیش آیا۔ ابو برزہ نے کہا کیا میں اس کی گردن ماردوں۔ آپ نے کہا نہیں نہیں، ایسا مت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں (کہ اس کے پیچھے ایسے کی گردن ماری جائے) ازالۃ الخفاء دوم۔ صہ ۵۳

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صحابی تھے اور روزمرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے صاحب فضیلت تھے۔ تم کبھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہوگے۔

جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے واسطے یہ دعا مانگی یا اللہ تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت فرما ——— حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے یہ دن رات ختم نہ ہوں گے، یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ ہوجائیں گے ——— اور بروایات متعددہ یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منشی اور کاتب وحی بنایا تھا اور آپ اسی کو کاتب بناتے تھے جو ذی عدالت اور امانت دار ہو ۔[1] ازالۃ الخفاء اول صہ ۳۴۴-۳۴۵

[1] حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔ ایک شخص نے (باقی اگلے صفحہ پر)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ نے امام حسن رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بناتے وقت فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہتری چاہے گا تو میرے بعد سب لوگوں کو اس پر متفق کر دے گا جو ان سب سے بہتر ہوگا۔ (اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے امورِ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے)۔ ازالۃ الخفاء اول ص ۵۵

بخاری نے حسن بصری رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ بیان فرما رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے خدائے عزوجل اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے۔[۱]

ازالۃ الخفاء اول ص ۳۴، دوم ص ۵۴

خطائے اجتہادی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مجتہد مخطی[۲] معذور ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی شبہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہٗ سے سوال کیا: امیر معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے جواب دیا وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی مرتبہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے افضل و بہتر ہے۔ (مکتوب ۶۶ دفتر اول)

[۱] بہارِ شریعت میں مرقوم ہے۔ ملاحظہ ہو:

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک فوجِ جرار جاں نثار کے ساتھ عین میدان میں بالقصد و بالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرما لی۔ اور اس صلح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا۔ (ترجمہ) میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرا دے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلکہ حضرت عزوجل وعلا پر طعن کرتا ہے (معاذ اللہ) - (بہارِ شریعت اول ص ۵۹)

[۲] اسی بہارِ شریعت میں ہے: "(عقیدہ) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے۔ مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا دو قسم ہے: خطائے عنادی، یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطائے اجتہادی، یہ مجتہد سے ہو جاتی ہے اور اس میں اس پر عنداللہ اصلاً مواخذہ نہیں۔" (بہارِ شریعت۔ اول، ص ۵۸-۵۹)

سے متمسک تھے۔ اگرچہ میزانِ شرع میں اس سے وزن دار حجت موجود تھی۔ یہ شبہ وہی تھا جو اصحابِ جمل کو پیش آیا، لیکن اس میں اتنا اشکال اور بھی بڑھا ہوا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ شام نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی) بیعت بھی نہ کی تھی۔ اور جانتے تھے کہ خلافت کا پورا ہونا تسلط اور احکام نافذ ہونے سے ہے اور یہ بات ابھی متحقق نہیں ہوئی۔ پھر تحکیم کے معاملہ نے اس خیال کو اور راسخ کر دیا۔ اور حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ (دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا)

ازالۃ الخفاء دوم۔ ص ۵۵۱

صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُمت کے درمیان واسطہ ہیں

یہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ مسائل وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور احکامِ تلاوتِ قرآن و ادعیہ وغیرہ اور اسی طرح طریق مناکحت، بیع و شرا اور طریق اقامت و قضائے خصومات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ پس اول و آخر سلسلہ معلوم ہوا نہ کہ مجہول۔ یہ بھی ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ یہ مسائل و احکام ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلا واسطہ نہیں بلکہ بالواسطہ اخذ کئے ہیں۔ اور قرآن و حدیث کی بھی ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سماعت نہیں کی ہے۔ جب ہم نے مسائل و احکام شرعیہ اور قرآن و حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ اخذ نہیں کیا تو لامحالہ ہمارے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وسائط ثابت و متحقق ہوئے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ وسائط کون لوگ تھے؟ (تو سنیئے!)

یہ ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ اولاً عالم کفر و جاہلیت سے بھرا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے اسلام کی ترویج ہوئی خواہ بطریق جہاد خواہ بطریق تالیفِ قلوب پھر رفتہ رفتہ وہ حالت پیدا ہوئی جو ہم نے مشاہدہ کی کہ دنیا کے ہر گوشہ میں اسلام پھیلا اور بادشاہان و سلاطینِ اسلام کو فتح و نصرت اور غلبہ حاصل ہوا۔ اس فتح و نصرت کے سلسلہ

کا اول و آخر بھی ہمیں معلوم ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس فتح و نصرت اور حصولِ غلبہ اور دنیا کے ہر گوشہ میں مسلمانوں کے پھیلنے کے وسائط و ذرائع کون لوگ تھے۔ اب ان وسائط کے شناخت کرنے میں تھوڑی دیر تامّل اور غور و فکر کرنا چاہیئے اور پھر متقدم کا منّت و احسان متاخر پر رکھنا چاہیئے۔

اب ہم ان وسائط کو ایک تمثیل دے کر سمجھاتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اس امت کی مثال ایک مضبوط و مستحکم دیوار کی طرح ہے جس کی ہر ایک اینٹ اور پتھر اوپر سے لے کر نیچے تک اپنے نیچے کی اینٹ یا پتھر کے سہارے پر قائم و ثابت ہے۔ اسی طرح آپ ان وسائط پر نظر ڈالیں کہ ہر قرنِ متاخر قرنِ متقدم سے مستمد و مستفیض ہے بایں طرق کہ ہر قرنِ متقدم کا منت و احسان قرنِ متاخر پر ہے کہ وہ اس کے حصولِ سعادت دارین کا واسطہ اور ذریعہ ہو۔

آمدم بر سر مطلب، اب ہم تفصیل کے مرتبہ پر آتے ہیں، تو جاننا چاہیئے کہ اول ہر شخص کی نظر اپنے شیوخ پر پڑتی ہے جن سے وہ یہ مسائل و علوم تعلم و تفہم کرتا ہے۔ بعد ازاں سرگروہ مشائخ پر مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہ نسبت حنفیان، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہ نسبت شافعیاں، اسی طرح حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہ نسبت قادریاں، حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بہ نسبت نقشبنداں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بہ نسبت چشتیاں۔ پھر ان بزرگوں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصرین تک منتہی ہوتا ہے اسی طرح قراءِ سبعہ قرأت قرآنِ پاک میں شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ علم کلام میں، ثعلبی و واحدی علیہما الرحمۃ اور ان کے امثال و اقران تفسیرِ قرآن میں اور محمد بن اسحٰق فزاری علیہ الرحمۃ علمِ سیرت میں، وعلیٰ ہذا القیاس۔

اب اس مرتبہ سے اور آگے بڑھنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ ہر چند یہ بزرگانِ دین علم کو جمع و تدوین کرنے اور پریشان و متفرق کو جماعت کثیرہ سے اخذ کرنے کے ساتھ موصوف ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ جو کچھ جمع و تدوین کیا سلف صالحین سے اخذ کر کے کیا۔ سلف سے

جو کچھ ماخوذ تھا وہ گویا بمنزلہ روح کے تھا اور جو کچھ انہوں نے تحقیقات کی از قبیل تفسیر مجمل یا ہر شے کو اپنے محل و مقام پر رکھا اور منتشر و پراگندہ کو جمع و تدوین کیا بمنزلہ نقوش لوح کے تھا۔ پس طبقہ اولیٰ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ) کو وسائط جاننا اور امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر ان کا منت و احسان کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ طبقۂ اولیٰ کے توسط کے طریقے بکثرت ہیں مثلاً قرآن و حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنا ہر شہر اور ہر قریہ میں تعلیم حدیث و قرآن اور اس کی تحریص و ترغیب دینا، علماء مقرر کرنا، مدارس بنانا طلبہ کے حال کی نگرانی کرنا اور ان کی توقیر کرنا وغیرہ وغیرہ جمیع امور جو توسیع و اشاعتِ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب آپ توسط کے معنی کو بالاجمال سمجھ چکے تو اب یہ امر نامناسب نہیں کہ ہم اسے کسی قدر تفصیل سے بیان کریں تاکہ وسائط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت و شناخت سہل اور آسان ہو۔

۱۔ میراث اعظم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امتِ مرحومہ کو ملی وہ قرآن مجید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانۂ سعادت تک قرآن مجید مصاحف میں جمع نہ تھا۔ —— خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے قرآنِ کریم کے جمع و تدوین میں سعی و کوشش کی اور اسے مصاحف میں لکھوا کر اطراف و اکنافِ عالم میں شائع کیا۔ اسی جمع و تدوین پر قولہ تعالیٰ ' اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ' صادق و راست آتا ہے اور اس کی بشارت آیۂ کریمہ ان علینا جمعہ و قرانہ ' میں بھی دی گئی ہے —— (پہلے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے جمع کرلیا اور) خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی جمع و تدوینِ قرآن کے متعلق بہت کچھ سعی و کوشش کی اور لوگوں کو اس کے اخذ کی تحریص و ترغیب دلائی۔ پھر شیخین کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بہت سی تعداد میں قرآنِ مجید کے نسخے لکھوائے اور اطراف و اکنافِ عالم میں روانہ کیئے اور غیر قرآن کو محو کرادیا۔

(اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ غیر قرآن کیا تھا جو محو کر دیا گیا۔ سو اس کا مفصل جواب

کتب تفسیر و حدیث اور خصوصاً ان کتابوں میں دیکھنا چاہیئے جو خصوصیت کے ساتھ اس باب میں تصنیف کی گئی ہیں مثلاً کتاب اسباب النزول اور کتاب الناسخ والمنسوخ اور مختصراً یہ کہ اس وقت قرآن مختلف لہجوں میں پڑھا جاتا تھا۔ پس لغت قریش کو لے لیا اور باقی کو محو کر دیا۔ اس طرح بعض آیات منسوخ التلاوت تھیں مثلاً آیتہ الرجم بعض فقرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفسیر کے طور پر بیان فرمائے تھے مثلاً صلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد صلوٰۃ العصر کا لفظ جنہیں بعض بعض لوگوں نے جزو قرآن سمجھ کر اپنے مصحفوں میں لکھا تھا۔ اور جامعین قرآن جانتے تھے کہ یہ جملے اور فقرے جزو قرآن نہیں لہذا غیر قرآن کو محو کر دیا گیا)

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد ابی بن خلف، حضرت ابن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے اس کے پڑھانے میں سعی بلیغ کی۔ جو خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں جمع کیا گیا تمام عالم میں موجود ہے اور نہ صرف مصاحف میں بلکہ سینکڑوں ہزاروں حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کے بعض مجمل مقامات کے حل کرنے میں سعی و کوشش کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا حل لغت لکھا اور آیات کے اسباب نزول لکھے۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی پیروی کی اور رفتہ رفتہ اس باب میں کئی رسالے موجود ہو گئے۔ ثعلبی وغیرہ نے ان سب کو جمع کیا اور قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں ۔

۲۔ قرآن مجید کے بعد اصل دین و سرمایۂ یقین 'علم حدیث' ہے، اور کبرائے امت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا علم حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت مرحومہ کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہونے کے چند طریقے ہیں:

اوّل یہ کہ حدیث روایت کریں تاکہ آفاق میں اس کی اشاعت ہو۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۱۵ تا ۱۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باعتبار قلت و کثرت روایت چار طبقے ہیں:

طبقہ اوّل مکثرین۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کی مرویات ہزار یا اس سے متجاوز ہوں

طبقہ دوم متوسطین، جن کی مرویات پانچ سو (۵۰۰) یا اس سے زیادہ ہوں، جیسے ابو موسیٰ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما۔

طبقہ سوم ——— وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی روایات چالیس یا زیادہ ہوں، تین سو اور چار سو تک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے میری امت میں سے چالیس احادیث یاد کیں، قیامت کے دن علماء کے ساتھ اٹھایا جائے گا (اَو کما قال)

طبقہ چہارم مقلین۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی مرویات چالیس سے بھی کم ہوں۔

جمہور محدثین نے کہا ہے کہ مکثرین صحابہ آٹھ ہیں۔ ابو ہریرہ، عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، انس، جابر، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم اور متوسطین میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن ابی طالب، عبداللہ ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری، براء بن عازب رضی اللہ عنہم وغیرہم کو شمار کیا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی مرویات پانچ سو سے زائد اور ہزار سے کم لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔

اور یہ فقیر (شاہ ولی اللہ) اس جگہ ایک بحث رکھتا ہے وہ یہ کہ حضرت عمر، حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی بیشتر روایات اگرچہ ظاہر میں موقوف ہیں لیکن حقیقت میں یہ سب مرفوع ہیں کیونکہ ان اصحاب سے اکثر روایات باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں ہیں کہ وہ متعدد طریقوں سے مرفوع ہیں۔ پھر دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ خود ان اصحاب کے الفاظ میں کوئی اشارہ خفی ایسا ہوتا ہے جو مرفوع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پس اصول حدیث کے قاعدہ کے مطابق (جو اس فن کے ماہروں پر منقح ہے) ان اصحاب کی بہت سی موقوف روایات حقیقت میں مرفوع ہیں۔ اس لحاظ سے یہ اصحاب والا قدر مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں داخل ہیں

بعض صحابہ جیسے ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم، حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں گویا انہوں نے خود سنا ہے جیسے کہتے ہیں "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا)" "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے) "امرنا بکذا و نہینا عن کذا امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ کے ساتھ حالانکہ درمیان میں کسی بڑے صحابی کا واسطہ ہوتا، گویا کبھی واسطہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی اختصار کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جگہ جگہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، پر راویوں کا اختلاف نظر آتا ہے مثلاً کہیں تم دیکھتے ہو کہ سند اس طرح بیان ہوتی ہے "عن ابن عباس عن میمونہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور کسی مقام پر راوی یوں کہتا ہے "عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" — یہ تمام ارسال و اسناد کی نیرنگیاں ہیں۔ الغرض حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، کی بہت سی مرویات کتابوں میں موجود ہیں جو ان کی جانب منسوب ہیں جن کا احاطہ بھی ممکن نہیں۔

اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فن حدیث کے بہت سے اصول روایت کیئے گئے ہیں جو آج تک باقی ہیں۔ ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۲۶-۴۲۷

دوم یہ کہ حامل حدیث کو ظاہر و مشخص کیا ہو، اس طرح کہ جب کوئی مسئلہ پیش آیا ہو تو جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے سوال کیا ہو کہ آپ لوگوں کو اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث پہنچی ہے اور یہ سوال اس حد تک کیا گیا ہو کہ حاضرین نے گوش ہوش سے سنا ہو اور غائبین کو اس کی خبر پہنچی ہو اور اس طریق سے حامل حدیث مشخص ہو گیا ہو اور بصورت اس کے متفرد ہونے کے شک و اشتباہ کو اس کی جانب سے رفع کر دیا ہو تاکہ حدیث قابل اعتماد ہو جائے چنانچہ میراث جدّ میں حضرت صدیق نے اور دربارۂ غرّہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے تحقیق کیا۔

سوم یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روایت کے لیئے آفاق میں روانہ کیا ہو جیسا کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کوفہ روانہ کیا اور معقل بن یسار اور عبداللہ بن مغفل، عمران بن حصین کو بصرہ روانہ کیا اور

عبادہ بن صامت اور ابو درداکو شام کی طرف روانہ کیا اور امیر معاویہ بن ابی سفیان کو جو شام پر حاکم تھے رضی اللہ عنہم کو بتاکید اکید پروانہ لکھا کہ وہ ان کی حدیث سے تجاوز نہ کریں (یعنی قبول کرلیں)

چہارم یہ کہ حدیث پر علانیہ طور پر عمل کیا ہو تاکہ حدیث مجمع علیہ ہو جائے۔ پس حدیث پر عمل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اس حدیث کی جس پر انہوں نے عمل کیا تو تصحیح کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بکثرت احادیث میں راویان حدیث نے بیان کیا ہے فعل ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔

پنجم یہ کہ احادیث کتاب اللہ پر زائد ہیں مثلاً ایمان بالقدر حدیث معراج اور حدیث عذاب قبر وغیرہ ان سب کی طرف برسر منبر علی رؤس الاشہاد اعلان کیا ہو کہ فلاں فلاں امور واجبات الایمان سے ہیں کہ ان پر ایمان لانا ضروری اور لابدی ہے اگرچہ وہ کتاب اللہ میں موجود نہیں۔ پس علی رؤس الاشہاد اعلان کرنا اجمالاً ان تمام کو روایت اور انکی تصحیح وتقویت کرنا ہے اور بتلا دینا ہے کہ وہ احادیث ضروریات دین سے ہیں۔

ششم یہ کہ مضامین احادیث کو اپنے خطبوں اور اپنی تقریروں میں بیان کیا ہو تاکہ اصل حدیث کی موقوفات خلیفہ سے تقویت ہو، جو لوگ کہ احادیث پر سطحی نظر ڈالتے ہیں وہ اسی بات پر اڑے رہتے ہیں کہ بخاری ومسلم میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چھ حدیثیں ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قریباً ستر حدیثیں ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجمالاً علم حدیث کو کہاں تک تقویت دی ہے اور اس کا اعلان کیا ہے۔

۳۔ کتاب وسنت کے بعد اعظم علوم کہ جس کی اشد ضرورت ہے علم فقہ ہے اور اس علم میں کبرائے امت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس امت کے درمیان واسطہ ہونا اس طرح ہے کہ انہوں نے طریق اجتہاد کی تعلیم کی ہو اولہ اربعہ کی ترتیب کو بیان کیا ہو۔ تخصیص عام کتاب بخاص سنت اور مجمل کتاب کی سنت مفصل سے تفسیر کرنے کا طریقہ تفہیم کیا ہو۔ چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان مسائل کو بوجہ اتم بیان کیا ہے

علم فقہ میں خلفاء رضی اللہ عنہم کے واسطہ ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ انہوں نے مسائل مجتہد فیہا کو اجماع کی حد تک پہنچا دیا کہ اختلاف اٹھ جائے اور جمیع امت پر وہ مسائل حجت اور سند ہوں۔ علم فقہ میں ان کے واسطہ ہونے کا ایک اور طریقہ یہ تھا کہ مسائل عبادت و مناکحت، مسائل بیع و شرا، مسائل قضایا اور مسائل اتفاقیہ میں اجتہاد کیا اور انکو آفاق عالم میں شائع کیا تاکہ ہر صغیر و کبیر ان سے واقف و آگاہ ہو جائے۔

۴۔ علم فقہ کے بعد اعظم علوم علم احسان ہے اور ہماری مراد اس سے وہ علم ہے جو آج کل علم سلوک کے نام سے موسوم ہے اور قوت القلوب اور احیاء العلوم وغیرہ کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ اس علم میں کبرائے امت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ بزبانِ حال و بزبانِ قال ان علوم اور احوال و مقامات کی لوگوں کو تعلیم دے اور ان دونوں زبانوں کے ذریعہ ان کی تربیت کرے۔ اور یہ علوم بزبانِ حال و قال اس سے شائع ہوں اور ہر صغیر و کبیر ان سے مستفید ہو جیسا کہ اس کتاب (ازالۃ الخفاء اور خصوصاً اس کے مقصد دوم) میں آپ اس کے متعلق شیخین کے احوال و اقوال بکثرت پائیں گے جو حسبِ موقع انہیں کے فضائل و مناقب میں جمع کر دیے گئے ہیں

۵۔ پھر ان علوم کے بعد علم حکمت ہے جس میں اخلاق فاضلہ ان کے اضداد، تدبیر منازل، سیاستِ مدن اور اس فن کے وہ تمام قواعد کلیہ جو عقل و تجربہ پر مبنی ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔ (ان میں بھی راہنمائی کا ذریعہ و واسطہ خلفاء و صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں)

ازالۃ الخفاء دوم ص ۱۷-۱۸

باب ششم

مقامات

سیّدنا امام اعظم

حضرت غوث اعظم

حضور خواجہ نقشبند

اور جناب مجدّد الف ثانی

رضی اللہ عنہم

مقاماتِ سیدنا امام اعظم، حضرت غوثِ اعظم، حضور خواجہ نقشبند اور جناب مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتبہ و مقام

امام صاحب اپنے وقت کے بڑے عالم تھے حتیٰ کہ امام شافعی نے فرمایا، فقہ میں لوگ ابوحنیفہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ قَالَ الشَّافِعِیُّ اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْفِقْہِ۔ عقد الجید۔ مترجم صہ ۱۲۵

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس نماز پڑھی تو ان کے ادب کے باعث (صبح کی نماز میں) قنوت نہیں پڑھی اور فرمایا بسا اوقات ہم اہلِ عراق کے مذہب کی طرف چلے جاتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ۔ مترجم اوّل صہ ۳۸۹)

حجۃ اللہ البالغہ (اوّل) کے باب اَسْبَابِ اِخْتِلَافِ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ فِی الْفُرُوْعِ میں آپ کا مذہب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی تابعیت پر صاد فرمایا

صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا فروعات میں اختلاف اور آپ کے مذہب کی اصل

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی اصل حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاوی، حضرت علی رضی اللہ عنہما کے فیصلے اور فتوے، قاضی شریح کے فیصلے اور کوفہ کے قاضیوں کے فیصلے ہیں۔ اللہ نے جس قدر توفیق دی انہوں نے ان کو جمع کیا پھر ان آثار میں وہ تتبع وغیرہ کیا جو کہ اہلِ مدینہ کے آثار میں مدینہ کے علماء نے کیا اور جس طرح انہوں نے تخریج مسائل کیا تھا، انہوں نے بھی تخریج کی۔ چنانچہ ہر باب میں فقہی مسائل مرتب ہو گئے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ اوّل مترجم صہ ۳۵۱-۳۵۲

بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حنفی مذہب کی مقبولیت

مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روحانی سوال کیا ــــــ اور یہ بات ظاہر ہوئی ــــــ خبردار! قوم کا فروع (فروعی مذہب جو حنفی ہے) میں مخالف نہ ہونا۔ اس لئے کہ یہ چیز مراد حق کے متناقض ہوتی ہے۔

فیوض الحرمین مترجم ص ۱۷۹-۱۸۱

حنفی مذہب کی برتری

مَیں نے دیکھا کہ فقہی مذہب کے حق ہونے کا جو دقیق پہلو ہے اس کے لحاظ سے آج اس زمانے میں حنفی مذہب کو باقی سب مذاہب پر ترجیح حاصل ہے۔

ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۸۶ بحوالہ فیوض الحرمین

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید واجب

جب ایک عام انسان علاقہ ہندوستان یا ماوراء النہر میں رہنے والا ہو جہاں کوئی عالم شافعی، مالکی، حنبلی اور کتب میسّر نہ آسکتی ہوں تو اس پر واجب ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) کی تقلید کرے اور ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کی رسی اپنی گردن سے اتار کر مہمل بیکار رہ جائے گا۔

الانصاف بحوالہ افکار شاہ ولی اللہ ص ۴۸

شانِ اجتہاد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لیٹے اور سو جائے تو چاہیئے کہ پھر وضو کرے ــــــ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ کلیہ اخذ کیا کہ ہر وہ نیند جو ٹیک کے ساتھ ہو اس طرح کہ اگر وہ ٹیک نہ ہو تو سونے والا یا اونگھنے والا زمین پر گر پڑے ناقض وضو ہے۔

ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۱۵۳

ایک شخص نے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ اس نے اپنے بستر پر احتلام کیا اسے

دھوئے یا کیا کرے۔ فرمایا اگر تر ہو تو دھو ڈالو اور خشک ہو تو کھرچ ڈالو ——
امام ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں، تر کو دھو ڈالے اور خشک کو کھرچ دے۔
ازالۃ الخفاء دوم اردو صہ ۱۴۹

الیواقیت والجواہر میں ہے کہ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا
"جو آدمی میری دلیل نہیں جانتا اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ میرے کلام سے فتویٰ دے۔
حجۃ اللہ البالغہ۔ اوّل مترجم صہ ۳۸۴

ذہانت و فطانت

عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا "آپ کثرت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرتے ہیں" تو انہوں نے فرمایا" اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ فہم عطا ہوا جو ہمیں عطا نہیں ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے فہم سے وہ سمجھا جو ہم نے نہیں سمجھا اور ہمیں اس کی اجازت نہیں کہ ان کے قول کے ساتھ فتویٰ دیں جب تک کہ ہم سمجھ نہ لیں۔
حجۃ اللہ البالغہ۔ مترجم۔ اوّل صہ ۳۸۵

روایتِ حدیث کا نمونہ

امام ابوحنیفہ حماد سے، وہ سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر —— اور حضرت سعد بن ابی وقاص کا مسح علی الخفین (موزوں پر مسح کے بارے میں) اختلاف ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرمانے لگے میں مسح کرتا ہوں اور عبداللہ بن عمر فرمانے لگے، مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بعد ازاں دونوں حضرت عمر فاروق کی خدمت میں آئے اور قصّہ بیان کیا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا تمہارے عم سعد بن ابی وقاص تم سے افقہ (زیادہ بڑے فقیہہ) ہیں، رضی اللہ عنہم —— نیز امام ابوحنیفہ حماد سے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ حنظلہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہم) نے فرمایا مسح علی الخفین کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہیں اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات۔
ازالۃ الخفاء۔ اردو۔ دوم صہ ۱۵۳

امام ابوحنیفہ حماد سے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نمازِ ظہر کو ذرا ٹھنڈے وقت پر پڑھو اور دوزخ کی لپیٹ سے بچو۔

ازالۃ الخفاء دوم۔ اردو صہ ۱۵۹

حضرت امام ابوحنیفہ حماد سے وُہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مگر متعلق نماز اور تلاوت قرآن (یعنی دینی باتوں) کے سوا برکت کو کم کرتا ہے۔

ازالۃ الخفاء اردو دوم صہ ۱۶۰

امام شافعی امام محمدؒ سے، وہ امام ابوحنیفہ سے، وہ حماد سے، وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جو قتل عمد کا مرتکب ہوا تھا، آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا مگر مقتول کے بعض اَولیائ نے اسے خون معاف کر دیا لیکن حضرت عمر فاروق نے اسے پھر بھی قتل کا حکم دیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے عرض کیا قاتل کا نفس ان سب کے زیر اختیار ہے لیکن جب اس شخص نے اپنی جانب سے اسے معاف کر دیا تو یہ اپنا حق نہیں لے سکتا جب تک کہ ان سب کا حق نہ لے یعنی باقی اولیاء نے تو معاف کیا نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے فرمایا اچھا آپ کیا رائے دیتے ہیں۔ عرض کیا آپ باقی لوگوں کو دیت دلادیں اور معاف کرنے والے کا حصہ اسے معاف کر دیں۔ فرمایا میں بھی یہی خیال کرتا ہوں۔

ازالۃ الخفاء دوم۔ اردو صہ ۲۵۱-۲۵۲

صحیح کو خراب سے جُدا کرنے والے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز کار میں ایک خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں کو قبر سے نکال کر بعض کو بعض سے الگ کر رہے ہیں۔ اِس خواب کی دہشت سے وُہ بیدار ہو گئے اور ابن سیرینؒ کے ایک شاگرد سے تعبیر دریافت کی۔ اس نے کہا تمہیں مبارک ہو کہ تم سنّت کو اچھی طرح جانتے ہو، تم صحیح کو خراب سے جُدا کرو گے۔

انفاس العارفین۔ اردو صہ ۵۹

حضرت غوث جیلانی رضی اللہ عنہ کا فیض

اِس زمانہ میں کوئی شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت پیران پیر سے خوارق (کرامات) میں زیادہ مشہور نہیں۔ اگر آج کسی شخص کو کسی خاص روح کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے اور وہاں سے فیض حاصل کرے تو اکثر یہ فیض اس سے خالی نہیں کہ یا تو خود حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے یا حضرت غوث جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صہ ۴۵

غوث الثقلین اور غوث اعظم کہنا جائز

حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ اور سب مشائخِ سلسلہ پہلے پچھلے سب کی فاتحہ دے جیسے کہ اسے شرط کیا ہے مشائخ نے۔

اِنتباہ مترجم صہ ۲۵

اور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کی اصل نسبت اویسیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ نے فخر اور بڑائی کے کلمے ارشاد فرمائے ہیں اور آپ سے تسخیرِ عالم ظہور میں آتی تھی۔[1]

قطرات ترجمہ ہمعات صہ ۶۲

---

[1] مولانا ظفر احمد عثمانی دیوبندی نے مولانا اشرف علی تھانوی کو غوث السالکین اور شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو غوثِ مقدم لکھا ہے (البنیان المشید۔ ترجمہ البرہان المؤید صہ ۹۔ ۲۵)

اور مولانا اشرف علی تھانوی نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو "غوث الکاملین غیاث الطالبین" لکھا ہے۔ (امداد المشتاق صہ ۱۵)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے حضور شہنشاہ بغداد کو غوث الاعظم کہا جسے مولانا اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق صہ ۴۳۔ ۴۴ میں نقل کیا ہے۔

اور مولانا اسمٰعیل دہلوی نے غوث اعظم اور غوث الثقلین لکھا ہے۔ (صراط مستقیم۔ اردو صہ ۷۷۔ ۱۸۱، ۲۲۳)

ائمہ اہل بیت اور غوث اعظم رضی اللہ عنہم کی نسبتوں میں مناسبت

جب حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں نہ دیکھی گئی۔ اور کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت رضی اللہ عنہم میں ہے وہ افکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور کمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و عظمت حضرت غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہے، وہ کسی دوسرے میں نہیں۔ (القول الجلی کی بازیافت صفحہ ۴۰ بحوالہ القول الجلی صفحہ ۷۹-۸۰)

آپ کی مجلس میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء علیہم الرحمۃ کا ہجوم ہوتا

کان الشیخ عبد القادر یحضر مجلس الانبیاء و الاولیاء (شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء (علیہم الرحمۃ) کا ہجوم ہوتا تھا) کی تشریح میں حضرت شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ حقیقت روح جو کہ تمام کائنات میں جاری و ساری ہے، سے واصل تھے۔ پس آپ اسی مرکز ہدایت سے گفتگو کرتے تھے جہاں سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمۃ گفتگو کرتے تھے ——— چونکہ آنجناب (شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ) کو عالم ارواح میں مکمل تمکین حاصل تھا اس لیے تدلیات ارواح انبیاء و اولیاء (علیہم السلام و علیہم الرحمۃ) اپنے وجود مثالی سے آپ پر نزول کرتی تھیں۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۸۵-۱۸۴

خواب میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو مسرور دیکھنے کا بیان

حضرت والد صاحب فرماتے تھے خواب میں مجھے سلاسل اولیاء دکھائے گئے گویا کہ ایک

وسیع بازار ہے جس میں مخصوص دکانیں ہیں۔ ہر دکان میں صاحب طریقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔ میں ان کے پاس سے گزرتا ہوا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دکان پر پہنچا۔ میں اس جماعت میں جاکر بیٹھ گیا۔ وہاں نصوص کی عبارت "الاعیان ما شمت رائحۃ الوجود" پر بحث ہو رہی تھی۔ ہر شخص دوسرے سے الگ مفہوم بیان کرتا ہے۔ میری باری آئی تو میں نے بھی معنی بیان کئے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ یہ مفہوم سن کر بہت خوش ہوئے۔ (انفاس العارفین اردو صـ ۲۲)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بیداری میں زیارت

شیخ ابو رضا فرماتے تھے ایک مرتبہ میں نے بیداری میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، اس جگر بڑے بڑے اسرار مجھے تعلیم فرمائے۔ (انفاس العارفین اردو صـ ۱۴۳)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تصرّف

مشائخ نے کہا ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندوں کی مثل تصرّف[1] کرتے ہیں۔ (قطرات ترجمہ ہمعات صـ ۴۵)

آپ سے تسخیرِ عالم ظہور میں آتی تھی۔ (قطرات ترجمہ ہمعات صـ ۶۲)

قضائے مبرم اور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

کبھی عارف پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ قضاء فلاں واقعہ کو اس طرح ایجاد کرنے میں ضرور متعلق ہے اور اس میں تقدیر مبرم ہے۔ چنانچہ وہ عارف اپنی کوشش ہمت سے دعا کرتا ہے اور دعا میں خوب اصرار اور الحاح کرتا ہے حتیٰ کہ وہ قضا دوسرے طریقہ پر ایجاد کرنے میں منقلب ہو جاتی ہے،

---

[1] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سرِ ولایت کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبد القادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی روحانیت کی مدد نصیب ہوئی جس نے اپنی قوت تصرف سے ان مقامات سے عبور کرا کے اصل الاصل میں پہنچا دیا" (مبداء و معاد منہا ۱)

تو یہ (عارف) پھر اس چیز کو حسبِ ارادہ پاتا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ایک تاجر کے میں منقول ہے جو کہ حماد دباس کے اصحاب میں سے تھا۔ [1]

فیوض الحرمین مترجم صفحہ ۲۰۶-۲۰۵

غلام محی الدین تام درست اور آپ سے غلامی کی نسبت جائز

حضرت والد ماجد نے فرمایا۔ سید غلام محی الدین اور اس کا والد بیجاپور کی مہم میں بیمار ہو گئے ان کی بیماری لمبی اور سخت ہو گئی۔ ایک روز حضرت غوث اعظم (رضی اللہ عنہ) کو انہوں نے خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم اپنے شیخ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے (انہوں نے اپنے شیخ کی طرف رجوع کیا اور صحت یاب ہوئے)

انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۰۲

آپ کے تبرکات

شاہ عبدالرحیم کو جبہ ملا — انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے اجمالاً بتایا گیا کہ آج تمہیں ایک نعمت ملے گی۔ میں سیر کے لئے نکلا۔ شہر کے ایک حصہ میں میرے دل نے گواہی دی کہ تیرا مطلوب اس جگہ ہے۔ میں نے پوچھا یہاں کوئی درویش یا فاضل شخص ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں فلاں درویش اس جگہ رہتا ہے۔ میں اس کی ملاقات کے لئے گیا۔

اس نے کہا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا جبہ مجھے تبرک ملا ہے اور آج رات مجھے حکم ہوا ہے کہ آج جو شخص تمہارے پاس آئے یہ تبرک اسے دے دو۔ میں نے وہ جبہ لے کر خدا کا شکر ادا کیا ہے [2]

انفاس العارفین اردو صفحہ ۷۰-۶۹

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ "قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے ہے اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں" (دفتر اول مکتوب ۲۱۷)

[2] شیخ ابو سعید علیہ الرحمۃ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا جیسا کہ صاحب نفحات (مولانا جامی قدس سرہ) نے نقل کیا ہے۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۱)

آپ سے منسوب ٹوپی خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی کو ملی

حضرت والد فرماتے تھے حرم شریف میں ایک شخص کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ٹوپی اپنے آباء و اجداد سے ملی تھی اور وہاں اس کی وجہ سے بہت محترم اور مکرم تھا۔ ایک رات خواب میں اس نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا ٹوپی ابوالقاسم اکبر آبادی کو دے دو۔

اس شخص کے دل میں خیال گزرا کہ اس شخص کی تخصیص میں کوئی حکمت ہے امتحان کے طور پر ایک قیمتی جبہ اس کے ساتھ ملا دیا اور پوچھتے پچھاتے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یہ دونوں تبرک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ انہوں نے مجھے خواب میں فرمایا کہ ابوالقاسم اکبر آبادی کو دے دو، اور انہیں آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے قبول فرمالیا اور بہت خوش ہوئے۔

اس شخص نے کہا یہ بہت بڑی نعمت ہے اس کے شکرانہ میں کافی طعام تیار کیجئے اور رؤسا شہر کی دعوت کیجئے (حضرت ابوالقاسم نے) فرمایا، کل آپ تشریف لائیں اور جس شخص کو چاہیں مدعو کریں، میں کافی کھانا تیار کروں گا۔ علی الصبح وہ شخص تمام رؤسا شہر کے ساتھ آیا اور کافی طعام تناول کیا اور فاتحہ پڑھی۔ دعوت سے فراغت کے بعد انہوں نے (رؤسائے شہر نے) پوچھا، آپ متوکل آدمی ہیں اور ظاہر اسباب نہیں ہیں، اس قدر طعام کیسے تیار ہو گیا۔ فرمایا ہم نے جبہ فروخت کر دیا اور ضروریات خرید لیں۔

وہ شخص چلایا کہ میں نے اِس فقیر کو اہل سمجھا تھا، یہ تو فریبی نکلا۔ اس نے تو ان تبرکات کی قدر نہیں پہچانی۔ آپ نے فرمایا شور مت کرو۔ جو تبرک تھا (یعنی ٹوپی) اسے میں نے محفوظ کر لیا اور جو چیز تبرک نہیں تھی (یعنی جبہ) بلکہ امتحان تھی اسے فروخت کر دیا اور اس سے ضیافت اور شکرانہ کا سامان خرید لیا ہے۔ اب وہ آگاہ ہوا تو تمام اہلِ مجلس سے حقیقتِ حال بیان کر دی، اور تمام نے کہا الحمد للہ تبرک اس کے حقدار کو پہنچ گیا۔

انفاس العارفین۔ اردو ص ۵۲۔۵۳

سیدنا غوث اعظم اور خواجہ نقشبند علیہما الرضوان کے مقامات کا دلافروز تذکرہ

راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کی نسبت کو لطیفۂ سر میں زیادہ وسعت حاصل ہے اسی وجہ سے استغراق غالب آیا۔ حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی نسبت لطیفۂ روح میں زیادہ ہے۔ صوفیہ کی روحانی تربیت اسی سے ہے، اور قدیم صوفیائے کرام کی نسبت لطیفۂ نفس میں زیادہ ہے، اسی وجہ سے وہ سخت مشکل ریاضتیں کرتے تھے۔

انفاس العارفین اردو ص ۷۸

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے طریقہ کی اصل نسبت اویسیہ ہے جس میں کسی قدر برکات سکینہ ملے ہوئے ہیں ——— حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کی اصل نسبت یادداشت ہے اور بسا اوقات یہ پہنچا دیتی ہے نسبتِ احسان تک۔

قطرات ترجمہ سمعات ص ۶۲

حضرت والد ماجد کی زبان مبارک سے بارہا خلوت میں سنا گیا کہ آپ فرماتے تھے جو نسبت ہم نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ زیادہ صاف اور زیادہ باریک ہے[۱] اور وہ نسبت جو خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ زیادہ غالب اور موثر ہے جمعیت اور قبول عام کے زیادہ نزدیک ہے اور وہ نسبت جو خواجہ معین الدین رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہے وہ عشق کے زیادہ نزدیک ہے، اور تاثیر اسماء

۱۔ سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے (دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۱)۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب (زیادہ قریب) ہے (دفتر اول مکتوب ۲۲۱)۔ مجھے راہِ سلوک کی ہوس پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عنایت نے مجھے خانوادۂ نقشبندیہ کے ایک خلیفہ کی خدمت میں پہنچایا جن کی توجہ کی برکت سے خواجگان کا جذبہ جو بلحاظ فنا صفت قیومیت میں جاملتا ہے، حاصل ہوا۔ ——— حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی روحانیت کی مدد سے قابلیتِ اولیٰ تک، جس کو حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے تعبیر کرتے ہیں، ترقی کی۔ (مبدا و معاد منہا ۱)

و صفائی خاطر کے زیادہ قریب ہے۔ راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کو ان کے الفاظ گو یاد نہیں لیکن مطلب یہی تھا۔ واللہ اعلم۔ انفاس العارفین اردو ص ۱۲۴-۱۲۵

طریقۂ نقشبندیہ بمنزلہ ایسی ندی کے ہے کہ ہمیشہ ظاہر زمین پر رواں ہے اور اس طریقہ کا متوسل عالم ناسوت میں اہم قوی اور مقتدر کا مظہر ہے اور طریقۂ نقشبندیہ مشابہ اس کے ہے کہ کسی نقاش نے ایک دیوار پر عمدہ عمدہ نقش کشید کئے۔ (فطرات ترجمہ ہمعات ص ۶۴)

حضرت والد فرماتے تھے، ایک بار میں نے حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا کہ یاقوت سرخ کی مسجد ہے جو آئینہ کی مانند شفاف ہے وہاں سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراقبہ کی صورت بیٹھے ہوئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کاملین بھی آپ کے گرداگرد مراقبہ کی ہیئت میں صف باندھے ہوئے ہیں جب میں اس پردہ یاقوتی کے پاس جو مسجد کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا پہنچا تو حضرت غوث الاعظم اور خواجہ نقشبند قدس اللہ اسرارہما اٹھ کر میرے پاس آئے اور میرے متعلق مناظرہ کرنے لگے۔

حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس شخص کے آباء و اجداد میرے خلفاء کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں میں اس سے زیادہ قریب ہوں۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ شخص میرے خلفاء سے تربیت یافتہ ہے میں اس سے زیادہ قریب ہوں یعنی خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شیخ رفیع الدین علیہ الرحمہ سے روحانی تربیت حاصل کی ہے۔ یہ مناظرہ طویل ہو گیا مجھے خوف پیدا ہوا کہ یہ صحبت ختم ہو جائے گی اور اس فیض سے محروم رہوں گا۔

آخر کار حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس قدر مناظرہ کیوں کرتے ہو جبکہ ہمارے اور تمہارے طریق میں چنداں فرق نہیں ہے۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر فرق نہیں ہے تو میں اس امر کے درپے کیوں ہوں۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ اسے اندر لے جائیں لیکن دراصل وہ مجھ سے ہے اور میں اسے اپنی نسبت سے بہرہ ور کروں گا اور یہ تمام مناظرہ ایسے حسن ادب کے ساتھ ہوا کہ اس سے بہتر

ممکن نہیں چنانچہ خواجہ نقشبند نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس مسجد میں داخل کیا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل صف میں قدرے آگے بٹھایا اور خود میرے ساتھ برابر میں بیٹھ گئے۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس صورت میں سوائے اس کے کوئی مقصد نہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراقبہ سے سر اٹھائیں تو سب سے پہلے مجھ پر نظر مبارک پڑے۔ اور جب کوئی پوچھے تجھے کون لایا ہے تو کہیں میں اسے لایا ہوں۔ خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے اس خیال سے واقف ہو کر فرمایا، یہی سبب ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھایا اور بہت سے اعزازات سے نوازا اور راقم الحروف (ولی اللہ) کا گمان ہے کہ اس واقعہ کا اختتام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والد ماجد کو خلوت میں لے گئے اور نفی و اثبات کی عجیب انداز سے تلقین فرمائی۔ واللہ اعلم

انفاس العارفین اردو ۷۲-۱۷۱، در ثمین حدیث ۲۵

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہم کا تخت اور فرشتے خادم

حضرت شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ فرماتے تھے میں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا۔ اس خیال سے کہ مجھے اپنی گنہگار آنکھوں اور آلودہ جسم کو اس پاک جگہ میں نہیں لے جانا چاہیئے، ان کے مزار کے قریب چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔ اس جگہ ان کی روح ظاہر ہوئی اور فرمایا آگے آؤ۔ میں دو تین قدم آگے چلا گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ چار فرشتوں نے ان کی قبر کے نزدیک ایک تخت اتارا ہے معلوم ہوا اس تخت پر خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ تھے۔ دونوں بزرگوں نے آپس میں راز و نیاز کی باتیں کیں جو سنائی نہیں دیتی تھیں پھر تخت فرشتے اٹھا کر لے گئے۔

انفاس العارفین اردو ص ۷۸

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے مزار مبارک سے شیخ کی طرف راہنمائی فرمائی

ترکستان کا ایک تاشقلہ بیگ نامی مرد تھا جس نے اس راہ (طریقت) کا ذوق پیدا کیا تھا، بخارا میں آیا اور خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے مزار پر اس انتظار میں بیٹھا کہ اسے کسی ولی اللہ

کی اطلاع ملے۔

آخر کار خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے خواب میں اسے فرمایا کہ تیرا پیر ہندوستان میں دہلی شہر کے اندر ہے اور حضرت والدِ محترم کی شکل اسے دکھائی۔ اس کے دل میں خیال گزرا کہ دہلی بہت بڑا شہر ہے، اس بزرگ کو وہاں تلاش کرنا بڑا مشکل کام ہوگا حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو اس کے اس خیال کی خبر ہوگئی فرمایا کہ جس روز تم دہلی میں پہنچو گے اسی روز انہیں وعظ کہتے ہوئے پاؤ گے۔ پھر شوق اسے کشاں کشاں دہلی لے آیا۔

پہلے شیخ فرید کی سرائے میں اترا۔ اتفاقاً اس روز جمعہ کا دن تھا۔ اس نے لوگوں سے جامع مسجد کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے مسجد فیروزی کا پتہ بتایا۔ وہاں اسے حضرت والد ماجد اس کے معلومہ حلیہ کے مطابق ملے۔ نماز کے بعد جو وعظ فرمایا اس سے بھی اس کی تائید ہوئی۔ جمعہ سے فراغت کے بعد ان کے ہمراہ ان کے گھر آیا۔ پگڑی اتار کر پاؤں میں رکھ دی اور اظہارِ عقیدت کیا۔ حضرت والا نے فرمایا شرط یہ ہے کہ چند روز ہمارے ساتھ مجلس کرو تاکہ ہمیں پہچان سکو۔ اور تمام قصہ (جو اسے پیش آیا تھا) بیان کر دیا اور بیعت و تلقین سے مشرف فرمایا۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۹۵-۹۶

پوشیدہ نہ رہے کہ والد ماجد طریقہ نقشبندیہ کی مختلف شاخوں میں سے حضرت محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ کی شاخ کو پسند کرتے تھے اور اس کے ساتھ ایسی رغبت رکھتے تھے کہ دوسری شاخوں میں سے کسی کے ساتھ ایسی رغبت نہیں تھی۔ ان کی تمام ہدایت وارشاد اسی شعبہ سے ہوئی۔ انفاس العارفین۔ اردو صفحہ ۴۲

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ عہد جدید کے پیش خیمہ اور قطب ارشاد ہیں

حضرت شاہ صاحب حضرت مجدد کو عہد جدید کا پیش خیمہ اور مقدمۃ الجیش قرار

لے حاجی امداد اللہ مکی نے فرمایا کہ میں حرم میں بیٹھا تھا، ایک شخص مسمی عبد الرحمن باشندہ آسام میرے قدموں میں آکر گرا اور کہنے لگا کہ میرے والد اولیائے کرام سے تھے مجھے آپکی صورت مقدس دکھا کر حکم دیا ہے کہ آپ سے بیعت کر دوں۔ اس حلیۂ خواب کو آپ سے موافق پا کر حاضر ہوا ہوں۔ (امداد المشتاق صفحہ ۱۲۴)

دیتے ہیں یعنی کوئی مجدّد اور مصلح جو آپ کے بعد آیا ہے وہ آپ سے بے نیاز نہیں رہا اور نہیں رہ سکتا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

شیخ مجدّد علیہ الرحمۃ اس دور کے پیش خیمہ ہیں۔ اس دور کے بہت مخصوص معارف اور علوم شیخ کی زبان مبارک سے رمز و اشارے کے طور پر صادر ہوئے ہیں۔ شیخ اس دور کے قطب ارشاد ہیں۔ آپ کے ہاتھوں پر بہت سے طبعی گمراہ اور بدعتی تائب ہوئے ہیں۔ حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ کی تعظیم عین مدود و مکون کائنات (یعنی حق سبحانہٗ و تعالیٰ) کی تعظیم ہے۔ حضرت شیخ کے انعامات و برکات کا شکریہ عین ایزد متعال کے انعامات کا شکریہ ہے۔

سیرت مجدّد الف ثانی صفحہ ۳۵۶-۳۵۷، بحوالہ حضرت مجدّد الف ثانی صفحہ ۳۶۸

اللہ تعالیٰ کا جو طریقہ اور اس کی جو عادت مستمرہ اپنے انبیاء کے ساتھ رہی ہے اُسی کو اس نے حضرت مجدّد کے ساتھ برتا ہے کہ ظالموں اور مبتدعین نے آپکو ایذا پہنچائی اور متقشف فقہاء نے آپ کا انکار کیا تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی حسنات میں اضافہ ہو۔ مومن ہی کو آپ سے محبت ہوگی، اور شقی فاجر ہی کو آپ سے عداوت۔

حضرت مجدّد اور انکے ناقدین صفحہ ۷ بحوالہ ترجمہ اَحْوَالُ الْاِمَامِ الرَّبَّانِی برحاشیہ مکتوبات عربی

ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی ہے کہ ان کے متعلق بے خطر کہا جاسکتا ہے کہ ان سے نہیں محبت کرتا مگر مومن تقی اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقی۔

سیرت مجدّد الف ثانی صفحہ ۳۵ بحوالہ نفائس السانحات صفحہ ۳۰

شیخ عبد الاحد کے مکتوب کے آخر سے یوں نقل کرتے ہیں:

ہم اپنے مکتوب کو مجدّد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ کے کلام پر ختم کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے امکان کو وجوب کیلئے آئینہ اور عدم کو وجود کے لئے مظہر بنایا اور وجود و وجوب اگرچہ دونوں اس کے کمال کی صفات ہیں مگر وہ

تو ان دونوں سے وراء ہے بلکہ تمام اسماء صفات اور شیون و اعتبارات اور ظہور و بطون اور تجلیات و ظہورات اور مشاہدات و مکاشفات، ہر محسوس و معقول ہر موہوم و متخیل سے وراء ہے۔ پس وہ سبحانہ، و تعالیٰ وراء الوراء پھر وراء الوراء ہے ــــــ پس وہ تعریف کرنے والے کی تعریف سے بے نیاز ہے۔ انفاس العارفین اردو ص۲۰

سننے میں آیا ہے کہ شیخ بزرگوار حضرت احمد سرہندی کے کمالات مشہور ہوئے تو شیخ ادریس نے آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں اگر زمین کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو وہ مجھے دکھائی نہیں دیتی اور اگر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ بھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح عرش، کرسی، بہشت اور دوزخ کا وجود بھی مجھے نہیں ملتا اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کا وجود بھی نہیں ہوتا اور اپنا وجود بھی نہیں پاتا اور حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے۔ اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا۔ بزرگوں نے بھی یہاں تک بیان کیا ہے اور اس جگہ پہنچ کر سیر سے عاجز آگئے ہیں۔ اگر آپ بھی اس کو کمال سمجھتے ہیں تو فبہا اور اگر کوئی دوسرا کمال اس کے علاوہ ہے تو مجھے اطلاع دیں تاکہ ہم دوسرے ملک میں جہاں زیادہ طلب ہو وہاں جائیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی (علیہ الرحمۃ) نے لکھا مخدوما! یہ اور اس قسم کے دوسرے حالات تلون قلب کا نتیجہ ہیں۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان حالات کا حامل مقامات قلب میں سے ایک چوتھائی سے زیادہ طے نہیں کر سکا، ابھی اسے تین حصے اور طے کرنے چاہئیں تاکہ معاملہ قلب کو مکمل طور پر طے کر کے سمجھ سکے۔ مقام قلب سے گزرنے کے بعد مقام روح آتا ہے۔ مقام روح سے آگے مقام سر کا دروازہ کھلتا ہے اور مقام سر کو طے کرنے کے بعد مقام خفی تک پہنچتا ہے، تب اس پر مقام اخفی کے اسرار و رموز کھلتے ہیں۔ ان چار حصوں کے علاوہ دل پر کچھ اور اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں جن کے احوال و کیفیات جدا جدا ہیں۔ ان تمام کو فرداً فرداً طے کرنا چاہیئے (آخر مکتوب تک)

اس کے بعد شیخ ادریس کو شیخ احمد سرہندی (علیہما الرحمۃ) کی ملاقات کا شوق ہوا اور ان

کی مجلس میں حاضری کا پختہ ارادہ کر لیا لیکن بعض موانعات کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور شیخ احمد سرہندی (علیہ الرحمۃ) کا زمانۂ ارشاد ختم ہو گیا۔ (انفاس العارفین صہ ۲۶-۲۷)

نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا صحیح ہے

وَقَوْلِ اَبِی حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِلْاَوْزَاعِی ـــ وَکَانَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) اول صہ ۳۵۱-۳۵۶-۳۵۷

اِمَامُ الطَّرِیْقَۃِ الشَّیْخِ اَبِی مُحَمَّدٍ مُحْیِ الدِّیْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۴۷

سَیِّدِی عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ (فیوض الحرمین مترجم صہ ۲۵)

اَلْمَشَائِخُ النَّقْشَبَنْدِیَّۃِ وَھُمْ اَصْحَابُ اِمَامُ الطَّرِیْقَۃِ خواجہ بَہَاؤُ الدِّیْنِ نَقْشَبَنْدِ الْبُخَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۷۵)

المشائخ الچشتیہ وھم اصحاب الطریقۃ خواجہ معین الدین حسن الچشتی وچشت قریۃ شبلوغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم۔ (شفاء العلیل صہ ۶۳)

الشیخ الاجل عبد الرحیم رضی اللہ عنہ۔ (شفاء العلیل صہ ۱۲۳)

سیدی عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سیدی الوالد رضی اللہ عنہ[۱] فیوض الحرمین صہ ۲۰۵-۲۰۶

۱؎ مفتی جلال الدین امجدی نے اپنے فتویٰ میں درمختار، شامی جلد پنجم صہ ۴۸۰، نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم صہ ۵۰۹، اشعۃ اللمعات جلد اول صہ ۹، ۱۶-۱۷، جلد چہارم صہ ۴۷۳ شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند صہ ۳۵ تا ۴۳، درمختار مع ردالمحتار جلد اول صہ ۴۳-۴۵، تفسیر کبیر جلد ششم صہ ۳۸۲، مرقات جلد اول صہ ۲۷ (مطبوعہ بمبئی) طحطاوی علی المراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صہ ۱۱، احیاء العلوم جلد دوم صہ ۷، فتح الباری صہ ۱۸، ۲۱، نووی کی شرح مسلم صہ ۱۱، تفسیر صاوی جلد اول صہ ۳، اخبار الاخیار، بہجۃ الاسرار اور ہدایہ وغیرہ عظیم اور معتبر کتب کے حوالے سے پہلے علماء و مشائخ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" لکھنے کا جواز ثابت کیا ہے۔"
(بزرگوں کے عقیدے صہ ۴۱۰)

باب ہفتم

مقاماتِ اولیأ

مقاماتِ اولیاء

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندوں میں ایک گروہ کو منتخب کیا پس اپنا ولی بنایا اور انہیں انوار و برکات کا لباس پہنایا اور ان پر اپنی نعمتوں کی راہیں کشادہ کر دیں اور ان کی زبانوں سے علم کے چشمے جاری کر دیے اور اس کو ان کا مقصد بنا دیا جس کے نتیجے میں وہ ہادی و مہدی اور اربابِ تقویٰ کے پیشوا بن گئے۔ انہی کیلئے اس نے زمین و آسمان کو بنایا۔

انفاس العارفین صفہ ۱۴۰

اللہ کے ولی سے عداوت اللہ سے جنگ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"جو میرے کسی دوست کے ساتھ عداوت رکھے گا (مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا) میں نے اس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا اور میں نے بندے پر جو فرض کر رکھا ہے اس سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں کہ بندہ اس کے ذریعے میرا قرب حاصل کرے۔ اور میرا بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر مجھ سے مانگے تو میں ضرور اس کو عطا کر دوں گا ———————

یعنی بندہ فرائض ادا کرنے کے بعد اللہ کا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ اس وقت اس

کے اعضاء کو نورِ الٰہی سے مدد و تائید حاصل ہوتی ہے۔ اس میں اور اس کے اہل و عیال، اولاد اور مال میں برکت ہوتی ہے، اس کی دُعا قبول ہوتی ہے، اس کو شر سے بچایا جاتا ہے اور اس کی مدد ہوتی ہے، اور ہمارے نزدیک یہ قربِ قربِ اعمال کہلاتا ہے۔
حجۃ اللہ البالغہ دوم ص۶۳۳-۶۳۴

قرآن مجید اور ولایت

قرآن مجید میں جس جگہ ولایت کا لفظ آیا ہے اس کے معنی نصرت (مدد) کے ہیں۔ سورۂ انفال(۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُھَاجِرُوْا مَا لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا ج وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ الآیۃ

سورۂ مائدہ میں فرمایا: لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ(۲) خصوصاً اس آیت کا سیاق و سباق بآوازِ بلند کہہ رہا ہے کہ ولایت بمعنی نصرت ہے۔ سیاق آیت یہ ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ(۳) الآیۃ (۵۴) (اس میں اشارہ نصرت

۱؎ (ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لئے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے۔ الخ (کنز الایمان)

۲؎ (ترجمہ) یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دُوسرے کے دوست ہیں الخ (کنز الایمان)

۳؎ (ترجمہ) اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ (کنز الایمان)

کی طرف ہے) اس کے بعد فرمایا: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ (۵۶)[1] اور یہ صریح ہے دربارۂ نصرت۔

ازالۃ الخفاء اول ص ۵۶۴

حکایات کے بیان کا فائدہ

اہلِ بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ حکایات المشائخ "جنود من جنود اللہ" (اللہ کے لشکروں میں سے لشکر) کے قول کے مطابق صوفیہ مشائخ کے اقوال و احوال جو کرامت و استقامت کو حاوی اور ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں مبتدیوں کو شوقِ رغبت دلاتے ہیں، پختہ کاروں کے لئے دستور و میزان ہوتے ہیں خصوصاً اولاد و اخلاف کیلئے، آباء و اجداد کے حالات سننے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ بسا اوقات صلاحیت کی غیرت کی رگ حرکت میں آتی ہے اور اسے کسی مقام پر پہنچا دیتی ہے اور انصاف پسند شخص کو اپنی غلطی سے آگاہ کرتی اور توبہ کا دروازہ اس پر کھول دیتی ہے

انفاس العارفین ص ۱۷

ولایت۔ کمال کیا ہے؟

حضرت شیخ ابو رضا فرماتے تھے تہذیب اخلاق اور صفات ذمیمہ سے خروج کی وجہ سے اگرچہ آدمی فرشتہ بن جائے، بہ نسبت کمالِ ولایت یہ کوئی کمال نہیں خدا تعالیٰ ملائکہ کی طرف سے فرماتا ہے

وما منا الا لہ مقام معلوم ۔ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام متعین ہے

ہاں یہ مرد عنایات الٰہیہ کا مورد اور خوارق عادات جو جنس کرامات سے ہیں کا مظہر بن گیا ہے۔ کیونکہ یہ طاعات کے انوار اور بُری صفات کے چھوڑ دینے کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں لیکن یہ ابھی طریقۂ ولایت میں داخل نہیں ہوا۔ ابھی اپنے آپ میں مشغول

---

[1] (ترجمہ) اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (کنز الایمان)

ہے تو وہ شخص جو صفاتِ ذمیمہ رکھتا ہے اس طریقِ ولایت میں کس طرح داخل ہو سکتا ہے۔

کاتبِ حروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ "ومامنا الا لہٗ مقام معلوم" یعنی ملائکہ کے مقامات کی مقدار معلوم ہے۔ اور صاحب ولایت خاصہ جو تجلی ذات سے مشرف ہوا ہو کے مقامات کی کوئی حد نہیں اور انہیں نہیں معلوم کیا جا سکتا۔

انفاس العارفین صد ۱۵۵

بعض صوفیہ کے اس قول کہ "مابعد المقام الذی وصلنا لامقام" (جس مقام تک ہم پہنچ گئے ہیں اس کے بعد کوئی مقام نہیں) اور بعض دوسرے صوفیہ کا قول کہ "فوق کل مقام مقام مالا یتناھیٰ" (ہر مقام کے بعد ایک اور مقام ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے) کی تحقیق میں شیخ ابو رضا فرماتے ہیں کہ پہلا قول اہلِ شہود کی نسبت درست ہے مثل شیخ بسطامی رضی اللہ عنہ کے قول کے (جو یہ ہے) "اذلیس وراء عبادان قریۃ والیٰ ربک المنتھیٰ" (کیونکہ عبادان کے آگے کوئی قریہ نہیں اور تیرے رب کی طرف انتہا ہے)

اور دوسرے قول کے قائل کی مراد اگر مظاہر اسماء میں سیر ہے جیسے ملائکہ عالمِ مثال اور عالمِ ارواح وغیرہ تو یہ درست ہے لیکن یہ کمال نہیں ہے اور عارف ذات تک پہنچنے کے بعد ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، الا ماشاء اللہ۔ اور مقام کا لفظ اس پر منطبق نہیں ہوتا مگر تسامح و چشم پوشی سے اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ وصول ذات کے بعد بھی مقاماتِ غیر متناہیہ نفس الامر میں موجود ہیں تو یہ صریح زیادتی (فاش غلطی) ہے۔

انفاس العارفین صد ۱۶۳

شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ

سالک کو چاہئے کہ کسی بھی سانس میں اپنی توجہ جناب احدیت اور وحدیت سے دوسری طرف نہ پھیرے اور یہ مقام اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ سالک میدانِ توحید میں مسلسل غور و فکر کرتا ہے، یہاں تک کہ عالمِ امکاں کے حجابات ختم ہو جائیں اور حق

سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ باقی رہے تو اس وقت بادشاہ ہو جائے گا اور نفی سے مقصود متوہمہ غیریت کی نفی ہے اور یہ سالک کے بحر وحدت میں استغراق سے حاصل ہوتی ہے۔ انفاس العارفین اردو صد ۱۵۶

شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ شیخ یاقوت حبشی کے عرشی کہلانے کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ زمینوں آسمانوں اور حدوث و امکان سے گزر کر عرشِ وحدت سے پیوستہ ہو گئے تھے ورنہ عرش کی طرف دل کا ہمیشہ متعلق ہونا کوئی کمال نہیں تصوف میں پہلا قدم تمام ماسوا اللہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے سے گزر جانا ہے۔

کاتب حروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ شیخ یاقوت کی نسبت اس سبب سے نہ ہو کہ ان کا علم ان کی بلند ہمتی کی وجہ سے عرش بن گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات بھی ان کے کمال کی نفی ہے بلکہ اس معنی کے اعتبار سے ہو کہ تجلی ذات حق کے بعد وہ اور عرش ایک ہو گئے ہوں اس مناسبت سے کہ عرش حق کی طرح ان کا وجود بھی مظہر اتم بن گیا ہو۔ (انفاس العارفین اردو صد ۱۵۶)

شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ اہلِ شہود کی مثال عینک کے واسطہ سے کتاب دیکھنے والے کی طرح ہے۔ اس کی نظر اور التفات عینک کی طرف بالکل نہیں۔ وہ صرف کتاب کو دیکھتا ہے۔ مگر یہ کہ عینک کے آگے پردہ ہو یا کوئی شخص عینک کے آگے ہاتھ رکھ دے تو اس کی توجہ عینک کی طرف ہو جاتی ہے۔ اہلِ شہود خوبصورت عورتوں، حوروں اور امارد کی طرف التفات نہیں کرتے، کیونکہ ان کی نظر ان سے متجاوز ہو کر منتہی حقیقی جل جلالہٗ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور جو شخص محجوب ہوتا ہے وہ خوبصورت عورت کی طرف رغبت کرتا ہے اور بدصورت عورت سے اعراض کرتا ہے اور عارف کے نزدیک دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

اسی طرح اہلِ شہود سرود کے سماع سے لطف اندوز نہیں ہوتے کیونکہ سرود کا فاصلہ کہنے والے کے منہ اور سننے والے کے کان تک محدود ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ اگر گانے والا جہیر الصوت ہو تو (آواز) ایک تیر کے فاصلے تک پہنچ جاتی ہے اور بس۔ اور یہ عارفین کی

قوم اس قسم کے امور سے گزر کر منتہی حقیقی تک پہنچ چکی ہے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ ولایت عامہ کے بہت سے متفاوت مراتب ہیں جیسے نقوی، ریاضت، وحدت شہودی بہ نسبت اس شخص کے جو ذاتِ حق کی سرایت اور اس کے مظاہر پر احاطہ سے آگاہ نہیں ہوا۔ اور مثل عاشقیت اور معشوقیت کہ یہ اہل ولایت عامہ کے خواص کا مقام ہے ولایت خاصہ سے نہیں ہے۔ ولایت خاصہ ذات واحد بسیط تک وصول کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

انفاس العارفین اردو صـ ۱۷۲

شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ نے لکھا جاننا چاہیئے کہ ایک مقام میں ترقی اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی دو مختلف چیزیں ہیں اور جس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ان میں سے ایک ممنوع ہے اور دوسری فی الواقع موجود ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو واصلین ذات کے مراتب میں کوئی باہمی فرق نہ ہو اور وہ تمام قرب میں برابر ہوں اور وہ تمام ایک ہی مقام میں بند ہوں حالانکہ یہ سب غلط ہے۔ اگر کہا جائے کہ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ ان میں فرق اس وجہ سے ہے بلکہ یہ تفاوتِ درجات کسی اور وجہ سے ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تسلیم کرنے کے بعد منع تصور فوق میں آپ کے لئے یہی ہمارا جواب ہے۔

اے عارف باللہ وہاں ترقی اور تفوق اس ترقی اور تفوق کی طرح نہیں جو مکان کی صفت ہوتی ہے اور مکان سے سطح مکان تک ہوتی ہے۔ اور سیر و سلوک سے بھی جسمانی حرکت مراد نہیں بلکہ یہ ایک وجدانی چیز ہے بیان میں آنے والی نہیں۔ جس نے اس کا ذائقہ نہیں چکھا وہ اسے جان ہی نہیں سکتا۔ اور اس کی قریب ترین تعریف جو کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف ایک حرکت کیفی اور انتقال علمی ہے، اور یہ مرتبہ صفات کے اعتبار سے ہے۔ لیکن مرتبہ ذات کے اعتبار سے تو اس سے مراد معرفت و انکشاف کی زیادتی اور بطن البطون میں نظر کا نفوذ ہے جس کی شہادت کشف صحیح دیتا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں اور حقیقتِ امر تو عالم الغیب و الشہادۃ ہی جانتا ہے۔

انفاس العارفین۔ اردو صـ ۲۱۵

پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ شیخ ادریس نے آپ "حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ" کی خدمت میں لکھا کہ میں اگر زمین کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو وہ مجھے دکھائی نہیں دیتی اور اگر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ بھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح عرش، کرسی، بہشت اور دوزخ کا وجود بھی مجھے نہیں ملتا اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کا وجود بھی نہیں ہوتا اور اپنا وجود بھی نہیں پاتا۔ اور حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی نہایت کو کسی نے پایا۔ بزرگوں نے بھی یہاں تک بیان کیا ہے اور اس جگہ پہنچ کر سیر سے عاجز آ گئے ہیں۔ اگر آپ بھی اس کو کمال سمجھتے ہیں تو فبہا اور اگر کوئی دوسرا کمال اس کے علاوہ ہے تو مجھے اطلاع دیں تاکہ ہم دوسرے ملک میں جہاں زیادہ طلب ہو وہاں جائیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے لکھا، مخدوما! یہ اور اس قسم کے دوسرے حالات تلون قلب کا نتیجہ ہیں۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان حالات کا حامل مقامات قلب میں سے ایک چوتھائی سے زیادہ طے نہیں کر سکا، ابھی اسے تین حصے اور طے کرنے چاہئیں تاکہ معاملہ قلب کو مکمل طور پر طے کر کے سمجھ سکے۔ مقام قلب سے گزرنے کے بعد مقام روح آتا ہے۔ مقام روح سے آگے مقام سر کا دروازہ کھلتا ہے' اور مقام سر کو طے کرنے کے بعد مقام خفی تک پہنچتا ہے، تب اس پر مقام اخفی کے اسرار و رموز کھلتے ہیں۔ ان چار حصوں کے علاوہ دل پر کچھ اور اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں جن کے احوال و کیفیات جدا جدا ہیں ان تمام کو فرداً فرداً طے کرنا چاہیئے۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۶-۲۷

عارف جب کامل ہو جاتا ہے[1] تو اس کی روح ملاء اعلیٰ سے جا کر مل جاتی ہے

---

[1] شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "جو کوئی ان (اولیاء) میں سے فرد کامل اور صاحب صفا ہوتا ہے وہ منبع البرکات ہوتا ہے۔ نزول باران رحمت اور دشمن پر فتح پانے کے لئے اس سے توسل کیا جاتا ہے۔ کبھی وہ اپنی صورت مثالیہ سے اور کبھی اپنے اقوال و افعال سے لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث ہوتا ہے۔ وہ صاحب قبول و اقبال اور صاحب عنایات ہوتا ہے۔ (خیر کثیر۔ اردو ص ۲۱۶-۲۱۷)

(باقی اگلے صفحہ پر)

—— کامل معرفت والے کو وہ تمام نعمتیں ملتی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمان اور زمین اور کل کائنات اور اور جو ان میں ہیں ملائکہ، انبیاء، اولیاء اور بادشاہوں وغیرہ میں سے ان پر نازل کی ہیں
—— کبھی عارف پر وہ نعمتیں منکشف ہو جاتی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہیں چنانچہ ان امور کے کشف کے اعتبار سے اہل اللہ کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں اصحاب کشفِ الٰہی تو اس واقعہ کو آئینۂ حق میں دیکھتے ہیں۔

فیوض الحرمین مترجم (عربی۔ اردو) ص۱۴۹۔۱۵۰۔ ۱۶۴۔ ۱۹۲

مرجع طریقت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

جن شخصوں نے مشائخ کی صحبت پائی ہے یا انکی کتابیں اور رسالے دیکھے ہیں وہ بیشک سمجھتے ہیں کہ تمام طرق کے مشائخ اور اہلِ ارشاد یا ان میں سے اکثر اصل طریق میں متفق ہیں اگرچہ اس کے حاصل کرنے میں مختلف ہیں اور وہ اصل منسوب ہے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی طرف۔ کیونکہ طریقت کے اکثر قوانین کے مقنّن وہی ہیں، اور ان کے زمانہ میں سب لوگ انہی سے نسبت کی تکمیل کرتے تھے۔ اور حقیقت میں جتنے طریقے ہیں سب کا مرجع وہی ہیں۔

قطرات ترجمہ ہمعات ص۱۴۱

حضرت بایزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہما کا جذب و سلوک

حضرت شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے چشمِ حقیقت سے دیکھا کہ میرے دائیں پاؤں کو شیخ بایزید بسطامی (رضی اللہ عنہ) اور میرے بائیں پاؤں کو سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ پس میں نے شیخ بسطامی (رضی اللہ عنہ) کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو انہیں مکمل غیبوبت اور مدہوشی میں پایا۔ شیخ جنید (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)۔ سیدنا مجدد الف ثانی فرماتے ہیں " جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پورا پورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگوں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے"۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۰۹)

تو وہ ہوش میں تھے، میں ان دونوں کے درمیان تھا۔

کاتبِ حروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ یہ واقعہ ہر دو بزرگوں کے جذب و سلوک پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ شیخ بسطامی رضی اللہ عنہ اہل سکر سے ہیں اور شیخ جنید رضی اللہ عنہ اہل صحو سے اور سکر کا جذب کے ساتھ تعلق ہے اور صحو کا سلوک کے ساتھ رابطہ ہے۔

انفاس العارفین اُردو صد ۱۵۴

ولایت کبریٰ

شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ نے "یاایّھا الّذین اٰمنوا اتّقوا اللہ وابتغوآ الیہ الوسیلۃ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ولایتِ کبریٰ کے فرائض چھ ہیں اور چار فرائض آیت مذکورہ کی ترتیب کے مطابق یہ ہیں:

اوّل۔ دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کے ساتھ ایمان لانا۔

دوم۔ نواہی سے اجتناب اور اوامر کے مطابق عمل کرکے تقویٰ حاصل کرنا۔

سوم۔ شیخِ طریقت کی طلب کیونکہ وسیلہ سے یہی مراد ہے، درست تک پہنچنے کا راستہ اس سے واضح ہوتا ہے۔

چہارم۔ انانیت کو فنا کرنے اور شہود درست کی گرفتاری کے ساتھ بقا کے ذریعہ خود سے آزادی کو دور کرنا۔ کیونکہ فلاح اسی کا نام ہے اور یہی ولایت کبریٰ ہے۔

انفاس العارفین اُردو صد ۲۳۶

شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ فرماتے تھے ایک بار میں اپنے اسماء صفات کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے انہیں ننانوے سے زیادہ پایا۔ جب میں نے ان کا اچھی طرح تجزیہ کیا تو وہ چار ہزار سے زائد تھے۔ میں نے اور اچھی طرح جستجو کی تو وہ غیر محصور اور لامحدود تھے۔ پس میں نے اس حالت میں اپنے نفس کو دیکھا کہ میں ایک جہان کو پیدا کرتا ہوں اور ہلاک کرتا ہوں۔ اور اس قسم کے حالات ولایت کبریٰ والوں کے بہت ہوتے ہیں۔

کاتبِ حروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ وجود تمام استعداد کا جامع

ہے جس میں نقطۂ وجود بیدار اور تدبیر کلّی جو کہ طبیعت مدبرہ کلیہ ما فی الکون کا مقتضی ہے موجود ہو۔ اور روئے روشن ہو تو اس کی زبان سے اس نقطۂ وجود کے معارف اور تدبیر کلّی بیان ہوتے رہیں گے۔ اور وہ اس حاسہ سے دیکھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

انفاس العارفین صہ ۱۵۴

قیّومیّت

حضرت والد ماجد شاہ عبد الرحیم فرماتے تھے ایک مرتبہ میں نے حق تعالےٰ سے تحقیق و تجدد امثال کی طلب کی مجھ پر ایک حالت طاری ہو گئی کہ میں نے خود کو قیوم عالم دیکھا اور عالم کے ہر ذرہ کا اپنے ساتھ ربط و تعلق مشاہدہ کیا اگر وہ منقطع ہو جائے تو لاشئ محض ہو جائے۔

انفاس العارفین صہ ۶۵

میں مکۃ مکرمہ میں تھا کہ میں نے ایک خواب میں خود کو قائم الزمان دیکھا۔ "قائم الزمان" سے میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی اچھے نظام کے قیام کا ارادہ فرمایا تو اس نے مجھے اس کے لئے "آلہ جارحہ" بنایا (اس کے قیام کا ذریعہ بنایا) تاکہ اس کی مراد پوری ہو۔

سطعات اردو صہ ۴۴ بحوالہ فیوض الحرمین

لے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کامل انسان کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) بحکم خلافت اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور تمام مخلوق کو وجود اور بقا اور تمام کمالات ظاہری و باطنی کے فیوض اس کے واسطے سے پہنچاتے ہیں۔ اگر فرشتہ ہے تو اس سے متصل ہے، اگر انسان و جن ہیں تو اسی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی جانب ہے — یہ عارف جو قیومیت اشیاء کے منصب پر مقرر ہوا ہے یہ وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوقات کی مہمات اسی کی طرف راجع ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انعامات بادشاہ کی طرف سے ہیں لیکن ان کی وصولی وزیر کے توسط سے وابستہ ہے" (دفتر دوم۔ مکتوب ۴۷)

مولانا اسمٰعیل دہلوی نے حضرت مجدد الف ثانی کے لئے امام ربانی اور قیوم زمانی کے القاب لکھے ہیں۔ (صراط مستقیم فارسی صہ ۱۳۲ بحوالہ سیرت غوث الثقلین صہ ۱۰۶)

خواجگانِ نقشبند رضی اللہ عنہم کی ابتدا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ شیخ میرٹھی نے مجھ سے سوال کیا کہ نقشبندی کہتے ہیں کہ ہمارا آغاز منتہی لوگوں کا انجام ہے اور میں خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے کلام سے متفق نہیں ہوں کہ ان کا اول قدم بایزید کا انتہائی قدم ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ جس شخص نے پچاس یا ساٹھ سال مجاہدہ کیا ہے۔ وہ امروزہ مبتدی کے برابر کیسے ہو جائیگا میں نے کہا تم لوگ سلسلۂ شطاریہ کے پیروکار منازلِ سلوک کس طرح طے کرتے ہو۔ اس نے کہا پہلے دوضربی اسم ذات، پھر چارضربی، پھر اسی طرح شغل نفی اثبات کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا پھر کیا کرتے ہو، اس نے کہا شغل امہات اور اسمائے ملتقہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا پھر کہا شغل کو بکو۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کیا کرتے ہو، اس نے کہا ہائے ہویت میں غرق ہو جاتے ہیں۔

میں نے کہا نقشبندی سب سے پہلے ہائے ہویت میں غرق ہوتے ہیں اور شیخ نقشبند رضی اللہ عنہ کے کلام کا یہی مطلب ہے نہ یہ کہ صوفیہ کے تمام احوال و آثار آغاز سلوک میں ان پر طاری ہو جاتے ہیں۔ انفاس العارفین صہ ۱۲۴

بحمد اللہ ہمارے خواجگان کے طریقہ میں بعض اصفیا واذکیا کو ابتدائے سلوک ہی میں یہ نسبت بغیر کسی وسیلہ کے ان کی صدقِ نیت اور خلوص عقیدہ کی بدولت مکمل طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ پانے والے نے پالیا اور شک کرنے والا شک میں

لے سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " ان کاملین (مشائخ نقشبند ؒ) کے طریقہ میں ابتدا انتہا میں درج ہے اور اس معاملہ میں ان کی اقتدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پا گئے جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتا ہے اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔ تو جس طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ اس طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیا قدس اللہ اسرارہم کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ ان اکابر نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ولایت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔" (دفتر اول مکتوب ۲۱ - ۲۲۱)

گرفتار رہا۔

انفاس العارفین صـ ۱۲۲

قطبیت جب کہ دلی قوت عازمہ کی اس حد کو پہنچتا ہے تو اسے خلعت قطبیت مشہد سویداء قلب میں شخص اکبر کی طرف سے پہنایا جاتا ہے تو اس وقت وہ لوگوں کی پناہ کا مقام ہو جاتا ہے اور ان کا مرجع اور ان کے متفرقات کو جمع کرنے والا اور میری رائے میں تنہا ایک شخص کے لئے اس مرتبہ کا واجب ہونا ضروری نہیں بلکہ بسا اوقات دو اور تین اور اس سے زائد کے ساتھ یہ چیز متصل ہو جاتی ہے۔

فیوض الحرمین مترجم صـ ۲۶۴

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف مواضع میں متعدد قطب[۱] پیدا ہوتے ہیں (جو اپنی اپنی جگہ مرجع خلائق ہوتے ہیں) ——— ہر زمانہ میں اقطاب اور ان کے حواریین ایسے کلام کرتے ہیں جس سے ان کے خانوادے کی ترجیح دوسرے خاندانوں پر ثابت ہوتی ہے اور اپنے طریق کو اقرب طرق بتاتے ہیں اور وہ اس مقولہ میں صادق بھی ہوتے ہیں لیکن اس طرح سے جیسے ہم نے بیان کیا (یعنی توجہ و عنایتِ ایزدی کے باعث نہ کہ خصوصیتِ خانوادہ کے سبب سے)۔

قطرات ترجمہ ہمعات صـ ۹۰۸

قطبیت ارشاد ——— یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کے دلوں کا باطنی حیثیت

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے قطب، قطب الاقطاب اور قطب ارشاد کے مقامات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ (دیکھئے دفتر اول مکتوب ۲۵۶۔ اور مبداء و معاد منتہا نمبر ا اور نمبر ۲)
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں "قطبیت باطنہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو مخصوص فرما دیتا ہے کہ فیضِ الٰہی اولاً و بالذات ان پر نازل ہوتا ہے۔ پھر ان سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر کوئی ان سے کسب فیض نہ کرے جیسے سورج کی شعاعیں روشندان کے ذریعے کسی گھر میں پہنچیں تو اولاً وہ روشندان روشن ہوگا اور اس کے واسطے سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوں گی۔ اس کو قطب ارشاد بھی کہتے ہیں برخلاف قطب مدار کے۔
(فتاویٰ عزیزی فارسی ج ۱- صـ ۱۲۹ بحوالہ اندھیرے سے اجالے تک صـ ۱۲۷)

سے مالک ہو۔

اِس قسم کا کوئی شخص بھی قطب ارشاد دنیا میں موجود ہو تو سب لوگ اس کے نور سے مستفیض ہوتے ہیں۔ خیر کثیر صد ۱۶۸

ان کا راستہ صراط مستقیم ہے

صراطِ مستقیم تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اور اولیائے کاملین (علیہم الرحمۃ) کا راستہ ہے اور نمازی اپنی نماز کی فاتحہ میں "اھدنا الصراط المستقیم" سے یہی راستہ طلب کرتے ہیں۔ انفاس العارفین صد ۲۳۱

حضورِ قلب حاصل ہو جائے تو حجاب ختم ہو جاتا ہے

شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جب حضور (حضورِ قلب) دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو لوگوں سے گفتگو وغیرہ سے زائل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر تعلیم و تعلم اور دقیق علوم میں مشغول ہو جائے تو خفیف سا حجاب واقع ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا، جسے حضورِ قلب اس طرح حاصل ہو گیا جیسے آنکھ میں بصارت تو اس کیلئے کوئی چیز حجاب نہیں ہے[1]

انفاس العارفین صد ۱۵۶

---

[1] علمِ اولیاء کے منکرین غیر مقلدین نے ابن قیم کی مایۂ ناز تصنیف "مفتاح دار السعادۃ" سے نقل کیا ہے۔ ابنِ قیم کہتے ہیں کہ "جب اِنسان اپنی اندرونی بصیرت سے اپنے آپ کی اور اپنے رب کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کے سامنے بابِ آسمان وا ہو جاتے ہیں اور انسان آسمان کے چپے چپے میں اس کے ملکوت اور فرشتوں پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور پھر یکے بعد دیگرے تمام دروازے کھلتے جاتے ہیں حتیٰ کہ قلبِ انسانی ربِ ذو الجلال کے عرش تک جا پہنچتا ہے۔ عرش کی وسعت اس کی عظمت اس کا جلال اس کی بلندی اور بزرگی دل کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ اس وقت اس کے مقابل ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے کسی چٹیل اور وسیع میدان میں چھوٹا سا گول حلقہ پڑا ہو اور اللہ ذو الجلال کے عرش کے ارد گرد ملائکہ کی فوجیں سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ فرشتوں کے تسبیح و تحمید اور تکبیر و تقدیس کہنے کی وجہ سے ایک شور بپا ہوتا ہے۔ الخ (ہدایۃ المستفید۔ دوم صد ۱۶۱۴۔ ۱۶۱۵)

سرحدوں پر فوجیوں کو "یا ساریۃ الجبل" کی صدائیں

محب طبری بروایت عمرو بن حارث روایت کرتے ہیں کہ ایک روز (مسجد نبوی شریف) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ کہہ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے پکار کر کہا "یا ساریۃ الجبل" دو دفعہ یا تین دفعہ کہا۔

پھر خطبہ پڑھنے لگے۔ بعض لوگوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجنوں ہو گئے کہ اثنائے خطبہ میں پکارنے لگے "یاساریۃ الجبل" (اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی چونکہ آپ سے بے تکلفی تھی اس لئے آپ نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ اثنائے خطبہ میں لوگوں سے باتیں کرتے ہیں "یاساریۃ الجبل" کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ واللہ! یہ کلمہ مجھ سے بے اختیار نکلا ہے۔ جب میں نے ساریہ (سالار لشکر کا نام ہے) اور ان کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے قریب لڑ رہے ہیں اور اس کی اوٹ میں سے دشمن آگے پیچھے سے آکر ان پر حملہ کرتے ہیں، اس لئے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکا کہ "یاساریۃ الجبل" (اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ)۔

پھر کچھ زیادہ دن نہیں گزرے کہ (نہاوند کے علاقہ سے) قاصد ساریہ کا نامہ لے کر آموجود ہوا کہ دشمن سے ہمارا مقابلہ جمعہ کے دن ہوا۔ صبح سے ہم نے لڑائی شروع کی یہاں تک کہ جمعہ کا وقت آیا اور آسمان کا تنرسوار (سورج) مغرب کی طرف جھکنے لگا۔ اس وقت ہمیں آواز سنائی دی کہ پکارنے والے نے پکار کر کہا الجبل، الجبل، ہم پہاڑ کی اوٹ میں ہو گئے اور ہم نے فتح پائی، اور دشمنوں نے شکست۔

ازالۃ الخفا دوم ص ۳۳۷

علم ما فی الارحام[1]

یہ فقیر (ولی اللہ) ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں جنین کی صورت میں تھا حضرت والد (شاہ عبدالرحیم) نے

---

[1] مولوی اشرف علی تھانوی نقل کرتے ہیں "عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک بھکارن کو فی سبیل اللہ نصف روٹی دی۔ پھر اسے بلا کر نصف دُوسری بھی دی اور کہا یہ بچہ جو ابھی جنین ہے کہتا ہے کہ خدا کی راہ میں پوری روٹی دینی چاہیئے۔

انفاس العارفین صـ۱۰۶

فرزندِ صالح کی بشارت

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شب گشت کر رہے تھے کہ ایک مکان پر پہنچے جہاں سنائی دیا کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے یہ کہہ رہی ہے کہ اُٹھ کر دُودھ میں پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا امیر المؤمنین نے اس کی ممانعت کر دی ہے۔ اس کی ماں نے کہا امیر المؤمنین کو اس کی خبر ہی کیونکر ہو گی۔ لڑکی نے کہا۔ اگر امیر المؤمنین کو اس کی خبر نہ ہو سکے تو امیر المؤمنین کا پروردگار تو دیکھ رہا ہے۔ صبح

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے غابہ مقام کے مال میں سے بیس وسق (تقریباً ساڑھے پاون من) کھجوریں عطا فرمائی تھیں۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ بیٹی — میں نے تمہیں جو یہ بیس وسق کھجوریں دی تھیں اگر تم ان پر قبضہ کر لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر آج تو اس میں میراث جاری ہو گی اور وارث تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں تو تم کتاب اللہ کے موافق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اباجی اگر بہت سا مال بھی ہوتا میں تو جب بھی چھوڑ دیتی اور ہاں بہنوں میں ایک تو ہیں اسماء اور دوسری کون ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو ابھی پیٹ میں ہے اور میں اسے لڑکی خیال کرتا ہوں، پھر (جیسا انہوں نے فرمایا تھا) ویسا ہی ہوا"۔ (جمال الاولیاء صـ۲۹)

علاوہ ازیں یہی تھانوی صاحب ارواحِ ثلاثہ میں نقل کرتے ہیں کہ "شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے ایک مُرید تھے جن کا نام عبداللہ خان تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت کے خاص مُریدوں میں سے تھے ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہو گی یا لڑکا۔ اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔

(حکایات اولیاء المعروف بہ ارواح ثلاثہ صـ۱۸۴-۱۸۵)

کو آپ نے اپنے فرزند عاصم سے فرمایا کہ فلاں مکان پر جاؤ، وہاں ایک لڑکی ہے اگر اس کا نکاح نہیں ہوا تو تم اس سے نکاح کر لو، شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے مبارک اولاد دے۔

چنانچہ عاصم نے اس کے ساتھ عقد کیا۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس لڑکی کا عقد عبدالعزیز بن مروان سے ہوا اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اس سے پیدا ہوئے۔

ازالۃ الخفاء، دوم صـ ۳۳۸

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ شیخ رفیع الدین نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنے گھر کا سامان جمع کیا اور اپنے وارثوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنی اولاد میں سے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق دیا جب ان کی سب سے چھوٹی اولاد شاہ عبدالرحیم کی والدہ کی نوبت آئی تو انہیں مشائخ کرام کا شجرہ اوراد اور فوائد طریقت پر مشتمل ایک رسالہ عنایت فرمایا۔ شیخ کی بیوی نے کہا یہ بچی شادی شدہ نہیں ہے اسے ان رسائل تصوّف کے بجائے جہیز دینا چاہیئے۔

فرمایا: یہ رسائل ہمیں بزرگوں سے وراثت میں ملے ہیں۔ اِس بچّی کے ایک فرزند ہو گا جو ہماری اِس معنوی میراث کا مستحق ہو گا۔ یہ رُوحانی میراث اس کو دیں گے، لیکن اسبابِ تزویج تو وہ خدا تعالیٰ خود مہیّا فرمادے گا۔ ہمیں اس کا کوئی غم نہیں۔ ایک مدّت کے بعد جب مَیں (شاہ عبدالرحیم) پیدا ہوا اور سمجھ دار ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے ہماری جدّہ محترمہ کے دل میں یہ بات ڈال دی اور انہوں نے وہ رسائل مجھے دیئے۔ میں ان رسائل سے مستفید ہوا، پھر وہ گم ہو گئے۔

اگرچہ بشارت کا لفظ مشترک ہو گا لیکن ان رسائل سے نفع اندوزی نے اس بشارت کی تفسیر کو متعین کر دیا کیونکہ مخدومی شیخ ابو رضا ان دنوں اس کام کا ذوق نہیں رکھتے تھے۔ اور برادرم عبدالعلیم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

انفاس العارفین صـ ۲۰

"حضرت والد ماجد" فرماتے تھے دوسری مرتبہ ان "حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ" کے مزار کی زیارت کے لئے گیا ان کی رُوح ظاہر ہوئی اور فرمایا تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ چونکہ میری بیوی سن یاس کو پہنچی ہوئی تھی، مجھے خیال گزرا کہ اس سے مراد بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہے۔ وہ خیال سے آگاہ ہوگئے، فرمایا میرا یہ مقصد نہیں ہے یہ فرزند تیری پشت سے پیدا ہوگا۔ ایک مدت کے بعد دوسری شادی کا خیال پیدا ہوا راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) پیدا ہوا۔ میری پیدائش کے وقت یہ واقعہ ان کے ذہن سے اُتر گیا میرا نام انہوں نے ولی اللہ رکھ دیا۔ پھر عرصہ کے بعد یاد آیا تو دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔ انفاس العارفین صـ ۷۹

ایک رات حضرت والا نماز تہجد گزار رہے تھے اور فقیر کی والدہ بھی وہاں قریب ہی تہجد کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت والد ماجد نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، میری والدہ آمین کہتی تھیں۔ ان کے درمیان دو ہاتھ ظاہر ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ دو ہاتھ ہمارے فرزند کے ہیں جو پیدا ہوگا ہمارے ساتھ دعا کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ فقیر (ولی اللہ) پیدا ہوا اور سات سال کے بعد نماز تہجد میں والدین کے ساتھ شریک ہوا اور اسی طریق پر ان کے درمیان ہاتھ اٹھائے۔

انفاس العارفین صـ ۱۰۶

شانِ استغناء

حضرت والد محترم (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک مخلص اورنگزیب عالمگیر کے مقربین میں سے تھا۔ ایک روز بادشاہ نے مراقبہ کیا وہ پنکھا ہلا رہا تھا۔ اسی محفل میں اس پر شغل غالب آیا اور وہ بیخود ہوگیا اور پنکھا اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ قریب تھا کہ بادشاہ کو نقصان پہنچتا، پنکھا گرنے کی آواز سے بادشاہ مراقبہ سے ہوشیار ہوگیا اور اس حرکت کی وجہ پوچھی۔ اس نے غیبوبت اور حضرت والا سے اپنی نسبت کو ظاہر کیا۔

بادشاہ کو ان کی ملاقات کا شوق ہوا۔ بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لاؤ۔ اس نے کہا ملوک و اغنیائ کے گھر جانے کا ان کے ہاں دستور نہیں ہے۔ بادشاہ نے حضرت والا کے ایک مخلص شیخ پیر جو حضرت والا کے ساتھ اخلاص رکھتے تھے کو بلا کر ان کے ہاتھ اپنا شوق اور استدعائے ملاقات لکھ کر بھیجا۔ حضرت والا نے قبول نہ فرمایا۔ شیخ نے مبالغہ (اصرار) کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب مایوس ہو گئے تو کہا آپ ایک خط لکھ دیجئے تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ میری طرف سے کوتاہی ہوئی ہے۔ وہاں پڑے ہوئے ایک کاغذ پر انہوں نے لکھا کہ اہل اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ "بئس الفقیر علی باب الامیر" (بدترین فقیر وہ ہے جو امیر کے دروازہ پر ہو)

اور حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے "ومتاع الحیٰوۃ الدنیا الا قلیل" (دنیا کی زندگی کا تمام سامان بھی کم ہے) اس قلیل میں سے بہت ہی اقل آپ کو ملا ہے۔ اگر بالفرض اس میں سے آپ مجھے کچھ دیں گے تو وہ جزء لایتجزیٰ ہوگا یعنی وہ ذرّہ جسے آگے تقسیم نہ کیا جا سکے۔ میں اس ذرّہ حقیر کی خاطر اپنے نام کو خدا تعالیٰ کے دفتر سے کیوں کٹوا دوں۔

کیونکہ بزرگانِ چشتیہ کے بعض ملفوظات میں مذکور ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھا گیا اس کا نام حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے دفتر سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ اس خط کی روایت بالمعنیٰ ہے اس کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ اس قدر لکھا اور بھیج دیا۔

ناقل نقل کرتا ہے کہ بادشاہ نے اس رقعہ کو اپنی جیب میں محفوظ رکھا۔ جب نیا لباس پہنتا اس کو اس کی جیب میں محفوظ رکھتا۔ یہاں تک کہ سات لباس تبدیل کئے فرصت کے وقت اس کا مطالعہ کرتا اور روتا تھا۔

انفاس العارفین ص ۱۱۳-۱۱۴

اللہ کے ولی توحید عطا کرتے ہیں

شیخ منظفر رہتکی بیان کرتے ہیں جب میں آپ (شیخ ابو رضا) کے ساتھ منسلک ہوا اور وہ میرے حال کی طرف متوجہ ہوئے تو مجھ پر توحید

کے دروازے کھل گئے۔ انفاس العارفین اُردو صد ۱۴۷-۱۴۸

حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) خلوت وجلوت میں بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ اس فقیر (ولی اللہ) کی طرف متوجہ ہوتے مہربانی فرماتے خوشی ومسرت سے جھوم اٹھتے اور فرماتے میرے دل میں خیال آتا ہے کہ میں یکدم تمام علوم تیرے دل میں انڈیل دوں۔ پھر کئی دنوں کے بعد جوش مارتے اور یہی بات کہتے۔ علیٰ ہٰذا القیاس کئی مرتبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی باتوں کا اثر مجھ میں ظاہر ہوا ورنہ اس فقیر (ولی اللہ) نے علوم کے حاصل کرنے میں زیادہ محنت نہیں اٹھائی۔ انفاس العارفین اردو صد ۱۰۷

ایک مرتبہ ایک شخص عبدالسبحان نامی ان (شیخ محمد علیہ الرحمۃ) سے ملا۔ انہوں نے اس پر ایسا تصرف کیا جس سے اس پر توحید کی ایک خاص قسم منکشف ہوئی دیوانہ وار کوچہ وبازار میں پھرتا تھا اور ہر چیز کو خدا کہتا تھا۔ اور تمام شرعی وعرفی حدود سے نکل گیا۔ لوگ اس کی وجہ سے تنگ آگئے اور اسے دوبارہ آپ کی نظر کے سامنے لائے۔ آپ نے وہ تمام کیفیت کھینچ لی تو اسے افاقہ ہو گیا

سید ملتانی آپ (شیخ محمد) کی خدمت میں رہے۔ اسے عجیب وغریب غیبت حاصل ہوئی۔ لوگوں کے شور وغل کا اسے کوئی احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس پر توحید کا غلبہ ہو گیا۔ انفاس العارفین اُردو صد ۲۷۲-۲۷۳

ولیوں کی توجہ کی شان

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ایک شخص شیخ آدم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے توجہ کی درخواست کی۔ فرمایا جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو اور میرے پاس آ جاؤ۔ اس شخص نے منہ بنا کر کہا کہ وضو، نماز "نص حدیث" سے گناہوں کا کفارہ ہے آپ کی توجہ کی کیا ضرورت ہے۔ شیخ نے اس کی یہ گستاخی دیکھ کر اعراض فرمایا تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔

اسی وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ ہم نے آپ کو لوگوں میں اس لئے رکھا ہوا ہے کہ ان کو ہدایت کریں اور ان کی بے ادبی سے درگزر کریں "ویدرءون بالحسنۃ

السیئتہ" پر آپ نے کیوں عمل نہیں کیا۔ انہوں نے کسی شخص کو بھیجا کہ اسے واپس لے آئے تاکہ اس کی گستاخی کا لحاظ کئے بغیر اس پر توجہ ڈالیں۔ اس شخص نے جاکر واپس لانے کی کوشش کی مگر اس نے قبول نہ کیا اور کہا میں واپس نہیں جاتا۔ شیخ نے اس شخص سے کہا کہ اس کے کان میں اللہ کا نام پڑھو، اس نے ایسا ہی کیا وہ یہ نام سنتے ہی بیخود ہو کر گر پڑا اور مردہ کی طرح اٹھا کر لائے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۳۴)

"شیخ فقیر اللہ نے شاہ عبدالرحیم کی خدمت میں لکھا۔ رخصت کرتے وقت آپ نے اپنی زبان گوہر فشاں سے فرمایا تھا کہ تمہیں وصل نسبت حاصل ہو چکی ہے پابندی کرنے سے یہ روز بروز زیادہ ہو گی اور اس کے اثرات ظہور پذیر ہوں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں آپ کے فرمان کے مطابق ہوتا دیکھ رہا ہوں۔ دن بدن نسبت مضبوط ہو رہی ہے اور اس کے خاص آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ کے لطف و کرم سے ہے۔

من آں خاکم کہ ابر نوبہاری   کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم   چو سوسن شکر لطفش کے توانم

(میں مٹی ہوں جس پر ابر نوبہاری لطف و کرم سے پانی برساتا ہے اگر میرے جسم سے سو زبانیں بھی پھوٹیں تو گلِ سوسن کی طرح اس کا شکر ادا نہیں کر سکتیں)

اس جگہ سے بعض دوست جن کا میرے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے میری اس نسبت کی خبر دیتے ہیں۔ بعض مغلوب الحال ہو جاتے ہیں اور اپنے اندر ایک عظیم کیفیت مشاہدہ کرتے ہیں۔ برخوردار درویش احمد ان دنوں اس نسبت سے بھرپور ہے مگر آرزو یہ ہے کہ اس قسم کی بےخودی اور مغلوب الحالی عام یاران طریقت میں ظہور پذیر ہو جو ابھی تک متحقق نہیں ہوئی۔ لیکن جناب والا کی عنایات سے توقع ہے کہ حسب دلخواہ میسر آئے گی علم باطنی کی ترقی کے لئے احقر امیدوار ہے کہ توجہ مبذول فرمائیں گے کیونکہ بعض ضروری امور اسی پر موقوف ہیں۔

اس بارے میں احقر کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امور باطنی کی عقدہ کشائی آپ ہی کی توجہ

پر منحصر ہے ۔

سال ہا در طلبِ روئے نکو در بدرم
روئے بنما و خلاصم کن ازیں در بدری

(مدتوں سے رخِ انور کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ اپنی جھلک دکھا کر مجھے اس کوچہ گردی سے نجات دِلا)

قبلہ گاہا! جو فیوض و برکات آپ کی زیرِ نگرانی ایک چلّے میں حاصل ہوئیں ان کی تفصیل کسی بیان میں نہیں سما سکتی۔ مجملاً یہ کہ بہت سی فتوحاتِ باطنی جن کا میں اہل نہیں تھا آپ کی توجہ عالی کی برکت سے حاصل ہوئیں اور نفس کے بہت سے وسوسوں سے نجات ملی اور روحانی نسبت کے مختلف مقامات پر فائز ہوا۔

انفاس العارفین اُردو ص ۱۱۹-۱۱۸

شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ جو جذبہ شیخ کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں ضعیف القلب اور قوی القلب برابر ہیں۔ مزاج کی صحت، محنت اور کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔

انفاس العارفین اُردو ص ۱۲۳

سید عنایت اللہ ساکن سنبلہیڑہ کو آپ (شیخ محمد) کی توجہ سے تھوڑے زمانہ میں غیب کی باتوں کا کشف حاصل ہو گیا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ وہ بیمار تھا۔ حضرت

اے سید! مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جاننا چاہیے کہ میرے پیر اور بخدا میرے راہنما جن کے توسّل سے میں نے اس راستے میں آنکھیں کھولی ہیں اور ان کے توسّط سے طریقت میں لب کشائی کی ہے اور طریقت میں الف و با کا سبق انہی سے لیا ہے اور مولویت کا ملکہ بھی میں نے انہی کی توجہ تشریف سے حاصل کیا ہے اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کی طفیل اور اگر معرفت ہے تو وہ بھی انہی کے التفات کا اثر ہے میں نے اندراج النہایہ فی البدایہ کا طریقہ انہی سے سیکھا ہے اور قیومیت کے طریقہ پر نسبتِ انجذاب بھی انہی سے اخذ کی ہے اور ان کی ایک نگاہ سے میں نے وُہ کچھ دیکھا ہے کہ لوگ چالیس دن کے چلّہ میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے ایک التفات سے میں نے وُہ کچھ پایا کہ دُوسرے سالہا سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔"

(دفتر دوم مکتوب نمبر ۴۲)

والا اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اسے آپ کے سوار ہونے کے وقت سے وہاں پہنچنے کے وقت تک کے تمام حالات منکشف ہو گئے گویا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ جب وہ سوار ہوئے تو اس نے کہا سوار ہوئے۔ پھر کہا اب فلاں جگہ پہنچے ہیں۔ پھر کہا اب ہمارے شہر آگئے ہیں، دوستو! جلد ان کے استقبال کے لئے جاؤ۔ پھر کہا اب ہمارے دروازے پر پہنچ گئے ہیں مجھے بٹھا دو۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۷۳-۲۷۲

حضرت شیخ محمد فرماتے تھے کہ اثنائے تحصیل علوم میں ہمارے شیخ کا دل اکثر تجرد کی طرف مائل تھا اس لئے احباب کے اسباق تھوڑے تھوڑے ہوتے تھے اس بات سے دل میں غم پیدا ہو گیا۔ اتفاقاً اسی دوران شہر کے ایک فاضل شخص کے درس سے میرا گزر ہوا سبق پر ان کی پابندی دیکھ کر میرا پختہ ارادہ ہو گیا کہ چند ضروری کتابیں ان سے پڑھی اور سنی جائیں۔

جب میں حضرت کی مجلس میں پہنچا، میری طرف آپ نے دیکھا اور قلم اٹھا کر کاغذ کے ٹکڑے پر دو تین کلمے لکھ کر وہاں پھینک دیا اور اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے دیکھا لکھا تھا آج تو کہاں گیا تھا۔ مجھے تجھ میں ظلمت دکھائی دیتی ہے۔ میں نے توبہ کی۔ اور اس عزم سے باز آیا۔ پھر ایسی صورت ظاہر نہ ہوئی۔

انفاس العارفین ص ۲۶۶

وفات کے بعد مدد کرتے ہیں

حضرت شیخ محمد کی ایک مخلص متوسلہ کو جو کہ ایک بوڑھی عورت تھی آپ کی وفات کے بعد تپ لرزہ نے آلیا اور بہت کمزور ہو گئی۔ ایک رات پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی اسے ضرورت ہوئی لیکن اس میں اتنی طاقت نہ تھی، وہاں کوئی موجود بھی نہیں تھا۔ آپ متمثل ہوئے، پانی دیا اور لحاف اوڑھایا پھر غائب ہو گئے۔

انفاس العارفین ص ۲۷۱

قبروں میں جانے کے بعد بھی جنگوں میں مدد کر دیتے ہیں

جلال الدین اکبر بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آ گئی۔ اس طرف مسلسل افواج بھیجتا تھا لیکن فتح نہ ہوتی تھی۔ اسی اثناء میں ایک رات امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مزار کے بعض معتکفین نے عالم بیداری میں دیکھا کہ ایک زبردست مسلح جماعت کے ساتھ آئے، ان کے ساتھ ایک مشعل تھی۔ وہ روضۂ امام میں داخل ہو گئے۔ دیکھنے والے نے سمجھا کہ مسافر ہیں جو زیارت کے ارادہ سے آئے ہیں۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ وہ بزرگ قبر میں داخل ہو گیا ہے اور اس جماعت کا ہر شخص ایک ایک قبر میں داخل ہو گیا۔

اس (دیکھنے والے) نے ان میں سے بعض سے سوال کیا کہ یہ سردار کون ہے اور یہ جماعت کیسی ہے۔ اس نے کہا یہ شہداء کی ایک جماعت کے ساتھ امام ناصر الدین ہیں۔ اس نے پھر سوال کیا کہ یہ لوگ کہاں گئے تھے اور کیا کام کیا اس نے کہا چتوڑ فتح کرنے گئے تھے اور اسے فلاں فلاں برج کی طرف سے فتح کر لیا۔

شیخ عبد الغنی کو جب اس عجیب واقعہ کی اطلاع ملی۔ فتح کی خوشخبری اور صورت واقعہ پورے کا پورا بادشاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ کچھ دنوں بعد فتح چتوڑ کی خبر اسی کے مطابق موصول ہوئی جس میں سر مو فرق نہیں تھا۔ بادشاہ نے بارہ گاؤں حضرت امام ناصر الدین کے مزار کے لئے وقف کر کے شیخ عبد الغنی کے سپرد کر دیئے۔

انفاس العارفین صفحہ ۲۴۳-۲۴۴

پہاڑ سے اترنے والے کے حالات معلوم

روایت کیا گیا ہے کہ آپ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے ایک اعرابی کو پہاڑ پر سے اترتے دیکھا۔ فرمایا اسے اپنے لڑکے کا صدمہ پہنچا ہے اور اس نے اس کا مرثیہ کہا ہے، اگر چاہے تمہیں سنا دے گا۔

جب یہ پہاڑ سے اتر آیا، آپ نے پوچھا اے اعرابی کہاں سے آ رہا ہے اس

نے کہا پہاڑ پر سے۔ فرمایا پہاڑ پر کیا کرتا تھا؟ کہنے لگا اس میں ایک امانت رکھنے گیا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا امانت ہے کہنے لگا میرے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا اس کو دفنانے گیا تھا۔ آپ نے کہا اچھا ہمیں مرثیہ سناؤ (کہنے لگا) امیر المومنین! آپ کو کیا معلوم ہے کہ میں نے اس کا مرثیہ کہا؟ غرض کہ اس نے پھر وہ مرثیہ سنایا۔ الخ

ازالۃ الخفاء دوم ص ۳۳۹

خود مدینہ شریف میں نگاہ یمن کے حالات پر

جب ابو مسلم خولانی یمن سے مدینہ میں آئے اور اسود بن قیس جس نے یمن میں نبوّت کا دعویٰ کیا تھا، اس نے کہا کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ اور مجھے اللہ کا رسول مانو تو ابو مسلم نے انکار کیا تھا۔ اسود نے کہا کیا تو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول اللہ مانتا ہے۔ کہا، ہاں۔

اس نے حکم دیا کہ بہت سی لکڑیاں سلگائی جائیں پھر ابو مسلم کو اس میں ڈال دیا۔ آگ نے ان کو کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ اسود نے یہ دیکھ کر حکم دیا کہ اسے یمن سے نکال دو۔ آپ وہاں سے مدینہ کو روانہ ہوئے جب مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانو! یہ تمہارا ساتھی ہے۔ کذاب اسود نے گمان کیا تھا کہ اس کو آگ میں جلا دے گا مگر اللہ نے اس کو نجات دی اور حال یہ ہے کہ قوم و عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا قصّہ سنا تھا اور نہ اس کو دیکھا ہی تھا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اس کو گلے لگایا اور کہا کیا تم عبداللہ بن ثوب نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں۔

پھر آپ روئے اور کہا شکر ہے اللہ کا جس نے میری موت نہیں بھیجی یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں جناب ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) جیسا (آگ سے محفوظ رہنے کی صفت میں) شخص مجھے دکھا دیا۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۳۳۸

بیعت کیلئے آنے والوں کو جانتے ہیں

حضرت والد ماجد نے فرمایا میں پھلت میں تھا۔ میں علی الصبح

دہلی جانا چاہتا تھا۔ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ ایک بزرگ آپ کی بیعت کے لئے دُور سے آرہے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد میں نے مسجد میں توقف کیا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ لوگ تنگ آگئے اور کھانا ٹھنڈا ہو گیا۔

حقائق و معارف آگاہ شیخ محمد نے کہا ہمیں اب آرام کرنا چاہیئے اگر وہ بزرگ آئے تو دوبارہ گھر سے باہر آجائیں گے، کوئی مضائقہ نہیں۔ میں نے کہا نہیں میں تو جب تک وہ نہ آجائیں اسی جگہ بیٹھا رہوں گا۔ جب آدھی رات گزر گئی گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ میں نے کہا یہ دیکھیئے وہ شخص آگیا۔ اس کے بعد اس شخص نے آکر بیعت کی اور کہا دن کے آخری حصے میں پہنچنے کا ارادہ تھا لیکن انتظام نہ ہو سکا۔ جب رات ہو گئی تو جلدی چلا اور میری آرزو تھی کہ کاش! حضرت والا مسجد میں مل جائیں۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۲-۱۰۱

انعکاسِ ولایت سبحان اللہ

محمد فاضل کی بیٹی شریفہ نے صغر سنی کے باوجود حضرت والا شاہ عبدالرحیم کے انعکاس کی شعاع کو اخذ کیا بہت سے امور اس پر منکشف ہوتے تھے۔ ایک رات حضرت والا محمد فاضل کے گھر جا رہے تھے۔ راستے میں ان کے ہاتھ سے تسبیح گر پڑی۔ شریفہ نے کہا میں دیکھتی ہوں کہ فلاں جگہ گری ہے۔ شمع اٹھا کر اسی جگہ تلاش کیا تو وہ مل گئی۔

ایک روز اپنے گھر میں تھی کہنے لگی حضرت ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں اور فلاں طعام کی رغبت رکھتے ہیں۔ اس کھانے کو تیار کیا تو یہ بات ویسے ہی تھی جیسے اس

لے حاجی امداد اللہ مکی نے فرمایا کہ مومن خان صاحب دہلوی فرماتے تھے کہ ایک بار چند حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث شریف پڑھ رہے تھے۔ شاہ صاحب نے تذکرہ اکابر دین کا کیا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اب بھی کوئی ایسا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ پرسوں ہمارے پاس فلاں حلیہ کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آوے گا۔ وہ مردِ کامل ہے، اور سمت اور وقت بھی مقرر کر دیا۔ ہم لوگ روز موعود میں زینت المساجد میں کنارے جمنا کے ان کے اشتیاق میں بیٹھے تھے۔ وقتِ مقررہ پر دریا کے کنارے سے اسی حلیہ کے ایک بزرگ صاحب نمودار ہوئے ہم لوگ دوڑے اور زیارت سے مشرف ہوئے وہ شاہ عبدالرحیم صاحب تھے۔ (امداد المشتاق ص ۱۱۶-۱۱۵)

نے بیان کی۔

ایک روز اپنے گھر میں تھی، حضرت والا بھی وہاں تھے۔ اس نے کہا خلیفہ فتح محمدؒ ہمارے گھر کی طرف متوجہ ہوئے پھر اس نے کہا راستہ میں کھڑے ہیں اور کسی کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں۔ وہ دھوپ میں ہیں اور دوسرا شخص سایہ میں ہے۔ پھر اس نے کہا انہوں نے تین نارنگیاں خریدی ہیں دو دونوں بیٹوں کے لئے اور ایک حضرت والا کے لئے۔ پھر اس نے کہا اس کی نیت تبدیل ہو گئی۔ دو حضرت والا کے لئے اور ایک دونوں لڑکوں کے لئے مقرر کی۔ پھر اس نے کہا یہ لیجئے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ دریافت کیا تو بلا کم و کاست اسی طرح تھا جیسا کہ اس نے بیان کیا۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۸

ولی کو مستقبل سے آگاہ سمجھ کر سوال کرنا شرک نہیں

جن دنوں شاہ عالم اور اعظم آپس میں لڑ رہے تھے، حضرت والا (شیخ محمد) کے ایک مخلص نے آپ کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ ان دونوں میں سے جس کو فتح ہوگی وہ بتایئے تاکہ میں اس کا ساتھ دوں۔ آپ نے صراحت سے لکھا کہ فتح شاہ عالم کو ہو گی چنانچہ اسی طرح ظہور پذیر ہوا۔

انفاس العارفین ص ۲۷۱

چیونٹی کے سو دلی خطرات میں سے ننانوے پر آگاہ ہو جاتے ہیں

حضرت ابو الرضا علیہ الرحمۃ کے خدام میں سے ایک شخص برے فعل کا مرتکب تھا حضرت والا (شاہ عبد الرحیم) نے کئی مجلسوں میں رمز و اشارہ سے اسے برے فعل سے منع فرمایا مگر وہ نہ چونکا اور نہ ہی اس فعل سے باز آیا۔ حضرت والا نے اسے خلوت میں طلب فرمایا اور کہا میں نے تجھے کئی مرتبہ اشاروں کنایوں سے سمجھایا لیکن تو نے پرواہ نہ کی۔ تیرا خیال ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں۔ اگر چیونٹی زمین کے سب سے نچلے طبقے میں ہو اور اس کے دل میں سو خیالات

پس تو میں ان میں سے ننانوے خطرات کو جانتا ہوں[1] ، اور حق سبحانہ تعالیٰ پورے سو خطرات کا عالم ہے۔ پس اس شخص نے توبہ کی۔

انفاس العارفین اردو ص۱۵۰

مجذوب کی شان

حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے میرے والد صاحب لمبا سفر کر کے آئے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ شہر کے باہر سے ہی دوسرے سفر پر روانہ ہو جائیں انہوں نے مجھے طلب فرمایا۔ میں ان کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں میرا گزر ایک تنہائی پُر رونق باغ پر ہوا۔ میں اس کی سیر کرنے لگا۔ وہاں ایک درخت تھا جس کی شاخیں زمین پر پڑی ہوئی تھیں۔ ان شاخوں میں ایک مغل صورت مجذوب بیٹھا ہوا تھا جب اس نے مجھے دیکھا، پکارا کہ اے فلاں آؤ تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھو۔ میں اس کے پاس جا بیٹھا۔ اس نے سلوک اور اپنی ریاضتوں کی بات شروع کر دی۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اوائل سلوک میں ایک پہر بلکہ اس سے بھی زیادہ حبس دم کرتا تھا۔ بظاہر مولانا قاضی قدس سرہٗ سے نسبت رکھتے تھے۔ پھر کہا تمہارے پاس فلاں طعام ہے۔ قدرے میرے لئے اس میں سے منگواؤ۔ میں نے منگوا دیا تو اس نے کھایا، پھر کہا تمہاری جیب میں اتنے فلوس ہیں مجھے ایک فلوس کی ضرورت ہے تاکہ حجام کو دے کر داڑھی اور سر کی اصلاح کراؤں۔ میں نے فلوس آگے رکھ دیا اور پھر وہاں سے چل دیا۔

انفاس العارفین۔ اردو ص۵۸

---

[1] اب فرمائیں ہدایۃ المستفید والے غیر مقلدین کی بات کون دل کا اندھا مانے جو یہ کہتے ہیں کہ "اس میں شک نہیں کہ جو شخص ولایت کا دعویٰ کرتا ہے اور بعض پوشیدہ امور کی اطلاع دینے کو بطور دلیل پیش کرتا ہے وہ اولیاء الشیطن میں سے ہے نہ کہ اولیاء الرحمٰن میں سے"۔ (استغفراللہ)
(ہدایۃ المستفید، ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید ص۹۳۵ دوم)۔
ان لوگوں سے پوچھئے یہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شیخ ابو رضا علیہما الرحمۃ کے بارے کیا کہتے ہیں۔ کیا اب بھی ان لوگوں کا حضرت شاہ صاحب موصوف سے کوئی مذہبی تعلق باقی رہ گیا ہے؟

اللہ کے ولی دلی رازوں سے آگاہ ہوتے ہیں

اِس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے سید عمر حصاری سے سُنا ہے کہ حضرت والا (شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ) نے ملیح رنگ کی ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ہرن کی خوبصورت کھال پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ چادر اور کھال مجھے بہت پسند آئی۔ اِس قسم کی چادر اور کھال کی جستجو اور تلاش کا مجھے خیال اور دغدغہ پیدا ہوا جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت والا جب مجلس سے اٹھے، مجھے فرمایا تم بیٹھو، مجھے تم سے کچھ کام ہے اس پر شیرینی کے کچھ داغ تھے، اپنے ہاتھ سے ان کو دھویا اور چادر اور ہرن کی کھال دونوں کو تہہ کر کے اپنے ہاتھ سے مجھے عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ اس قسم کے خیالات اولیاء کی مجلس میں دل میں نہیں لانے چاہئیں۔

انفاس العارفین اردو صـ ۱۴۹

اِس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے گلشن شاعر سے سُنا کہ شورش عشق اور طلب سلوک کی ابتدا میں مَیں نے اپنے چہرہ کو سیاہ کر لیا تھا اور کوچہ و بازار میں پھرتا تھا۔ جب میں محلہ فیروز آباد میں پہنچا، میں نے دیکھا کہ حضرت والا (شیخ ابو رضا) تشریف فرما ہیں۔ میں ان کی خدمت میں پہنچا اور جوتیوں کی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ نے حاضرین میں سے ایک کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس قسم کی رسوائی و ذلّت کے خطرات اختیار کرتے ہیں اور لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم خدا کے لئے کرتے ہیں، اولیاء کی خدمت کرتے ہیں اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ان کے دل کے راز اس گروہ پر ظاہر ہیں۔ پھر میری طرف متوجہ

ا؎ مولانا رُوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ باشد شیر اسرار و امیر — اُو بداند ہر چہ اندیشد ضمیر

ترجمہ۔ جو شخص اسرار (کے میدان) کا شیر اور سردار ہو، وہ جان جاتا ہے جو کچھ دل سوچتا ہے۔

(دفتر اوّل مثنوی شریف مترجم)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے فرمایا کہ مجذوب جو کچھ مشاہدہ کرتے ہیں زبان سے کہہ ڈالتے ہیں اور سالک زبان کو روکے رہتے ہیں لیکن لازم ہے کہ بزرگوں کے حضور میں دل کو خطرات و خیالاتِ ناہموار سے پاک رکھیں۔ اپنے دل پر مراقب رہیں مبادا اثرِ دلِ مکدر قلب اہلِ باطن پر پڑے اور کچھ اس کی زبان پر آجاوے تو شرمندگی ہو۔ (امداد المشتاق صـ ۸۱)

ہوئے اور فرمایا چلے جاؤ۔ میں بڑا شرمندہ ہوا اور ان وساوس کی برائی سے آگاہ ہو گیا۔

انفاس العارفین اردو ص۱۴۹

(حضرت شاہ عبدالرحیم سے منسوب) دلوں کے راز بتانے اور ان دیکھی باتوں کے منکشف ہونے کے واقعات بے شمار ہیں۔ ان کے مخلصین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس قسم کی پانچ چھ کرامتیں جو اس نے دیکھی ہیں بیان نہ کرتا ہو۔ فقیر (شاہ ولی اللہ) کی غرض حضرت والا سے خود سُنی ہوئی باتیں بیان کرنا ہے۔

انفاس العارفین اردو ص۱۱۱

دلی شبہات حل فرماتے ہیں

حضرت (شیخ ابورضا) کے معتقدین کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ آپ کی مجلس میں تصوّف کے مسائل زبان سے نہیں دریافت کئے جاتے تھے مگر بہت کم، بلکہ سوالات قلوب اور خیالات کے ذریعے ہوتے تھے۔ جب کسی کے دل میں شبہ پیدا ہوتا تو آپ اس سے آگاہ ہو جاتے اور اس کا جواب دیتے۔ اور اگر اس کے بعد دوسرا شبہ پیدا ہوتا تو اس کا جواب دیتے۔ اس طرح وہ جواب دیتے رہتے یہاں تک کہ سائل مطمئن ہو جاتا۔

انفاس العارفین ص۱۵۲

بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ لوگ آپ سے واضح مسائل کے متعلق سوال کرتے تھے حضرت والا (شیخ ابورضا) اپنی آنکھوں کو بند کر دیتے اور سوچ میں پڑ جاتے۔ کچھ دیر کے بعد جواب بیان کرتے۔ کسی ساتھی نے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ جب یہ سوال کرتے ہیں تو میرے سامنے بے شمار جواب ہوتے ہیں اور وہ جوابات اپنے آپ کو مجھ پر پیش کرتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ کون سا جواب سائل کی سمجھ کے مطابق ہے۔

انفاس العارفین اردو ص۱۴۷

اولیائے اللہ کا باطنی جمال

محمد غوث پھلتی ذکر کرتے تھے، حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) حجرہ میں تنہا سوئے ہوئے تھے میں ان کی زیارت کے لئے آیا بعض مخلصین نے مجھے کہا کہ اندر نہ جاؤ کیونکہ

آپ سوئے ہوئے ہیں۔ میں دروازہ پر ٹھہر گیا۔ اسی اثناء میں میں نے رونے کی آواز سنی۔ میں بے طاقت ہوگیا اور بغیر اجازت کے حجرہ کے اندر قدم رکھا۔ قدم رکھتے ہی بعض مغیبات مجھ پر منکشف ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ فرہاد خان ساکن حسین پور ان کی زیارت کیلئے آتا تھا۔ جب میں حضرت والا کے نزدیک پہنچا تو آپ نے اپنے پاؤں میری طرف بڑھا دئیے۔ میں انہیں دبانے لگا۔ اس حالت میں میرے دل میں خیال گزرا۔

کہتے ہیں کہ اولیاءؒ کا ایک دوسرا جمال لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ جمال کیا ہو سکتا ہے۔ جب میں نے آنکھ اٹھائی تو میں نے دیکھا کہ چہرۂ اقدس سے حجاب آہستہ آہستہ اٹھ رہا ہے گویا کہ بادل کا ٹکڑا چاند سے اٹھ رہا ہے۔ جب تھوڑی دیر تک پردہ اٹھ گیا تو اس قدر شعاعیں پھوٹیں کہ قریب تھا کہ میں بیہوش ہو جاتا۔ پھر حضرت والا اٹھے اور وضو کیا۔ میں سامنے گیا تاکہ قصہ بیان کر دوں۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جلدی فرہاد خان آیا اور آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوگیا۔

انفاس العارفین اردو ص۱۰۹

دُعا کی شان

اور منجملہ حالات رفیعہ کے دُعا کا قبول ہونا ہے۔ اور اس کا ظاہر ہونا جس کا اللہ تعالیٰ طالب ہے اپنی ہمت کی کوشش سے اور اس کی طرف اشارہ حدیث میں ہے کہ

"بعض شخص غبار آلود پریشان مُو پرانے پھٹے کپڑوں والا جس کو کوئی خیال میں نہیں لاتا۔ اگر وہ قسم کھائے بیٹھے اللہ کے بھروسے پر تو حق تعالیٰ اس قسم کو سچا کر دے"۔ یعنی خدا کے نزدیک ایسی وجاہت ہے کہ جیسا اس نے کہا ویسا ہی کر دے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص۱۱۴

شفاعت کرتے ہیں

راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ شیخ عبدالباقی لکھنوی ایک ایسا مرد

ؔ یہ روایت مولانا اشرف علی تھانوی نے جمال الاولیاءؒ ص۱۲ میں بیان کی ہے اور سیدنا مجددّ الف ثانی رضی اللہ عنہ نے دفتر اوّل مکتوب نمبر ۹۸ میں درج فرمائی ہے۔

تھا جس نے وحدت وجود کی بہت سی کتابیں دیکھی ہوئی تھیں۔ قصور فہم کی وجہ سے طاعات اور اعتقاد اسلامیہ میں ایک قسم کا تساہل کرتا تھا اس کی وفات کے بعد حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) اس کی قبر پر تھوڑی دیر بیٹھے اور فرمایا اس تساہل کی وجہ سے وہ ماخوذ تھا لیکن میں نے اس کی شفاعت کی ہے۔

انفاس العارفین اردو ص ۸۵

نفوسِ کاملہ کا متشکّل ہو کر مختلف اشکال میں ظاہر ہونا

حضرت جبرائیل علیہ السّلام کا وحیہ کلبی کی صورت میں متشکل ہونا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء (علیہم الرحمۃ) کی متشکل روحیں اور مشاہدہ خضر علیہ السلام وغیرہ۔ یہ تمام مثالیں عالمِ مثال کی نیرنگیاں ہیں۔ اس دنیا میں نفوس کاملہ مختلف اشکال میں ظاہر ہو سکتے ہیں[1] تو عالمِ برزخ میں بطریق اولیٰ ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ قوت حجابات بدنی کے ارتفاع (اٹھ جانے) کی وجہ سے زیادہ ہو گئی ہے۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۸۴

سید علی جو شیخ محمد "علیہ الرحمۃ" کے خاص مریدوں سے ہیں، ذکر کرتے ہیں میں نے توبہ اور بیعت کی اور ان کی صحبت کو لازم پکڑا۔ ایک مدت کے بعد مجھے کابل کے سفر کا اتفاق ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ کی صحبت سے کچھ وقت بہرہ اندوز ہوتا، مگر کیا کروں قسمت مجھے کابل کھینچے لئے جاتی ہے ——— آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور میں کابل چلا گیا۔

وہاں ایک روز مجھے ایک عورت کے ساتھ تنہائی میسر آ گئی اور بدکاری کی خواہش مجھ پر غالب آ گئی اور قریب تھا کہ توبہ کا عہد ٹوٹ جاتا۔ اس وقت آپ کی صورت مبارک

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" اولیاء اللہ ایک ہی وقت میں کئی ایک مقامات پر حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف افعال وقوع میں آتے ہیں۔ اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف اجسام اور مختلف اشکال اختیار کرتے ہیں" (مکتوب نمبر ۵۸۔ دفتر دوم)۔ یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالمِ مثال میں۔
(مکتوب ۵۸۔ دفتر دوم)

ظاہر ہوئی۔ صورت مبارک دیکھتے ہی شہوت جاتی رہی۔ اس ملک میں تین یا چار سال رہا، میرے دل میں کبھی عورتوں کا خیال نہیں آیا۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۶۹

حضرت والا' شاہ عبدالرحیم' فرماتے تھے اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد کے درس سے واپسی کے دوران راستہ میں ایک لمبے کوچے سے میرا گزر ہوا۔ اس وقت میں شیخ سعدی (علیہ الرحمۃ) کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا اور خوب ذوق وشوق حاصل تھا۔

ے
جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشو تو لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق
علمے کہ راہِ حق ننماید جہالت است

چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے نکل گیا۔ اس سبب سے میرے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ اچانک ایک فقیر منش، درازہ زلف ملیح چہرہ پیر مرد ظاہر ہوا اور کہا

ع
علمے کہ راہِ حق ننماید جہالت است

میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء۔ آپ نے میرے دل سے بہت بڑی بے چینی اور اضطراب کو دُور فرما دیا۔ پھر میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا مسکرائے اور فرمایا کیا یہ یاد دلانے کی اُجرت ہے؟

میں نے عرض کیا نہیں، بلکہ یہ شکرانہ ہے۔ فرمایا میں نہیں کھاتا۔ پھر فرمایا مجھے جلد جانا ہے۔ میں نے کہا میں بھی جلد چلوں گا۔ فرمایا میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں۔ قدم اٹھا کر کوچہ کے آخر میں رکھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ روح مجسم ہے۔ میں پکار اٹھا، مجھے اپنے نام سے تو آگاہ کیجئے تاکہ فاتحہ پڑھ سکوں۔

فرمایا۔ سعدی یہی فقیر ہے

انفاس العارفین اُردو صفحہ ۸۰-۷۹

موت کی اطلاع قبل از وقت

راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے شیخ عبدالاحد ایک مرتبہ بیمار ہو گئے حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) ان کی عیادت کیلئے گئے۔ فقیر بھی ہمراہ تھا۔ شیخ نے تندرستی کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت والا نے سکوت اختیار فرمایا۔ پھر شیخ کے اقرباء نے بہت زیادہ اصرار اور مبالغہ کیا۔ حضرت والا اسی طرح خاموش رہے۔ شیخ عبدالاحد نے حضرت والا کے دلی راز کو پالیا اور اپنے رشتہ داروں کو مبالغہ سے روکا کیونکہ اولیاء کی خدمت میں مبالغہ اور اِصرار نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت والا جب اٹھے تو اس فقیر سے فرمایا، شیخ کی عمر ختم ہو چکی ہے، اس وقت دُعا کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کے خاموش رہنے میں یہی حکمت تھی۔ چند روز بعد شیخ کا انتقال ہو گیا۔

انفاس العارفین اردو صد ۹۱

شیخ عبدالرحمٰن ولد شیخ احمد نخلی یہ بھی بیان کرتے تھے کہ مَیں اپنے والد کی طرف سے قرضوں کا وکیل تھا۔ جب شیخ کی عمر آخر کو پہنچی اور ضعف غالب آگیا تو ایک روز میں نے قرض خواہوں کے مطالبہ کی شکایت کی اور عرض کیا، مجھے خوف ہے کہ اچانک حادثہ رونما ہو جائے اور آپ فوت ہو جائیں اور وہ تمام قرض میرے ذمہ پڑ جائیں گے اور میرے اقارب میری وکالت کا اعتبار نہیں کریں گے۔
شیخ نے فرمایا اس خدشہ کو ذہن سے نکال دو۔ مجھے امید ہے کہ جب تک میرا یہ تمام قرضہ ادا نہیں ہو جائیگا میں نہیں مروں گا۔ اور میرا خیال ہے کہ وُہ رات جس میں مجھ پر کوئی قرض نہیں ہو گا آخری رات ہو گی۔ اس کے بعد ان کی وفات کے وقت ایسی جگہ سے جہاں سے کوئی توقع نہیں تھی، اِتنی رقم مل گئی جس سے تمام قرض ادا ہو گیا، اور وُہ رات جس میں اپنے قرضوں سے فارغ ہوئے زندگی کی آخری رات تھی۔

انفاس العارفین اردو صہ ۲۸۹-۲۸۰

شیخ محمد رستکی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ 'ابو رضا' ابتدائی زمانہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے

کہ ہماری عمر پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان ہوگی۔ جب آپ کی عمر پچاس برس سے گزر گئی، تو میرے دل میں ہمیشہ یہ خطرہ رہتا۔ جب آپ پچپن برس کی عمر کو پہنچے تو میرے لئے کسی کام کے لئے رہتک جانا ضروری ہو گیا۔ رخصت ہوتے وقت میں نے اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے اس بات کے اظہار سے پہلو تہی کی اور فرمایا تمہیں وطن ضرور جانا چاہیئے۔ اس خطرہ کو دل سے نکال دو حضرت شیخ کے یہ آخری کلمات تھے جو میں نے سُنے۔

گلشن شاعر کو یہ کہتے ہوئے میں نے سُنا کہ حضرت شیخ کی زندگی کے آخری دنوں میں شیخ عبدالاحد ایک روز آپ کی زیارت کے لئے آئے اور میں بھی شیخ کے ہمراہ تھا۔ جب شیخ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ خلافِ عادت پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور تمام احباب نیچے بیٹھے ہوئے ہیں جب انہوں نے شیخ کو دیکھا تو تبسم فرمایا اور خندہ پیشانی سے ملے اور اسی پلنگ پر انہیں بٹھایا۔ کچھ دیر یہ مجلس رہی لیکن زبان سے گفتگو نہیں ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا دل تمام تعلقات سے منقطع ہو گیا ہے اور فرطِ ربدگی سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ آپکے اہلِ خانہ شیخ عبدالاحد سے قرابت رکھتے تھے، شیخ کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اسی طریق پر ظاہر گفتگو کے بغیر مجلس رہی۔ پھر مؤذن نے مغرب کی اذان کہی۔ شیخ فخرِ عالم آپ کے بڑے صاحبزادے نے عرض کیا کہ اذان ہو گئی ہے، باہر جانا چاہیئے۔ حضرت والا نے یہ نکتہ ارشاد فرمایا، بابا، ابھی تک اندر باہر کا فرق رہ گیا ہے۔ پھر باہر آئے اور مسجد میں نماز ادا کی۔ شیخ عبدالاحد نے اختتامِ مجلس کے بعد فرمایا کہ گویا ان کی موت کا وقت نزدیک آگیا ہے اور رفیقِ اعلیٰ کی طلب ان پر غالب آگئی ہے۔ اس واقعہ کو گزرے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے انتقال فرمایا۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۴۰-۲۳۹

اللہ کے ولی قبروں میں سلامت ہوتے ہیں[۱]

ایک روز احوال صوفیہ کا ذکر چل نکلا اور اس

[۱] مولانا اشرف علی تھانوی نقل کرتے ہیں: "حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب کے پیر و مرشد) نے تسلی دی اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

باہمی تنقید و تردید جو بعض دفعہ ان کے متبعین میں شروع ہو جاتی، کے متعلق بات ہوئی تو شیخ "ابو طاہر" نے فرمایا، میں صوفیہ پر اعتراض کرنے سے بہت ڈرتا ہوں، اگرچہ میرے بعض اسلاف نے بعض صوفیہ کے بارے میں تنقید کی ہو گی لیکن میں ان کے خلاف گراں خاطر نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے ایک قصہ بیان کیا کہ شیخ یحییٰ شاذی میرے والد سے کچھ اختلاف رکھتے تھے جس کا اثر مجھ پر بھی تھا۔ اسی اثناء میں شیخ یحییٰ شاذی فوت ہو گئے۔ ایک عرصہ بعد کسی وجہ سے جب انہیں قبر سے نکالا تو اسی طرح صحیح و سالم تھے گویا آج ہی سوئے ہیں)۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر کسی عارف کے سبب طعن نہیں کرنا چاہیئے۔

انفاس العارفین اُردو ص ۲۹۲

انکارِ ولایت کے نقصانات

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "جو میرے دوست (ولی) کے ساتھ عداوت رکھے گا میں نے اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیا۔"

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص ۶۳۳

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ ہو گا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا۔ فرمایا (حضرت صاحبؒ) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اٹھاتا تھا۔" (امداد المشتاق ص ۱۱۳)۔

مؤلف دلائل الخیرات شریف حضرت سید محمد بن سلیمان الجزولی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۷۰ھ یکم ربیع الاول کے دن نمازِ صبح کی پہلی رکعت کے سجدہ میں بمقام سوس ملک بربر میں واقع ہوئی۔ ظہر کے وقت مسجد کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی ۷۷ سال بعد شاہ مراکش نے آپ کی نعش کو سوس سے نکلوا کر مراکش کے مشہور قبرستان ریاض الفردوس میں دفن کرایا اور اس پر ایک عالی شان قبہ بنوایا۔ جب آپ کی نعش برآمد ہوئی تو بالکل تازہ معلوم ہوتی تھی گویا کہ اس پر زمین نے کوئی اثر ہی نہیں کیا ہے بلکہ ڈاڑھی کے خط کے نشان بھی علی حالہ باقی تھے اور جب آپ کی نعش کو انگلی سے دبایا گیا تو خون اپنے مقام سے سرکتا نظر آیا۔ اور جب انگلی اٹھائی گئی تو خون اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ آپ کی قبر مبارک پر انوارِ عظیمہ کا نزول ہوتا اور ہمہ وقت زائرین کا اژدہام رہتا ہے۔

(دلائل الخیرات۔ مطبوعہ تاج کمپنی ص ۶۰۵)

لے سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص قطب ارشاد کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہے خواہ وہ (منکر) کتنا ہی ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے پھر بھی رشد و ہدایت کی حقیقت (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت والد صاحب، شیخ آدم کے ایک رفیق سے نقل کرتے ہیں کہ جب شیخ کے کمالات کی شہرت ہوئی تو شاہجہاں کو بھی اس کی خبر پہنچی۔ اس نے سعد اللہ خاں اور ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی کو حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ دونوں ان کے گھر آئے۔ شیخ اس وقت مراقبہ میں تھے۔ کافی دیر تک دروازہ پر بیٹھے رہے۔ جب انہیں افاقہ ہوا تو ان کے خلوت خانہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ان کی کوئی تعظیم نہ کی۔ یہ دیکھ کر دونوں بزرگوں کا مزاج بگڑ گیا۔ سعد اللہ خاں نے کہا میں دنیا دار ہوں اور تعظیم کا مستحق نہیں ہوں لیکن مولانا عبدالحکیم عالم ہیں ان کی تعظیم ضروری تھی۔ فرمایا، حدیث میں وارد ہے کہ العلماء امناء الدین مالم یخالطوا الملوک فاذا خالطوھم فھم اللصوص۔ (جب تک بادشاہوں سے دُور رہیں علماء محافظِ دین ہیں لیکن جب بادشاہوں کے دربار میں پہنچ جائیں تو وہ علماء نہیں بلکہ چور ہیں) پھر انہوں نے پوچھا آپ کا نسب کیا ہے۔ میں نے کہا سیّد ہوں لیکن چونکہ ہماری امہات افغان قبائل سے ہیں اس لئے عوام میں افغان مشہور ہیں۔ پھر پوچھا ہم نے سنا ہے کہ آپ کے پاس علم لدنی ہے۔ فرمایا ہاں، اور اس نعمت پر خدا کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں۔ یہ سن کر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہجہاں سے جا کر کہا کہ یہ ایک عامی متکبّر فقیر ہے، جو لمبے چوڑے دعوے کرتا ہے۔ افغان ہے مگر خود کو سیّد کہلاتا ہے۔ باوجود اس کے افاغنہ اس کے بہت معتقد ہیں۔ اسے کچھ کہنے سے فتنہ و فساد کا خوف ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بگڑ گیا اور کہلا بھیجا کہ آپ حج کو چلے جائیں۔ شیخ انتہائی عجلت سے عازم مکّہ ہو گئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے محروم رہتا ہے وہی اس کا انکار اس کا سدّ راہ ہوتا ہے، خواہ قطب ارشاد اسے فائدہ نہ پہنچانے کیلئے یا نقصان پہنچانے کے لئے توجہ نہ ہی کرے۔ ایسے شخص کو ہدایت کی حقیقت میسر نہیں ہو سکتی، گو اسے رشد کی (ظاہر) صورت حاصل ہوتی ہے لیکن محض صورت سے کیا کام نکل سکتا ہے ـــــــ جو لوگ قطب ارشاد کے محب و مخلص ہوتے ہیں گو وہ ذکرِ الٰہی اور توجہ مذکور سے خالی ہی ہوں تو بھی محض محبت کی وجہ سے (انہیں) رشد و ہدایت کا نور پہنچتا ہے۔"
(مبداء و معاد و منہا ص۲)

جب سورت پہنچے تو حاکمِ سورت ان کا معتقد تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تیری خدمت یہ ہے کہ جلد سے جلد جہاز پر سوار کر دے۔ جب سوار ہو گئے تو بادشاہ کا حکم پہنچا کہ اس فقیر کو جلد واپس لاؤ کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تیری سلطنت کے زوال کا سبب ان کا تیرے ملک سے نکل جانا ہے۔ حاکم نے معذرت لکھ بھیجی کہ حکم پہنچنے سے پہلے وہ جہاز میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے ہیں پھر ان کے بعد جلد ہی بادشاہ گرفتار ہو گیا۔

انفاس العارفین اردو ص ۳۴-۳۵

حضرت والا (جناب شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے کہ ایک بار مجھ پر تہمت لگائی گئی اور قاضی کے پاس دعویٰ کر دیا۔ میں بھی حاضر ہوا (جھوٹے) گواہوں کے منہ سیاہ ہو گئے اور زبانیں سُرخ ہو گئیں۔ تمام لوگوں نے انہیں دیکھا۔ قاضی نے چاہا کہ ان کی تشہیر کرے میں نے کہا یہی مقدار جو ظاہر ہوئی ہے کافی ہے۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۵

جناب والد صاحب فرماتے تھے، ایک صاحب کشف بزرگ سے جو مسائل کے بارے میں اکثر مجھ سے جھگڑتے رہتے تھے۔ میں نے معاہدہ کیا کہ ہم میں سے جو بھی اس دنیا سے پہلے انتقال کر دے وہ دوسرے کو ان مسائل کی حقیقت سے آگاہ کرے۔ اس بزرگ کی وفات کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ فردوس بریں میں بلند مقام پر فائز ہے اور وہ گوناگوں نعمتوں سے بہرہ مند ہے لیکن اس کے باوجود اس کی بصارت کمزور ہے۔ میں نے بصارت کی کمی کا سبب پوچھا تو کہنے لگا، اس کا باعث وہی عقیدہ ہے جس پر میں تمہارے ساتھ بحثیں کیا کرتا تھا۔

انفاس العارفین اردو ص ۸۴

شیخ اللہ بخش ان "شیخ محمد علیہ الرحمۃ" کے قبیلے کا ایک شخص تھا جو معتبر اور وجیہہ تھا ایک روز اس نے آپ کی خدمت میں بیوقوفی کی اور گستاخی دکھائی۔ آپ کی طبیعت اس سے کھٹی ہو گئی۔ فرمایا، خداوندا! مجھے دوبارہ اس کا منہ نہ دکھانا۔ اس وقت سوار ہوئے اور چلے گئے۔ وہ شخص بیمار ہو گیا اور حالتِ نزع کو پہنچ گیا۔ تیسرے روز واپس آئے تو مر چکا تھا، اس کے جنازہ پر نماز پڑھی۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۷

(پھر طریقت کے خانوادوں میں) ایک خانوادہ مقرر اور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اس خانوادہ میں سلوک کرتے ہیں اور جلد کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس خانوادہ کا خیر خواہ اور مددگار ہمیشہ کامیاب اور فتح مند ہوتا ہے۔ اور اس کا بدگو اور بدخواہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے[1]

قطرات اردو ترجمہ ہمعات صـ ۸

ولیوں کی تعظیم شرک نہیں، بزرگوں کا طریقہ ہے

"حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت خواجہ خرد قدس سرہٗ شیخ رفیع الدین کے پاس آئے۔ خواجہ خرد کہتے ہیں" جب میں ان (شیخ رفیع الدین) کی خدمت میں پہنچا تو ہمارے خواجہ (باقی باللہ رضی اللہ عنہ) سے توسل کے سبب مجھ پر بڑی مہربانیاں فرمائیں اور تعظیم بجا لائے۔

انفاس العارفین اردو صـ ۳۷

حضرت والد (شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ) نے فرمایا خواجہ خرد ایک روز اپنے دوست احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ پلنگ پر اور دوسرے تمام لوگ چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس جگہ میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ انہوں نے میری بہت زیادہ تعظیم و تکریم کی۔ خود پلنگ کی پائنتی پر بیٹھے اور مجھے صدر پر بٹھایا۔ میں جس قدر معذرت کرتا وہ نہ مانتے۔ اس معاملہ سے تمام حاضرین کے چہرے متغیر ہو گئے۔

ان کے بیٹے خواجہ رحمت اللہ نے اٹھ کر عرض کیا کہ اس مجلس میں ان سے زیادہ معمر اور تعظیم کے زیادہ لائق موجود ہیں۔ ان کے ساتھ تواضع میں کیا راز ہے۔ فرمایا یہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ تم سلوک کا مشاہدہ کرو اور اس طرح ان سے پیش آؤ۔

انفاس العارفین اردو صـ ۳۹-۳۸

---

[1] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا باطن رحمت اور انکا ظاہر زحمت ہے۔ انکے باطن کو دیکھنے والا انہیں میں سے ہے اور ان کے ظاہر کو دیکھنے والا ابدکیش ہے۔ بظاہر جو ہیں اور بحقیقت کچھ ہول بظاہر عوام بشر ہیں اور بہ باطن خاص ملک ظاہر میں زمین پر ہیں اور حقیقت میں آسمان پر انکا ہمنشیں بدبختی سے بچا ہوا ہے اور ان کا غمخوار سعادتمند ہے یہ لوگ گروہ الٰہی ہیں اور یہی لوگ اہل نجات و فلاح ہیں۔" (مبدا و معاد صـ ۴۲)

اللہ نے اپنے ولیوں کو اختیارات بھی دیئے ہیں

حضرت والد "شاہ عبدالرحیم" فرماتے تھے، ہدایت اللہ بیگ نے تجارت کیلئے چند اُونٹ خریدے۔ مَیں نے کہا ان میں سے ایک مرجائے گا لیکن مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ ان میں سے جسے چاہوں موت کے لئے متعین کر دوں۔ میں نے ان میں سے سب سے زیادہ کمزور کو مقرر کیا بشرطیکہ اسے سب کے آخر تک اپنے پاس محفوظ رکھے۔ اس نے تمام اونٹ فروخت کر دیے اور اسے بھی آخر میں بیچ دیا لیکن خریدار اسے واپس کر گیا اور اس کے پاس وُہ مر گیا۔ انفاس العارفین اردو صد ۱۰۰

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ایک روز حجرہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ ایک جوان متمثل ہوا اور کہا، اگر آپ چاہیں تو اسی وقت اس دنیا سے انتقال کر جائیں، اور اگر چاہیں تو ایک مدت کے بعد۔ میں نے کہا بعض کمالات کی مجھے توقع ہے اور وہ ابھی حاصل نہیں ہوئے۔ اس نے کہا تو آپ کی موت مؤخر ہوگئی اور پھر وُہ واپس چلا گیا۔

انفاس العارفین اردو صد ۸۴

اولیاء اللہ نذریں قبول فرماتے ہیں

سُیّد عبدالرحمٰن الادریسی علیہ الرحمۃ، جیسے باطنی کمالات سے متصف تھے۔ کمالاتِ ظاہری بھی حد کمال کو پہنچائے تھے۔ جود وکرم میں بے نظیر تھے۔ ان کے دستر خوان پر صبح و شام کثیر جماعت حاضر ہوتی، وہ تمام کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے۔ اطراف و جوانب سے (لوگ) ان کے لئے نذریں لاتے، جنہیں وُہ فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ انفاس العارفین اردو صد ۲۸

ایک مرتبہ شیخ ابورضا، کے دل میں خیال آیا کہ ایسا موٹا کپڑا جو ایک دو سال تک کافی ہو تیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ تقویٰ (کے قریب) اور دلی دساوس کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔ کشمیر کے ایک شخص کے ذمّہ یہ کام کیا۔ وہ اون کا نہایت سخت کپڑا لایا۔ حضرتِ والا

سے انہیں ایک دن رات پہنا۔ پھر چاشت کی نماز پڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے اور مجلس میں سکوت تھا تو آپ مسکرائے۔ راوی نے تبسم کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے الہام بھیجا ہے کہ شاید ہمارے خزانہ میں کمی آگئی ہے جو تو نے اس کپڑے کو پسند کیا ہے تمہارے تمام حالات کے ہم کفیل ہیں۔ ہم تجھے نازونعم میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کپڑوں کو اتار دو جلد ہی تمہارے لائق لباس ہم بھیجتے ہیں۔ اس کو انہوں نے اتار دیا اور لباس موعود کا انتظار کرنے لگے جلد ہی ایک بڑھیا انکے دروازہ پر آئی اور داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ راوی کو آپ نے بھیجا کہ اگر کپڑا اشال در شال ہے جس کا رنگ فلاں اور اس پر پھول ہوں تو قبول کر لو اور کہو کہ تمہارا نذرانہ قبول ہے۔ اور اگر کسی اور وضع کا ہے تو واپس کر دو۔ آپ کے فرمان کے مطابق نکلا، اسے پہن کر خدا کا شکر بجالائے۔ اس روز کے بعد سے ان کا لباس ہمیشہ امیرانہ ہوتا اور بغیر طلب کے ہوتا۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۴۵-۱۴۴

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک شخص نے شیخ عبدالاحد سرہندی کی مجلس میں کہا کہ اس زمانہ میں کوئی صاحب کرامت نہیں ہے۔ انہوں نے اس کے اس (غلط) عقیدہ کی درستی کے لئے اس کے سامنے سات روپے میری نذر کر دیئے اور فرمایا کہ پہلے پانچ روپے ان کی خدمت میں پیش کریں گے پھر دیکھیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں ——— المختصر ——— انہوں نے پانچ روپے میرے سامنے رکھ دیئے اور کہا یہ آپ کی نیاز ہے۔ میں نے کہا یہ میری نیاز نہیں ہے، میری نذر تو سات روپے ہے۔ پس انہوں

لے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ بھی نذر نیاز قبول فرمایا کرتے تھے مثلاً ملا عبدالغفور سمرقندی کی ارسال کردہ نیاز قبول فرمائی اور انہیں لکھا کہ "وہ نیاز جو آپ نے درویشوں کے لیے روانہ کی تھی موصول ہوگئی۔ اس پر فاتحہ سلامتی پڑھی گئی ہے"۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۱۴۲)۔ اور خواجہ محمد اشرف کو لکھا "آپ کا گرامی نامہ جو آپ نے میرے عزیز مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہمراہ ارسال کیا تھا موصول ہوا اور نذر کے روپے بھی موصول ہوئے۔ جزاکم اللہ سبحانہٗ خیراً"۔ (مکتوب نمبر ۲۵۔ دفتر دوم)

نے پورے سات روپے پیش کئے۔ انفاس العارفین اردو صـ ۸۸-۸۹

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ عبدالحفیظ تھانیسری نے اپنے وطن جانے کا ارادہ کیا اور مجھے الوداع کہنے کے لئے آیا۔ ایک دستار اور نصف روپیہ نذر کے طور پر لایا اور نصف روپیہ مخدومی ابورضا محمد کی خدمت میں پیش کرنا چاہا۔ میں نے خوش طبعی کے طور پر کہا تمہیں اعظم آباد کے میدان میں بہت ہیبتناک مشکل پیش آئے گی، گاڑی کا ایک پہیہ جدا ہو جائے گا۔ اس میدان سے اسے درست کرنا دشوار ہوگا۔ جو شخص چوٹ اور ضرب سے گاڑی کی حفاظت اور مال جمع کرنے کی کوشش کرے گا، پورا روپیہ اسے لینا چاہیئے۔ اس نے پورا روپیہ دے دیا اور رخصت ہو گیا۔ مدت کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ اس خطرناک وادی میں جہاں ڈاکوؤں کا خطرہ تھا، گاڑی کا پہیہ جدا ہو گیا اور وہ کچھ فاصلہ بغیر پہیہ کے چلتی رہی اور ہمیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس جنگل میں جلدی درست کر لیا یہاں تک کہ ہم قافلہ سے پیچھے بھی نہ رہے۔

انفاس العارفین اردو صـ ۹۲

حضرت والا (شیخ عبدالرحیم) فرماتے تھے فرہاد بیگ کو مشکل پیش آئی۔ اس نے نذر مانی کہ خداوندا اگر یہ مشکل حل ہو گئی تو اس قدر روپے میں حضرت والا کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس کی وہ مشکل حل ہو گئی، اور وہ نذر اس کے ذہن سے جاتی رہی۔ چند دنوں کے بعد اس کا گھوڑا بیمار ہو گیا اور ہلاکت کے نزدیک پہنچ گیا۔ مجھے اس کی بیماری کا سبب معلوم ہو گیا۔ میں نے ایک خادم کے ذریعے کہلا بھیجا کہ اس کی بیماری نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ اگر تم اپنے گھوڑے کو چاہتے ہو تو وہ نذر جو فلاں جگہ اپنے اوپر لازم کی تھی اسے بھیج دو۔ وہ شرمندہ ہوا اور وہ نذر بھیج دی۔ اسی وقت اس کا گھوڑا تندرست ہو گیا۔ انفاس العارفین صـ ۹۳-۹۲

باب ہشتم

برکاتِ اولیاء

برکاتِ اولیأ

وَمِنْهُمْ رِجَالٌ مُخْلِصُوْنَ لِرَبِّهِمْ
بِاَنْفَاسِهِمْ خِصْبُ الْبِلَادِ الْمُجَارِبِ [1]

ترجمہ:۔ یعنی خدامِ دین میں سے ایک پاک جماعت ان مردانِ باصفا کی ہے جنہوں نے اپنی نیتوں کو اور اپنے اعمال کو صرف رضائے الٰہی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ انہیں کے بابرکت نفوس سے قحط زدہ علاقوں میں زرخیزی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔
قصیدہ اطیب النغم مترجم صہ ۱۲۵-۱۴۴

ولی کی دُعا سے ولی

والد صاحب نے فرمایا "سید عبداللہ" فرماتے تھے تو بچہ تھا اور بچوں میں کھیلتا تھا ہماری طبیعت تمہاری طرف مائل ہوتی تھی۔ میں دُعا کرتا تھا کہ خداوندا! اس بچہ کو ولی بنادے اور میرے ہاتھ سے کمال ظاہر کر۔ الحمدللہ اس کا نتیجہ برآمد ہوگیا۔
انفاس العارفین۔ اُردو صہ ۱۳

ان کی زیارت باعثِ بخشش

حضرت والد محترم فرماتے تھے ایک مرتبہ راستہ پر جا رہا تھا۔ ایک مجذوب سامنے آئی۔ تہ بند چیتھڑوں کی گدڑی اوپر لے رکھی تھی جو تیل سے تر ہو چکی تھی۔ میرا راستہ روک کر بلند آواز سے پکاری کہ یہ شخص پورے نقشبندیہ کا حامل ہے۔ جو چاہتا ہو اسے دیکھ لے۔ میں نے کہا اس سے زیادہ مجھے رسوا نہ کر تو چل دی۔

راقم الحروف (ولی اللہ) کا خیال ہے کہ حضرت والا نے فرمایا، اس روز مجھے الہام ہوا کہ آج جو بھی تجھے دیکھے گا، بخشا جائے گا۔ اسی سبب سے میں

[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بازار گیا تھا۔

انفاس العارفین۔ اردو ص۶

ولی کی اقتدا بھی بخشش کا باعث ہوتی ہے

حضرت شاہ عبدالماجد فرماتے تھے کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آج اس نماز میں جو شخص تیری اقتدا کرے گا وہ بخشا جائے گا۔

جماعت میں ایک شخص تھا جس کے متعلق میرا دل گواہی دیتا تھا کہ وہ ایسا نہیں ہے۔ جب تکبیر کہی گئی تو اتفاقاً اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ جب وہ واپس آیا تو ہم نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ ایک دوسرا اجنبی شخص آیا اور وہ نماز میں شریک ہو گیا۔

انفاس العارفین اردو ص۷

ولیوں کی برکت سے توبہ کی توفیق ملتی ہے

حضرت خواجہ خرد علیہ الرحمۃ نے آغاز شباب کا قصہ بیان کیا کہ آغاز شباب میں میں حسن پرستی کا خیال رکھتا تھا۔ شیخ رفیع الدین علیہ الرحمۃ کا ایک خوبصورت لڑکا تھا۔ میں اسے ملنے کیلئے گیا اور شرح لمعات بھی ساتھ لیتا گیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں تصوف کے مسائل سمجھنے کیلئے آیا ہوں۔ وہ ہمارے شہر میں مشکل مسائل حل کرنے میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بدقسمت نہیں رہتا۔ ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا اور ان سے میل جول رکھنے والا بے مراد نہیں رہتا۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں۔ جب ان پر نگاہ پڑتی ہے تو خدا یاد آجاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ان کو پہچان لے وہ اللہ کو پالیتا ہے ان کی نگاہ دوا ہے اور ان کی گفتگو شفا اور ان کی صحبت نور اور رونق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے صرف ان کے ظاہر کو دیکھا وہ نامراد ہوا اور گھاٹے میں پڑا۔ اور جس نے ان کے باطن پر نگاہ رکھی وہ نجات پا گیا اور کامیاب ہوا۔" (دفتر دوم مکتوب نمبر ۵۲)

مجھے بتایا گیا کہ میں نے تجھے اور اس شخص کو بھی جو تجھے میری بارگاہ کا وسیلہ بالواسطہ یا بلاواسطہ بنائے گا بخشا اور یہ سلسلہ قیامت تک یوں ہی رہے گا اور ازراہ بندہ نوازی بار بار مجھے یہ فرمایا حتیٰ کہ شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی۔ اس بات کے لئے اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے۔ (مبدؤ معاد منہا ۵)

معروف اور بےنظیر تھے۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو ہمارے خواجہ (باقی باللہ علیہ الرحمۃ) سے توسل کے سبب مجھ پر بڑی مہربانیاں فرمائیں اور تعظیم بجالائے۔

جب میں نے سبق شروع کیا، سرسری طور پر دو تین باتیں کیں اور زیادہ تحقیق نہ کی پھر اٹھے اور اسی لڑکے کو بلا کر فرمایا، خواجہ کی خدمت میں رہو۔ یہ دیکھ کر میں شرمندہ اور نادم ہوا۔ لیکن چونکہ جوانی کا زمانہ تھا۔ دوسرے روز بھی اسی نیت اور ارادہ سے گیا۔ پھر وہی سلوک کیا۔ تیسرے روز مجھ پر سخت ندامت طاری ہوئی۔ میں نے توبہ کی اور خلوص نیت سے حاضر ہوا۔ وہ احسان اور نیکی سے پیش آئے اور پہلے سے بھی زیادہ توجہ فرمائی۔

انفاس العارفین اردو صہ ۳۷

ولیوں کی برکت سے بدعقیدگی دور

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ایک روز احباب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور مجلس میں سکوت تھا۔ اس جگہ مجھے ایک شخص کی صورت دکھائی گئی کہ یہ شخص تمہارے ہاتھ پر رفض سے توبہ کرے گا۔ میں نے یہ واقعہ دوستوں کے سامنے بیان کیا اور اسکا حلیہ بھی تفصیل سے بیان کیا۔ اس واقعہ کے بیس سال بعد میں محمد فاضل کے گھر گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک مہمان بھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ دوستوں نے تعجب کیا کہ ایک اجنبی شخص کے ساتھ جو رفض اور فساد عقیدہ کے ساتھ متہم بھی ہے اس قدر مہربانی کی کیا وجہ ہے۔ میں نے کہا تمہیں وہ واقعہ یاد نہیں ہے؟ تمام نے سوچا تو اسے پہچان لیا۔ تھوڑے دن گزرے تھے کہ اس نے توبہ کی۔

اس کے بعد بعض لوگوں کی مجلس کی وجہ سے اسے شک ہوا تو اسے درد شکم میں مبتلا کر دیا گیا اور اس کے ذہن میں یہ بات ڈالی گئی کہ اگر سچی خالص توبہ نہیں کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ وہ خالص سنی ہو گیا اور رفض اور رافضیوں سے مکمل طور پر بیزار ہو گیا۔ مجھ سے اس نے بیعت کی۔ پہلے ہی اس نے پوچھا کہ کون سا طریقہ اختیار کروں۔ میں نے کہا تمہارے لئے سلسلۂ قادریہ بہتر ہے کیونکہ رافضی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بہت دشمن سمجھتے ہیں۔

انفاس العارفین اردو صہ ۹۵

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک شخص نے شیخ عبدالاحد سرہندی کی مجلس میں کہا کہ اس زمانہ میں کوئی صاحب کرامات نہیں ہے۔ انہوں نے اس کے (غلط) عقیدہ کی درستی کے لئے اس کے سامنے سات روپے میری نذر کے لئے مقرر کر دئیے اور فرمایا پہلے پانچ روپے ان کی خدمت میں پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم آج آپ سے ملنے آرہے ہیں۔ میں نے کہا مقرر یہ ہے کہ میں آپ کی ملاقات کے لئے آؤں۔ انہوں نے کہا تکلیف نہ کریں میں نے سواری کا انتظام کر لیا ہے۔ میں نے کہا سواری کی تیاری کا کوئی فائدہ نہیں۔

یہ مناظرہ جب طول پکڑ گیا تو ہم نے ایک درمیانی جگہ مقرر کر دی کہ جو شخص پہلے وہاں پہنچ جائے دوسرے کو واپس لے جائے۔ میں نے گھوڑے کے لئے بہت کوشش کی لیکن وہ نہ مل سکا۔ انہوں نے پالکی تیار کرائی تو انہیں چوتھا کہار نہ مل سکا۔ آخری وقت میں ان سے پہلے پہنچ گیا اور ان کو واپس لے گیا۔

جب ان کے گھر پہنچ گئے تو پانچ روپے میرے سامنے رکھ دئیے اور کہا یہ آپ کی نیاز ہے۔ میں نے کہا یہ میری نیاز نہیں ہے۔ میری نذر تو سات روپے ہے پس انہوں نے پورے سات روپے پیش کئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الاحد نے ازراہ خوش طبعی فرمایا کہ اس کامیاب امتحان پر دو روپے اور پیش کرتا ہوں۔ پھر فرمایا یہ سب کچھ اس شخص کی اصلاح کے لئے ہے۔

انفاس العارفین اردو ص ۸۹-۸

ولی کی راہنمائی۔ مسائل حل ہوتے ہیں

حضرت خواجہ خرد فرزند حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہما الرحمۃ

حضرت شیخ رفیع الدین سے پڑھنا چاہتے تھے۔ تین اسباق کے بعد شیخ رفیع الدین حضرت خواجہ خرد علیہما الرحمۃ کو مسجد فیروز شاہ میں لے آئے اور ایک جگہ متعین کر دی کہ تمہیں یہاں بیٹھنا چاہئے اور تصوف کی جو بھی مشکل کتاب ہو اسکا مطالعہ کرو اگر پھر بھی حل نہ ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

اس کے بعد مجھے جو دشواری بھی پیش آتی وہاں جا کر مطالعہ کرتا تو وہ حل ہو جاتی۔ اگر ایک بالشت بھی اس جگہ سے اِدھر اُدھر ہو جاتا تو تمام دوسرے مقامات کی طرح ہوتا۔

انفاس العارفین اردو ص ۳۸

زیارت سے مغیبات منکشف ہوتے ہیں

محمد غوث پھلتی ذکر کرتے تھے کہ حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) حجرہ میں تنہا سوئے ہوئے تھے میں اس وقت ان کی زیارت کیلئے آیا۔ بعض مخلصین نے مجھے کہا کہ اندر نہ جاؤں کیونکہ آپ سوئے ہوئے ہیں۔ میں دروازہ پر ٹھہر گیا۔ اس اثناء میں رونے کی آواز سُنی۔ میں بے طاقت ہو گیا اور بغیر اجازت حجرہ کے اندر قدم رکھا۔ قدم رکھتے ہی بعض مغیبات مجھ پر منکشف ہوئیں۔ الخ

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۹

ولیوں کے پاس جانے سے مشکلات آسان

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ دولت آباد کے نواح کا ایک سیّد اپنے بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا۔ ایک روز قضائے حاجت کیلئے ایک پرانی عمارت میں گیا۔ وہاں اسے پریاں نظر آئیں۔ ان میں سے ایک پری اس سے لپٹ گئی اور اس پر فریفتہ ہو گئی۔ وقتاً فوقتاً اس کے لئے متمثل ہوتی اور (سیّد صاحب) بیمار سے بیمار تر ہوتے رہے۔ ہر چند انہوں نے اسے دور کرنے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار نوکری چھوڑ کر میری طرف روانہ ہو گیا۔ اس سفر میں بھی وہ پری روزانہ اس کے پاس آتی رہی۔ جب فرید آباد میں پہنچا تو وہ پری حاضر ہوئی[۱] اور مجھے رخصت کیا کہ اب میں تمہیں نہیں مل سکتی جب یہاں پہنچ گیا تو روز بروز اچھا ہوتا گیا اور وہ بیماری بغیر علاج یا تعویذ کے جاتی رہی۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۱

انکی برکت سے قضائے مُبرم ٹل جاتی ہے

حضرت والد ماجد فرماتے تھے اورنگزیب بادشاہ

---

[۱] غیبی احوال

نے کسی سبب سے ہدایت اللہ بیگ کو اس کے منصب سے برطرف کر دیا۔ وہ اس سبب سے بہت غمگین اور شکستہ خاطر میرے پاس آیا۔ قلتِ مال اور کثرتِ عیال کو بیان کیا اور از حد اصرار اور گریہ زاری کی یہاں تک کہ میرا دل پورے طور پر اس کے حال کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پہلے مجھ پر اس طرح ظاہر کیا گیا کہ قضائے مبرم ہے۔ میں نے بہت التجا اور نیازمندی کا اظہار کیا اور میری توجہ اس حد تک متعلق ہو گئی کہ اگر یہ کام حسبِ منشا نہیں ہوتا تو صوفیوں کا لباس اتار پھینکوں گا اور پھر کبھی بھی اسے نہیں پہنوں گا۔ اس حال میں حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے میری دعا کو قبول فرمایا اور مجھے بتایا گیا کہ باوجود اس مضبوط اور پختہ انتظام کے ہم نے اس منصب کو بحال رکھا۔ میں نے دعا کی خداوندا اس قدر منصب تو اس کا پہلے ہی تھا میری نیازمندی اور زاری کا پھل کیا ہو گا۔ مجھے بتایا گیا کہ ہم نے اس قدر اضافہ بھی کر دیا ہے۔ ہم نے علی الصبح اسے خوشخبری سنائی۔ بادشاہ نے بغیر کسی سبب کے اسے بلایا اور کہا کہ ہم نے فلاں کا قصور معاف کر دیا اور اس کا منصب بحال کر دیا اور اس قدر اضافہ بھی کر دیا ہے۔ اس کے حاسدوں نے ہر چند کوشش کی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۹۹

کبھی عارف پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ قضا فلاں واقعہ کو اس طرح ایجاد کرنے میں ضرور متعلق ہے اور اس میں تقدیر مبرم ہے۔ چنانچہ وہ عارف پوری کوشش ہمت سے دعا کرتا ہے اور دعا میں خوب اصرار اور الحاح کرتا ہے حتیٰ کہ وہ قضا دوسرے طریقہ پر ایجاد کرنے میں منقلب ہو جاتی ہے تو یہ پھر اس چیز کو حسبِ ارادہ پاتا ہے۔

فیوض الحرمین مترجم عربی اردو صفحہ ۲۰۵

یہاں بیماری سلب ہوتی ہے شفا ملتی ہے

ایک مرتبہ سید برہان بخاری کو قولنج کا عارضہ ہو گیا۔ سخت بیقرار ہوا۔ حضرت والا (شیخ محمد پھلتی) کی خدمت میں التجا کی۔ آپ اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے

بیٹھے اور اس کی بیماری کو سلب کر لیا جس سے وہ شفایاب ہو گیا لیکن کبھی وہ عارضہ حضرت والا کو لاحق ہو جاتا تھا۔ انفاس العارفین اردو ۲۶۹

میر عبداللہ جو حضرت شیخ محمد کے خاص مریدوں میں سے تھا بیان کرتا تھا کہ حضرت والا ایک بستی میں تشریف لے گئے اور میں ان کی خدمت میں تھا۔ جب واپسی کا ارادہ پختہ ہو گیا تو مجھے سخت بخار آ گیا اور حرکت کی طاقت نہ رہی۔ میرے لئے سواری تلاش کی گئی لیکن میسر نہ آئی فرمایا اگر چل سکو تو میرے گھوڑے کے آگے آگے چلو، عجیب واقعہ مشاہدہ کرو گے۔ بڑی مشکل سے مجھے کھڑا کیا گیا میں نے ان کی نظر مبارک کے سامنے پہلے کچھ کمی محسوس کی پھر ان کے گھوڑے کے آگے چلنا شروع کیا۔ ہر لمحہ زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ مجھے مکمل شفا حاصل ہو گئی۔ انفاس العارفین اردو ص ۲۶۹

اللہ کے ولی کی خدمت میں برکت

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ایک مرتبہ بارش بند ہو گئی لوگوں نے میری طرف رجوع کیا اور دعا کی درخواست کی۔ میں نے دعا کی تو بوندا باندی شروع ہو گئی۔ میں نے کہا بارش کا کھل کر ہونا ہماری دیواروں (کی مرمت) پر موقوف ہے۔ گویا تدبیر غیب ہماری دیواروں کو گرانے سے احتراز کر رہی ہے پس انہوں نے جلدی سے توڑی (بھوسہ) اور مٹی لا کر دیواروں کو لیپ دیا۔ اسی وقت خوب زوردار بارش ہوئی

انفاس العارفین اردو ص ۹۶

۱؎ مولانا اشرف علی تھانوی نقل کرتے ہیں " حضرت سری (حضرت جنید کے پیر علیہما الرحمۃ) سے ایک بزرگ کے قصہ میں روایت ہے جو ان سے ایک پہاڑ میں ملے تھے کہ وہ اپاہج اور اندھوں اور دوسرے بیماریوں کو تندرست کر دیا کرتے تھے اور جیسے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مجبور محض فالج زدہ اندھے کوڑھی بچے کو فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے کھڑا ہو جا اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔" (جمال الاولیاء ص ۲۳ - ۲۴)

تبرکات[۱] - ولی کے عصا میں برکت

ایک مرتبہ ڈاکوؤں نے ارادہ کیا کہ شیخ رفیع الدین محمد کے گھر کو لوٹ لیں۔ اس غرض کے لیے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو گئے اور ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ آمد و رفت کا راستہ معلوم کر آئے اور اہلِ خانہ کی حالت بھی دیکھ لے۔

وہ جاسوس جب ان کے گھر پہنچا تو اندھا ہو گیا اور ہر طرف ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے اہلِ خانہ جاگ اٹھے اور چراغ کی روشنی میں تمام حقیقت معلوم کر لی۔ شیخ نے اپنی طبعی مہربانی سے کہا اس سے کوئی تعرض نہ کرے اور اسے کہو کہ دو چلا جائے۔ اُس نے کہا کیسے جاؤں، بصارت (آنکھوں میں روشنی) نہیں ہے اور نہ چلنے کی طاقت ہے۔

شیخ اس (جاسوس ڈاکو) کے پاس آئے اور اپنے عصا کو اس کی آنکھوں اور گھٹنوں پر لگایا اس کی برکت سے اس نے اس مصیبت سے نجات پائی اور وہ اپنی جماعت سے جا ملا۔

انفاس العارفین اردو صـ۲۶۲

ٹوپی کی شان

ایک شخص کو آپ (امیر ابوالعلی علیہ الرحمۃ) نے اپنی ٹوپی عنایت فرمائی تھی۔ اس نے جنگ کے وقت اسے پہنا ہوا تھا۔ اچانک ایک تیر اس ٹوپی پر لگا۔ اس کا پھل ٹیڑھا ہو گیا اور تیر گر پڑا۔

انفاس العارفین اردو صـ۴۷

۱ے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا جیسا کہ صاحبِ نفحات (مولانا جامی قدس سرہ) نے نقل کیا ہے (مجدد الف ثانی مکتوب ۲۱۰ دفتر اول)

اور یہ بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کا کرتا بطور تبرک اپنے پاس رکھے اور اس کے ساتھ اعتقاد و اخلاص سے زندگی گزارے۔ شیخ کے کرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۹۰ دفتر اول)

باب نہم

تصرّفات و کراماتِ اولیاؑ

تصرفات و کراماتِ اولیاء

ہر زمانہ میں اولیاء اللہ میں سے ایک مرد پیدا ہوتا ہے کہ دین کا باطن اور مغز جو احسان ہے اس کے قائم کرنے اور پھیلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عنایات اس کے اندر ظہور فرماتی ہیں اور اس کام کا سرانجام ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے —— پس جس وقت یہ بات اولیاء اللہ میں سے کسی میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کے ظہور کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں اس کی رفعتِ شان ہوتی ہے اور خلائق کے قلوب اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کا ذکرِ جمیل ان میں پھیل جاتا ہے اور ملتِ مصطفویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے جو وظائف کہ ان لوگوں کی طبیعت کے مناسب ہوتے ہیں ان کا شغل کرانا اس کے قلب میں الہام ہوتا ہے اور اس کی صحبت اور گفتگو میں ایک طرح کا جذب اور تاثیر رکھی جاتی ہے اور طرح طرح کی کرامات اس سے صادر ہوتی ہیں۔ مثلاً کشفِ حالات اور اشرافِ خواطر اور استجابتِ دعا اور خلقت میں خدا تعالیٰ کی قوت کے ساتھ تصرف[1] کرنا

---

[1] مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ

"تصرف" بہ جماعتِ اولیاء سے بہت ہی منقول ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بارش ایک بزرگ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھی اور متاخرین میں سے ایک بزرگ شیخ ابو العباس شاطر ہوئے ہیں وہ بارش کو کچھ درہموں کے بدلے فروخت کیا کرتے تھے اور ان سے اس باب میں اس قدر واقعات روایت ہیں کہ عقل کو انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی" (جمال الاولیاء صـ ۲۴)

"محمد شمس الدین حنفی مصری شاذلی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالمِ وجود میں ظاہر فرما کر عالمِ تکوین میں تصرف عطا فرمایا"۔ (جمال الاولیاء صـ ۱۵۸)

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ہست قدرت اولیاء را از الٰہ   تیر جستہ باز گردانند ز راہ!

فتاویٰ رشیدیہ میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اور مثل ان کے اور افعال۔

قطرات ترجمہ ہمعات صد ۷-۸

اور ایک یہ ہے کہ ہمت تیز اور قوی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے قوی عزم اور ارادہ کا اثر شخص اکبر میں ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی ہمت سے سلب امراض اور کشفِ حالات ______ وغیرہ تصرفات کرتے ہیں۔

قطرات ترجمہ ہمعات صد ۱۵-۵۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اولیأ اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدرت حاصل ہے کہ نکلے ہوئے تیر کو راستہ سے پھیر دیتے ہیں۔ صاحبِ فتاویٰ رشیدیہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صد ۲۱۸-۲۱۹)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ...... وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی بے شک میں زمین میں ایک ایسا خلیفہ بنانے والا ہوں جو میری نمائندگی کرے اور زمینی اشیأ میں تصرّف کرے (اختیار برتے) اور چونکہ آسمانی اسباب میں تصرّف کے بغیر زمینی اشیأ میں تصرف کا تصور بھی نہیں ہو سکتا اس لئے خلیفہ کے عناصر زمین سے پیدا ہونے اور عالم کون و فساد میں ساکن ہونے کے باوجود اس میں آسمانی رُوح بھی پھونکوں گا تاکہ اس (آسمانی) رُوح کے باعث آسمان کے ساکنوں اور ستاروں کے موکلوں پر بھی حکمرانی کرے اور انہیں اپنے کام میں لائے ______ اور اس خلیفہ کو خلافت دینے کا طریقہ یہ ہوا کہ خدا نے اس کی روح کو اپنی صفات کا نمونہ عطا فرما دیا۔

(بحوالہ انوار لاثانی صد ۲۵۸-۲۵۹)

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ان کے مقامات بیان کرتے ہوئے خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ سے "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" کی تشریح میں نقل فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مَلِكْ ہے اور مَلِكْ کے معنی سب پر تصرّف کرنے والے کے ہیں۔ جب راہِ خدا کا سالک اپنے نفس پر متصرف ہوتا ہے اور اسے مغلوب کر کے رکھتا ہے اور اس کا تصرف مخلوق کے دلوں میں نافذ ہوتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

(مکتوبات دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۱۰۷)

مشائخ نے کہا ہے کہ آپ (یعنی حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) اپنی قبر میں زندوں کی مثل تصرف کرتے ہیں۔

قطرات ترجمہ ہمعات ص۸۳

اور مراقبہ کا طریق بہت اعلیٰ ہے نفی اثبات کے طریق سے اور بہت قریب ہے جذب الٰہیہ سے اور مراقبہ کے طریق سے ممکن ہے وصول وزارت کا اور ملک و ملکوت میں تصرف کا اور ممکن ہے معلوم کر لینا لوگوں کی دل کی باتوں کا اور دوسرے کی طرف بخشش کی نظر کرنے کا اور اس کے باطن کو متور کرنے کا۔ (انتباہ مترجم ص۸۴)

دریائے نیل پر تصرف پانی چلا دیا

روایت کیا گیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو اہل مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ اس نیل کے ہر سال ایک باکرہ لڑکی جو نہایت حسین ہوتی ہے بھینٹ کی جاتی ہے جسے ہم اس کے اندر چھوڑ دیتے ہیں ورنہ وہ بہتا نہیں ہے اور ہمارے بلاد و امصار میں قحط سالی پڑ جاتی ہے۔ آپ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے لکھا کہ اسلام (بری) رسموں کی بیخ کنی کرتا ہے اور ایک پرچہ لکھ کر بھیجا کہ نیل میں ڈال دیا جائے۔ پرچہ میں جو عبارت تھی اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ رقعہ ہے نیل کی طرف خدا کے بندے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے۔ اے نیل اگر تو اپنے ارادے سے بہتا ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے تو اس کے حکم سے بہتا رہ۔

چنانچہ نیل اس سال سے چھ گز زیادہ پاٹ میں بہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رقعہ ڈالنے کے بعد کبھی نہیں ٹھہرا۔ ازالۃ الخفا دوم ص۳۴۳-۳۳۸

شاہ عبدالرحیم کا تصرف ____ دشمن جان سے ہاتھ دھو بیٹھے

حضرت والد "شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ" زمانے تھے شروع شروع میں جس کو بھی قبول

کی نظر سے دیکھتا وہ مجھ پر فریفتہ ہو جاتا اس وجہ سے میں کسی کی طرف التفات نہیں کرتا تھا اور تنہا محمد فاضل کے بالا خانہ میں رہتا تھا اور باہر آمد و رفت کے وقت چہرہ پر چادر ڈال لیتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز ہدایت اللہ بیگ محمد فاضل کے گھر رشتہ داری کے سبب آیا۔ میرا اس کے ساتھ آمنا سامنا ہو گیا۔ وہ مجھ پر فریفتہ ہو گیا اور بیعت کی درخواست کی۔ مَیں نے سُن رکھا تھا کہ اس کا ربط ایک بزرگ متوکل نقشبندی کے ساتھ ہے (اس لئے) میں نے کہا بات ایک ہی ہے اور فقراء ایک جسم کی مانند ہیں۔ اس بزرگ کا حق مقدم ہے اسی کے ساتھ بیعت کرو۔ اس نے مکرر مبالغہ کیا اور اس کی محبت اور بہت زیادہ ہو گئی۔ آخر کار اس کی بیعت میں نے قبول کر لی اور کہا کہ اس بزرگ کی خدمت ترک نہ کیجئے اس کے بعد اس بزرگ کو اطلاع ملی تو ناراض ہوئے اور ہدایت اللہ بیگ کے ذریعے کہلا بھیجا کہ ابھی تم جوان ہو۔ ابھی تمہیں حصولِ طریقت کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا یہ خدا تعالیٰ کا فضل و انعام ہے۔ کبر سنی (بڑھاپے) پر موقوف نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہلا بھیجا کہ مَیں اس زیادتی کا انتقام لوں گا، محتاط رہو۔ میں نے کہا ——— جو کچھ چاہو کر کے دیکھ لو وُہ تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہو گا۔ انہوں نے مجھے تکلیف پہنچانے پر کمر ہمت باندھی میں نے بھی مدافعت کی۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس بزرگ پہ یہ بات ظاہر ہوئی کہ اس کے سینہ میں خنجر مارا گیا ہے اور موت حاضر ہو گئی ہے۔ آدھی رات کو اس نے ہدایت اللہ کو بُلایا استغفار کی اور نیاز مندی کا اظہار کیا اور کہا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری جان نہیں بچ سکتی لیکن میرے ایمان کا قصد نہ کریں۔ مَیں نے کہا اگر تم ایذا کی ابتدا نہ کرتے تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ الحمد للہ تمہارے ایمان کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ اسی رات عالم باقی کو سدھار گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

انفاس العارفین اردو صد ۹۹

حضرت والد (شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے ایک صاحب شوکت امیر محمد فاضل کا ہمسایہ تھا۔ اس نے اپنی حویلی بنانا چاہی۔ اتفاقاً اس کی حویلی میں ایک جگہ کجی پیدا ہوتی تھی اس نے محمد فاضل سے دو گنا، تین گنا قیمت پر کچھ زمین کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے قبول

نہ کیا۔ آخر کار ان کے درمیان خشومت اور جھگڑا پیدا ہو گیا۔

اس امیر نے کہا علی الصبح میں بادشاہ کے پاس جاؤں گا اور التماس کروں گا کہ یہ زمین بادشاہی ملکیت ہے، محمد فاضل کی ملک نہیں ہے اور زمین کے اس ٹکڑے کو حاصل کروں گا، اور کسی قیمت پر اسے نہیں چھوڑوں گا۔ محمد فاضل نے رات کو میرے پاس آکر اپنا رونا رویا اور از حد زاری اور الحاح کیا۔ میں نے کہا وہ بادشاہ سے ہرگز ملاقات نہیں کر سکے گا اور یہ جھگڑا کھڑا نہیں کر سکے گا۔

صبح کو وہ بادشاہ کے دربار میں حاضری کے ارادہ سے نکلا۔ راستہ میں اسے (بادشاہ کے بھیجے ہوئے) سوار ملے اور کہا بادشاہ کا حکم ہے کہ اسی وقت کوچ کر جائے۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ بادشاہ سے بالمشافہ رخصت حاصل کروں اور بعض ضروری امور پیش کروں۔ انہوں نے کہا نہیں، اسی وقت تمہیں کوچ کر جانا چاہیئے۔ انہوں نے زبردستی اسے شہر سے باہر نکال دیا اور (اس نے) اس مہم میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ جھگڑا کرنے کی اُسے فرصت ہی نہ ملی۔

انفاس العارفین اُردو ص ۹۸

تصرفات ثابت ہیں

حضرت والد گرامی (شاہ عبدالرحیم) نے شیخ نفیر اللہ علیہما الرحمۃ کے جواب میں لکھا کہ

ذاتِ الٰہی میں گم ہونے اور عرفان و آگہی میں پوری توجہ صرف کرنے سے قوتِ مشاہدہ اور حضوری حق میں دوامی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر چند کہ کچھ لوگ اس کیفیت سے متاثر ہوتے ہیں لیکن کچھ متاثر نہیں ہوتے۔

میرے مشفق! جب یہ نسبت دوامی کیفیت حاصل کرے تو کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے لحظہ بہ لحظہ ترقی کرتی رہتی ہے اور تمام ہستی موہوم پس پردہ چلی جاتی ہے طالب کو وجود حقیقی عطا ہوتا ہے اور عالم شہود میں وجود امکانی کے آثار کلی طور پر مٹ جاتے ہیں اور وجود حقانی کے انوار و آثار ظہور پذیر ہوتے ہیں اور سالک قربِ نوافل کے مقام سے گزر کر قرب فرائض کے مقام میں جا پہنچتا ہے، تو نوع انسانی تو کیا جانور بھی اس نسبت سے متاثر ہوں گے۔

چنانچہ محمد قلی نامی فقیر کا ایک مخلص جس وقت بھی جذبۂ آگاہی کی نسبت سے متاثر ہوتا تھا تو اس کا گھوڑا چلنے سے رک جاتا تھا۔ جب وہ اس نسبت سے مغلوب ہو جاتا تھا تو وہ گھوڑا زمین پر گر جاتا تھا۔ جب وہ اس سے بھی زیادہ مغلوب الحال ہوتا تو گھوڑے پر بھی بے خودی طاری ہو جاتی۔

بعض اوقات کچھ حیوانات نے اس فقیر کی نسبت سے بھی متاثر ہو کر دانے پانی سے تین دن منہ تک پھیر لیا بلکہ بعض تو اس روحانی نشے کی تاب نہ لا کر مر بھی گئے۔ بزرگانِ طریقت کے ایسے قصے اور حیوانات کے متاثر ہونے کی باتیں حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں اور ایسے مشاہدات کثرت سے واقع ہوئے ہیں۔ مگر بعض اکابر سے آثار تصرف کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب وہ معمور ہوتے ہیں۔ بعض فقراء مغلوب النسبت ہو کر ایسے آثار دکھاتے تھے، اور بعض کاملین ایسے ہو گزرے ہیں جو جب چاہتے یہ تصرفات دکھا سکتے تھے۔

انفاس العارفین اردو ص۱۲۰

شیخ محمد علیہ الرحمۃ نے تصرف فرمایا

شیخ عبد الوہاب جو آپ (یعنی شیخ محمد علیہ الرحمۃ) کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس نے ایک مکان تعمیر کیا۔ اس علاقہ کے ایک رئیس رستم نامی نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے گرانے کا ارادہ کیا۔ یہ قصہ آپ کے گوش گزار کیا گیا۔ فرمایا یہ بات بہت ناپسندیدہ ہے کہ ہماری موجودگی میں شیخ عبد الوہاب کی عمارت کو گرا دیں۔ جنگ کرنا بھی فقیروں کا کام نہیں۔ میں ایسا تصرف کرتا ہوں کہ وہ ہرگز یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔

جب رستم عمارت گرانے کے لئے فوج اکٹھی کر کے نکلا تو سید لشکر خاں کے

ل سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مَلِکْ ہے اور مَلِکْ کے معنی سب پر تصرف کرنے والے کے ہیں۔ جب راہِ خدا کا سالک اپنے نفس پر متصرف ہوتا ہے اور اسے مغلوب کر کے رکھتا ہے اور اس کا تصرف مخلوق کے دلوں میں نافذ ہوتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔
(دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۰۷)

عاملوں میں سے ایک شخص جو اس کام میں اس کے ساتھ متفق نہیں تھا۔ راستہ میں درشتی کی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس عامل کا بھائی قتل ہوگیا۔ اس قتل کے بدلے اس (رستم) سے مواخذہ ہوگیا اور اسی مواخذے میں مرگیا۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۷

چار مقدمات کا فیصلہ حسبِ منشاء

(حضرت والد قدس سرہ) فرماتے تھے شیخ عبدالاحد سرہندی سے چار مقدمات کیلئے آئے تھے۔ جب ہماری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا ایک ان میں سے بہت ہی آسان ہے۔ دو درمیانہ درجہ کے ہیں اور ایک بہت ہی مشکل سے حل ہونے والا ہے۔

مَیں نے کہا جسے آپ دشوار سمجھتے ہیں، بادشاہ سے پہلی ملاقات میں حل ہوجائے گا۔ اور وہ دو جو درمیانہ درجہ کے ہیں ان میں سے ایک، دو تین ماہ کے بعد اور دوسرا پانچ چھ ماہ کے بعد سرانجام ہوں گے۔ اور جسے آپ سب سے آسان سمجھتے ہیں وہ میری زبان پر موقوف ہے۔ جب تک میں نہیں کہوں گا وہ حل نہیں ہوگا۔ انہوں نے بادشاہ سے ملاقات کی۔ پہلا مقدمہ اسی روز اور دوسرا اور تیسرا مذکورہ مدت میں پورے ہوگئے چوتھا باقی رہ گیا۔

دوسری مرتبہ مجھے پھر ملے اور مجھ سے توجہ طلب کی۔ مَیں نے کہا یوں نہیں بلکہ پہلے آپ کو شہر کے ان اکابر کے پاس جانا چاہیے جو کشف و خوارق میں مشہور ہیں، اور ان سے وقت مقرر کرانا چاہیے۔ ایک بزرگ کے پاس جو کشف میں مشہور تھے، گئے۔ انہوں نے تین ہفتہ کی میعاد مقرر کی۔ وہ وقت گزر گیا اور کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ دوسرے بزرگ کے پاس گئے انہوں نے ایک ماہ کی میعاد مقرر کی وہ بھی گزر گئی اور کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ میرے پاس آئے اور توجہ طلب کی۔ میں نے کہا اس کے لئے وقت چاہیئے کہ میری زبان سے نکلے انہوں نے اس قصہ کو ایک کاغذ پر لکھا اور فقیر اللہ کو دیا کہ روزانہ نماز اشراق اور نماز عشاء کے بعد دکھاتا رہے۔ اسی طرح عرصہ گزر گیا، انتظار حد سے بڑھ گیا۔

ایک روز میرے دل کو انشراح حاصل ہوا۔ میں نے کہا آج بادشاہ کے پاس جاؤ کام ہو جائے گا۔ اسی روز گئے۔ بادشاہ نے اس روز توجہ کی اور فرمایا اگر کوئی کام ہو تو فرمائیے انہوں نے مطلب بیان کیا جسے اُسی وقت حسبِ منشا پورا کر دیا۔

انفاس العارفین اُردو صفحہ ۹۰

عارفِ کامل کو قہر و غضب کا اختیار دیا جاتا ہے۔

(حضرت شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ) عارف کامل کو یہ قدرت[1] (اختیار) دی گئی ہے کہ جب چاہے قہر و غضب کا اظہار کرے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ عارفِ کامل کے گھر میں سواری کی حالت میں داخل ہوا۔ لوگوں نے اسے کہا کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ اس نے تکبر کیا اور کہا ہم نے بہت سے فقراء کو دیکھا ہے کسی شخص میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔

عارف کو غیرت آئی۔ اس کی طرف غضبناک ہو کر دیکھا۔ اسی وقت اس کے گھوڑے نے سرکشی کی اور پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو گیا، اور بادشاہ زمین پر گر پڑا۔ عارف نے کہا یہ کام ہم نے اس لئے کیا ہے تاکہ فقراء کو حقیر نہ سمجھیں۔ لیکن بعض کاملین باوجود قدرت کے اِس قسم کے امور کی طرف اِلتفات نہیں کرتے۔

انفاس العارفین اُردو صفحہ ۱۷۹-۱۷۸

حضرت والد محترم فرماتے تھے کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اس کے تمام احوال و

---

[1] حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں "اس مرتبہ پر پہنچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے اور سخر لکم ما فی السموت وما فی الارض (جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اس کو تمہارے قبضہ میں کر دیا) کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ ذی اختیار ہو جاتا ہے اور خدا کی جس تجلی کو چاہتا ہے اپنے اوپر کرتا ہے اور جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے متصف ہو کر اس کا اثر ظاہر کر سکتا ہے۔" الخ (ضیاء القلوب۔ کلیات امدادیہ صفحہ ۳۶)

انعال مجھ پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک منکر میرے پاس آیا اور مشائخ کے انکار کا اظہار کیا۔ میں نے کہا اے کتے! تو ان کو کیا جانتا ہے۔ اس نے غصہ سے تلوار کھینچ لی اور مجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اس پر اپنے قہر و غضب کا تصرّف کیا۔ اس نے آگ دیکھی۔ قریب تھا کہ اس میں جل جائے۔ اس نے توبہ کی اور گڑگڑایا۔ میں نے اس کو ہلاکت سے اسے نجات دی۔ انفاس العارفین اُردو صفحہ ۹

نقشبندیوں کے تصرّفات

اور نقشبندیوں کے عجیب تصرفات ہیں (مثلاً)

کسی مراد پر ہمت باندھنا، پس وہ مراد ہمت کے موافق ہوتی ہے۔

اور طلب میں تاثیر کرنا۔

اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا۔

اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا۔

اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تاکہ وہ محبوب اور معظم ہو جائیں[1]۔

یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تاکہ ان میں واقعاتِ عظیمہ متمثل ہوں۔

اور اہل اللہ کی نسبت پر آگاہ ہو جانا وہ زندہ ہوں یا اہل قبور۔

اور لوگوں کے خطراتِ قلبی پر جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہے ہیں، مطلع ہونا۔

اور وقائع آئندہ کا مکشوف ہونا۔

اور بلائے نازل کو دفع کرنا۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے "اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی بھی پیر اور شیخ کو جہان میں مرید نہ ملے۔ سب کو میں ہی اپنی طرف کھینچ لوں، مگر میرے ذمے ایک دوسرا کام لگایا گیا ہے اور وہ شریعت کی ترویج اور ملتِ اسلام کی تائید و تقویت ہے" اس بنا پر آپ سلاطینِ وقت کے پاس تشریف لے جاتے اور اپنے تصرف سے ان کو اپنا مطیع بناتے اور اس ذریعہ سے شریعتِ حقہ کی ترویج فرماتے۔ (دفتر اول مکتوب ۶۵)

اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں۔
شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۹۴
اگر بزرگوں کے تصرفات اور توجہات کے قصے لکھوں تو اس کے لئے ایک دفتر چاہئے۔
انفاس العارفین اردو صہ ۱۲۱

جوگی کی اسی کے جن سے پٹائی کرا ڈالی

حضرت والد شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے اکبر آباد میں میرے والد (علیہ الرحمۃ) ایک حویلی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کم و بیش ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔ وہ بیمار تھے، ہلنے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ اس جگہ مجھ پر ظاہر ہوا کہ یہ حویلی گرے گی اور اس کے ساکنین کو بڑا نقصان پہنچے گا۔ میں اسی وقت باہر نکلا، مکان تلاش کرتا رہا۔ کسی جگہ بھی کرایہ پہ مکان نہ ملا کیونکہ بادشاہ کا لشکر اترا ہوا تھا۔ تمام جگہ کی حویلیاں بھری ہوئی تھیں بڑی جستجو کے بعد ایک غیر آباد قلعہ مل گیا جو خالی تھا۔ اہل شہر سے اس کے مالک کا پتہ پوچھا اور اس کے غیر آباد رہنے کا سبب دریافت کیا۔

لوگوں نے کہا یہ مکان ایک ہندو کی ملکیت ہے۔ یہاں ایک جادوگر جوگی رہتا ہے۔ جو شخص یہاں سکونت اختیار کرتا ہے وہ اسے تکلیف پہنچاتا ہے۔ میں نے کہا کوئی خوف نہیں تھوڑے سے کرایہ میں میں نے اُسے لے لیا۔ سرکنڈے لاکر اسی وقت چھپر ڈال لیا اور تمام ساز و سامان وہاں لے آئے۔ اسی روز کوئی اور اس حویلی میں داخل ہوا۔ گھر کی چھت گر پڑی، اس کے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔

اس کے بعد وہ جوگی ظاہر ہوا۔ اس نے کہا اس جگہ زندہ جوگی دفن ہوئے ہیں، اس جگہ رہنا مناسب نہیں۔ میں نے پوچھا، وہ کہاں دفن ہوئے ہیں۔ اس نے ایک طرف اشارہ کیا میں نے کہا ہم یہاں بیت الخلاء بنائیں گے۔ وہ چلا گیا اور جاکر اس نے جادو کیا۔ اس جادو کا تمام نقصان اسے پہنچا۔ چنانچہ ایک روز وہ میرے والد ماجد کی خدمت میں آیا اور کہا تمہارا لڑکا مجھے دُکھ دیتا ہے۔ انہوں نے مجھے نصیحت فرمائی۔ میں نے کہا پہلے اس سے پوچھئے کہ میں نے اُسے کیا دُکھ دیا ہے۔ گالیاں دی ہیں، خود ہاتھ سے مارا ہے یا کسی سے پٹوایا ہے

انہوں نے (جوگی سے) پوچھا تو اس نے کہا اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں بلکہ ہمارے جن سے ہمیں مروا رہا ہے۔
انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۰۴-۱۰۳

ایرانی کے مکان اور مال پر تصرّف

شیخ زین العابدین شافعی فقیہہ مدینہ سے میں نے سُنا وہ اپنے والد سے جو سید محمد کے خادم تھے اور وہ سید محمد، سید عبدالرحمٰن کے معتقد تھے، سے نقل کرتے ہیں کہ شریف مکّہ کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ اس نے سید عبدالرحمٰن محجوب کی طرف رجوع کیا اور دُعا کی درخواست کی۔ سیّد صاحب کچھ دیر تک سوچتے رہے۔ پھر فرمایا کہ فلاں محلہ میں اس قسم کا مکان ہے۔ بیت المال کے افسر کو چاہیئے کہ اس میں سے شریفِ مکّہ کو جس قدر ضرورت ہے لے لے اور باقی کو وہاں احتیاط سے چھوڑ دیں۔
لوگ اسی وقت گئے اور گھر کو اسی طرح پایا جیسا کہ انہوں نے بتایا تھا۔ وہاں سے بیس ہزار اشرفیاں لے لیں اور صندوق پر مہر لگا دی اور سید صاحب کے پاس لے آئے۔ آپ نے وہ شریف مکہ کو دے دیں تا کہ اپنی ضروریات میں خرچ کرے۔ شریف مکہ کا اس کے بعد ارادہ ہوا کہ باقی رقم بھی اپنے تصرّف میں لائے لیکن وہاں سے اسے نہ گھر ملا نہ ہی مال۔ بہت حیران ہوئے۔ سید صاحب سے اس کا راز پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ایرانی شخص اپنے وطن میں مرگیا۔ اس کا کوئی وارث نہیں تھا۔ میں تصرّف کر کے اس کے مکان کو مکّہ میں لایا جو ضرورت پوری ہو جانے کے بعد واپس چلا گیا۔
انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۷۹-۲۷۸

توجّہ و تاثیر کا انکار فاسد عقیدہ ہے

(حضرت والد ماجد شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے۔
محمد مظفر نے مجھے خط لکھا اور ایک شخص کے ہاتھ بھیجا۔ اس خط میں تحریر تھا کہ حامل ہٰذا تاثیر و توجہ کا منکر ہے اگر اس کی طرف توجہ فرمائیں تو اس کی ہدایت کا سبب ہوگا۔ خط پڑھتے ہی میں نے اس پر نظر ڈالی تو وہ بے ہوش ہوگیا ــــــــ (اردو)

اس فاسد عقیدہ سے نادم ہوا۔

انفاس العارفین اُردو صہ ۹۲

توجّہ کی برکت

محمد محسن نے حضرت شیخ محمدؒ سے تعلق پیدا کیا۔ تھوڑے وقت میں آگاہی ذات سے مشرف ہوئے اور ہمہ اوست کی معرفت کا ان پر غلبہ ہوا۔ آپ نے محمد جعفر کو اس پر متعین کر دیا تاکہ اس کی نماز فوت نہ ہو۔ چند دنوں کے بعد اس سکر سے کچھ افاقہ ہوا۔

اس کے بعد محمد محسن کی توجہ یہاں تک پہنچی کہ ایک مرد ایک عورت کی محبت میں گرفتار رہوا اور دیوانہ وار روتا پھرتا تھا۔ بعض دوستوں نے اس سے کہا افسوس ہے اگر یہ مرد ہاتھ سے جاتا رہے۔ محمد محسن نے اُسے اپنے پاس بلایا اور ایک دو ساعت اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس عورت کی محبت اس کے دل سے بالکل نکل گئی اور اس کی جگہ محبتِ الٰہی پیدا ہو گئی۔

انفاس العارفین اردو صہ ۲۷۳

نقشبندی توجہ سے بیخود کرسکتے ہیں

"حضرت والد ماجد فرماتے تھے میں ایک مرتبہ ایک مشہور بزرگ کی زیارت کے لئے گیا۔ انہوں نے دو خدشات پیش کئے۔ ان میں سے ایک یہ کہ نقشبندی کہتے ہیں کہ ہم جب سالک پر توجہ[1] ڈالتے ہیں تو پہلی صحبت میں اسے غیبت اور بے خودی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ثابت ہے یا نہیں۔ آپ نے کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، میں نے کہا ہاں ثابت ہے۔ اس قسم کی بہت سی

ل سیدنا مجدد الف ثانی اپنے پیر بزرگوار (علیہما الرضوان) کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ "مرشد علی الاطلاق (اللہ تعالیٰ) جل شانہ نے آپ کی توجہ کی برکت سے جذبہ اور سلوک دونوں طرح پر (اس ناچیز کی) تربیت فرمائی ہے"۔ الخ (دفتر اول مکتوب نمبر ۶)

"جب مجھے راہِ سلوک کی ہوس پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت نے مجھے خانوادہ نقشبندیہ کے ایک خلیفہ کی خدمت میں پہنچایا جن کی توجہ کی برکت سے خواجگان کا جذبہ جو بلحاظ فاصقت قیومیت میں چالتا ہے، حاصل ہوا۔" (مبدا ؤ معاد منہا - ۱)

باتیں میں نے دیکھی ہیں بلکہ اس قسم کی تاثیرات مجھ سے بہت ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ کہنے لگے آپ نے سچ کہا ہے مگر میری تسلّی نہیں ہوئی۔

اس جگہ ان کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص پر میں نے توجہ ڈالی جو میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ انہیں شک ہوا کہ یہ مرگی کا دورہ ہے یا وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ میں نے تاثیر کی ہے جب وہ شخص ہوش میں آیا، اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا کہ تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس نے کہا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ان کی محض توجہ کرنے سے ایک نور ان سے نکلا اور مجھ میں داخل ہو گیا اور میرے ہوش جاتے رہے۔ انفاس العارفین اردو ص۱۱۱

حضرت والد ماجد جس میں بھی چاہتے تاثیر کرتے تھے اور اسے غیبوبیت اور بیخودی تک پہنچا دیتے تھے۔ یہ واقعات حد شمار سے باہر ہیں۔

انفاس العارفین اردو ص۱۱۱

توجہ سے پتھر کو کھینچ لیا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ اکبر آباد میں علی قلی نامی ایک شخص میر ابوالعلی کے متبعین میں سے توجہ و تاثیر میں مشہور تھا۔ اسے اپنے اوپر ناز تھا۔ ایک روز میں نے شیخ عبداللہ محدث کو دیکھا کہ اس کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ملتی۔ میرا ارادہ ہوا کہ اسے تنبیہ کر دوں۔

ہم نے ایک پتھر درمیان میں رکھ لیا اور کہا کہ قوت تاثیر یہ ہے کہ کوئی شخص اس پتھر کو کھینچے۔ آخر کار جب اس کی پیمائش کی تو چند انگشت میری طرف زیادہ قریب تھا۔

انفاس العارفین اردو ص۹۷-۹۶

توجہ سے زمین کی پیمائش کو حسب منشا متاثر کر دیا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے قصبہ پھلت کے (رہنے والے معتقدین کے) دشمنوں نے

جمع ہو کر اس علاقہ کے رڈسا کو بتایا کہ ان لوگوں کی زمین اس مقدار سے زیادہ ہے جس کا فرمان میں حکم ہوا ہے۔ رڈسا نے لوگوں کو پیمائش کے لئے مقرر کر دیا۔ پھلت والوں کو اس سے پریشانی ہوئی اور مجھ سے درخواست کی اور کہا جب پیمائش کرنے والا شخص دشمن ہو تو کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ میں نے انہیں تسلی دی۔

میں پیمائش کے روز ان کے ساتھ رہا۔ تھوڑی سی توجہ ڈالی اور کہا پیمائش کرو۔ جس قدر کھیت پیمائش کئے کم نکلے۔ پھلت والوں نے پھر التجا کی کہ اگر تمام کھیت پیمائش میں کم نکلے تو پیمائش کرنے والے کو متہم کریں گے اور جھگڑا ختم نہیں ہو گا۔ بعض کم بعض زیادہ اور بعض برابر ہونے چاہئیں تا کہ مجموعی طور پر تمام برابر ہوں۔ میں نے پھر توجہ کی۔ پیمائش کرنے والے نے بہت حیلے کئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور آپ کی مرضی کے برابر طے ہوا۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۱

توجّہ سے تیز ہوا میں چراغ جلتا رہا

سننے میں آیا ہے کہ ایک روز شیخ ابو رضا محمد کی مجلس میں توجہ اور تاثیر کی بات ہو رہی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ تیز و تند ہوا چل رہی تھی اور چراغ جلنا ممکن نہیں تھا حضرت والا نے فرمایا اس چراغ پر نظر رکھو اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ملاحظہ کرو گے۔ چراغ کو پیالے کے نیچے رکھ کر لائے۔ حضرت والا اس چراغ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب انہیں جمعیت حاصل ہو گئی پیالہ کو چراغ کے اوپر سے اٹھا دیا۔ چراغ اسی طرح جلتا رہا۔ اس کے شعلہ میں کوئی اضطراب اور لرزش نہیں تھی۔ واللہ اعلم۔

انفاس العارفین اردو ص ۹۲

توجّہ سے علوم زائل۔ کرم فرمایا، پھر حاصل ہوئے[۱]

سنا گیا ہے کہ محمد عاشق نے ملا یعقوب اور حضرت والا (شیخ ابو رضا) دونوں سے

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " یہ نقشبندی بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اِستفادہ کیا تھا۔ توحید کے مسئلہ میں اُسے تردّد تھا۔ ملّا یعقوب کی باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا اور حضرت والا کی باتیں اس کے پاس پہنچاتا تھا۔ جب یہ معاملہ طویل ہو گیا تو ایک روز ملا یعقوب نے کہا میں خود جا کر بالمشافہ بات کرتا ہوں اور آپ کے نظریات کو باطل کرتا ہوں۔ حضرت والا کی خدمت میں پہنچا تو ساکت رہ گیا اور کچھ نہ کہہ سکا۔ جب وہ مجلس سے اٹھا تو اس سے لوگوں نے خاموشی کا سبب پوچھا۔ کہنے لگا جب میں آپ کے ہاں پہنچا تو میرے تمام علوم چھین لئے گئے۔ الف، با، تا بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۵۲)

حافظ عنایت اللہ نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک شخص نے علم حاصل کیا تھا۔ اور مجادلہ و مناظرہ کا اسے انتہائی شوق تھا۔ ایک بار اس نے مجھے کہا میں اس شہر کے تمام فضلاء کو مغلوب کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کبھی آپ شیخ ابو رضا محمد کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ان کی زیارت کی ہے۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ لوگوں کو تفسیر حسینی سے وعظ و نصیحت کرتے ہیں، انہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ میں نے کہا ایسا مت کہیئے ان کی زیارت کیجئے تاکہ ان کا علم اور حال آپ کو معلوم ہو۔

اگلے جمعہ میں وہ وعظ کی مجلس میں آیا اور اس کے دل میں مناظرہ کرنے کا خیال پیدا ہوا حضرت والا اس کے خیال سے آگاہ ہو گئے اور اس میں ایسی تاثیر کی کہ اس کا علم جاتا رہا اس کے حافظہ میں صرف و نحو کا کوئی قاعدہ نہ رہا۔ دوسرے علوم کا تو ذکر ہی کیا تھا، بات سمجھنے کی صلاحیت جاتی رہی۔ اُسے معلوم ہوا کہ یہ حال حضرت والا کے تصرف سے ہے۔

شرمندہ ہوا اور توبہ کی اور باطنی طور پر حضرت والا سے تضرّع کی حضرت والا نے اس کا علم اُسے واپس دے دیا اور پہلی حالت پر لے آئے۔ اس نے نیاز مندی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غضب سے بچائے۔ (دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۲۱)

میں عالم نہیں ہوں۔ عوام کو تفسیر حسینی سے وعظ و نصیحت کرتا ہوں۔ اس نے اور زیادہ عاجزی و انکساری کی اور کہا میں نے اپنے قول و فعل سے توبہ کی اور آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت والا نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی اور فرمایا وہ تختی جس پر لکھا ہو کام نہیں دیتی۔ انفاس العارفین اردو ص ۱۵۰، ۱۵۱

توجہ فرمائی، توحید کے دروازے کھول دیئے

شیخ منظفر رہتکی بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ (شیخ ابو رضا محمد رضی اللہ عنہ) سے منسلک ہوا اور وہ میرے حال کی طرف متوجہ ہوئے تو مجھ پر توحید کے دروازے کھل گئے۔ ان دنوں کم و بیش تین روز میرا علم مظہر مقید سے علیحدہ ہو گیا اور بظاہر ہستی مطلق کے ساتھ پیوست ہو گیا۔

حضرت والا نے شیخ عبد الحفیظ سے فرمایا کہ اس کی دیکھ بھال کرو اور حجرے میں قید کر دو۔ ان دنوں میں بعض اوقات میں کہتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو بارش برسا دوں اگر چاہوں تو ماردوں اگر چاہوں تو زندہ کر دوں اور حضرت والا میرے ساتھ بہت انکساری کرتے تھے فرماتے تھے کہ ادب یہی ہے کہ ہر وہ شخص جس پر حال وارد ہو ایسا ہی سلوک کیا جائے، پھر افاقہ ہو گیا۔ انفاس العارفین اردو ص ۱۴۸

زیارت کیلئے آنے والوں کو حسب مرضی کھانا کھلایا

شیخ منظفر رہتکی بیان کرتے ہیں کہ رہتک سے ایک جماعت کسی تقریب سے دہلی آئی۔ انہوں نے ایک روز ارادہ کیا کہ اکٹھے حضرت والا (شیخ ابو رضا) کی زیارت کو جائیں راستہ میں ایک شخص نے آپ کے مناقب اور کرامتیں بیان کیں۔ دوسرے نے کہا اس قسم کی باتیں بہت لوگ کرتے ہیں لیکن میں جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں تصدیق نہیں کروں گا ــــــ اور کہا ان کو آج مجھے خصوصیت کے ساتھ حلوہ اور

نان کھلانا چاہیئے۔

جب وہ پہنچے اور ملاقات کی حضرت والا (شیخ ابو رضا) نے ہر ایک کے حالات دریافت فرمائے۔ اور مہربانیاں کیں جیسا کہ آپ کی عادت شریفہ تھی۔ پھر آپ نے گھر سے نان اور حلوہ طلب فرمایا اور اس شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ خاص اس کا حصہ ہے[1]

انفاس العارفین اردو ص ۱۴۸

قتل کے ارادے سے آنے والے کے ارادے کو جان لیا

جناب والد ماجد (شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ) نے فرمایا کہ میری عمر چار سال تھی کہ میرے والد بزرگوار شیخ وجیہہ الدین سید حسین کے ساتھ جو اپنے زمانہ کا مشہور بہادر تھا مالوہ کے علاقے میں وہاموتی کے قصبہ کی طرف روانہ ہوئے اور مجھے اپنے ساتھ لے لیا وہاں شجاعت و بہادری سے موصوف ایک کافر نے فساد برپا کر رکھا تھا۔

بڑی کوشش کے بعد وہ سید حسین کی ملاقات کے لئے آیا۔ دربانوں نے اسے اسلحہ کے بغیر مجلس میں لے جانا چاہا لیکن وہ اس بات پر راضی نہ ہوا۔ اس سلسلہ میں جب گفتگو بہت طویل ہوگئی تو اس نے سید حسین کو کہلا بھیجا کہ تم سپاہی اور کثیر جماعت ہو تمہیں اس بات سے شرم نہیں آتی کہ ایک مکھی کو ہتھیار سمیت اپنی مجلس میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ سید حسین نے اس بات سے متاثر ہو کر حکم دیا کہ کوئی شخص اس کے اسلحہ سے معترض نہ ہو۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ اس (کافر) کا بشاش چہرہ آج بھی میرے تصور میں موجود ہے۔ وہ پان چباتے ہوئے آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا چلتا تھا گویا کہ وہ کسی خوشی کی مجلس

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ولایت قرب الٰہی جل سلطانہ سے عبارت ہے جو ماسوا کے نسیان کے بعد اپنے دوستوں کو مرحمت فرماتے ہیں کسی شخص کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں اور اسے نئے پیدا ہونے والے غیبی احوال کی کوئی اطلاع نہیں دیتے۔ اور کسی شخص کو یہ قرب بھی دیتے ہیں اور مغیبات پر اطلاع بھی بخشتے ہیں"۔ (مکتوب نمبر ۹۲ - دفتر دوم)

ہیں آرہا ہے۔ میرے والد صاحب نے جب اُسے دیکھا تو فرمایا کہ یہ شخص مجلس میں ضرور ہاتھ اٹھائے گا۔ انہوں نے فی الفور خدمت گار کو بلایا اور میری طرف اشارہ کر کے کہا اسے اونچی جگہ پر کھڑا کر دو تاکہ اس پکڑ دھکڑ میں اسے نقصان نہ پہنچے۔

جب وہ نزدیک پہنچا اور سلامی کی جگہ سے آگے بڑھا تو دربان نے کہا اسی جگہ سلام کرو اور آگے مت بڑھو۔ اس نے دربان کی بات کی طرف توجہ نہ دی اور کہا میں سید کے پاؤں کو بوسہ دینا چاہتا ہوں تاکہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ جب اور نزدیک پہنچ گیا تو اس نے سید حسین پر تلوار کا وار کیا۔ سید حسین بڑی پھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔ تلوار تکیہ پر گری اور اسے کاٹ دیا۔ اس نے دوبارہ تلوار اٹھا کر وار کرنے کا ارادہ کیا لیکن میرے والد انتہائی تیزی سے اس کے پاس پہنچے اور خنجر کی ایک ضرب سے اسے جہنم رسید کر دیا۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۴۶-۲۴۸

خیانت بھانپ لی

سننے میں آیا ہے کہ ایک روز آپ (شیخ محمد) نے اپنے کسی عزیز کو کوئی چیز لانے کیلئے حکم فرمایا۔ اس شخص نے اس میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لی اور کچھ شیخ کے پاس پہنچا دی۔ اسی دوران میں آپ کے پاس کسی نے حلوہ بھیجا۔ شیخ نے اسے تقسیم کر دیا۔ جب اس شخص کی نوبت آئی تو اسے دوسرے لوگوں سے بہت ہی کم دیا۔ فرمایا کہ یہ تیری خیانت کی وجہ سے ہے۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۶۴

جنازہ کیلئے لائی گئی میت زندہ تھی، جنازہ نہ پڑھا

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ مسجد میں (کچھ لوگ) ایک عورت کا جنازہ لائے تاکہ آپ (شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ) اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ حضرت والا نے فرمایا اس کی روح ابھی اس سے جدا نہیں ہوئی۔ اس صورت میں اس پر نماز جنازہ درست نہیں۔ اس کے

ورثاء نے مبالغہ کیا کہ یقیناً یہ مُردہ ہے۔ حضرت والا نے فرمایا وہ نہیں مری۔ آخر اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا۔ ابھی جان اس میں باقی تھی۔ وہ اسے لے گئے۔ ایک روز بعد وہ عورت فوت ہوئی
انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۵۰

دوبارہ زندہ کردیا[1]

رحمتہ اللہ موچی حکایت بیان کرتا ہے کہ حضرت والا (شیخ ابو رضا) جس دوران مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور میں حضور کے سامنے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ ایک شخص نے حضرتِ والا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات کسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو وہ قوتِ جذب اور نظر کی تیزی سے مرجاتا۔ آج کل ہم مشائخ کا غلغلہ تو بہت سنتے ہیں لیکن کسی شیخ میں ایسی باطنی قدرت نہیں پاتے۔

حضرتِ والا کو غیرت آئی۔ فرمایا حضرت بایزید روح کو کھینچ لیتے تھے لیکن اسے لوٹا نہیں سکتے تھے۔ لیکن میرے دل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قلبِ اطہر کے زیرِ سایہ تربیت دی ہے اور ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ میں اگر چاہوں تو روح کو جسم سے کھینچ لوں اور اگر چاہوں تو لوٹا دوں۔

پھر حضرت والا نے میری طرف دیکھا اور میری روح کو جذب کرلیا۔ میں زمین پر گر پڑا اور مرگیا اور اس دنیا کا مجھے کوئی شعور نہ رہا سوائے اس کے کہ اپنے آپ کو ایک بہت بڑے سمندر میں غرق پایا۔ پس آپ سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے دیکھو یہ زندہ ہے یا مردہ۔ اس نے غور کیا اور کہا یہ مردہ ہے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو اسی طرح مُردہ چھوڑ دوں اگر تو چاہے تو میں اسے زندہ کردوں۔ اس نے کہا اگر یہ زندہ ہوجائے تو بڑی رحمت ہوگی۔ حضرت والا نے دوسری مرتبہ توجہ ڈالی تو میں زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرین حضرتِ والا کی قوتِ حال سے متعجب ہوئے۔
انفاس العارفین اردو صفحہ ۱۵۱

---

[1] مولانا اشرف علی تھانوی نے "مردوں کا زندہ کرنا" کے عنوان سے مردہ زندہ کرنے کے کئی واقعات بیان کئے ہیں۔ (دیکھئے جمال الاولیاء صفحہ ۲۲) مولانا رشید احمد گنگوہی رقمطراز ہیں کہ مردہ زندہ کرنا خود خرقِ عادت وکرامت ہے (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۲)

کہا فتح ہوگی، فتح ہوئی

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ رستم اور اسد اللہ یہ دونوں رئیس پھلت کے لوگوں کو تکلیف دیتے تھے۔ ایک مرتبہ پھلت والوں کے خلاف ایک فوج لے آئے، وہ بے چین ہوگئے اور مجھ سے درخواست کی میں نے کہا تمہیں فتح حاصل ہوگی اور آیتہ کریمہ "کَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةًۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ" کا مضمون ظہور پذیر ہوا۔ اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ڈاکہ زنی، فساد فی الارض اور دوسرے جرائم میں متہم ہوئے اور ان کے قریب ترین لوگوں نے اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان کا حال بیان کیا۔ بادشاہ نے ان کے گرفتار کرنے اور بیڑیاں پہنا کر حاضر کرنے کا حکم دیا۔ حاکم نے ہوشیاری سے انہیں قید کرلیا اور لشکر میں بھیج دیا اور وہاں ہی مرگئے۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۱

مستقبل کی آگ سے حفاظت کے لئے پیشگی حد بندی

حضرت والد ماجد فرماتے تھے، مجھے دکھایا گیا کہ پھلت میں آگ لگ گئی ہے میں نے اسی وقت باطنی طور پر مخلصین کے گھروں کے ارد گرد لکیر کھینچ دی اور خوشخبری دی کہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک محفوظ رہیں گے۔ کچھ عرصہ بعد قصبہ میں آگ لگ گئی اور بعض لوگوں کے گھر جل گئے۔ منافقین نے اسے محل بحث بنالیا۔ میں نے کہا ذرا سوچو کہ یہ میری حد بندی سے خارج تھے یا اس میں داخل تھے۔ جب انہوں نے ذرا سوچا تو میری حد بندی سے باہر نکلے اور بکواس کرنے والوں کے منہ بند ہوگئے۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۱

بغیر زادِ راہ حج کیا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ گھر سے نکلے بغیر زادِ راہ اور اہلِ خانہ سے رخصت لئے بغیر حج کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں ان کے بعض مخلصین ان سے ملتے اگر کوئی

تنہا اور مجرد تھا تو اسے ساتھ لے لیا اور اگر عیال دار تھا تو اسے واپس کر دیا۔ اور فرمایا ہم نے دُور دراز سفر کا ارادہ کیا ہے۔ وہ اسی طرح چلتے رہے اور ایک مدّت تک وہاں حجاز میں قیام کیا اور پھر امن و سلامتی سے لوٹے۔ اس سفر میں ان سے بڑی بڑی کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب گھر سے نکلے تو ان کے پاس ایک چونّی تھی، راستہ میں کہیں بھی اس کی ضرورت نہیں پڑی یہاں تک کہ واپس گھر آ گئے اور وُہ چونّی ان کی جیب میں تھی۔ انفاس العارفین اُردو صہ ۵۱

طعام میں برکت

والد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دونوں بھائی خواجہ خرد کی خدمت میں تھے۔ ان پر بھوک نے غلبہ کیا جس کی وجہ سے وہ سبق نہیں پڑھا سکتے تھے۔ آپ نے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ طعام ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ایک بچے کے لئے تھوڑا سا کھانا پکایا ہے۔ فرمایا اس میں سے کچھ لاؤ۔ وہ اس میں سے بہت ہی تھوڑا پیالی میں لائے۔

انہوں نے ہاتھ دھوئے اور حاضرین سے فرمایا آؤ کھاؤ، یہ سب کیلئے کافی ہو گا۔ تمام لوگ بہت حیران ہوئے ہمیں دوسرے انداز میں پھر فرمایا ہم آگے بڑھے اور تینوں نے مل کر کھایا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے اور پیالی میں کچھ بچ رہا، وہ اس بچے کے لئے بھیج دیا۔ انفاس العارفین اُردو صہ ۳۹

حضرت شیخ محمد علیہ الرحمۃ کے ایک مخلص نے دعوت کی اور کھانا تیار کیا جو پندرہ آدمیوں کو کفایت کرتا تھا۔ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ملوسہ کا حاکم ایک بڑی جماعت کے ساتھ آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ صاحب طعام (میزبان) مضطرب ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کام کی فکر نہ کرو، اس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ پھر فرمایا بہت سی صحنکیں (ڈشیں) لاؤ۔ تمام لوگوں کو کھانا کافی ملے گا اور تمام سیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر آپ نے تبسّم فرمایا اور کہا فقیر کبھی کبھی ایسا بھی کرتے ہیں۔
انفاس العارفین اُردو صفحہ ۲۷

ناواقف بہروپیئے کا نام بتایا اور پیشگوئی کی جو درست نکلی

حضرت والد فرماتے تھے، شیخ ایوب مراد آبادی ہمیں ملنے کیلئے آئے۔ امتحان کی غرض سے تمام ساتھیوں اور ساز و سامان کو پیچھے چھوڑ کر تنہا اپنی ہیئت تبدیل کر کے آئے میں اس وقت تیر اندازی کر رہا تھا۔ میں نے انہیں دیکھتے ہی کمان کو رکھ دیا اور کہا خوش آمدید۔ خیر و عافیت سے آئے۔ حیران ہوئے، کہنے لگے میں نے اس سے پہلے آپ سے ملاقات نہیں کی۔ کیا حضرت والا مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمایا تمہارا نام ایوب ہے۔ انہوں نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میرا نام ایوب ہے۔

فرمایا، جوں ہی میں نے تمہیں دیکھا میرے دل نے گواہی دی۔ پھر شیخ ایوب نے کہا مجھے معلوم ہوا کہ بلاشک و شبہ یہ کرامت ہے۔ آپ مجھے بتایئے کہ جس کام کیلئے میں لشکر میں جا رہا ہوں، ہو گا یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد وہ کسی ضرورت کیلئے لشکر چلے گئے۔ ہر چند انہوں نے کوشش کی مگر کوئی نفع نہ ہوا۔

انفاس العارفین اردو صہ ۹۷

بیس سال سوئے نہیں

حضرت شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ فرماتے تھے بیس سال سے میں سویا نہیں، لیٹ جاتا ہوں اور اوپر چادر تان لیتا ہوں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں سو رہا ہوں۔

انفاس العارفین اردو صہ ۱۵۴

اللہ کے ولی مدد فرماتے ہیں

یہی راوی (شیخ منظفر رہتکی) بیان کرتے ہیں کہ جب درگ داس کے واقعہ سے رہتک کا گرد و نواح ویران ہو گیا تو میں تمام قبائل کو دہلی لے آیا۔ اس وقت تمام زمیندار درندے بن چکے تھے۔ باوجود کثرت قبائل عورتوں اور ساز و سامان کے ساتھ میرے بغیر کوئی دوسرا مرد میدان نہیں تھا۔ خلاف توقع راستے کے فتنوں سے ہم محفوظ رہے۔ ایک

لگے دیہاتی جمع ہو گئے اور دست درازی کرنا چاہی۔ میں نے تیر کمان میں چڑھا کر ان پر حملہ کردیا۔ وہ شکست کھا گئے، خیمہ یا چھپر کے پیچھے چھپ گئے۔

جب میں حضرت (شیخ ابو رضا علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں پہنچا تو بڑی خوش دلی سے ملے اور فرمایا ہم اس سفر میں تمہارے ساتھ تھے۔ اور تمہاری امداد و حفاظت کرتے تھے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب دیہاتیوں نے دست اندازی کرنا چاہی اور تو تنہا تھا، ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے فلاں آفت کو ان پر دے مارا یہاں تک کہ وہ دہشت زدہ ہو گئے اور چھپر کے پیچھے ہو گئے۔ (انفاس العارفین اردو ص ۱۴۷)

والد صاحب فرماتے تھے محمد فاضل نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو اجمیر بھیج دے راستہ کے خطرناک ہونے کی وجہ سے خود بھی ساتھ جانا چاہا۔ جب رخصت ہونے کے لئے میرے پاس آیا تو میں نے کہا تمہارے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خیر و عافیت سے لوٹے گا۔ ہاں البتہ اجمیر سے واپسی پر دو منزل ادھر ڈاکو قافلہ پر حملہ کریں گے مگر ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ انہیں اپنی گاڑی کو ایک طرف کر لینا چاہیے۔ جب وہ وقت ہوا تو حضرت والد متوجہ ہوئے۔ اس توجہ کے دوران ان کے جسم پر ملال ظاہر ہوا۔ حاضرین نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ چند روز مسافت طے کرنے کی وجہ سے تھکاوٹ ہو گئی ہے۔

جب اس کا لڑکا واپس آیا تو اس نے بتایا کہ اس جگہ ڈاکو آئے تھے۔ ہم نے اپنی گاڑی کو ایک طرف کر لیا۔ حضرت والا کی شبیہ ظاہر ہوئی۔ ڈاکوؤں نے تمام قافلہ لوٹا مگر میری گاڑی محفوظ رہی[1] انفاس العارفین اردو ص ۹۷-۹۸

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں حاجتمند لوگ اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی مخاوف و مہالک میں امداد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور انکے مصائب کو دور کر دیتی ہیں۔ (مکتوب نمبر ۱۸ دفتر دوم)

(باقی اگلے صفحہ پر)

غائبانہ تلاش فرمائی

حضرت والد ماجد فرماتے تھے محمد ...
اورنگ زیب کے لشکر میں گیا ہوا تھا ...
کو گئے ہوئے بہت دیر ہو گئی اور کوئی خبر نہ آئی۔ اس کا بھائی محمد سلطان بہت غمگین
ہوا۔ اس نے مجھ سے التجا کی۔ میں نے بہت توجہ کی۔ لشکر میں ایک ایک خیمہ میں جا کر
دیکھا لیکن مجھے نہ ملا۔ میں نے اسے مردوں میں تلاش کیا، نہ ملا۔ میں نے لشکر میں اردگرد ...
ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بیماری سے صحتیاب ہوا ہے۔ غسل کر کے شتروی رنگ کپڑا ...
کر کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، اور آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے اس کے بھائی کو بتایا۔
دو تین ماہ بعد آیا اور اسی تفصیل سے قصہ بیان کیا۔

انفاس العارفین اردو ص۱۰۳ ...

شاہ عبدالرحیم پانی پر چلتے رہے [1]

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ...
بغیر زاد راہ سفر حج کے دوران ایک ...

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حصن حصین مترجم ص۱۶۲ میں ہے: یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ، یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ، یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ مولانا اشرف علی تھانوی نقل کرتے ہیں کہ "شیخ ابو اسحاق شیرازی کعبہ مکرمہ کو بغداد میں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔" (جمال الاولیاء ص۲۴)

[1] مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ "دریا کا شق ہو جانا اور اس کا خشک ہو جانا یا پانی کے اوپر ... اوپر کو چلا جانا (کرامت کی) یہ تینوں قسمیں بہت واقع ہوئی ہیں"۔ (جمال الاولیاء ص۲۳)
عقائد نسفی میں ہے "پس ظاہر ہوتی ہے کرامت بطریق خرق عادت کے ولی کیلئے، جیسے طے کرنا مسافت دور دراز کا تھوڑے عرصہ میں ______ اور غیب سے ظاہر ہونا کھانے پینے کی چیزوں کا اور لباس کا حاجت کے وقت ______ اور چلنا پانی پر، چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو ایک لڑائی پر بھیجا۔ راستے میں ایک جگہ گہری ندی آئی تو انہوں نے اللہ بزرگ کے نام کے ساتھ دعا کی اور پانی پر چلنے لگے (تہذیب العقائد اردو ترجمہ شرح عقائد نسفی ص۸۳-۸۲)

جہاز میں اپنے ساتھیوں کے سامنے اولیاء کے مقامات و کرامات بیان کرتے تھے۔ ارض
پانی پر چلنے کی بات چل نکلی۔ ملاح نے انکار کیا اور کہا اس قسم کے جھوٹ ہم بہت سنتے
ان کی کوئی اصلیت نہیں۔ ان کو غیرت آئی اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ لوگوں نے ملاح
ملامت کی، وہ بھی شرمندہ ہوا کہ ایک فقیر میرے مجادلہ کی وجہ سے ہلاک ہوا اور ان کے دوستوں
وان کی جدائی سے دکھ ہوا۔ انہوں (والد صاحب) نے اونچی آواز سے پکارا کہ میں
بہ عافیت سے پانی پر سیر کر رہا ہوں تم پریشان نہ ہو۔ اس ملاح اور تمام لوگوں
نے توبہ کی اور عجز کا اظہار کیا۔ آپ اس کے بعد جہاز میں آ گئے۔

انفاس العارفین اردو ص ۵۲

حملہ آور بھاگ گئے

حضرت والد ماجد فرماتے تھے، اسد علی کا اپنے بعض شرکاء کے ساتھ جھگڑا ہو گیا وہ
جمع ہو گئے اور چاہا کہ اسے ہلاک کر دیں۔ وہ میرے پاس آیا اور بہت گریہ و زاری
کی۔ میں اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے کہا جاؤ، ثابت قدم رہو اور کسی شخص
سے مت ڈرو۔ اس کے شرکاء ہزاروں کی تعداد میں اس پر حملہ آور ہوئے۔ اس کے صرف بیس
ساتھی تھے۔ آخر کار انہوں نے میری شکل دیکھی کہ انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین
کر رہی ہے۔ اس نے بندوق چلا دی جو دشمن کے گھوڑے کو لگی وہ گر پڑا۔ دشمن
ذلیل اور مرعوب ہو کر بھاگ گئے۔

انفاس العارفین اردو ص ۱۰۲

خواب میں لڈو ملے، بیداری میں موجود تھے

سید محمد وارث ذکر کرتا ہے کہ مجھے ایک سفر پیش آ گیا۔ میں نے جناب
"شیخ محمد علیہ الرحمۃ" کی خدمت میں رجوع کیا۔ مجھے آپ نے عافیت کی خوشخبری دی۔
اتفاقاً راستہ میں ایک رات ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور ہلاکت کا خوف طاری ہو
گیا۔ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی اثناء میں مجھ پر کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے آپ کو

خواب میں دیکھا فرماتے تھے، اے فلاں! تجھے کس نے منع کیا ہے، اٹھو اور جاؤ۔ اور دو لڈو جو مٹھائی کی ایک قسم ہے مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے انہیں اپنی جیب میں محفوظ رکھا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ دونوں لڈو میرے پاس تھے۔ میں اٹھا اور سوار ہو کر چل دیا۔ تمام ڈاکو مجھ سے غافل رہے اور کسی شخص نے تعرض نہ کیا۔ وہ لڈو عرصہ تک میرے پاس رہے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو میں نے انہیں کھالیا۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۷۱-۰۰

ولی اللہ کی شجاعت اور ڈاکوؤں کی توبہ

حضرت والد ماجد نے موضع شکوہ پور کہ شیخ معظم کا تعلق (علاقہ) تھا، کے ایک بوڑھے زمیندار سے سنا کہ ایک مرتبہ تقریباً تیس ڈاکوؤں نے اس بستی کے مویشی لوٹ لئے۔ اس وقت شیخ معظم بھی اس بستی میں موجود تھے۔ ان کی اولاد، بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں میں سے اس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ انہیں (شیخ معظم کو) اس حادثہ کی لوگوں نے اطلاع دی۔ اس وقت دسترخوان بچھ چکا تھا اور کھانا رکھا جا چکا تھا۔ ان سے کسی عجلت اور بے چینی کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ حسب معمول کھانے سے فارغ ہوئے ہاتھ دھوئے پھر فرمایا کہ میرے ہتھیار لاؤ اور گھوڑا تیار کرو۔

جب سوار ہو گئے تو کسانوں کی ایک مسلح جماعت ہمراہی کے لئے نکلی۔ انہوں نے تمام لوگوں کو واپس کر دیا اور فرمایا ہم انتہائی تیزی سے جائیں گے تو تم میرے گھوڑے کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکو گے۔ صرف راوی قصہ کو ساتھ لے لیا جو گھوڑے کے ساتھ بھاگ سکتا تھا تاکہ قوم کو اس داروگیر سے جوان کے اور ڈاکوؤں کے درمیان ہو، خبر دے سکے۔ وہ دوڑے چلے جا رہے تھے، یہاں تک کہ وہ ان ڈاکوؤں کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت وہ اپنے گھروں میں داخل ہو رہے تھے۔ غیرت انگیز کلمات سے ڈاکوؤں کی جماعت کو واپس لائے پھر انہوں نے ایک تیر سے دو آدمیوں کو گرانا شروع کر دیا۔ جب دو تین تیر ایسے انہوں (ڈاکوؤں) نے مشاہدہ کئے

زبردست رعب اس جماعت کے دلوں پر طاری ہوگیا اور زندگی سے مایوس ہوکر انہوں نے فریاد کی کہ ہم توبہ کرتے ہیں، ہمیں معاف کیجئے۔

شیخ معظم نے کہا تمہاری توبہ یہ ہے کہ اپنے ہتھیار ڈال دو۔ ہر ایک دوسرے کے ہاتھ باندھ دے۔ سواری، ہتھیار اور گھوڑے لے کر اس بستی میں پہنچو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے دین و مذہب کے مطابق انہوں نے مؤکد قسمیں کھائیں کہ وہ دوبارہ اس قصبہ کا رخ نہیں کریں گے، اور شیخ معظم کی رائے کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۴۶-۲۴۵

شیخ شمس الدین مفتی کا جنازہ غائب

شیخ شمس الدین مفتی نے وصیت کی کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کے جنازہ کو اس مسجد جو ان کی عبادت گاہ اور اعتکاف گاہ تھی، میں رکھیں۔ تھوڑی دیر اسے خالی رکھیں۔ اس کے بعد اگر وہاں جنازہ موجود ہو تو دفن کر دیں ورنہ واپس آجائیں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک ساعت کے بعد جب تلاش کیا گیا تو جنازہ کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا۔ حضرت والا شاہ عبدالرحیم جب اس حکایت کو بیان کرتے تھے تو اس کی تائید فرماتے تھے۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۴۷

جنگ میں شہدائے متمثل ہوکر حصہ لیا اور فتح کی خوشخبری دی اور فتح بھی ہوئی

اس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے شیخ عبدالغنی کی بعض اولاد سے سنا ہے کہ وہ عالم متقی اور پرہیز گار تھے۔ اور جلال الدین اکبر ان کی تعظیم و توقیر کرتا تھا جب بادشاہ نے الحاد اور بے دینی اختیار کرلی تو دوستی کا رشتہ ٹوٹ گیا، بلکہ ایک دوسرے سے شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ ایک مدت کے بعد بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آگئی۔ اس طرف مسلسل افواج بھیجتا تھا

لیکن فتح نہیں ہوتی تھی۔ اسی اثناء میں ایک رات امام ناصر الدین ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ
کے مزار کے بعض معتکفین نے عالم بیداری میں دیکھا کہ ایک بیس مسلح جماعت کے ساتھ آ
ان کے ساتھ ایک مشعل تھی۔ وہ روضۂ امام میں داخل ہو گئے۔ دیکھنے والے نے سمجھا کہ
مسافر ہیں جو زیارت کے ارادہ سے آئے ہیں۔ ایک نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ وہ بزرگ
قبر میں داخل ہو گیا اور اس جماعت میں ہر شخص ایک ایک قبر میں داخل ہو گیا۔

اس نے ان میں سے بعض سے سوال کیا کہ یہ سردار کون ہے اور یہ جماعت کیسی ہے
اس نے کہا یہ شہدا کی ایک جماعت کے ساتھ امام (ناصر الدین) ہیں۔ اس نے پھر سوال کیا کہ
یہ لوگ کہاں گئے تھے، اور کیا کام کیا۔ اس نے کہا چتوڑ فتح کرنے کیلئے گئے تھے
اور اسے فلاں وقت فلاں برج کی طرف سے فتح کر لیا۔ شیخ عبد الغنی کو جب اس واقعہ
اطلاع ملی۔ فتح کی خوشخبری اور صورت واقعہ پوری کی پوری بادشاہ کی خدمت میں پہنچا
کچھ دنوں بعد فتح چتوڑ کی خبر اسی کے مطابق موصول ہوئی جس میں سر مُو فرق نہیں تھا

انفاس العارفین اردو ص ۲۴۲-۳

باب دہم

صحبتِ صالحین

صُحبت صالحین

اگر آپ یعنی حضرت میر ابو العلیٰ سے کوئی وصولِ حق کی طلب کرتا، دریافت فرماتے کہ محنت و مشقت سے حاصل کرنا چاہتے ہو یا مفت، اگر پہلی صورت اختیار کرتا تو اُسے ذکر کا طریقہ لکھ دیتے۔ اگر دُوسری پسند کرتا تو اسے فرماتے ہماری مجلس میں آیا کرو۔

فرماتے تھے جس شخص نے ہماری صحبت میں آکر کچھ فیوض حاصل کئے بالفرض اگر وُہ دولت آباد جاکر گناہ کا مرتکب ہو تو جو کچھ اس نے حاصل کرلیا ہے وہ اس سے زائل نہیں ہو گا البتہ ترقی کا راستہ بند ہو جائیگا ـــ اگر کوئی ہماری مجلس میں اس طرح راحت و اطمینان محسوس کرتا ہے جیسا کہ شدید گرمی میں جنگل کا سفر کرنے کے بعد کوئی شخص اچانک ٹھنڈے سایہ دار درخت کے نیچے پہنچ جائے تو ایسے شخص کے لئے ہماری صحبت مبارک ہے ورنہ وُہ دُوسری جگہ چلا جائے۔

انفاس العارفین اُردو صـ ۲۰۴

صُحبتِ اولیائ کا التزام

شیخ رفیع الدین محمد علوم ظاہری اور باطنی کے جامع اور کتبِ تصوّف کے ماہر تھے، اور صوفیہ کے رموز بیان کرنے میں پوری قدرت رکھتے تھے۔ پہلے اپنے والدِ بزرگوار سے طریقہ چشتیہ اور قادریہ اخذ کیا۔ انہیں شیخ نجم الدین کی صحبت بھی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اپنے والد کی ترغیب پر خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ کی صحبت کا التزام کیا اور ان کی نسبت ان پر غالب آگئی۔

انفاس العارفین اُردو صـ ۲۵۹

صحبتِ اولیائ سے ادب حاصل ہوتا ہے

حضرت والد فرماتے تھے ایک روز میں آپ (خلیفہ ابو القاسم) کی خدمت میں حاضر

ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حمام جانے کی تیاری کر کے گھر سے نکلے ہیں۔ جب مجھے دیکھا تو واپس آگئے اور چمچہ، گلاب اور بتاشے لے آئے اور میرے سامنے رکھ دیے۔ فرمایا اگر چاہو تو بتاشے کھاؤ، خواہ شربت کر کے پیو، تمہیں اختیار ہے۔

ان کے مریدوں میں سے ایک درویش نے جلدی سے کہا سردی کا وقت ہے بتاشے کھانے زیادہ مناسب ہیں۔ وہ خاموش رہے اور مجھ سے پوچھا تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ میں نے عرض کیا شربت۔ پوچھا کس وجہ سے؟ میں نے عرض کیا اس کا مجملاً جواب تو یہ ہے کہ آپ چمچہ، بتاشے اور گلاب لائے ہیں۔ اگر ہم بتاشے کھاتے تو یہ دوسری چیزیں بے کار رہ جاتی ہیں، حالانکہ اولیاء کے فعل میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ اور تفصیلی جواب یہ ہے کہ آپ حمام میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حمام کی بے چینی کو شربت تسکین دیتا ہے۔ خاکسار لمبا سفر کر کے آیا ہے اور خفقان کا مریض بھی ہے۔ شربت خفقان کیلئے تسکین کا باعث ہے۔

جب آپ نے یہ باتیں سنیں تو اس درویش کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا میں نے تجھ سے نہیں پوچھا تھا، تو نے کیوں جواب دیا۔ بے ادب ہماری صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ اٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ اور اس پر بہت خفا ہوئے۔ فقیر نے عرض کی یہ درویش ہے مجھے بد دعا دے گا کہ میری وجہ سے وہ صحبتِ مبارک سے محروم ہوا۔ اس بار مہربانی فرما کر معاف فرما دیجیے۔ اگر دوبارہ ایسا قصور کرے تو آپ کو اختیار ہے۔ آپ نے اسے معاف کر دیا۔ آپ اس طرح ادب سکھاتے تھے۔

انفاس العارفین اردو ص ۵۳-۵۴

ہمنشیں بدبخت نہیں رہتا

راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ یہ بات بھی عجیب اتفاقات سے ہے کہ حضرت والد ماجد کچھ عرصہ کے لیے سیر کو گئے۔ اس فرصت میں محمد فاضل حضرت والا کا طویل محبت اور عظیم کرامات کے مشاہدہ کے باوجود فساق کی مجلس میں پڑ کر شراب نوشی میں منہمک

ہوگیا۔ جب حضرتِ والا اس سفر سے واپس آئے اور یہ قصہ سنا تو سخت ناراض ہوئے۔ محفل شراب میں بوتلیں توڑ دی گئیں اور صراحیاں اوندھی ہوگئیں اور اس پر زبردست ہیبت طاری ہوگئی۔ دوبارہ اس نے پکی توبہ کرلی اور اولٰئِكَ لا یشقیٰ جلیسھم[1] کا مفہوم ظاہر ہوگیا۔ انفاس العارفین اردو ص ۹۹-۹۸

صحبت کے ثمرات

سیّد عبدالرحیم اور سیّد ہاشم آپ (شیخ محمد) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت اور صحبت کے لئے ربط پیدا کیا۔ آپ کی صحبت کی تاثیر سے ہر ایک میں عجیب حالت سرایت کرگئی[2]

سیّد عبدالرحیم کو دلوں اور قبور کا کشف حاصل ہوا۔ جس قبر کے پاس جاتا اس کا حال بیان کرتا۔ ایک مرتبہ کھاتولی کے نزدیک کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ زمین سے ایک شعلہ نکلا ہے اور آسمان سے جاکر مل گیا ہے۔ جب قبر کے نزدیک پہنچا تو کہا شعلہ اس قبر سے نکلتا ہے۔ جب تحقیق کی تو وہ صاحبِ قبر ظلم وستم سے متصف نکلا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کسی شخص کے سامنے جاتا اور اس کے دل میں پوشیدہ باتوں کو بیان کرتا۔ آہستہ آہستہ اس کی عقل جاتی رہی اور مجذوبوں کی طرح پھرتا تھا۔ اس کی والدہ نے حضرت کی خدمت میں بہت گریہ زاری کی، فرمایا اسے چند روز میرے پاس رہنا چاہیئے۔ اسے ایک مدّت تک آپ کی نظر کے سامنے رکھا گیا۔ چند دنوں میں افاقہ ہوگیا ——— اور سید ہاشم کی یہ کیفیت ہوگئی کہ جس شخص کو جن پریشان کرتا اسے دیکھتے ہی جن بھاگ جاتا۔ ایک دنیا

---

[1] یہ حدیث بخاری و مسلم کے حوالہ سے جناب مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے دفتر اوّل مکتوب ۸۲-۹۰ میں درج فرمائی ہے۔

[2] حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تھوڑی سی دیر اولیاء کی ہم نشینی سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ (دفتر اول مثنوی شریف مترجم)

ان کی نظر کے سبب جن کے آسیب سے نجات پاتی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ بھی مجذوب ہو گیا۔ صحرا اور بیابان میں پھرتا تھا۔ ایک رات ایک ہندو فقیر کے تکیہ پر پہنچا جو ہندوؤں کا مقتدا تھا۔ اس نے جادو کر دیا۔ تالاب کے کنارے سے سنگریزوں پر خشک چمڑے کے گزرنے کی آواز آتی تھی۔ اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اس کے بعد ایک خوفناک بھینسے کی شکل میں دیو متمثل ہوا اور اس پر حملہ کر دیا۔ وہ پوری مستی میں حق حق کہتا ہوا اس کی طرف بڑھتا تھا۔ ایک ساعت میں ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں پھیل گیا۔ جب اس ہندو نے یہ واقعہ مشاہدہ کیا تو مسلمان ہو گیا۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۷۲

آستاں بوسی کا شوق جائز اور صحبت کثیر البرکت ہوتی ہے۔

"حضرت شیخ فقیر اللہ حضرت شاہ عبد الرحیم کے حضور ایک مکتوب میں لکھتے ہیں"

اس سے پہلے بھی یہ بات روشن تھی مگر آپ کی کثیر البرکت صحبت کی برکت سے یہ دولت مکمل طور پر حاصل ہو گئی ہے۔ اسی طرح دنیا اور اہل دنیا کی بے اعتباری، گھٹیا پن اور ان دونوں سے بے رغبتی بھی ان دنوں زیادہ ہو چکی ہے۔ دنیوی ترقی کی باتوں سے بھی دل کو خوشی نہیں ملتی۔ فقر کی بے تعلقی اور بے سرو سامانی کی وضع مستحسن اور پسندیدہ نظر آتی ہے۔ جس طرح اہل دولت، دولت کے زوال کو ناپسند کرتے ہیں۔ احقر اس فقیرانہ وضع کے زوال کو ناپسند کرتا ہے۔ اگرچہ اس بلدہ مکرم (دہلی شریف) میں اقامت کے دوران یہ کیفیت کم تھی مگر جو فیوض و برکات حاصل کئے وہ حد و شمار سے باہر تھے۔ ان دنوں آپ کی نسبت رابطہ نے بے اختیار مغلوب کیا ہوا ہے۔ اکثر اوقات آپ کی صورت مبارک حاضر رہتی ہے جو اس کمینہ درگاہ کو بے خود اور بے قرار کر دیتی ہے اور آستاں بوسی کا شوق اس حد تک جا پہنچا ہے کہ نہ نیند میں چین نہ بیداری میں آرام ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ تک کیسے پہنچوں۔ گرمی اور بارش کی شدت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنے کی جرأت

نہیں کرسکتا کیونکہ ایک مرتبہ ایسا کرنے سے گرمی کی وجہ سے قریب المرگ پہنچ گیا تھا۔ بعض دوسرے ظاہری موانعات بھی سدّراہ ہیں۔ موسم برسات گزرنے کے بعد توقع ہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہوا تو تنہا آستانہ بوسی کا شرف حاصل کروں گا۔ اور اپنی استعداد کے مطابق فیضیاب ہوں گا۔

اگر آپ کی باطنی عنایات جو فی الفور پہنچتی ہیں تسلی بخش نہ ہوتیں تو درد شوق سے قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتا۔ لیکن چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ "میں تیری طرف غائبانہ متوجہ ہوں گا، اور غائبانہ توجہ سے تو فیض حاصل کرے گا" دل سے اس کو کچھ اطمینان حاصل ہے۔ بایں ہمہ شرفِ صحبت کا شوق ہے۔ امید رکھتا ہوں کہ جب تک پابوسی کا شرف حاصل نہیں ہوتا، غائبانہ توجہ عنایت فرمائیں گے۔ ہفتہ میں آپ نے توجہ کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا۔ پیر کے دن کو بھی توجہ کیلئے مقرر فرما دیجئے تاکہ ہفتہ میں دو روز احقر پر توجہ فرمائیں تو اس طرح پہلے سے زیادہ کام میں کشادگی ہو گی۔

انفاس العارفین اردو صد ۱۱۸-۱۱۷

صحبت کی جستجو پر اصرار

شیخ امان اللہ نے کابل جانے کا ارادہ کیا حضرت والا (جناب شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ) سے دُعا کے طالب ہوئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا جہاں کہیں بھی جاؤ اہل اللہ کے متلاشی رہو۔ سالک یا مجذوب جس میں بھی اس کی خوشبو پاؤ اس کی صحبت اختیار کرو۔[۱]

انفاس العارفین اردو صد ۱۳۲

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے جناب سید محمود علیہ الرحمہ کو لکھا "بزرگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقے کا دارومدار صحبت پر ہے کہنے سُننے سے کام نہیں بنتا بلکہ یہ چیز طلب میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔ احتمال ہے کہ چند روز تک دہلی اور آگرہ کی طرف میرا جانا ہوگا۔ اگر آپ اکیلے دھر آجائیں اور رُو برُو ہو کر جلدی سے کچھ اخذ کرلیں تو اس کی گنجائش ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۶۱ دفتر اوّل)

ابو عمر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

صحبت سے مرتبۂ ارشاد حاصل ہوتا ہے

شیخ ابوالفتح عنفوان شباب میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور علم سے کامل حصہ پایا۔ پھر ان کی بلند ہمت، علوم سلوک باطن کی طرف مبذول ہوئی اور کافی عرصہ تک اس دور کے صوفیہ کی خدمت میں رہے۔ چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ شیخ عبدالعزیز کی خدمت میں پہنچے اور ان سے مستفیض ہوئے۔ اس کے بعد شیخ نظام نارنولی جو کہ مشاہیر مشائخ چشت اور خواجہ حانوی گوالیری کے خلفاء میں سے تھے کی صحبت میں رہے۔ یہی صحبت ان کے موافق آئی۔ کئی سالوں تک ریاضتیں کیں اور فیوض حاصل کئے۔ اور مرتبۂ ارشاد و تکمیل پر پہنچ کر اپنے وطن واپس ہوئے۔

انفاس العارفین اردو صـ۲۶۳

صحبتِ اولیاء منکرات سے بچاتی ہے

سید علی جو آپ (شیخ محمد) کے خاص مریدوں میں سے تھے ذکر کرتے ہیں کہ عنفوان شباب میں میں شراب نوشی میں منہمک تھا اور کسی برے کام سے باز نہیں آتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ اگر کسی بزرگ کی زیارت سے ان برے کاموں سے بیزار ہو جاؤں اور تقویٰ کا خیال میرے دل میں مستحکم ہو جائے تو میں ان کی صحبت کو لازم پکڑوں گا اور ان سے بیعت ہو جاؤں گا۔

حضرت والا (شیخ محمد) کسی کام سے بستی سرائے میں آئے۔ اس تعلق سے کہ میرے والد صاحب ان کے معتقد تھے، میں بھی آیا۔ حضرت والا نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ تم کہاں تھے اور کہاں نوکر ہو۔ اس قسم کی دو تین باتیں فرمائیں۔ میرے دل میں ان سے عجیب کشش اور ان برے کاموں سے نفرت پیدا ہو گئی اور لمحہ بہ لمحہ بڑھتی رہی۔ میں نے اٹھ کر شراب کی تمام بوتلیں توڑ دیں اور برے کاموں کے تمام اسباب دور کر دیئے۔ غسل کیا، نئے کپڑے پہنے، توبہ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی صحبت میں گھڑی بھر بیٹھنا میرے نزدیک ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (ازالۃ الخفاء اردو۔ اول صـ۱۷)

بیعت کی اور ان کی صحبت کو لازم پکڑا۔
انفاس العارفین صـ ۲۶۵

فیضِ صحبت

جب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت میں مشغول ہوئے تو شیخ قطب عالم بکثرت ان کی خدمت میں جاتے اور فیض صحبت جو اس طریقہ میں بہترین چیز ہے حاصل کرتے۔
انفاس العارفین صـ ۲۵۵

عالمِ ربانی کی صحبت اکسیرِ اعظم ہے

اے مخاطب اس (عالم ربانی) کا ساتھ نہ چھوڑ کہ کہیں ایسے شخص کی صحبت نہ فوت ہو جائے اور اس واسطے کہ بیشک یہ تو کبریت احمر اور اکسیرِ اعظم ہے۔ واللہ اعلم۔
شفاء العلیل، ترجمہ القول الجمیل صـ ۱۵۶

کاملین کی صحبت کی اہمیت

پانچویں شرط یہ ہے کہ بیعت لینے والا خود مرشدان کامل کی صحبت میں رہا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو۔ زمانہ دراز تک ان سے باطن کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہو۔ اور یہ صحبتِ کاملین اس لئے مشروط ہوئی کہ عادتِ الٰہی یوں ہی جاری ہوئی ہے کہ مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے، جیسے انسان کو علم نہیں حاصل ہوتا مگر علماء کی صحبت سے، اور اسی قیاس پر ہیں اور پیشے۔ الخ
شفا العلیل ترجمہ القول الجمیل صـ ۲۵ - ۲۶

لے سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "آج اس دولتِ عظمیٰ کا حصول اس بلند طبقۂ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضاتِ شاقہ اور مجاہداتِ شدید سے بھی وہ چیز میسر نہیں آسکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آجاتی ہے کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں نہایت بدایت میں درج ہے۔ یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہا پر جا کر میسر آتی ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ (دفتر اوّل مکتوب ۹۰)

بُرے ہمنشین کا نقصان

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ سو ہزار بھوکے بھیڑیوں کا ریوڑ بکریوں میں ایسا نقصان نہیں کرتا جیسا کہ ایک شیطان کرتا ہے اور سو ہزار شیطان ایسا نہیں کرتے جیسا ایک بُرا ہمنشین کرتا ہے

انتباہ مترجم صہ ۹۴

اغنیاء و امراء سے بھی صحبت نہ رکھے مگر ظلم دفع کرنے کی نیت سے یا انہیں بھلائی پر مُستعد کرنے کے لئے، اور یہ بھی وصیّت ہے کہ صحبت نہ اختیار کرے صوفیانِ جاہل کی اور نہ ہی جاہلانِ عبادت شعار کی اور نہ زاہد خشک فقیہوں کی اور نہ ایسے محدثین ظاہری کی جو فقہ سے عداوت رکھتے ہیں اور نہ ایسے اصحاب معقول اور کلام کی جو منقول کو ذلیل سمجھ کر استدلال عقلی میں افراط کرتے ہیں ملخصاً

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۱۵۸

کن لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے

ایسا عالم جو صوفی ہو، دنیا طلبی کا تارک ہو۔ ہر دم اللہ کے دھیان میں رہنے والا ہو۔ حالات بلند میں ڈوبا ہو۔ سنّت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں راغب ہو۔ حدیث اور آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا متجسّس ہو۔ الخ (کی صحبت اختیار کی جائے)

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۱۵۸

۱؎ حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "فساد یہ ہے کہ انسان پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرے ——— پیر ناقص طرق مختلفہ اور استعدادات مختلفہ میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے ابتداء سے طریقہ سلوک پر چلائے تو طالب کو بھی گمراہی میں ڈال دے جس طرح خود گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔" (مکتوب نمبر ۲۳۔ دفتر اوّل)

۲؎ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "اے شرافت و نجابت کے رتبہ والے! تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے، اور دین و شریعت کا پابند ہونا۔ تمام فرقوں میں فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت وجماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے ——— اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستے سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا تو اس کی صحبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیئے۔ الخ (دفتر اول مکتوب ۲۱۳)

باب یازدہم

طریقت و سلوک

طریقت و سلوک

دین کی ۲ دو حیثیتیں ہیں

معلوم ہونا چاہیئے کہ دین محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲ دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ جہاں تک دین کی ظاہری حیثیت کا تعلق ہے، اس کا مقصود مصلحتِ عامہ کی نگہداشت اور دیکھ بھال ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ احکام و معاملات جو اس مصلحتِ عامہ کے لیے بطور ذرائع و اسباب کے ہیں ان کا قیام عمل میں لایا جائے اور ان کی اشاعت میں کوشش کی جائے جن چیزوں سے مصلحتِ عامہ پر زد پڑتی ہو اور جن امور کی وجہ سے اس مصلحتِ عامہ میں تحریف ہوتی ہو ان کو سختی سے روکا جائے۔ یہ تو ہوئی دین کی ظاہری حیثیت۔

اب رہا اس کی باطنی حیثیت کا معاملہ تو نیکی و طاعت کے کاموں سے دل پر جو اچھے اثرات مترتب ہوتے ہیں ان کے احوال و کوائف کی تحصیل دین کی باطنی حیثیت کا مقصود اور نصب العین ہے۔ ارمغان شاہ ولی اللہؒ ۱۸۶ (از ہمعات)

حفاظت دین کی بھی ۲ دو حیثیتیں ہیں

جب یہ امر واضح ہو گیا کہ دین کی ظاہری اور باطنی ۲ دو حیثیتیں ہیں تو لامحالہ ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین کی حفاظت کا جو وعدہ کیا گیا تھا، اس کی حفاظت کی بھی لازماً ۲ دو حیثیتیں ہوں گی۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال (باکمال) ہوا تو آپ سے حفاظتِ دین کا جو وعدہ کیا گیا تھا آپ کے بعد اس وعدہ حفاظت کی ۲ دو شکلیں پیدا ہوئیں۔

دین کے ظاہر کے محافظین

وُہ بزرگ جن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے شریعت کی حفاظت کی استعداد ملی تھی وُہ تو دین کی ظاہری حیثیت کے محافظ بنے، یہ فقہا، محدثین نمازیوں اور قاریوں کی جماعت ہے۔ چنانچہ ہر زمانے میں اہلِ ہمت کی یہ جماعت مصروفِ عمل نظر آتی ہے دین کی تحریف کی اگر کہیں سے کوشش ہو تو یہ لوگ اس کی تردید میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تعلیم و ترغیب کے ذریعے یہ بزرگ مسلمانوں کو علومِ دین کی تحصیل کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اور ان ہی میں سے ہر سو سال کے بعد مجدّد پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے دین کی تجدید ہوتی ہے۔ ہمیں یہاں چونکہ اس مسئلے کی تفصیل مقصود نہیں اِس لئے صرف اشارے پر اِکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

دین کے باطن کے محافظین

دین کے محافظین کا دوسرا گروہ وُہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے باطن دین کی حفاظت کی، جس کا دُوسرا نام احسان ہے' استعداد عطا فرمائی۔ ہر زمانے میں اس گروہ کے بزرگ عوام النّاس کا مرجع رہے ہیں۔ طاعت و نیکوکاری کے اعمال سے باطن نفس میں جو اچھے اثرات مترتب ہوتے ہیں اور دلوں کو ان سے لذّت ملتی ہے یہ بزرگ لوگوں کو ان امور کی دعوت دیتے ہیں نیز یہ انہیں نیک اخلاق اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

عام طور پر یہ ہوتا آیا ہے کہ ہر زمانے میں اولیاء اللہ میں سے کوئی نہ کوئی ایسا بزرگ ضرور پیدا ہوتا ہے جس کو عنایتِ الٰہی سے اِس امر کی استعداد ملتی ہے کہ وُہ باطن دین کے قیام اور اشاعت کی کوشش کرے۔ باطن دین کہ اس کا مغز اور نچوڑ ہے 'احسان' یعنی اللہ کی اس یقین کے ساتھ عبادت کرنا کہ گویا عبادت کرنے والا اسے سامنے دیکھ رہا ہے۔ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس صفتِ احسان کا مظہر بنتا ہے۔ اور باطن دین کی اشاعت اور اس کی حفاظت کا کام اس طرح اس بزرگ کے ہاتھ سے سرانجام

پاتا ہے ؎

کارِ زلفِ تُست مشک افشانی، اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہُوئے چیں بستہ اند

باطن دین کے محافظین کی شان

اولیاء اللہ میں سے جو بزرگ اس صفتِ احسان کا مظہر بنتا ہے اس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں اس کی رفعتِ شان کا عام چرچا ہو جاتا ہے۔ خلقت اس کی طرف کھچی چلی آتی ہے۔ ہر شخص اس بزرگ کی تعریف کرتا ہے۔ نیز جو اذکار اور وظائف ملتِ اسلامیہ میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جن سے لوگوں کو فطری مناسبت ہوتی ہے۔ یہ اذکار اور وظائف اس کے دل میں وارد ہوتے ہیں۔ اس بزرگ کی صحبت اور باتوں میں جذب اور تاثیر کی غیر معمولی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے ہر طرح کی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ غرضیکہ یہ بزرگ کشف و اشراف کے ذریعے لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی مدد و قوت سے دنیا کے عام معمولات میں تصرّف کرتا ہے۔ اس کی دعائیں بارگاہِ حق میں مقبول ہوتی ہیں۔ اور یہ اور اس قبیل کی اور کرامات اس کی ہمت و برکت سے معرضِ وجود میں آتی ہیں۔

سلسلۂ طریقت کی بُنیاد

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریدوں اور طالبوں کی ایک کثیر جماعت اس بزرگ کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہے۔ یہ بزرگ باطن کی تہذیب اور اس کی اصلاح کیلئے اوراد و اشغال کو نئے سرے سے ترتیب دیتا ہے۔ یہاں سے اس بزرگ کے خانوادہ طریقت کی بنیاد پڑتی ہے اور یہ لوگ اس کے مسلک پر چلنے لگتے ہیں۔ اس خانوادے کی تاثیر و برکت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ طالب اور مرید بہت جلد اس مسلک کے ذریعے مراد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس خانوادے سے جو شخص خلوص رکھتا ہے اور اس کی تائید کرتا ہے وہ تو دنیا

ہیں فائز و کامران ہوتا ہے اور جو اس خانوادے کا برا چاہے اور اس سے فریب کھے د
ناکام و خاسر رہتا ہے۔ عوام تو عوام خواص کے دلوں میں بھی اس خانوادے کے ماننے
والوں کی ہیبت چھا جاتی ہے۔

(از ہمعات ارمغان شاہ ولی اللہ صد ۱۹۰-۱۸۸)

سلاسلِ طریقت کا تسلسل

ظاہر دین کی تجدید اصلاح کے ساتھ ساتھ باطن دین کے تزکیہ کیلئے بھی عنایت
الٰہی برابر انتظام فرماتی رہی ہے۔ چنانچہ جس طرح شریعت کے مجدّدین پیدا ہوتے رہے
ہیں، اسی طرح طریقت کے بھی اب تک بہت سے خانوادے ہو چکے ہیں، بہت سے
اس وقت بھی موجود ہیں اور امید ہے کہ بعد میں بھی ان کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

(از ہمعات ارمغان شاہ ولی اللہ صد ۱۹۲)

طلبِ حق اور اولیا اللہ کی تلاش [1]

"حضرت والد ماجد شاہ عبد الرحیم" فرمایا کرتے تھے۔ سید عبد اللہ در اصل قصبہ کھیڑی
کے رہنے والے تھے جو بارہہ کے نواح میں واقع ہے۔ ان کے والد نے کھیڑی کو وطن بنالیا
تھا۔ کم عمری میں ہی ان کے والدین فوت ہو گئے تھے۔ انکے دل میں اسی وقت سے خدا طلبی

---

[1] مولانا اسمٰعیل دہلوی کہتے ہیں: بے شک مرشد اللہ تعالیٰ کے راستے کا وسیلہ ہے۔
اللہ عزوجل نے فرمایا: یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی
سبیلہ لعلکم تفلحون۔ یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف (پہنچنے کیلئے) وسیلہ
ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو کہ شاید تم نجات پالو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات کے واسطے
یہ چار چیزیں ایمان اور تقویٰ اور وسیلہ کا طلب کرنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا مقرر فرمائے ہیں۔ اہلِ سلوک اس
آیت کو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں۔ پس حقیقی نجات کے لیے مجاہدہ سے
پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ہے۔" (صراطِ مستقیم اردو صد ۶۹)

کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ جگہ جگہ اولیاء اللہ کی تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ پنجاب کے ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچے جو علمِ قرأت میں مہارت تامہ رکھتا تھا اور صحرا کی ایک مسجد میں اپنا وقت گزار رہا تھا۔ لوگوں کے میل جول اور آمد و رفت سے فارغ انتہائی متوکل تھا سید صاحب ان کی خدمت میں رہ کر راہِ حق طلب کرنے لگے۔ انہوں نے سید صاحب سے فرمایا تمہاری تلقین و ہدایت ایک دوسرے بزرگ سے وابستہ ہے جہاں تم انشاء اللہ ضرور پہنچو گے البتہ حفظِ قرآن کی نعمت مجھ سے حاصل کیجیے چنانچہ سید صاحب اسی جنگل میں مدت تک ٹھہرے رہے اور قرآن حفظ کیا۔ ان کے فیضِ صحبت سے گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا کے آداب سیکھے اور نفس و شیطان کی کج روئیوں سے کنارہ کشی کے انداز سیکھے۔

انفاس العارفین اردو صہ ۲۴

شیخ اللہ داد شارح ہدایہ وغیرہ شیخ حسن کے شریکِ درس اور دوست تھے۔ انہوں نے شیخ حسن کی سید حامد راجی شاہؒ کی بیعت و متابعت کو تعجب کی نظر سے دیکھا کیونکہ سید صاحب مکتب کے علوم سے زیادہ بہرہ ور نہ تھے۔ شیخ حسن نے فرمایا علماء کی ایک جماعت کو سید صاحب کی خدمت میں جانا چاہیئے اور ان کے دل میں جو اشکال پیدا ہوں ان سے سوال کریں۔ اگر ٹھیک جواب مل جائے تو معتقد ہو جانا چاہیئے اور مُرید ہو جانا چاہیئے، ورنہ جیسے ان کی مرضی۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بعض اشکال (کے جوابات) تو راستے میں مل گئے۔ بعض علماء کے اعتراضات سید صاحب کے جمالِ پُر انوار کو دیکھتے ہی جاتے رہے اور باقی حضرات کے اشکالات ان کا پُر اسرار کلام سننے سے جاتے رہے۔ آخر کار (یہ سب علماء) حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

انفاسُ العارفین اردو صہ ۲۵۴

سِلسلوں کا ربط نعمتِ خداوندی ہے

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی

جو نعمتیں اس امّتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سلسلوں کا ربط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک صحیح و ثابت ہے۔

اِنتباہ مترجم صہ ۲

خانوادے بہت ہیں اور بہت تھے اور بہت ہوں گے ان کا حصر نہیں ہوسکتا ـــــــ الغرض اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جو اس ضعیف پر بہت سے احسان کیئے۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ مجھ کو ظاہر کے طور سے ان تمام خانوادوں کے ساتھ یا ان میں سے اکثر کے ساتھ ارتباط حاصل ہے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صہ ۹-۱۰

ہماری صحبت اور طریقت اور سلوک کے آداب کو سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک صحیح مشہور اور متصل سند کے ساتھ۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۱۷۳۔ اور ایسا ہی اِنتباہ صہ ۹ میں ہے۔

ضرورت مُرشد

شیخ ابو علی دقاق قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ جو درخت خود بخود اگتا ہے اس کا ثمر نہیں ہوتا اور جو اس میں ثمر لگا بھی تو اس میں لذّت نہیں ہوتی۔ اور سُنّتِ الٰہی جاری ہے اس پر کہ کوئی سبب ہو جیسے ظاہری توالد و تناسل بے ماں اور باپ کے نہیں حاصل ہونا اِسی طرح توالدِ معنوی کا حاصل ہونا بغیر مرشد کے مشکل ہے۔

رِسالہ مکیہ میں لکھا ہے: "مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ فَالشَّیْطَانُ شَیْخُہٗ" یعنی جس کا کوئی مرشد نہیں اس کا شیطان پیر[1] (مرشد) ہے۔

اِنتباہ مترجم صہ ۳۳

---

[1] مولانا رشید احمد گنگوہی رقمطراز ہیں کہ اس قول کے یہ معنی ہیں کہ جس کا کوئی راہ بتانے والا نہیں وہ شیطان کی کمند میں ہے (فتاوٰی رشیدیہ صہ ۴۷)۔

مولانا رُوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

ہر کہ اُو بے مرشدے در راہ شُد ‌‌ ‌ اُو ز غولاں گم رہ و در چاہ شُد

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شرائطِ مرشد

بیعت لینے والے یعنی پیر اور مرشد میں چند امور ہیں جن کا بحیثیت شرط پایا جانا ضروری ہے:

اوّل: قرآن اور حدیث کا علم ہے اور میری یہ مراد نہیں کہ اونچے درجے کا علم شرط ہے ــــ اور یہ ہم نے اس لئے شرط کیا ہے کہ بیعت سے مرید کو مشروعات کا امر کرنا اور خلافِ شرع سے روکنا اور تسکینِ باطنی کی طرف اس کی راہنمائی کرنا اور اس سے بُری عادات کا دُور کرنا، اور صفاتِ حمیدہ کا حاصل کرنا مقصود ہے ــــ یا یہ کہ ایسا مرد ہو جس نے متقی علماء کی بہت مدّت تک صحبت اختیار کی ہو۔ اور ان سے آدب سیکھا ہو اور حلال و حرام کا پہچاننے والا ہو اور قرآن اور حدیث سن کر ڈر جاتا ہو اور اپنے افعال اور اقوال اور حالات کو کتاب اور سنت کے موافق کر لینے والا ہو۔ واللہ اعلم

دوم عدالت اور تقویٰ: اور بیعت لینے والے کی دوسری شرط عدالت اور تقویٰ ہے تو واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز رکھتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔

سوم: موکدہ طاعات و عبادات کی حفاظت یعنی دنیا کا تارک اور آخرت کا راغب ہو اور دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہو ــــ

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) (جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا۔ (مثنوی۔ دفتر اوّل)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "پیر و مرشد کے بغیر چارہ نہیں" (مکتوب ۲۶۹ دفتر اوّل)

"پیر حق کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے" (مکتوب ۶۳ دفتر دوم)۔

مولانا اسمٰعیل دہلوی آیۃ کریمہ "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" کے تحت کہتے ہیں کہ "حقیقی نجات کیلئے مجاہدہ سے پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ہے۔ (صراطِ مستقیم۔ اردو ص ۶۹)

مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں: ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر   ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

(پیر کا توسل اختیار کر، یہ سفر بغیر پیر کے آفت اور خوف و خطر سے بہت پُر ہے۔ (مثنوی دفتر اوّل۔ مترجم)

چہارم: امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی مشروع کا حکم کرتا ہو اور خلافِ شرع سے روکتا ہو ــــــ اور صاحبِ عقلِ کامل ہو۔

پنجم: صحبتِ کاملین شرط ہے کہ بیعت لینے والا مرشدانِ کامل کی صحبت میں رہا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو زمانۂ دراز تک اور ان سے باطن کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہو اور یہ یعنی صحبتِ کاملین اس واسطے مشروط ہوئی کہ عادتِ الٰہی یوں جاری ہوئی ہے کہ مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے جیسے انسان کو علم حاصل نہیں ہوتا مگر علماء کی صحبت سے۔

ــــــ اور بیعت لینے میں ظہور کرامات اور خوارق عادات کا ہونا شرط نہیں اور نہ ترک پیشہ وری کا ــــــ اور دھوکا نہ کھاؤ اس سے جو درویش مغلوب الاحوال کرتے ہیں یعنی جو صاحبِ حال بسبب غلبہ اپنے حال کے کسبِ حلال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کے فعل کو دلیل نہ پکڑنا ترکِ کسب پر۔

منقول تو یہی ہے کہ تھوڑے پر قناعت کرنا اور شبہات سے پرہیز کرنا یعنی مال مشتبہ اور پیشہ مکروہ اور مشتبہ سے بچنا ضروری ہے (مختصراً)

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۲۰ تا ۲۷

طریقہ میں داخل ہونے سے مراد، اور بیعت کا مقصد

شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ اولیاء کا سلسلہ اور ان کے طریقہ میں داخل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس قوم صوفیہ کے مشرب اور ریاضات کو قبول کرنا اور عمل کرنا ہے۔ جو شخص اس قسم کا نہیں ہے وہ اولیاءؒ کے طریقہ میں داخل نہیں اگرچہ وہ بظاہر ربط پیدا کرے۔

انفاس العارفین اردو صہ ۱۵۸

بیعت طریقت کی قسمیں

بیعت بھی کئی قسم کی ہے۔
ــــــ ایک بیعت تو یہ ہے کہ گناہوں سے

توبہ کرے سو وہ عام ہے ہر مسلمان کے واسطے یعنی جس سے چاہے بیعت کرے اور جو چاہے بیعت لے لے۔
۔ اور ایک بیعت تبرک ہے کہ صالحین کے سلسلہ میں داخل ہو سو وہ بھی عام ہے
۔ اور ایک بیعت تحکیم ہے کہ شیخ کو سلوک طریقہ مجاہدہ میں اپنے پر حاکم کرے اور خوب کوشش سے اس رستے پر چلے سو یہ خاص ہے ارباب ارادت کے ساتھ۔

انتباہ مترجم ص۴

بیعت سنّت ہے

بیعت سنّت ہے واجب نہیں اس واسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے سبب سے حق تعالیٰ کی نزدیکی چاہی اور کسی دلیل شرعی نے تارک بیعت کے گنہگار ہونے پر دلالت نہ کی اور ائمہ دین نے تارک بیعت پر انکار نہ فرمایا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہو گیا اس پر کہ وہ واجب نہیں۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص۱۹-۱۸

اور اس بات میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسا فعل ثابت ہو جو آپ نے بطور عبادت کے کیا اور آپ نے اس کے متعلق خاص اہتمام فرمایا تو وہ فعل سنّتِ دینی سے کم تر نہیں (یعنی وہ سنّت ہے)

ارمغان شاہ ولی اللہ ص۱۹۹ ۔ شفاء العلیل ص۱۵-۱۴

مرید اور بیعت ہونا[1]

تم فقہا کو دیکھتے ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت سے مسائل کو اخذ کر لیتے ہیں

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "استاد اور پیر اسی غرض سے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی راہنمائی حاصل کریں اور ان کی برکت سے اعتقاد اور شریعت کے مطابق عمل کرنے میں آسانی اور سہولت ہو۔" (مکتوب نمبر ۴۱ ۔ دفتر سوم)

اور آپ کی ذات اقدس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑتے ہیں اور جب ہم نے اس اصول کو اصل قرار دے دیا تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم بیعت لینے کے مسئلہ کو اسی پر متفرّع کریں۔

فیوض الحرمین اُردو عربی مترجم صفحہ ۱۹۵

حضرت والد شاہ عبدالرحیم فرماتے تھے کہ خان عالم نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بزرگ کی خدمت میں گئے ہیں اور ان کی بیعت کی ہے۔ وہ چونکہ مصوری جانتے تھے علی الصبح اس بزرگ کی شکل کاغذ پر بنا کر حضرت خواجہ محمد باقی (علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں بھیجی اور خواب کی تعبیر پوچھی۔ حضرت خواجہ (علیہ الرحمۃ) نے کہلا بھیجا کہ ہم اس بزرگ کو پہچانتے ہیں، ان کے ساتھ رابطہ قائم کرلیں۔

انفاس العارفین اُردو صفحہ ۲۶۲

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ میرے والد صاحب (شیخ وجیہہ الدین) نے ایک سفر میں ایک شخص میں ولایت کے بعض شواہد مشاہدہ کیے اور اس سے بیعت کر لی۔ اور صوفیہ کے اشغال میں مشغول ہو گئے۔ اور کم گوئی اور لوگوں کی مجلس سے یکسوئی اختیار کی اور یہ چیز انہوں نے اس طرح ادا کی کہ اس زمانہ کے صوفیہ میں نظر نہیں آتی۔

کاتب حروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ شیخ مظفر رہتکی میرے والد اور شیخ ابو رضا محمد کے ساتھ ان کے والد شیخ وجیہہ الدین کے تعلق کو بیان کرتے تھے بعید نہیں کہ دونوں چشمہ ہائے شیریں سے شرفیاب اور ہر دو منبع زلال سے فیض حاصل کیا ہو۔

انفاس العارفین اُردو صفحہ ۲۴۷

دوسرا مذہب متاخرین کا ہے جن کے فیض سے کئی عالم منور ہوئے ہیں نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ سے ہے اور یہ وہ مذہب ہے کہ جب کوئی شخص ان کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے تو اسے ایسے افکار و اذکار جو حضوری اور شوق و عشق کی زیادتی، توحید، نفی ماسوا، گوناگوں تعلقات اور خلق کی محبت سے کنارہ کشی کا باعث ہوتے ہیں، میں مشغول ہونے کا حکم دیتے ہیں۔

انفاس العارفین اُردو صفحہ ۲۲۷

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت میں قبول فرمایا

'جناب والدِ ماجد شاہ عبد الرحیم' فرماتے تھے شیخ عبد العزیز قدس سرہٗ کو میں نے خواب میں دیکھا۔ فرمایا بیٹا!

کسی کے ہاتھ میں دستِ ارادت نہ دینا یہاں تک کہ حضرت خواجہ تمہیں قبول فرما لیں پھر تمہیں اختیار ہے۔ میں نے اس خواب کو خواجہ خرد کی خدمت میں بیان کیا اور اس کی تعبیر پوچھی اور عرض کیا آپ کے سوا اس شہر کے مشاہیر میں سے کوئی خواجہ کے لقب سے ملقب نہیں۔ فرمایا!

تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی بیعت میسر آئے گی۔ کیونکہ اس فقیر کا مرتبہ اس سے بہت فروتر ہے کہ حضرت شیخ عبد العزیز خواجہ کے لقب سے تعبیر کریں۔ فقیر (ولی اللہ) کو اسی طرح یاد ہے اور بعض دوست عبد العزیز کی بجائے خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے ہیں۔

'جناب والدِ ماجد' فرماتے تھے اس کے بعد میں اس حقیقت کا منتظر تھا اور درود شریف پڑھنے میں بہت زیادہ مصروف رہتا تھا۔ ایک رات میں درود شریف پڑھ رہا تھا کہ چاند کے نور کی مانند ایک نور ظاہر ہوا۔ حالانکہ چاند کی رات نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے زمین پر پھیلنا شروع کیا۔ پھر میری چارپائی اور میرے جسم پر آیا۔ جب تک وہ میرے سر سے نیچے تھا مجھ میں پورا ذوق وشوق تھا۔ جب وہ میرے سر پر آیا تو میں بے ہوش ہو گیا بظاہر میرا وجود مفقود ہو گیا (گم ہو گیا) واللہ اعلم کہ میرے والد نے مجھے تلاش کیا میں انہیں نہ ملا۔ اس وجہ سے وہ بہت بے چین اور بے قرار ہوئے۔ میں اسی غیبوبیت کے دوران یکے بعد دیگرے آسمان طے کرتا ہوا ان کے اوپر پہنچا۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل ہوئی اور آپ نے میری بیعت قبول فرمائی اور مجھے نفی واثبات کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد افاقہ ہو گیا۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۲۲

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت

چند دنوں کے بعد میں نے خواجہ خرد کی خدمت میں عرض کیا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا۔ اب میری اصلاح کی کیا صورت ہے۔ فرمایا ظاہر میں بھی کسی سے بیعت ہونا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا میں تمہیں بہت دوست رکھتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بیعت میرے ساتھ ہو۔

میں نے عرض کیا، میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ دوستی بیعت نہ کرنے کا سبب کیوں ہے۔ از راہ انکسار فرمایا، وجہ یہ ہے کہ بعض ممنوعہ امور کا مرتکب ہوتا ہوں اور اتباع سنت میں سستی کر جاتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے ساتھ ربط کی وجہ سے شرع کے راستے سے تمہارے قدم ڈگمگا نہ جائیں، لیکن مجلس میں فیض سے کسی قسم کا گریز نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا جس سے آپ فرمائیں بیعت ہو جاؤں۔

فرمایا اگر شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے کوئی ہو تو بہت مناسب ہے کیونکہ وہ شریعت کی پابندی، ترکِ دنیا اور تہذیب نفس میں اونچا مقام رکھتے ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ میں نے عرض کیا ہمارے پڑوس میں آپ کے خلفاء میں سے عبداللہؒ قیام پذیر ہیں۔ فرمایا غنیمت ہیں۔ ان سے تعلق کر لینا چاہیئے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا باوجودیکہ ان پر علیحدگی اور تنہائی کا غلبہ تھا پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے بیعت قبول فرمالی۔

اس کے بعد خواجہ خرد اور سید عبداللہ دونوں کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور فیض حاصل کرتا رہا۔
انفاس العارفین اردو صد ۲۲۔۲۳

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تک اپنا شجرہ طریقت یوں محبت سے بیان کیا ہے :

"ایں فقیر را بظاہر وصلت بہ تلقین و اجازت از شیخ علی التحقیق بالاقتدار حقیق جامع مظہرات السبحان، حافظ کلام الرحمن خواجہ سید عبداللہ است قدس سرہٗ و ایشاں را از شیخ

المشائخ حضرت شیخ آدم بنوری است والیشان را از مرشد زمانہ و شیخ زمانہ و شیخ یگانہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کابلی است۔
سیرت مجدد الف ثانی صہ ۳۵ بحوالہ ارشادِ رحیمیہ در سلوک نقشبندیہ صہ ۱

عورتوں کی بیعت

مقاتل سے روایت ہے کہ یہ آیت "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ" فتح مکہ کے روز نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے صفا پر بیعت لی اور عمر رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھے عورتوں سے بیعت لے رہے تھے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے ان باتوں پر بیعت لیں کہ وہ شرک نہ کریں، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں، بہتان نہ باندھیں کسی اَمرِ نیک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عورتوں سے ان امور پر بیعت لینے لگے تو ان میں ایک ہند بھی تھی۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا شرک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، وہ بولی یہ تو معمولی باتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بدکاری نہ کرنا تو بولی کوئی شریف آزاد عورت ایسا فعل کر سکتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، بولی تم ہی نے تو انہیں جنگ بدر میں قتل کر دیا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی پر بہتان نہ باندھنا، اور کسی نیک کام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہ کرنا۔ الخ
ازالۃ الخفاء اول صہ ۴۹۱-۴۹۲

بیعت کی خوشی[1] شیرینی کا دستور

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ایک مرتبہ میں پھلت میں تھا۔ مجھے ایک درجہ دکھایا گیا کہ یہ مقام اس شخص کا ہے جو آج

---

[1] حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ... "اس اعلیٰ نعمت کا شکر (باقی اگلے صفحہ پر)

تمہاری بیعت کرے گا۔ اس دن ایک عورت بیعت کیلئے تیار ہوئی اور شیرینی وغیرہ بھی جیساکہ دستور ہے، مہیا کرلی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ عورت اس درجہ کے لائق نہیں۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اسے عورتوں کا عارضہ لاحق ہوگیا اور یہ دولت نہ حاصل کرسکی۔ پھر ایک دوسری صالح عورت نے وہ تمام چیزیں اس سے خرید لیں اور بیعت کی۔

انفاس العارفین صـ۷

بیعت، صحبت، تلقین اور خرقۂ اجازت

خرقہ اور بیعت کی اصل سنت سنیہ ہے۔ خرقہ کی اصل الباس عمامہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کو عطا فرمایا تھا جب انہیں امیر لشکر کیا تھا۔ اور بیعت کی اصل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مستفیض اور متواتر یقینی ہے کہ کچھ پوشیدہ نہیں ——— غرض صوفیہ کی رسم قدیم ہے کہ اپنے یاروں کو خرقہ پہناتے ہیں۔ خواہ کلاہ، خواہ عمامہ، خواہ قمیص، خواہ قبا، خواہ چادر، خواہ ازار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم نقراء کو اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدوں میں شامل کیا" (مکتوب ۲۸۱ دفتر اول)

آیۂ کریمہ "یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ ۔ الآیہ (ترجمہ) اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کیلئے آئیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور زنا نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور کسی پر من گھڑت بہتان نہ لگائیں گی اور کسی اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔ یہ آیۂ کریمہ فتح مکہ کے روز نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت شروع کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عورتوں سے بیعت صرف قول سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ ہرگز کسی بیعت کرنے والی عورت کے ہاتھ سے نہیں چھوا"۔ الخ (مکتوب ۴۱ ۔ دفتر سوم)

جو کچھ میسّر ہو۔

اس کے تین ۳ طریقے ہیں ـــ ایک تو خرقۂ اجازت کہ جب چاہتے ہیں اپنے کسی دوست کو طریقت کی اجازت دیں اور اس کو اپنا نائب کریں تلقین اور صحبت میں کہ طالبوں سے بیعت لے اور خرقہ عطا کرے تو اس کو خرقہ دیتے ہیں سو اس کی شرط ان امور کا قبول کرنا ہے۔

دوسری صورت خرقۂ ارادت ہے کہ جب کوئی عزیز صوفیوں کے زمرے میں داخل ہوتا ہے اور ان کے سے جد وجہد کے عمل کرنے لگتا ہے تو اس کو خرقہ عطا کرتے ہیں کہ اس کی صوفیوں میں داخل ہونے کی علامت ہو۔ اور اس کی شرط ان امور میں دیکھ لینا ہے کہ وہ جہد و کوشش کرتا ہے اور استقامت رکھتا ہے۔

تیسرا خرقہ تبرّک ہے کہ جب کسی پر مہربان ہوتے ہیں کہ صوفیوں کی برکات اس کے شاملِ حال ہوں اس کو خرقہ دیتے ہیں۔ اس میں کچھ شرط نہیں بادشاہ ہو یا سوداگر کوئی ہو۔

انتباہ مترجم ص ۴۰۳

اس فقیر (شاہ ولی اللہ) کو ارتباط بیعت صحبت و خرقہ و فیض توجہ و تلقین عالم باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا ہے اور رُوبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھا ہے ـــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سرِ مبارک گریبان مراقبہ سے اٹھایا اور اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھائے اور اشارہ فرمایا بیعت اور مصافحہ کا۔ یہ فقیر اٹھا اور زانو بہ زانو متصل بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں میں رکھے اور بیعت کی۔ بعد فراغ بیعت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک آنکھیں بند کیں۔ اس فقیر نے بھی اپنی آنکھیں ان کے حضور مبارک میں بند کیں۔ اس وقت آپ نے وہی نسبت خاصہ جس کا پہلے علم القا فرمایا تھا، عطا فرمائی تو میں محیط ہو گیا از روئے علم کے اور حاشا للہ کہ اس واقعہ میں کچھ کلمہ و کلام درمیان نہ تھا فقط روحانی فیض یا اشارہ

اور فعل تھا۔

اور جب یہ فقیر مدینہ منورہ پہنچا اور ایک مدت تک روضۂ انور میں متوجہ رہا، سب مراتب جذب وسلوک کے ابتدا سے انتہا تک طے کیے۔ اس وقت اس فقیر کو القاب ذکی وحکیم سے ملقب فرمایا اور ایک طریقہ عنایت فرمایا اور جو علم میں مشکلات تھیں، میں نے پوچھیں اور ان کا جواب باصواب پایا۔ (انتباہ مترجم بعربی اردو صفحہ ۸۵)

اور (ظاہری) ارتباط اس فقیر کو جہت صحبت وبیعت وتلقین اشغال واجازت و خرقہ سے اپنے والد شیخ عبدالرحیم قدس سرہ سے ہے۔ انتباہ مترجم صہ ۲۸

پوشیدہ نہ رہے کہ والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) طریقۂ نقشبندیہ کی مختلف شاخوں میں سے حضرت محمد باقی علیہ الرحمۃ کی شاخ کو پسند کرتے تھے اور اس کے ساتھ ایسی رغبت رکھتے تھے کہ دوسری شاخوں میں سے کسی کے ساتھ ایسی رغبت نہیں تھی۔ ان کی تمام ہدایت و ارشاد اسی شعبہ سے ہوئی۔ انفاس العارفین اردو صہ ۴۲

یہ بھی واضح ہو کہ حضرت والد ماجد نے میر نور العلیٰ کے ساتھ بہت صحبت رکھی ہے اور ان سے کلاہ اور خرقہ حاصل کیا ہے۔ انفاس العارفین اردو صہ ۴۹

حضرت شیخ محمد فرماتے تھے کہ آدھی رات کا وقت تھا یا کچھ کم یا زیادہ کہ حضرت والا (مرشد گرامی قدر) سجدہ سے اُٹھے اور جب دروازہ پر پہنچے تھوڑی دیر مراقبہ کی حالت میں کھڑے رہے۔ پھر فرمایا اگر کوئی طالب تمہاری طرف رجوع کرے تو اس کو تلقین کر، تجھے اجازت دیتے ہیں۔ میں نے سوچا میرے دل میں تو اس کا کبھی خیال پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے مجھے قدرے توقف ہوا۔ وہ میرے اس خیال سے مطلع ہو گئے۔ فرمایا کہ اس وقت وہ لوگ جو بالواسطہ یا بلا واسطہ تجھ سے بیعت کریں گے، مجھے ان کے نام بتائے گئے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ان میں سے کچھ بیان کر دوں۔ جب کوئی کام مقدر ہو گیا ہو تو پھر توقف کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ انفاس العارفین اردو صہ ۲۶۶،۲۶۷

شیخ احمد شناوی علم شریعت اور طریقت کے جامع تھے۔ آپ نے علم حدیث شمس رملی،

اپنے والد، سید غضنفر اور شیخ محمد بن ابی الحسن سے حاصل کیا اور اپنے والد سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ان کے بعد سید صبغۃ اللہ کی صحبت کا التزام کیا اور ان سے بھی خرقۂ خلافت پہنا اور ان کی صحبت میں درجاتِ عالیہ کو پہنچے اور ان سے خلافت حاصل کی ———

کاتبِ حروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ متاخرین اہلِ حرمین کی اصطلاح میں قبولِ بیعت اخذِ عہد کو کہتے ہیں یعنی جب بھی مشائخِ صوفیہ اس کی بیعت قبول کرتے ہیں۔ اس طریقہ کے مشائخ کی برکت زندہ ہوں یا گذشتہ کی برکات اس کے شامل ہو جاتی ہیں۔ انفاس العارفین اردو ص ۲۷۵

شیخ احمد قشاشی علم حقیقت اور شریعت میں امام تھے حقائق معرفت میں بات کرتے تو وہ آیات و احادیث سے مدلل ہوتیں۔ انہوں نے بہت سے مشائخ کی صحبت حاصل کی اور اپنے والد سے خرقہ پہنا۔ لیکن انہیں شیخ احمد شناوی سے مقصد حاصل ہوا۔ اس لیے انہوں نے خود کو ان کی طرف منسوب کیا۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۷۶

شیخ احمد نخلی علیہ الرحمۃ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ بہت سے مشائخِ طریقت اور علمائے شریعت کی صحبت حاصل کی اور سید عبدالرحمٰن، سید محمد رومی، سید عبداللہ سقاف اور میر کلاں بن میر محمود بلخی وغیرہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ——— آپ کو مشائخ حرمین شریفین اور باہر سے آنے والے مشائخ کی بھرپور صحبتیں حاصل ہوئیں۔ انفاس العارفین اردو ص ۲۸۸

جب حضرت خواجہ باقی باللہ (رضی اللہ عنہ) طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت میں مشغول ہوئے۔ شیخ قطب عالم بکثرت ان کی خدمت میں جاتے اور فیض صحبت، اس طریقہ میں بہترین چیز یہی ہے، حاصل کرتے۔ اگرچہ آغازِ کار میں حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ نے ان کی شاگردی کی اور ایک عرصہ تک ان کی خانقاہ میں مجاورت کی تھی۔

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ ان کی خانقاہ میں تھے۔ آدھی رات کے وقت شیخ قطب عالم پر یہ بات منکشف ہوئی کہ ان کا حصہ بخارا میں ہے اسی وقت باہر نکل آئے اور فرمایا تمہیں مشائخ بخارا بلاتے ہیں اس وقت روانہ ہو جائیے۔ اس وقت خرقہ موجود نہ تھا صرف تہبند تھا وہی عنایت فرمایا خواجہ نے دستار کے طور پر اسے سر پر باندھ لیا اور اسی وقت بخارا کے قصد سے روانہ ہو گئے وہاں انہیں خواجہ امکنگی ملے جن سے انہوں نے فیوض و برکات کی دولت حاصل کی۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۵۹

بیعت کے مشروع ہونے میں حکمت

تمہیں جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا دنیا میں یہ قانون جاری ہے کہ نفوس انسانی کے اندر جو نظر میں نہ آنے والی پوشیدہ کیفیات ہیں۔ اس نے ان کو ظاہری افعال و اقوال کے ذریعے ضبط میں لانے کا دستور بنایا ہے اور ان ظاہری افعال و اقوال ہی کو اندرونی نفسی کیفیات کا قائم مقام مقرر فرمایا ہے۔

مثال کے طور پر خدا اور خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور یوم آخرت پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا نفس کی ایک نظر نہ آنے والی اندرونی کیفیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے زبان سے اقرار کرنے کو ظاہر میں اس کا قائم مقام بنایا ہے ـــــــــ یہی مثال بیعت کی بھی ہے۔ ایک آدمی توبہ کرتا ہے اور ترک معاصی کا عہد کرتا ہے اور تقویٰ پر مضبوطی سے قائم رہنے کا تہیہ کرتا ہے تو یہ ایک نفس کی داخلی کیفیت ہوئی۔ اس کیفیت کا قائم مقام بیعت کو بنایا گیا ہے۔

ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۲۰۲ (از القول الجمیل)

صوفیہ کی بیعت کا انکار گمان فاسد ہے

بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ بیعت منحصر ہے قبول خلافت اور سلطنت پر اور وہ جو صوفیوں کی عادت ہے باہم اہل تصوف سے بیعت لینے کی وہ شرعاً کچھ نہیں تو یہ

گمان فاسد ہے بدلیل اس کے جو ہم مذکور کر چکے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۱۵

کسی کے مُرید کو مُرید کرنے کی شرائط

حضرت شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ عارف کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وُہ دُوسرے عارف کے مرید کو اپنی طرف راغب کرے اور اس کی توجہ شیخ کی طرف سے پھیر دے۔ اور اگر وہ گڑگڑائے (یعنی اصرار کرے) تو بھی اسے اس کے اپنے شیخ کے سپرد کرے۔

ہاں اگر اس کا شیخ فوت ہو جائے یا دوسرے شہر میں (دُور دراز) چلا گیا ہو، (جہاں سے باہم ملاقات کا امکان نہ رہے) تو کوئی مضائقہ نہیں۔

انفاس العارفین اُردو صہ ۱۵۹

بیعت ایک ہی جگہ

دُو[1] پیروں سے بیعت کرنا سو اگر بسبب ظہورِ خلل کے ہو اس پیر میں جس سے بیعت کر چکا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح اس کی موت کے بعد یا اسکی غیبت منقطعہ کے بعد کہ اس کی توقع ملاقات کی باقی نہیں رہی اُور بلا عذر تو دوسرے مرشد سے بیعت کرنا مشابہ کھیل کے ہے۔

اُور جگہ جگہ بیعت کرنا برکت کو کھو دینا ہے اور مرشدوں کے دلوں کو اس کی تعلیم اور تہذیب سے پھیرتا ہے۔ واللہ اعلم (یعنی اس کو ہرجائی اور ہر دم خیالی سمجھ کر

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ توجہ (اپنا مرشد کامل) صرف ایک ذات ہونی چاہیئے۔ اپنا قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے "ہر کہ یک جا ہمہ جا وہر کہ ہمہ جا ہیچ جا" یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں۔ (مکتوب نمبر ۷۵۔ دفتر اوّل)

اس پر التفات نہیں کرتے)

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۳۰-۲۹

حضرت والد فرماتے تھے کہ خلیفہ ابو القاسم نے میر ابو العلیٰ کی صحبت بھی حاصل کی ہے لیکن حصول فیض اور بیعت کا شرف ملّا ولی محمد سے حاصل تھا۔ ایک روز میر ابو العلیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم نے ہم سے بیعت کیوں نہیں کی؟ انہوں نے کہا ملّا ولی محمد کی خدمت بھی آپ ہی کا مظہر ہے۔ اس عاجز نے جب ان سے علم حاصل کیا ہے ان سے بے حد محبت پیدا ہو گئی ہے۔ بیعت کا تعلق بھی ان کے ساتھ قائم کرنا بہتر سمجھا۔ آپ مسکرائے اور تعریف کی۔

انفاس العارفین اردو صہ ۹

حضرت شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ وصول الی اللہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تعدد ہے۔ صوفیہ کے قول "تا قبلۂ توجہ یکے نمی شود افادہ و استفادہ صورت نمی گردد" (کہ جب تک توجہ کا مرکز ایک نہ ہو افادہ و استفادہ ممکن نہیں) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ توجہ کے ایک ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ہی جانب سے اخذ کیا جائے اور اس کے بغیر کسی دوسری طرف التفات نہ کیا جائے اگرچہ وہ غوث و قطب ہی کیوں نہ ہو۔

انفاس العارفین اردو صہ ۱۵۸

مختلف طریقوں کی نسبتوں کا حصول کیونکر؟

شیخ امان اللہ جو حضرت والا (شاہ عبد الرحیم) کے خاص دوستوں میں سے تھے نے ایک روز سوال کیا کہ سالک جب کسی طریقۂ صوفیہ کے اشغال پورے کر کے جمعیت خاطر حاصل کرے تو کسی دوسرے طریقہ میں داخل ہو کر اس کے اعمال و اشغال میں مشغول ہونا اس کے لئے مستحسن ہے یا نہیں۔ اگر مستحسن ہے تو اس کا فائدہ کیا ہے؟

فرمایا مستحسن ہے، اور اس کا فائدہ اس طریقہ کی نسبت کا حصول ہے۔ ہر طریقہ کی الگ نسبت اور جدا آثار ہیں۔

انفاس العارفین اردو صہ ۱۲۴

حصولِ فیض کے لئے دِل صاف ہو

حضرت والدِ ماجد فرماتے تھے کہ سید عبداللہ نے فرمایا کہ آغاز میں جب میں شیخ آدم کی خدمت میں پہنچا، میرا دل رُوحانی نسبت سے بالکل خالی ہوگیا اور جمعیت میں مکمل فتور مشاہدہ میں آیا۔ میں پریشان ہوگیا۔ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا پہلی نسبت سرکہ کا حکم رکھتی تھی اور وہ جمعیت تمہاری صحبت سے حاصل ہوگی گلاب کی مانند ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب بوتل میں سرکہ ہو اور اس میں گلاب ڈالنا چاہیں تو پہلے اس بوتل کو سرکہ سے خالی کیا جاتا ہے اور اسے دھو کر سرکہ کا اثر اور وجود ختم کرایا جاتا ہے، تب وہ گلاب ڈالنے کے قابل ہوتی ہے۔[1]

انفاس العارفین اردو صہ ۲۹

سید عبداللہ شیخ آدم (قدس سرہما) کی صحبت میں پہنچے۔ سید صاحب نے انہیں شیخ عالی مقام، متشرع، عظیم عارف اور قوی التاثیر پایا۔ ان کے طریقہ کو پسند کرتے ہوئے اِدھر اُدھر کی آمدورفت کو چھوڑ کر مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔

انفاس العارفین۔ اردو صہ ۲۸

مرشد کی صحبت کرے تو اپنی ذات کو ہر چیز کے تصوّر اور خیال سے خالی کر ڈالے سوا اس کی محبت کے اور اس کا منتظر رہے جس کا اس کی طرف سے فیض آوے اور مرشد کی دونوں آنکھوں کے درمیان نظر رکھے پھر جب کسی چیز کا فیض آئے تو اس کے

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اس گروہ اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہو کر آنا چاہیئے تاکہ پُر ہو کر واپس لوٹے اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیئے تاکہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں اور فیض پہنچانے کا راستہ کھلے۔ سیر ہو کر آنا سیر ہو کر چلے جانا بے مزہ ہے۔ اپنے پر ہونے کا خیال مرض کے باعث ہے اور بے نیازی سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں پہلے نیازمندی اور خستہ دلی درکار ہے پھر دل شکستہ کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے لہٰذا بندگانِ حق کی توجہ کے لئے نیازمندی شرط ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۵۷۔ دفتر اوّل)

پیچھے پڑ جائے اپنے دل کی توجہ سے اور چاہیئے کہ اس کی محافظت کرے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۸۱-۸۲

شیخ سے رابطہ

وصول الی اللہ کا تیز تر طریق رابطہ[1] ہے اس شیخ سے جو مشاہدہ کے مقام کو پہنچا ہوا ہے اور تجلیات ذاتیہ سے متحقق ہوا ہے اس واسطے کہ اس کی رویت بموجب اس کے کہ "اذا رأوُ ذکرَ اللہ" ذکر کا فائدہ دیتی ہے اور اس کی صحبت بموجب اس کے کہ "ھُم جُلسآ اللہ" اس صحبت مذکور کا فائدہ دیتی ہے اور جب ایسے عزیز کی صحبت میسر آئے اور اپنے نفس میں اس کا اثر معلوم ہو تو چاہیئے کہ اس کی حفاظت کرے جو اثر مشاہدہ کیا ہے جہاں تک ممکن ہو اور جو اس میں فتور آ جائے تو اس شیخ کی مصاحبت کی طرف رجوع کر کے پھر تجھے اس کی برکت سے وُہ اثر حاصل ہو۔ اور اسی طرح کیا کر تا کہ وہ کیفیت ملکہ ہو جائے اور اگر اس عزیز کی صحبت سے یہ اثر ظاہر نہ ہو تو اس سے محبت اور انجذاب تو حاصل ہو۔

انتباہ مترجم صہ ۴۱

اس فقیر (ولی اللہ) نے حضرت والدِ ماجدؒ سے اجمالاً اور بعض دوسرے احباب سے تفصیلاً سنا ہے کہ سید غلام محی الدین اور ان کا والد بیجاپور کی مہم میں بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری لمبی اور سخت ہو گئی۔ ایک روز حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو انہوں نے خواب

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "شوق وورد کی حفاظت شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اس کی خدمت میں پہنچ جانے کے بعد اپنی تمام مرادیں اس کے حوالے کر دے جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں۔ فنا اول فنا فی الشیخ ہے پھر یہی فنا فنا فی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتی ہے۔

زاں روی کہ چشم تست احول   معبود تو پیر تست اوّل

چونکہ تیری نظر اول میں احول (ایک کو دو دیکھنے والی) ہے اس لیئے اولاً تیرا قبلہ گاہ تیرا پیرد مرشد ہے۔ (مکتوب ۶۱ ۔ دفتر اوّل)

میں دیکھا۔ فرمایا تم اپنے شیخ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے۔

جب بیدار ہوئے تو کچھ نیاز حضرت والا کی متقرر کی اور دل سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ تین روز کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) تشریف لائے ہیں اور اس کے نزدیک بیٹھے ہیں، صحت کی خوشخبری دی اور فرمایا کہ ساتویں روز قلعہ بیجاپور غازی الدین خان کی طرف سے فتح ہو جائے گا (اور ایسا ہی ہوا)۔

انفاس العارفین صفحہ ۱۰۲

شیخ کی بے ادبی محرومی کا باعث ہے

مرید، شیخ کی خدمت

میں جائے اور اس سے فیض حاصل کرے بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ تیرا پیر تجھے پہنچا دے گا تیرے مولیٰ کے پاس اور اپنے پیر کے سوا دوسرے سے تعلق نہ کرے کیونکہ یہ تفرقہ کا موجب ہو گا۔ الحاصل یہ کہ جس بات کو طبیعتِ انسانی مکروہ جانے اس سے الگ رہے اور بچے اس سے کیونکہ بے ادبی خصوصاً مشائخ کی راہِ خدا میں مانع ہے اور اس کے سبب سے فیض سے محروم رہتا ہے۔

انتباہ مترجم صفحہ ۵۵

ہاں! مشائخِ طریقت کی اگر بے ادبی ہو جائے تو اس کا علاج اس سے باز آنا ہے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صفحہ ۲۶

اے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "اس گروہ کے ساتھ بغض و عناد (خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو) زہرِ قاتل ہے اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی ابدی محرومی کا موجب ہے"۔ (مکتوب ۷۸ تا ۱۰۶۔ دفتر اوّل)۔ "حق تعالیٰ کی رضامندی شیخ کی رضامندی سے وابستہ ہے اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے"۔ مکتوب ۲۲۴۔ دفتر اوّل)

جناب مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

از خدا جوئیم توفیقِ ادب　　بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

(ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں، بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا)۔ (مثنوی شریف دفتر اوّل)

اِعتراض کرنے والے خود کیسے ہوتے ہیں؟

حضرت والد ماجد، فرماتے تھے جب سے دنیا کو ترک کیا ہے اب تک اپنے لئے بازار سے کبھی لباس نہیں خریدا۔ دستار، جامہ اور جوتے ہر چیز بوقتِ ضرورت حق تعالیٰ بکثرت دیتا رہا۔

ایک روز حضرت والا نے قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ ایک خشک صوفی نے اس کے بارے میں بحث کی۔ آپ نے فرمایا میرے لباس کی ہر تار اگرچہ شال در شال ہے لیکن محبتِ الٰہی کی کمند ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے میری کوشش اور ارادے کے بغیر عطا فرمایا ہے اور تیرے لباس کی ہر تار اگرچہ موٹے کھدّر کے دھاگوں پر مشتمل ہے، وہ اژدہا ہے کیونکہ تو نے اپنے ارادہ و کوشش سے حاصل کیا ہے۔ انفاس العارفین ص ۱۲۷

بے ادبی پر مُرید کا حال سلب نہیں کرنا چاہیئے

اور جب مرید سے کوئی بے ادبی ہو جائے تو شیخ کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے سلبِ حال کے واسطے کوشش کرے بلکہ اپنی ہمت سے اس کی ظلمت اور کدورت دور کرنے کے طریق میں متوجہ ہو، یا اس کو نفی و اثبات کا ذکر کرنے کا حکم کرے تو اس سے اس کی ظلمت جاتی رہے گی۔ اِنتباہ مترجم ص ۵۷

مشائخ کا ادب و اِحترام کیا ہے؟

اَولیاءؒ کا ادب[1] یہ ہے کہ اُن کی مجلس میں اپنے دِلی خطروں کی

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ایک دن صاحب قِران امیر تیمور گورگان رحمۃ اللہ علیہ بخارا کے بازار میں سے گزر رہا تھا اتفاقاً خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی خانقاہ کے درویش اسی بازار میں خواجہ کی خانقاہ کی چٹائیوں کو جھاڑ رہے تھے اور گرد و غبار صاف کر رہے تھے۔ امیر تیمور اپنی مسلمانی کی اچھی حالت کے سبب سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حفاظت کرے اور ان کے حضور بلند آواز سے نہ بولے اور ان کے حضور میں نماز نوافل نہ پڑھے اور ان کے ساتھ اگر پڑھے تو بہت اچھا ہے۔ اور ان کے کلام کے درمیان بول نہ اٹھے بلکہ جب تک وہ خود نہ پوچھیں کچھ نہ کہے اور جس کو وہ مکروہ جانیں اسے خود بھی مکروہ سمجھے۔ اور ان کے گھر میں ان کے اسباب اور اخراجوں کی طرف نظر نہ کرے اور دل میں یہ کوئی خطرہ نہ لائے اور شیخ کی خدمت میں جائے اور اس سے فیض حاصل کرے بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ تیرا پیر تجھ کو پہنچا دے گا تیرے مولیٰ کے پاس، اور اپنے پیر کے سوا اور سے تعلق نہ کرے کیونکہ یہ تیرے تفرقہ کا موجب ہوگا۔ الحاصل یہ ہے کہ جس کو طبیعت انسانی مکروہ جانے اس سے الگ رہے اور اس سے بچے۔

انتباہ صہ ۵۸

بزرگوں سے بات کرتے وقت پیچیدہ، انتہائی مختصر اور بہت آہستگی سے (بھی) بات کرنا جائز نہیں۔ انفاسُ العارفین صہ ۱۳۵

تربیّت سالکین

سالکوں کی تربیت کے مختلف درجے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلی چیز جس کی طرف توجہ کرنی چاہئے وہ سالک کا عقیدہ ہے۔ جب مرید اللہ کے راستے پر چلنے کی طرف راغب ہو تو مرشد اس کو حکم دے کہ سب سے پہلے وہ سلف صالحین کے مطابق اپنے عقائد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس بازار میں ٹھہر گیا اور خانقاہ کی گرد کو اپنے لئے عنبر اور صندل بنایا آخر کار اس کا خاتمہ اچھا ہو گیا۔ منقول ہے کہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ امیر تیمور کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے تیمور مر گیا لیکن با ایمان مرا۔ (مکتوب ۹۲۔ دفتر دوم)

مولانا روم علیہ الرحمۃ القیوم فرماتے ہیں ؎

خاک شو مردانِ حق را زیرِ پا　　خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما

(خاصانِ خدا یعنی اولیاء اللہ کے پیروں کے نیچے خاک بن جا اور ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال دے) (مثنوی شریف دفتر اول)

اے حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: "پیر ہی کے وسیلے انسان خدا رسیدہ ہوتا ہے۔ یہ خدا رسیدگی تمام دنیاوی اور اخروی سعادتوں سے افضل ہے"۔ (مبداء و معاد منہا ۳۸)

کی تصحیح کرے۔

ارمغان شاہ ولی اللہ صفحہ ۲۰۸ بحوالہ القول الجمیل

پھر عقائد کی تصحیح کے بعد کبائر سے اجتناب اور صغائر سے شرمندہ ہونے کی طرف نظر کرے ——— پھر ارکان اسلام از قسم طہارت اور صلوٰۃ وصوم اور زکوٰۃ و حج میں نظر کرنا چاہیئے اور ان امور کو ارشادات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق قائم کرے ——— پھر ضروریات معاش میں نظر کرے ——— پھر ان اذکار میں جو اوقات مخصوصہ یعنی صبح وشام اور سونے کے وقت وغیرہ ذالک میں مامور ہیں، نظر کرنا چاہیئے ——— پھر اخلاق آراستہ کرنے میں نظر کرنا چاہیئے ——— پھر جب سالک ان مذکورہ آداب کے ساتھ متادب ہو گیا تو اب وقت آیا اشغال باطنی کا اور ہمیشہ اللہ عزوجل کے ساتھ دل لگائے رہنے کی کوشش کرنے کا اور اس کو تاکتے رہنے کا دل کی بینائی سے مختصراً

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ ۳۷ تا ۴۲۔ قطرات ترجمہ ہمعات صفحہ ۱۵

اصطلاحات نقشبندیہ

سالک کی تربیت کے سلسلہ میں، مشائخ نقشبندیہ کے طریقہ کی بنیاد ان اصطلاحات پر ہے:

۱۔ ہوش در دم ۲۔ نظر بر قدم ۳۔ سفر در وطن ۴۔ خلوت در انجمن

۵۔ یاد کرد ۶۔ باز گشت ۷۔ نگہداشت ۸۔ یادداشت

یہ آٹھ کلمات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور ان کے بعد یہ تین اصطلاحیں حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں:

۱۔ وقوف زمانی ۲۔ وقوف قلبی ۳۔ وقوف عددی

ہوش در دم

ہوش در دم کے معنی ہر سانس کے ساتھ ہوشیاری اور بیداری ہیں۔ اس لئے تو اپنی ذات سے ہمیشہ بیدار اور متجسس رہ کہ وہ غافل ہے یا ذاکر۔ اور یہ دوام حضور حاصل کرنے کا طریقہ ہے اور مبتدی کے لئے یہ ہوشیاری مخصوص ہے۔ اور جب آگے بڑھ کر سلوک کے درمیان

آئے تو چاہیئے کہ تھوڑی تھوڑی مدت میں اپنی ذات کا کھوج لگائے کہ کسی گھڑی غفلت آئی یا نہیں۔ اگر غفلت آئی تو استغفار کرے اور آئندہ اسے چھوڑنے کا ارادہ پختہ کرے اور اسی طرح ہمیشہ کرتا رہے یہاں تک کہ دوامِ حضور پائے۔

نظر بر قدم

نظر بر قدم سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے چلنے پھرنے کے وقت کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدم کے، اور بیٹھنے کی حالت میں اپنے آگے دیکھے مختلف نقوش اور تعجب انگیز رنگوں کا دیکھنا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے، اس کی طلب سے اسے روکتا ہے۔ لوگوں کی آوازوں کی طرف کان لگانا بھی نظر کرنے کے حکم میں ہے۔

والد ماجد سے سُنا فرماتے تھے کہ یہ (نظر کا نیچے رکھنا) بہ نسبت بندی کے ہے اور منتہی پر تو واجب ہے کہ وہ اپنے حال میں غور کرے کہ وہ کس نبی کے قدم پر ہے اس لئے کہ بعض اولیاء سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہوتے ہیں اور ان کو کمالات کی پوری جامعیت حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض ولی موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتے ہیں وعلیٰ ھذا القیاس۔ پھر جب منتہی اپنے پیشوا کو پہچان لے تو چاہیئے کہ اس کے حالات و واقعات اپنے پیشوا کے واقعات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں واللہ اعلم!

سفر در وطن

سفر در وطن کا مطلب صفات بشری سے صفات ملکی کی طرف منتقل ہونا ہے اس میں سالک پر واجب ہے کہ اپنے نفس کی طرف متوجہ رہے اگر اس میں مخلوق کی محبت باقی ہو تو اسے اپنا بت سمجھ کر پھر توبہ کرے اس لئے کہ جو خدا سے باز رکھے وہ حقیقت میں اس کا بُت ہی ہے۔ پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے اور اس سے یہ ارادہ کرے کہ میں نے فلاں چیز کی محبت کی نفی کر دی اور اس کی جگہ اللہ کی محبت ثابت کر دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل میں غیر خدا کی چھپی ہوئی محبت کا نکالنا ممکن نہیں مگر کمال توجہ اور تجسّس سے اور سالک پر یہ بھی واجب ہے

کہ اس کے دل میں کسی کا حسد کینہ اور اعتراض موجود ہو تو کلمہ کی ہمیشہ تکرار سے اُسے ختم کردے۔

خلوت در انجمن: خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام حالات مثلاً پڑھنے، کلام کرنے، کھانے، پینے اور چلنے میں خدا کے ساتھ مشغول رہے (یعنی دل میں اللہ اللہ کرتا رہے) اور سالک پر واجب ہے کہ مذکورہ امور میں مشغول ہوتے وقت خدا کی طرف متوجہ رہنے کا ملکہ پیدا کرے۔

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے قول کہ "مرد وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی" میں اسی طرف اشارہ ہے۔ فقراء کے لباس میں خدا کے ذکر میں رہنا کہ لوگوں پر پوشیدہ نہ رہے اکثر دکھاوے کا باعث ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وضع اور لباس تو علم، دیانت اور طاعات میں اجتہاد والوں کا سا ہو اور دل ہمیشہ حق جل شانہٗ کے ذکر میں مصروف رہے چنانچہ خواجہ علی رامتینی علیہ الرحمۃ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔

یاد کرد: یاد کرد سے مراد ہمیشہ نفی و اثبات کے ساتھ یا مجرّد اثبات کے ساتھ ذکر اللہ ہے۔

بازگشت: بازگشت سے مراد رجوع کرنا اور پھرنا ہے مطلب یہ ہے کہ تھوڑے ذکر کے بعد مناجات کی طرف رجوع کرے اور یوں دُعا کرے کہ اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے۔ میں نے دنیا و آخرت کو تیرے لئے چھوڑ دیا۔ مجھے اپنی نعمت یعنی محبت و معرفت اور پورا وصال نصیب فرما۔

والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) فرمایا کرتے تھے کہ ذکر میں یہ عظیم شرط ہے تو سالک کو اس سے غافل ہونا مناسب نہیں اس لئے کہ ہم نے جو کچھ پایا اسی سے پایا۔

نگاہداشت: نگاہداشت خطراتِ نفس کے دُور کرنے سے عبارت ہے سالک کو بیدار اور ہوشیار رہنا چاہیے تاکہ کسی خیال

اور خطرے کو دل میں نہ چھوڑے۔

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سالک کو چاہیئے کہ خطرے کو ابتدائے ظہور میں روک دے اس لئے کہ ظاہر ہونے کے بعد نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ نفس میں اثر کرے گا اور پھر اس کا دور کرنا مشکل ہو گا۔

یادداشت الفاظ اور تخیلات سے خالی توجہ واجب الوجود کی حقیقت کی طرف متوجہ ہونے سے عبارت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فنائے تام اور بقائے کامل کے بغیر یہ توجہ حاصل نہیں ہوتی۔

وقوفِ زمانی اس کا مطلب ہر ساعت کے بعد اس بات میں تامل کرنا ہے کہ غفلت آئی یا نہیں اور غفلت کی صورت میں استغفار کرنے اور آئندہ اسے ترک کرنے پر کمر ہمت باندھنا ہے۔

وقوفِ عددی وقوف عددی طاق عدد کی محافظت کا دوسرا نام ہے یعنی ذکر طاق کرنا چاہیئے نہ کہ جفت۔

وقوفِ قلبی وقوف قلبی قلب کی طرف توجہ سے عبارت ہے یعنی سالک ہر وقت اپنے دل کی طرف نظر رکھے۔ اور اس کی حکمت ضربات کی رعایت میں حکمت کی مانند ہے۔ (ملخصاً)

شفاءُ العلیل ترجمہ القول الجمیل ص۸۴ تا ۹۲

حقیقتِ توحید کا انکشاف

راہِ طریقت کے مراحل کو طے کرتے ہوئے جب سالک اپنے اندر ایک حد تک بے نشانی یا بے رنگی کی حقیقت پالے تو اس کے سامنے دو راہیں کھلتی ہیں:

ایک جذب کی راہ اور

دوسری سلوک کی راہ

اس مقام پر مرشد کو اختیار ہے کہ اگر مناسب سمجھے تو سالک کو "جذب" کے راستے پر چلائے اور اگر چاہے تو اسے سلوک کے راستے پر ڈال دے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام اکابر کے نزدیک "صاحب جذب" کو صاحب سلوک پر ترجیح حاصل ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر رہ نورد طریقت کو بلا استثنا "سلوک" کی بجائے "جذب" کی راہ پر چلنا چاہئے بعض سالک ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی طبیعت کو راہ سلوک سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے اس لئے ان کے لئے سلوک ہی کی راہ قابل ترجیح ہو گی لیکن بعض سالک ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی طبعی استعداد "جذب" کا تقاضا کرتی ہے۔ چنانچہ ان کے لیے "جذب" کا طریقہ اچھا رہتا ہے۔

"جذب" سے یہاں وہ کیفیت مراد نہیں جس سے کہ سالک کا دل عالم غیب کی طرف یکسر متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس کے دماغ سے ادھر ادھر کے خیالات بالکل نکل جاتے ہیں اور اس کی عقل اپنا کام چھوڑ دیتی ہے اور وہ شریعت کے احکام اور معاشرت کے آداب سے بالاتر ہو جاتا ہے بلکہ یہاں جذب سے مراد وہ حالت ہے جس میں کہ وجود کے تعینات کے پردے جن کا سلسلہ اس کائنات سے لے کر ذات باری تک جو حقیقت الحقائق ہے پھیلا ہوا ہے، سالک کی نظروں کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں ۔۔۔۔۔ باقی رہا "سلوک" ۔۔۔۔۔ سو اس سے مراد خضوع، طہارت اور عشق وغیرہ کی نفسی کیفیات میں سالک کا اپنے آپ کو رنگنا یا ان کیفیات کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔

توحید افعالی جذب کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ سالک جب اجمالی طور پر عالم غیب سے آشنا ہو جائے تو مرشد کو چاہیئے کہ اس سے زبانی یا قلبی ذکر بکثرت کرائے۔ اس دوران سالک اپنی چشم بصیرت کو عالم غیب کی طرف برابر لگائے رکھے اور وہ اپنے دل کو بھی پوری طرح ادھر متوجہ رکھے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر چند روز عالم غیب کی طرف اس طرح توجہ کرے گا تو یقیناً

اس پر "توحید افعالی" کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ وہ محض فکر یا خیال سے "توحید افعالی" کی حقیقت کا ادراک نہیں کرے گا بلکہ اس پر یہ حالت طاری ہو جائے گی کہ وہ کل عالم اور اس کی تمام حرکت اور نمو کو ایک شخص واحد کی تدبیر کا اثر اور ایک ذات کے فعل کا نتیجہ سمجھے گا اس کو عالم کی تمام حرکات و سکنات یوں نظر آئیں گی جیسے کہ پتلیوں کا تماشا ہوتا ہے کہ بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ پتلیاں از خود چل پھر رہی ہیں لیکن اصل میں ان کے پیچھے پتلی والا بیٹھا ہوتا ہے جو تار سے سب پتلیوں کو حرکت دیتا ہے۔

اگر سالک پہلے ہی سے توحید افعالی کا معتقد ہے تو اس شغل سے اس پر فوراً ہی توحیدِ افعالی کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں مثلاً اس میں توکّل کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے سارے معاملات اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ نیز وہ موت، زندگی، شفا اور مرض کو ان کے جو اسباب و عوارض ہیں ان میں منحصر نہیں سمجھتا بلکہ "کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ" یعنی سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے" کا قائل ہو جاتا ہے۔

لیکن اس توکّل کے یہ معنی نہیں کہ وہ اسباب و نتائج کے سلسلے ہی کو بالائے طاق رکھ دے۔ اسبابِ و نتائج کا سلسلہ تو اللہ کی سنّت ہے اور اس پر کاربند ہونا شریعت کی طرف سے فرض ہے۔ اگر سالک پہلے سے "توحید افعالی" کا معتقد نہ ہو تو "جذب" سے "توحید افعالی" کا عقیدہ وجدانی طور پر اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔

"توحید افعالی" کے ضمن میں عالم کے جملہ افعال و اعمال کو تدبیر خداوندی کی طرف منسوب کرنے کے سلسلے میں سالک عمومی افعال اور کلی حوادث کو، جیسے کہ فقر، غنا، شفا، مرض، موت، زندگی، عزت اور ذلت وغیرہ ہیں اللہ کی طرف منسوب کرے تو یہ مناسب اور بہتر طریقہ ہے۔ باقی رہا درختوں کے پتوں کے ایک ایک ریشے میں اور اسی طرح اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں تدبیر خداوندی کے تصرّف و تغیّر کا جو عمل جاری ہے اس کو بھی اس ضمن میں دیکھنا ہمارے نزدیک "توحیدِ افعالی" کے اصل مقصد میں داخل نہیں۔ اگرچہ سالکانِ راہِ طریقت کو اکثر ان امور سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔

مشائخ اس منزل میں سالک کو کبھی ذکر کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور اسے اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ذکر میں " لَا فَاعِلَ فِي الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہ " (یعنی کائنات میں خدا کے سوا کوئی مؤثر و فاعل ذات نہیں ہے) کو ملحوظ رکھے۔ اس سے دراصل ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سالک کو توحید افعالی کی کیفیت جلد سے جلد حاصل ہو جائے لیکن یہ بات یاد رہے کہ ذکر و اذکار میں محض اس خیال کو ملحوظ نظر رکھنے سے کہ وجودِ کائنات میں اللہ کے سوا اور کوئی ذات مؤثر و فاعل نہیں۔ سالک کو " توحید افعالی " کی نسبت حاصل نہیں ہو جاتی۔

بہرحال جس شخص کو توحیدِ افعالی کی نسبت حاصل ہو جائے وہ ناسوت یعنی عالمِ مادیات کو اپنے سامنے یوں پاتا ہے جیسے کہ وہ عالم غیب کا سایہ اور ظل ہے۔ اب ایک عقلمند آدمی کی مثال لیجیئے۔ اگر وہ سائے کو حرکت کرتا ہوا دیکھتا ہے تو بلا کسی شک و شبہ کے بداہتہً اس بات پر یقین کر لیتا ہے کہ کوئی جسم موجود ہے جس کا کہ میں سایہ دیکھ رہا ہوں۔ بعینہٖ یہی کیفیت اس شخص کی ہوتی ہے جسے " توحیدِ افعالی " کی نسبت حاصل ہو۔ یہ شخص جب اس دنیا میں جس کو کہ وہ عالمِ غیب کا سایہ اور ظل سمجھتا ہے اعمال و افعال ہوتے دیکھتا ہے تو یقیناً اسے وُہ تدبیرِ غیبی نظر آجاتی ہے جو ان سب اعمال و افعال کے پیچھے کام کر رہی ہے۔

توحیدِ صفاتی

" توحیدِ افعالی " اس راہِ سلوک کا پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد " توحید صفاتی " کا مرتبہ آتا ہے۔ " توحیدِ صفاتی " سے مراد یہ ہے کہ سالک مختلف صورتوں اور مظاہر میں صرف ایک اصل کو جلوہ گر دیکھے۔ اور بغیر کسی شک و شبہ کے اس بات کو بداہتہً مان لے کہ سارے کے سارے اختلافات ایک ہی اصل میں ثابت اور موجود ہیں۔ پھر وُہ اس اصل کو نوع بہ نوع صورتوں میں جلوہ گر بھی دیکھے اور ہر جگہ اس اصل کو پہچانے۔

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ جیسے کوئی شخص نوعِ انسان کے تمام افراد میں ایک انسان کلّی " مشاہدہ کرتا ہے یا وہ موم کی مختلف مورتوں میں موم کی ایک ہی جنس کو ہر مورت

ہیں موجود پاتا ہے۔

الغرض یہ ایک اصل جو وجود کے ہر مظہر میں اور کائنات کی ہر شکل میں مشترک ہے، سالک کو چاہیئے کہ وہ اس اصل کو ہر چیز میں بے رنگ دیکھے۔ اور کسی مظہر کے مخصوص رنگ کو اس میں موئثر نہ مانے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی سالک کو اس حقیقت سے بھی بے خبر نہ رہنا چاہیئے کہ اصل کی اس "بے رنگی" اور بعد میں اس نے مختلف مظاہر میں جو الگ الگ صورتیں اور گوناگوں رنگ اختیار کیئے ہیں، ان دونوں حالتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ نیز اصل کی یہ "بے رنگی" اس میں مانع نہیں کہ یہی اصل بعد میں مختلف صورتوں اور مختلف رنگوں میں ظہور پذیر ہو۔ لیکن سالک کو ایک ہی اصل کی یہ "بے رنگی" اور ہمہ رنگی محض غور و فکر کے ذریعے نہیں بلکہ وجدانی طور پر اور بداہتہً مشاہدہ کرنی چاہیئے۔

بہرحال ایک ہی اصل کو وجود کے ہر مظہر میں دیکھنا یا تو غور و فکر کے ذریعے ہوتا ہے یا وجدانی طور پر اور بداہتہً۔ اصل کے مشاہدے کے یہ دونوں مقام باہم ملے جلے ہیں جہاں ایک ختم ہوتا ہے وہیں سے دوسرے مقام کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس راہ میں بعض سالک ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ساری عمر مشاہدۂ فکری کے مقام میں رہتے ہیں اور اس سے آگے کبھی ان کو ترقی نصیب نہیں ہوتی۔ لیکن جو سالک قوی المحبت اور ذکی الذہن ہو، وہ ان حالات کے بعد پوری طرح اس ایک اصل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس سے کہ ہر چیز ظہور پذیر ہوئی ہے۔ وہ مختلف صور اور اشکال کی طرف مطلق التفات نہیں کرتا اور وجود کی کثرت اور مظاہر کی بوقلمونی سے اپنی نظر اس طرح پھیر لیتا ہے کہ گویا وہ انہیں بالکل بھول ہی گیا۔

توحیدِ ذاتی خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ اپنے "انا" میں جو عبارت ہے ان کی ہویت (شخصیت) سے "توحیدِ صفاتی" کا جلوہ دیکھیں یعنی ان کے لئے ان کا یہ "انا" آئینہ بنتا ہے اس اصل کا جس نے کہ مختلف مظاہر کائنات میں ظہور فرمایا ہے۔ چنانچہ ہوتا یہ ہے کہ جب

سالک اپنے انا پر نظر کرتا ہے تو اس کی نظر اپنے انا تک رُک نہیں جاتی بلکہ وہ اس انا کے واسطے سے اصل وجود تک جو سب "اناؤں" کا مبدائے اوّل ہے، پہنچ جاتی ہے۔

جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی نظر میں صرف اصل وجود ہی رہ جاتا ہے۔ اور یہ تمام کے تمام مظاہر و اشکال بیچ سے غائب ہو جاتے ہیں یہ "توحید ذاتی" کا مقام ہے لیکن جہاں کہیں ذوقِ ازلی کے ضمن میں "توحید ذاتی" کا نام آتا ہے تو اس سے مراد ایک ایسی کیفیت ہے جو اُچک لینے والی بجلی کی طرح چمکتی ہے پھر چشم زدن میں غائب ہو جاتی ہے۔ بہر حال یہاں ہم جس "توحیدِ ذاتی" کا ذکر کر رہے ہیں یہ سلوک کے مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں کہ سالک اگر قرار پذیر ہوتا ہے۔

عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ سالک پہلے 'توحیدِ افعالی' کی نسبت حاصل کرتا ہے اور پھر اس سے 'توحیدِ صفاتی' کے مقام تک پہنچتا ہے وہاں سے وہ 'توحید ذاتی' کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔ لیکن بعض سالک 'توحید افعالی' سے براہ راست ایک جست میں 'توحید ذاتی' تک پہنچ جاتے ہیں اور انہیں اس راہ میں 'توحید صفاتی' سے گزرنا نہیں پڑتا۔ لیکن یہ چیز بہت کم سالکوں کے حصہ میں آتی ہے۔

قصہ مختصر جب سالک توحید ذاتی کی نسبت حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ بلاتاخیر 'بے نشانی'، 'یادداشت' اور 'ذکر خفیہ' کی نسبت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ سالک حقیقت الحقائق یعنی ذاتِ باری کی طرف کلیتہً ملتفت ہو جاتا ہے۔ سالک جب اس مقام تک پہنچ جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ کچھ مدّت اس مقام میں ٹھہرے اپنے آپ کو ہر خیال اور ہر جہت سے مجرّد کر کے پوری ہمت سے زیادہ سے زیادہ ریاضت اور وظیفہ کرے اور نسبتِ بے نشانی' کی اصل حقیقت کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ اس پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ یہی ایک حقیقت ہے جس سے ایک خاص تعیّن نے صادر ہو کر سالک کی "ہویت" یعنی اس کے "انا" پر نزول کیا۔ نیز اس کے "انا" پر حقیقتِ ازلی کے اس "تعین خاص" کے نزول ہی کا نتیجہ ہے کہ اسے بقا حاصل ہوتی ہے۔

یہ مقام راہِ جذب کی آخری منزل ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سلوک باقی رہا راہِ سلوک کا معاملہ سو اس کا لب لباب یہ ہے کہ سالک اچھے ملکات میں سے کوئی ملکہ اپنے اندر اس طرح پیدا کرے کہ وہ ملکہ اس کی روح کا پوری طرح احاطہ کرے اور سالک اس کے رنگ میں اس طرح رنگا جائے کہ اس کا جینا ہو تو اسی حال میں اور وہ مرے تو اسی حال میں مرے ۔۔۔۔۔۔۔

اس راہ میں جو کیفیت اور حالت سالک کے نفس میں اس طرح جاگزیں ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اس کی ذات کیلئے لازمی خصوصیت بن گئی، اسے "نسبت" کہتے ہیں۔

ارمغان شاہ ولی اللہ صـ۲۶۵ تا ۲۶۶ ، از ہمعات

احسان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یہ دھیان رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صـ۵۶

علمِ فقہ کے بعد اعظم علوم علمِ احسان ہے اور ہماری مراد اس سے وہ علم ہے جو آج کل علمِ سلوک کے نام سے موسوم ہے۔ ازالۃ الخفاء دوم صـ۱۸

پیرِ کامل صورتِ ظلِّ الٰہ یعنی دید پیر دیدِ کبریا

حضرت سلطان الموحدین و برہان العاشقین، حجۃ المتوکلین، شیخ جلال الحق والشرع والدین مخدوم مولانا قاضی خان یوسف ناصحی قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ صورت مرشد جو ظاہر دیکھی جاتی ہے مشاہدہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ہے آب و گل کے پردے میں۔ اور جو صورت مرشد خلوت میں نمودار ہے وہ پردۂ آب و گل کے بغیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا مشاہدہ ہے۔" ان اللہ خلق آدم علی صورۃ الرحمٰن"، "ومن رآنی فقد رای الحق" اس کے حق میں درست ہوا ہے۔

انتباہ مترجم صـ۹۳-۹۲

تصوّرِ شیخ فیض کا ذریعہ

مطلوب یہ ہے کہ مرشد کی صورت اپنے سامنے تصوّر کرے اس کے بعد ذکر کرے۔ "الرفیق ثم الطریق" انہیں کے حق میں ہے اور نفیِ خطرات کے لئے بہت اثر رکھتی ہے۔
انتباہ مترجم صـ ۹۲

اور جب مرشد اس مرید کے پاس نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے۔ محبت اور تعظیم کے طریقہ پر تو اس کی خیالی صورت وہی فائدہ دے گی جو فائدہ اس کی صحبت دیتی ہے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صـ ۸۱-۸۲

اور جب دنیاوی کاموں سے فارغ ہو تو تازہ وضو کرے اور خلوت میں داخل ہو پھر جب بیٹھے تو پہلے اپنے شیخ کی رویت حاضر کرے اور پھر اپنے وظیفہ، مراقبہ یا ذکر میں مشغول ہو۔
انتباہ مترجم صـ ۱۵

لہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اگر بوقت ذکر الٰہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے اور دل میں بٹھا کر ذکر کرے۔ (مکتوب ۱۹۰۔ دفتر اوّل)

"خواجہ محمد اشرف نے نسبت رابطہ (تصوّر شیخ) کے متعلق لکھا ہے کہ اس حد تک غالب آچکی ہے کہ نماز میں بھی اسے اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہے۔ اور اگر فرضاً نفی کرے تو نہیں ہوتا۔ اے محبت کے اطوار والے یہ دولت طالبانِ حق کی تمنا اور آرزو ہے۔ ہزاروں میں سے شاید ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ ایسی کیفیت اور معاملے والا مرید صاحب استعداد اور تمام المناسبت ہے۔ احتمال ہے کہ شیخ مقتدا کی تھوڑی سی صحبت اس کے تمام کمالات کو جذب کرے رابطے کی نفی کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ مسجود الیہ (سجدے کی جہت) ہے اور مسجود لہ (جس کو سجدہ کیا جائے، اور وہ خدا ہے) نہیں ہے۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کا ظہور سعادتمندوں کو میسر آتا ہے تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ (مرشدِ کامل) کو اپنا ذریعہ جانیں اور تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں، نہ اس بدنصیب گروہ کی طرح جو اپنے آپ کو (تصور شیخ سے) بے نیاز جانتا ہے اور اپنے قبلہ توجہ کو اپنے شیخ سے پھیر لیتا ہے اور اپنے معاملے کو خراب اور تباہ کر دیتا ہے۔

(مکتوب ۳۰۔ دفتر دوم)

اپنے شیخ کا جو تیرا مربی ہے اپنے خیال میں تصوّر باندھ کیونکہ امید ہے کہ اس کی برکت سے تفرقہ جاتا رہے اور جمعیت حاصل ہو۔

انتباہ مترجم صہ ۴۷

شیخ کی خدمت ایک روز حضرت والا (مرشدِ شیخ محمد) نے اپنے ایک مرید کو کسی کے گھر ایک بکری پہنچانے کا حکم دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ بکری کا ہنکانا اور اٹھانا مشقت سے خالی نہیں تو اس نے سوچا کہ کسی مزدور کو تلاش کرے۔ اس وقت کوئی مزدور دستیاب نہ ہو سکا اس لیے تاخیر ہو گئی۔ جب آپ (شیخ محمد) کو اس بات کا علم ہوا تو بڑی تیزی سے اس بکری کو گردن پر رکھا اور چل دیئے۔ جب واپس آئے تو حضرت والا نے دونوں کے حالات سے مطلع ہو کر فرمایا کہ انہیں (شیخ محمد کو) حسنِ خدمات کی وجہ سے مقربین کے درجات تک پہنچا دیا اور دوسرے کو اس کے تصور نے اس مرتبہ سے باز رکھا۔

انفاس العارفین اردو صہ ۲۶۶

نسبت تصوّف کے طریقوں کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ طالب کے نفسِ ناطقہ کے اندر ایک خاص کیفیت پیدا ہو جائے۔ اس کیفیت کو صوفیہ نے "نسبت" کا نام دیا ہے۔ اس کو نسبت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتساب اور ارتباط سے عبارت ہے۔ اس کو سکینہ اور نور بھی

لہ سیدنا مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"پیر کے حقوق تمام حقوق سے فائق ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو چھوڑ کر دوسرے حقوق کو پیر کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں بلکہ سب کے حقیقی پیر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ظاہری ولادت اگرچہ والدین سے ہوتی ہے لیکن معنوی پیدائش پیر سے مخصوص ہے۔ ظاہری ولادت کی زندگی چند روزہ ہوتی ہے اور حقیقی ولادت کی زندگی ابدی ہوتی ہے مرید کی باطنی پلیدی کو صاف کرنے والا پیر ہی ہے جو اپنے قلب و روح سے مرید کے باطن کی پلیدی کو صاف کرتا ہے اور اس کے معدے کو پاکیزہ بناتا ہے۔" (مبداء و معاد منہا صہ ۳۸)

کہتے ہیں۔ یہ کیفیت نفس ناطقہ کے اندر حلول کرتی ہے۔ یہ ملائکہ سے مشابہ ہوتی ہے اور اس کی نگاہ عالم جبروت کے حقائق پر پڑتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ طالب جب عبادات، طہارات اور ذکر واذکار برابر عامل رہے، تو اس کے نفس ناطقہ کے اندر فرشتوں کے مشابہ ایک مستقل صفت اور عالم جبروت کی طرف "توجہ" کا راسخ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ فرشتوں کے مشابہ ایک مستقل صفت اور عالم جبروت کی "توجہ" یہ دو شاخیں ہیں نسبت کی اور ان میں سے ہر ایک شاخ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک عشق و محبت کی نسبت ہے۔ عشق و محبت کی نسبت دل کی مستقل صفت ہوتی ہے۔ اور ایک نفس شکنی اور اس کی لذتوں سے برأت کلی کی نسبت ہے۔ میرے والد بزرگوار اس نسبت کو "نسبت اہل بیت" کا نام دیا کرتے تھے۔ ایک مشاہدہ کی "نسبت" ہے اور اس سے مراد مجرد محض کی طرف توجہ کرنے کے ملکہ سے ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضوری کے بہت سے رنگ ہیں۔ ان میں سے کبھی تو محبت کا رنگ ہوتا ہے اور کبھی نفس شکنی کا۔ کبھی ان کے علاوہ "یادداشت" کا رنگ ہوتا ہے۔ جب کبھی طالب کے نفس ناطقہ میں اس رنگ کا مستقل ملکہ پیدا ہو جاتا ہے تو یہ ملکہ "نسبت" کہلاتا ہے۔ "نسبتیں" بہت سی ہوتی ہیں اور جو بزرگ صاحب "سر" ہیں وہ ان نسبتوں میں سے ایک ایک کو علیحدہ جانتے ہیں۔ طریقت کے اشغال و وظائف سے دراصل مطلب بھی یہی ہے کہ طالب ان "نسبتوں" میں سے کسی ایک نسبت کو حاصل کرے۔ اس پر وہ برابر (متواتر) قائم رہے اور اس "نسبت" میں اسے استغراق حاصل ہو جائے، یہاں تک کہ یہ "نسبت" طالب کے نفس ناطقہ کے لئے مستقل ملکہ بن جائے۔

تمہیں یہ گمان نہ ہو کہ یہ "نسبتیں" صرف ان اشغال و وظائف ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان نسبتوں کے حصول کا ایک طریقہ یہ اشغال و وظائف بھی ہیں لیکن اس کے علاوہ ان کے حصول کے اور طریقے بھی ہیں۔ میرے نزدیک اس مسئلے میں رائے غالب یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم) ان اشغال و وظائف کے علاوہ "سکینہ

کی نسبت" دوسرے طریقوں سے حاصل کرتے تھے ——— خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں ——— ذکر و تسبیح ——— طہارت ——— موت کی یاد ——— ثواب و عذاب پر دھیان ——— مادی لذّتوں سے بے تعلقی ——— قرآنِ مجید کی تلاوت ——— اس کے معانی و مطالب میں غور و تدبر و عظ و نصیحت کی باتیں اور دل کو نرم کرنے والی احادیث سنتے۔ الغرض وہ ان چیزوں کو مدّتِ دراز تک باقاعدگی سے کرتے۔ اس سے ان کے اندر ایک مستقل ملکہ اور ایک نفسی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ وہ اس مستقل ملکہ اور اس نفسی کیفیت کی آخری عمر تک برابر حفاظت کرتے رہے۔ یہ ہے وہ کیفیت جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمارے مشائخ کے ذریعے وراثتہً چلی آئی ہے۔ اب اس کیفیت کے برحق ہونے میں تو کوئی شک نہیں البتہ یہ اور بات ہے کہ اس کیفیت کے کئی رنگ ہیں اور اس کے حصول کے بھی متعدد طریقے ہیں۔

مَیں نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ کو ایک طویل واقعہ بیان کرتے سنا، فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں حضرات حسن حسین اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اپنی نسبت کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ وہی نسبت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں آپ لوگوں کے ہاں ہوتی تھی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے مجھے اپنی نسبت" میں استغراق کرنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے بھی اس میں پورا غور و تامل کیا۔ پھر فرمایا کہ ہاں ہاں یہ وہی نسبت ہے بلا کسی فرق کے۔

جو طالب" نسبتِ سکینہ" پر برابر قائم رہے اس پر وقتاً فوقتاً بڑے بڑے بلند مرتبہ احوال و کوائف وارد ہوتے رہتے ہیں۔ طالب کو چاہیئے کہ وہ ان مواقع کو غنیمت سمجھے، اور جان لے کہ یہ احوال اس کی طاعات و عبادات کے قبول ہونے اور باطن نفس اور سویدائے دل میں ان کے مؤثر ہونے کی علامات ہیں ——— اس نسبت کے حصول کے بعد اس سے ایک اور بلند تر مقام آتا ہے اور وہ مقام "فنا و بقا" یعنی اللہ کے وجود

ہیں فنا ہو کر اس کے وجود کے ساتھ بقا حاصل کرتا ہے۔ الخ

ارمغان شاہ ولی اللہ صـ ۲۱۲ تا صـ ۲۱۷ (از القول الجمیل)

مراقبہ اور اس کے فوائد

مراقبہ رقیب سے مشتق ہے۔ رقیب کے معنی ہیں نگہبان، یعنی دل کی ایسے پاسبانی کرے کہ دل میں غیر حق کو جگہ نہ دے۔

انتباہ مترجم صـ ۹۶

مراقبہ کی اصل وُہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ اللہ کی ایسے عبادت کرے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے۔ سو اگر تو اس کو نہ دیکھ سکے تو یہ دھیان کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صـ ۵۵

اُور مشائخ میں سے جس شخص نے سب سے پہلے یہ راہ نکالی اور اس طریقے پر چلا اور اپنے مریدوں کو اس طرف متوجہ کیا اور خود بالکل اس طرف مشغول ہو گیا اور جو کچھ کہا اس جگہ سے کہا اور جو کچھ کیا اُسی میں سے کیا وہ خواجہ نقشبند (رضی اللہ عنہ) ہیں اور آپ اس امر کو دوام مراقبہ فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ وجہ خاص ہے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صـ ۴۹

طریق وصول الی اللہ بطور حضرات نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کے یا فقط صحبت سے ہے یا ذکر سے یا مراقبہ سے۔

انتباہ مترجم صـ ۳۶

دُوسرا طریق حضرات نقشبندیہ کا وصول کے سبب اور معرفت کے حصول میں اور وہ بہت آسان اور بہت قریب ہے۔ سو وہ توجہ اور مراقبہ ہے ——

اور مراقبہ کا طریق بہت اعلیٰ ہے نفی اثبات کے طریق سے اور بہت قریب ہے جذبہ الٰہیہ سے اور مراقبہ کے طریق سے ممکن ہے وصول وزارت کا اور ملک ملکوت میں تصرف کا اور ممکن ہے معلوم کر لینا لوگوں کی دل کی باتوں کا اور دُوسرے کی طرف بخشش کی نظر کرنے کا اور اس کے باطن کو منور کرنے کا۔ اور مراقبہ کے ملکہ سے

جمعیتِ دائمی حاصل ہوتی ہے۔ اِنتباہ مترجم صہ ۱۳۹ تا ۱۴۱

مراقبہ تین طرح سے ہے۔

ایک تو یہ کہ اس طرح بیٹھے جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں اور اس علم کو لازم کرے یعنی یقین سے یوں جانے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا اور جانتا ہے۔ اور جب اس عالم سے ایک لمحہ بھی غافل ہو تو مراقبہ نہیں اور اس مراقبہ میں ربطِ شیخ لازم ہے اور نماز و تلاوت اور تمام احوال کو لازم جانے اور جب اس میں استقامت ہو جائے دوسرا مراقبہ جسے مشاہدہ بھی کہتے ہیں شروع کرے اور اس میں بھی اسی شکل میں بیٹھے اور منہ دل کے وسط کی طرف جھکائے اور آنکھیں بند کرے اور چشم باطن سے دل کو دیکھے۔ اور تصور کرے کہ خدا عزوجل کو دیکھتا ہے اور جب یہ شغل کمال کو پہنچ جائے حجاب تشبیہ کا اٹھ جائے گا۔ تو تحقیق جانے گا کہ خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔

پھر اس سے ترقی کرے تیسرے مراقبہ میں۔

تیسرا مراقبہ کہ اسے معائنہ بھی کہتے ہیں اس میں مشغول ہو اور وہ یہ ہے کہ اسی طرح سے بیٹھے۔ مگر نظر آسمان کی طرف کرے اور آنکھیں اونچی کرے اسی طرح جیسے مرنے کے وقت۔ یہ خیال کرے کہ میری روح قالب سے نکل گئی اور آسمانوں سے گزر گئی اور حق تعالیٰ کے معائنہ میں مشغول ہو گئی۔ اگر کسی کو اس میں استقامت حاصل ہو گی تو ایک سبز ڈورا ظاہر ہو گا۔ اس کا ایک سرا ساتویں آسمان پر ہو گا اور دوسرا سرا اس کے دل میں اور اعلیٰ مرتبہ اور مشغولی جو مشائخ کہتے ہیں یہی ہے۔

اِنتباہ مترجم صہ ۱۴۰-۱۴۱

ذِکر اور اس کے فائدے

چاہیئے کہ پہلے ذاکر گناہوں سے توبہ کرے تاکہ زبان اور دل آلودہ سے حق تعالیٰ کا نام نہ لے۔ انتباہ مترجم صہ ۹۵

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے بسبب اس کے کہ ذکر جہر مذہب حنفی میں مکروہ

ہے اور ذکرِ خفیہ کو اقویٰ اور اولیٰ دیکھا تو اس کو پسند فرمالیا اور ان کی صحبت کی تاثیر بہت قوی تھی بجائے ذکرِ جہر کے وہ کفایت کرتے تھے۔

لیکن اکثر مزاجوں میں اور موافق اکثر استعدادوں کے کوئی چیز ذکرِ جہر سے زیادہ فائدہ مند نہیں ہے۔ اس میں تشکیک کرنا مکابرہ (جھگڑے کی بات) ہے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صفحہ ۲۰-۲۱

ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ذکر منشور ولایت ہے جس کو ذکر کی توفیق ملے اس کو منشور ولایت مل گیا یعنی خلعت ولایت "انتم اولیاء حقا" سے مشرف ہوگیا۔ اور جس سے توفیق ذکر سلب کر لی جائے بے شک اسے مقام ولایت سے معزول کیا۔ ایسا ذکر کے باب میں فرمایا کہ ذکرِ خدا تعالیٰ مریدوں کی تیغ ہے۔ جب دشمن کی ہلاکت کی ہمت کریں یا دفع بلا چاہیں اور اس طرف دل لگائیں دشمن ہلاک ہو جائے گا اور بلا دفع ہو جائے گی۔

انتباہ مترجم صفحہ ۹۴

فنا فی الشیخ

'نسبت اویسیت' کے ضمن میں فرماتے ہیں

اور تیسرا طبقہ ارواح مشائخ صوفیہ کا مجتمع ہوں یا جدا جدا اور جس کو یہ نسبت ہوتی ہے اس کو بالضرور ان ارواح کی نسبت محبت اور عشق حاصل ہو جاتا ہے اور وہ فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صفحہ ۴۲

اسم ذات لکھنے کا فائدہ

اور والد ماجد مرشد سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ مجھے خواجہ ہاشم بخاری (علیہ الرحمۃ) نے اسمِ ذات لکھنے کو فرمایا اور میں دس برس کا تھا۔ میں نے اس کے لکھنے کی کثرت کی اور اس کی تحریریں تے اپنے دل میں جمالی یہاں تک کہ ایک کتاب کے لکھنے میں مشغول تھا تو اسم ذات کو میں بقدر چار ورقوں کے لکھ گیا اور مجھ کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ ۸۳

خلفائے کی اجازت شیخ کی اجازت کے حکم میں

حضرت شاہ عبدالرحیم ایک خواب کہ جس میں سلاسل اولیاء دکھائے گئے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

حضرت غوث اعظم (رضی اللہ عنہ) مجھے خلوت میں لے گئے اور فرمایا تمہارے دل میں میری طرف سے کوئی خطرہ یا خدشہ ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں! اصحاب طرق میں سے ہر شخص نے مجھے بلاواسطہ اجازت فرمائی ہے مگر آپ نے نہیں فرمائی۔ فرمایا ہمارے خلفاء ہمارے حکم میں ہیں۔ جب تم نے ان سے اجازت حاصل کرلی تو گویا بلاواسطہ مجھ سے حاصل کی۔ میں نے کہا بلاواسطہ کا لطف ہی الگ ہے۔ فرمایا میں بھی تجھے اجازت دیتا ہوں میرے طریقہ سے لوگوں کو ہدایت دو۔ (انفاس العارفین اردو صہ ۷۷-۷۸)

سجادہ نشینی

سننے میں آیا ہے کہ جب شیخ ابوالفضل کی زندگی کے دن پورے ہو گئے تو ان کا بڑا فرزند شیخ ابوالکرم جو پہلے نوکری کرتا تھا سجادہ نشینی کی کوشش کرنے لگا اور اس کام کو سنبھالنے کا ارادہ کیا اور رشتہ داروں کی ایک جماعت اس کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ شیخ مبارک جو شیخ کا خادم تھا یہ صورت حال دیکھ کر متفکر ہوا اور شیخ کی روح کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اس مسئلہ کی حقیقت پر مطلع ہو۔ شیخ نے خواب میں اس سے کہا کہ میرا سجادہ نشین وہ ہے جو کل فلاں درخت کے نیچے کھانا تقسیم کرے گا۔ شیخ مبارک نے یہ خواب ایک جماعت کے سامنے بیان کیا۔

اتفاقاً صبح سویرے عجیب اتفاق ہوا کہ شیخ محمد عاقل کے ہاتھوں کھانا تقسیم ہوا۔ آہستہ آہستہ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ شیخ ابوالکرم کی جمعیت متفرق ہو گئی اور وہ اس مشکل وقت میں جو درویشی کا لازمہ ہے صبر نہ کر سکے۔

انفاس العارفین اردو صہ ۲۶۵-۲۶۴

شیخ کے شہر کو مکرّم اور شریف سمجھنا اور آستاں بوسی کا شوق

شیخ فقیر اللہ شاہ عبدالرحیم کے حضور مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

جس طرح اہلِ دولت، دولت کے زوال کو ناپسند کرتے ہیں احقر اس فقیرانہ وضع کے زوال کو ناپسند کرتا ہے اگرچہ اس بلدۂ مکرّم (شیخ کا شہر دہلی شریف) میں اقامت کے دوران یہ کیفیت کم تھی مگر جو فیض و برکات حاصل کئے حدو شمار سے باہر تھے۔ ان دنوں آپ کی نسبت رابطہ نے بے اختیار مغلوب کیا ہوا ہے۔ اکثر اوقات آپ کی صورت مبارک حاضر رہتی ہے جو اس کمینہ درگاہ کو بے خود اور بے قرار کر دیتی ہے اور آستاں بوسی کا شوق اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ نہ نیند میں چین نہ بیداری میں آرام ہے ——— توقع ہے اگر کوئی مانع نہ ہوا تو (بندہ) تنہا آستان بوسی کا شرف حاصل کرے گا اور اپنی استعداد کے مطابق فیضیاب ہوگا۔

انفاس العارفین صـ ۱۱۷-۱۱۸

استقامت و کرامت

والد صاحب فرماتے تھے کہ حافظ سید عبداللہ سے یہ نکتہ میں نے کئی بار سُنا کہ "گفتش بر سر کشف" یعنی استقامت کا اعتبار ہے کرامت کا نہیں۔

انفاس العارفین صـ ۱۳۰

لوگوں میں زندگی گزارنا

حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) کے مخلصین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ لوگوں میں زندگی کیسی گزارنی چاہیئے۔ فرمایا "کن فی الناس کاحد من الناس" لوگوں میں ان جیسا ہو کر رہو۔

انفاس العارفین صـ ۱۳۱

ایسا لباس پہننا یا کام کرنا کہ جس کے باعث تمام لوگوں میں ممتاز نظر آئے شرع میں عمدہ نہیں بلکہ اپنے بھائی بندوں کی روش پہ رہنا چاہیئے۔ اگر عالم ہے تو علماء کی روش پر رہے اور جو پیشہ ور ہے تو پیشہ وروں کے طور پر اور اگر سپاہی ہے تو سپاہیوں کی

فنظرات ترجمہ ہمعات صہ ۱۸-۱۹

روش پر رہے۔

حضرت والد ماجد فرماتے تھے آدمی کو ایسا لباس پہننا چاہیئے جس سے اس کی صفتِ کمال کا اظہار ہوتا ہو۔ مثلاً جو دانشمند ہے اسے دانش مندوں کا سا لباس پہننا چاہیئے اور ان جیسی زندگی گزارنی چاہیئے۔ اور جو فقیر ہے اسے فقیرانہ لباس پہننا چاہیئے اور فقراء کی سی زندگی گزارنی چاہیئے۔

انفاس العارفین صہ ۱۳۵

دوستوں سے سلوک

تمام دوستوں کو ایک ہی مقام و مرتبہ پر نہیں رکھنا چاہیئے۔ بعض دوستوں کی محبت کا سبب ان کی فضیلت کے ظہور اور ان کی ضروریات کا تیرے ساتھ واسطہ ہوتا ہے اس لیے ہر دوست کی حیثیت پہچاننی چاہیئے اور سب کو ایک ہی مقام میں نہیں رکھنا چاہیئے اور کسی دوست پر اس کی حیثیت سے زیادہ اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔

انفاس العارفین صہ ۱۳۶

بعض دوست تجھ سے ذاتی محبت رکھتے ہیں کہ اگر تیری محبت ان کے دل میں تدریجاً جاگزیں ہوئی تو اس کے بعد ان کے دل سے کبھی بھی تیری محبت نہ نکلتی۔ نہ راحت میں اور نہ تنگی میں۔ ایسے دوست کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اولاد سے بہتر سمجھنا چاہیئے۔

انفاس العارفین صہ ۱۳۶

مرتبہ میں کم لوگوں سے ملنا

حضرت والد ماجد فرماتے تھے وہ لوگ جو مرتبہ میں تم سے کمتر ہیں تمہیں سلام کرنے میں پہل کریں تو اسے انعامات الٰہیہ میں سے شمار کرو اور اس پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ ان کے ساتھ خندہ روئی سے پیش آؤ اور ان کی خیر و عافیت دریافت کرو (شاید تمہاری معمولی توجہ جس کی تمہارے نزدیک کوئی وقعت نہیں ان کی نظر میں بہت بڑی چیز ہو اور اس پر اعتبار کر لیں اور اگر اس توجہ کو نہ پائیں تو غمگین ہو جائیں۔

انفاس العارفین صہ ۱۳۶

باب دوازدہم

مزارات کی زیارت
نذر نیاز
اور فیوض و برکات

مزارات کی زیارت، نذر نیاز اور فیوض و برکات

ارواحِ طیبہ مشائخ کی طرف متوجہ ہو، ان کے واسطے فاتحہ پڑھے یا ان کی قبور کی زیارت کرے اور بطور بھیک (خیرات) کے وہاں سے جذب کرے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صہ ۲۵

مشائخ کے عرس کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کی قبور کی زیارت پر مداومت اور ان کی فاتحہ پڑھنے اور ان کے واسطے صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا ہے اور انکے آثار اور اولاد اور منتسبان کی تعظیم کی طرف نہایت توجہ کی جاتی ہے۔ قطرات ترجمہ ہمعات صہ ۴۳

مزار پر توجہ کرنا شاہ ولی اللہ کا دستور ——— توحید حاصل ہوئی

حضرت والا (شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ) کی وفات کے بعد کم و بیش بارہ سال کتب دینیہ و عقلیہ کے درس و تدریس پر مواظبت کی اور ہر علم میں غور و فکر کا موقع ملا۔ حضرت والد بزرگوار کے مزار پر توجہ کرنا اپنا دستور بنا لیا تو ان دنوں توحید کے مسائل کھُلے۔ جذب کا راستہ کشادہ ہوا اور سلوک میں سے کافی حصہ ملا۔ وجدانی علوم تو ذہن میں فوج در فوج نازل ہوتے تھے۔

انفاس العارفین صہ ۲۹۸

لہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ارشاد پناہی قبلہ گاہی (حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ) کی رحلت کے بعد آپ کے مزار شریف کی تقریب زیارت کیلئے آفات سے محفوظ شہر دہلی میں آنے کا اتفاق ہوا۔ عید کے دن مزار شریف کی زیارت کیلئے گیا ہوا تھا۔ مزار مبارک کی طرف توجہ کے دوران آپ کی روحانیت کی پوری توجہ اس فقیر کی جانب مبذول ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ جو حضرت احرار قدس سرہ کی طرف منسوب تھی، عطا فرمائی۔"

(دفتر اوّل مکتوب ۲۹۱)

مزار پر حاضری شاہ عبدالرحیم کا معمول ــــ بے خودی حاصل ہوئی

والدِ بزرگوار (شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے مجھے آغازِ کار میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے اُلفت پیدا ہوگئی۔ میں وہاں جاتا تھا اور ان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ بسا اوقات مجھ پر بے خودی طاری ہو جاتی کہ سردی اور گرمی کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا

انفاس العارفین صـ ۲۰

مزارات کی زیارت سے برکت حاصل ہوتی ہے

میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ موافقِ وصیت قسطنطنیہ کے قریب دفن کئے گئے۔ ان کی قبر زیارت گاہ ہے اور لوگ وہاں پانی برسنے کی دُعا مانگتے ہیں۔ ازالۃ الخفا اوّل صـ ۲۸۷

آخری عمر میں شیخ طاہر نے اپنے بیٹوں کے ساتھ جونپور میں اقامت اختیار کرلی اور اسی جگہ وفات پائی۔ آپ کا مزار اسی جگہ ہے جس کی زیارت حاصل کی جاتی ہے اور برکت حاصل کی جاتی ہے۔

انفاس العارفین صـ ۲۵۳

خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری ــــ بیٹے کی بشارت ملی۔

حضرت والدِ ماجد (شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے میں (خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے) مزار کی زیارت کیلئے گیا۔ ان کی روح ظاہر ہوئی اور فرمایا تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا ــــــ راقم الحروف (شاہ ولی اللہ)

ا‍ے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ "میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب تمہیں اجازت دیتا ہوں) ان کی زیارت کیا کرو"۔

(مسلم بحوالہ انوار الحدیث صـ ۲۴۷)

پیدا ہوا۔ میری پیدائش کے وقت یہ واقعہ ان کے ذہن سے اُتر گیا۔ میرا نام انہوں نے ولی اللہ رکھ دیا پھر عرصہ کے بعد یاد آیا تو دُوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔

انفاس العارفین ص ۷۹

شہدائے بدر رضی اللہ عنہم کے مزارات کی زیارت ـــــ نور مشاہدہ کیا

جس وقت میں (شاہ ولی اللہ) نے شہدائے بدر (رضی اللہ عنہم) کی زیارت کی اور میں ان کے مزاروں کے گرد کھڑا ہو گیا تو ان کے مزاروں سے یکبارگی میری طرف نور چمکا جیسا کہ انوارِ محسوسہ ـــــ میں نے غور کیا کہ یہ کون سے انوار ہیں تو میں نے انہیں انوارِ رحمت پایا۔

فیوض الحرمین ص ۷۹ - ۸۰

سفرِ حج میں شاہ ولی اللہ کی متعدد مزارات پر حاضری

دُوسری بار شاہ صاحب نے ۱۱۴۳ھ میں سفرِ حج کا عزم کیا اور ۸ ربیع الاوّل کو روانہ ہوئے۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۴۳ھ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ حج سے فراغت کے بعد ربیع الاوّل ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ ۱۵ شعبان کو مکہ معظمہ واپس ہوئے۔ حج ثانی کیا اور ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو دہلی واپس پہنچ گئے۔

شاہ صاحب نے یہ سفر دہلی سے پنجاب اور سندھ ہوتے ہوئے سورت تک اس طرح کیا کہ راہ میں جہاں جہاں بزرگوں کے مزارات آتے ان پر حاضری دیتے اور مراقب ہوتے۔ پانی پت میں شاہ بوعلی قلندر کے، سرہند میں حضرت شیخ مجدد کے، لاہور میں شیخ ہجویری کے، ملتان میں مخدوم بہاؤ الدین زکریا اور شاہ رکن عالم کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے اور نصرپور سے ٹھٹھ اور وہاں سے سورت پہنچے۔ سورت سے جہاز میں جدہ اور جدہ سے مکہ معظمہ پہنچے۔ واپسی پر سورت سے دوسرا راستہ اختیار فرمایا اور گوالیار میں خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث کے اور آگرہ

میں امیر ابوالعلیٰ کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے دہلی واپس پہنچے۔
القول الجلی کی بازیافت صد ۱۶-۱۷

زیارت کیلئے سفر۔ نذر اور صاحب مزار کی طرف سے دعوت[1]

اس فقیر (شاہ ولی اللہ) کے ان احباب سے جو اس واقعہ کے عینی شاہد تھے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت والد ماجد مخدوم شیخ اللہ دیا کے مزار کی زیارت کیلئے (سفر کرکے) ڈاسنہ گئے رات کا وقت تھا اسی جگہ آپ نے فرمایا، مخدوم صاحب ہماری دعوت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کچھ کھا کر جائیں۔ وہاں آپ نے توقف فرمایا یہاں تک کہ لوگوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی۔ احباب پر ملال طاری ہوا۔ اچانک ایک عورت آئی جس کے سر پر میٹھے چاولوں کا تھال تھا۔

اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند گھر آئے گا میں اسی وقت کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کر دوں گی۔ اسی وقت شوہر گھر پہنچا ہے۔ میں نے اپنی منت پوری کی ہے۔ میری خواہش تھی خدا کرے اس وقت درگاہ میں کوئی موجود ہو تاکہ وہ کھانا کھائے۔
انفاس العارفین اردو صد ۸۰-۸۱

دُور دُور سے آکر زیارت کرنا اور نذریں پیش کرنا نیا طریقہ نہیں

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ایک روز خواجہ قطب الدین کے مزار کے نواح

---

[1] حضرت حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں کہ "میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تمہیں ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا مجھے ہر روز وظیفہ مقرر قبر سے ملا کرتا ہے۔"
(امداد المشتاق صد ۱۱۷)

میں سیر کر رہا تھا۔ میں نے ایک قبر جس کے ذکر سے زمین کے اجزاء ساتویں زمین تک اور فضا کے اجزاء عرش تک تمام ذاکر ہیں، دیکھی۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ فضیلت مآب شیخ محمد ساتھ تھے۔ میں نے ان سے کہا آپ بھی اس قبر میں غور کریں جو کچھ میں نے دیکھا انہوں نے بھی تقریباً وہی بیان کیا۔ وہاں ایک بوڑھا کسان تھا میں نے اس سے پوچھا اس نے کہا یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ میری عمر اسی[80] سال ہے میرے باپ کی عمر سو سال تھی اور میرے دادا کی عمر ایک سو بیس[120] سال تھی یا جیسا کہ اس نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا اس نے اپنے باپ سے سنا کہ اس قبر پر ہجوم ہوتا تھا اور لوگ نذریں لایا کرتے تھے اور دور دور سے زیارت کو آتے تھے۔ خواجہ قطب الدین کے مزار کی طرح زائرین یہاں قیام کرتے تھے۔

انفاس العارفین اردو صـ ۸۲

خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے زائر کی مدد فرمائی

ترکستان کا ایک شقلہ بیگ نامی مرد تھا جس نے اس راہ (سلوک) کا ذوق پیدا کیا تھا بخارا میں آیا اور خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے مزار پر اس انتظار میں بیٹھا کہ اسے کسی ولی اللہ کی اطلاع ملے۔ آخر کار خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے خواب میں اسے فرمایا کہ تیرا پیر ہندوستان میں دہلی کے شہر کے اندر ہے اور حضرت والا کی شکل اسے دکھائی۔ اس کے دل میں خیال گزرا کہ دہلی بہت بڑا شہر ہے اس بزرگ کو وہاں تلاش کرنا بڑا مشکل کام ہوگا۔ خواجہ کو اس کے اس خیال کی خبر ہوگئی۔ فرمایا کہ جس روز تم دہلی پہنچو گے اسی روز انہیں وعظ کرتے ہوئے پاؤ گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا)

انفاس العارفین اردو صـ ۹۵

مزار کی نذر کیے گئے بارہ[12] گاؤں شیخ عبد الغنی نے قبول فرمائے

جلال الدین اکبر کو چتوڑ کی مہم پیش آئی اور فتح نہیں ہو رہی تھی۔ اس دوران امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مزار کے بعض معتکفین نے عالم بیداری میں ایک نامعلوم جماعت کو مزارات

مقدسہ میں داخل ہوتے دیکھا جبکہ امیر جماعت روضۂ امام پاک میں داخل ہوا معتکفین کے استفسار پر انہوں نے چتوڑ فتح کرنے کی خوشخبری سنائی۔ شیخ عبد الغنی نے یہ نوید بادشاہ تک پہنچائی اور کچھ دنوں بعد چتوڑ کی خبر اسی کے مطابق ملی تو بادشاہ نے بارہ گاؤں حضرت امام ناصر الدین رضی اللہ عنہ کے مزار کے لئے وقف کر کے شیخ عبد الغنی کے سپرد کر دیئے (مختصراً)

انفاس العارفین اردو صد ۲۴۲-۲۴۳

صاحب مزار کی طرف سے بزرگ زائر کا استقبال

کہتے ہیں ایک مرتبہ سید عبد الرحمٰن محجوب سید احمد بن ملوان کے روضہ کی زیارت کے لئے گئے۔ سید احمد نے اپنے خادم کو خواب میں ان کے آنے کی خبر دی اور فرمایا کہ کل ان کا استقبال کرو اور تعظیم بجا لاؤ۔ خادم ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر گیا۔ اس نے انہیں بہت تلاش کیا مگر وہ اسے نہ ملے، نا امید ہو کر واپس آ گیا اور اس نے دیکھا کہ سید عبد الرحمٰن، سید احمد کے روضہ میں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ دروازہ بند تھا اور اس کی کنجی خادم کے پاس تھی۔

انفاس العارفین اردو صد ۲۷۹

مزارات سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں

شیخ فقیر اللہ حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے تھے اور "زین العابدین" سے ملقب تھے اور خواجہ کلاں بن خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے نواسوں میں سے اپنے خاندان کے بزرگوں سے کافی فیوض حاصل کئے تھے اور دہلی آئے تھے۔ اس عرصہ میں وہ خواجہ محمد باقی رضی اللہ عنہ کے مزار پُر انوار پر بیٹھتے اور متوجہ ہوتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔[1]

---

[1] مولانا رشید احمد گنگوہی نے تسلیم کیا ہے کہ مزارات اولیاء سے فیض ملتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صد ۴۶، ۲۱۸)
حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے پیر و مرشد فرماتے ہیں " فقیر مرتا نہیں صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا فرمایا (حضرت حاجی امداد اللہ نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا (امداد المشتاق صد ۱۱۳)

ایک روز انہیں خیال پیدا ہوا کہ یہ نسبت اویسیہ جو حضرت خواجہ کی روح سے حاصل ہوئی ہے جب تک ظاہری استفادہ کے ساتھ نہیں ملے گی مضبوط نہیں ہوگی اس بزرگ کے معلوم کرنے کے لیے جس کے ساتھ اپنا رابطہ قائم کریں انہوں نے استخارہ کیا اور حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت خواجہ نے حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اگر ہماری خاص نسبت کے طالب ہو تو ان کی مجلس اختیار کرو۔ اس بنا پر وہ حضرت والا کی خدمت میں پہنچے۔ اس جگہ حضرت خواجہ کا لطف و کرم ظاہر ہوا اور عجیب و غریب فیوض ظاہر ہوئے۔

انفاس العارفین اردو صہ ۱۱۶

صحت طلب کرنے کیلئے پیش کی گئی نذر قبول اور مزار سے خطاب

سُننے میں آیا ہے کہ امیر ابوالعلیٰ کے گھر والوں نے ان کے بیٹے امیر نورالعلیٰ کی علالت کی وجہ سے ایک روپیہ اور ایک چادر بطور نیاز خواجہ کے مزار پر بھجوائی تھی۔ حضرت امیر کو اس کی اطلاع نہیں تھی۔ ایک روز اس مزار کی طرف متوجہ تھے کہ قبر میں سے آواز آئی کہ تمہارے گھر سے تمہارے فرزند کی صحت کے لئے اس قدر نیاز آئی ہے اور دوسرے فرزند کی بھی درخواست کی ہے اور یہ التماس منظور ہے۔[۱]

---

[۱] آپ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ دیکھ لیا۔ اب ان کے مخالفین نامور غیر مقلدین کا عقیدہ دیکھئے کہ وہ "مخالفت" میں اسے معصیت یعنی گناہ کہتے ہیں۔ انہوں نے ھدایۃ المستفید جلد اول صہ ۵۱۸ میں لکھا: "کسی نبی، ولی، بزرگ، عالم، پیر وغیرہ کی قبر پر جا کر نذر ماننا کہ یہ جگہ بہت مقدس اور پاک ہے یا اس کے نواح یا ان علاقوں میں اولیاء اللہ اور صالحین کا آنا جانا ہے نذر ماننے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس علاقے کا اکرام کرنے یا نذر ماننے یا اس صاحبِ قبر کی تعظیم بجا لانے سے برکت پیدا ہوتی ہے سب عقائد افعال معصیت ہیں اور نذر دینا باطل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان مقامات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر نذر ماننے سے مصائب و مشکلات کا خاتمہ ہو جائیگا۔ رزق میں فراخی ہوگی منافع حاصل ہوں گے اور مریض

(باقی اگلے صفحہ پر)

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ اس مزار سے خطاب ہوا کہ یہ نعمت جو تجھے عنایت ہوئی ہے دو سو سال یا تین سو سال بعد بندگان خاص میں سے کسی ایک کو عنایت ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہمیں (شاہ عبدالرحیم) کو عنایت ہوئی تھی
انفاس العارفین اردو ص ۴۶

صاحب مزار کی نصیحتیں

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں سیر کرتا ہوا بہت ہی خوبصورت مقبرے میں پہنچا۔ تھوڑی دیر وہاں قیام کیا اس وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ اس جگہ میرے علاوہ کوئی شخص عبادت نہیں کر رہا۔ یہ خیال آتے ہی ایک شخص ظاہر ہوا جو پنجابی زبان میں کچھ گا رہا تھا جس کا مفہوم یہ تھا: دوست کے دیدار کی آرزو مجھ پر غالب آگئی۔ میں اس کے نغمہ سے متاثر ہو کر اس کی طرف بڑھا۔

میں جس قدر اس کے نزدیک ہوتا تھا وہ مجھ سے بہت دور ہوتا تھا۔ پھر اس نے کہا تیرا خیال تھا کہ اس جگہ تیرے بغیر کوئی ذاکر نہیں ہے۔ میں نے کہا میری اس سے مراد زندوں میں سے تھا۔ اس نے کہا اس وقت تم نے مطلق تصور کیا تھا اور اب اس کی تخصیص کرتے ہو۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔
انفاس العارفین اردو۔ ص ۸۱

صاحب قبر باتیں کرنے لگا تلاوت قرآن کی سماعت کا شوق

حضرت والدؒ فرماتے تھے حضرت بایزید گو نے زیارت حرمین کا ارادہ کیا۔ ان کے ساتھ بہت سے کمزور بچے اور عورتیں بھی نکل کھڑے ہوئے۔ سواری اور زاد راہ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ میں اور مخدومی بھائی صاحب نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ واپس لائیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کو شفا ہو گی۔" تو اب فرمائیے کیا انہوں نے شاہ صاحب کی مخالفت نہیں کی۔ شاہ صاحب دین کو بہتر سمجھتے ہیں اور درست راہنمائی کرتے ہیں۔ گو یا یہ جاہل دین سے نکلے ہوئے ہیں دین کے نہیں یہ تو جہالت کے پرچارک ہیں۔

—— جب ہم تغلق آباد کے قریب پہنچے تو دھوپ بہت تیز ہو گئی تھی۔ ہم ایک سایہ دار درخت کے نیچے اُترے۔ تمام احباب سو گئے میں ان کے کپڑوں کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اس اثنا میں میں نے چند سورتیں تلاوت کیں۔ وہاں چند قبریں تھیں (ایک) صاحب قبر باتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا عرصہ ہوا قرآن نہیں سُنا اور میں اس کے سننے کا بڑا مشتاق ہوں اگر کچھ اور تلاوت کریں تو بڑا احسان ہو گا۔ میں نے کچھ اور پڑھا۔ جب میں خاموش ہوا اس نے پھر درخواست کی تیسری بار بھی پڑھا پھر وہ مخدومی برادر گرامی جو پاس ہی سو رہے تھے کے خواب میں ظاہر ہوا اور کہا میں نے انہیں بار بار تلاوت کیلئے کہا انہوں نے قبول کیا، اب مجھے انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور میرا شوق باقی ہے آپ ان سے کہیں کہ کچھ زیادہ پڑھیں۔ وہ بیدار ہوئے اور مجھے کہا میں نے زیادہ تلاوت کیا یہاں تک کہ میں نے صاحب قبر کو بہت خوش پایا۔ انفاس العارفین اردو صفحہ ۸۱-۸۲

ایک صاحبِ قبر نے زائر کو پہچانا اور قرأت قرآن میں اصلاح کروائی

حضرت والد ماجد فرماتے تھے جن دنوں اورنگ زیب اکبر آباد میں تھا۔ میں مرزا ہروی محتسب کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ اِسی تقریب کے بہانے اپنے والد کے ہمراہ اکبر آباد چلا گیا اور سید عبداللہ سید عبدالرحمٰن کی رفاقت کی وجہ سے اسی جگہ تھے۔ اسی جگہ وہ بیمار ہو کر رحمت حق سے واصل ہوئے اور وصیّت فرمائی کہ مجھے غرباء کے قبرستان میں دفن کریں تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

مَیں بھی ان دنوں سخت بیمار تھا۔ جنازہ کے ساتھ جانے کی ہمت نہ تھی۔ جب مَیں تندرست ہوا اور جسم میں طاقت آئی ایک دوست جو دفن کرتے وقت موجود تھا کو ساتھ لیا اور ان کی قبر کی زیارت کیلئے گیا۔

ان کی آخری وصیّت کا یہ کمال تھا کہ اس عزیز نے ہر چند غور و فکر کیا مگر ان کی

قبر کو نہ پہچان سکا۔ آخر اندازہ سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔ حضرت سید صاحب نے میری پشت کی طرف سے (قبر سے) آواز دی کہ فقیر کی قبر یہ ہے۔ لیکن جو کچھ تم نے شروع کیا ہے اسے مکمل کرو اور اس کا ثواب اس قبر والے کو بخش دو اور جلدی نہ کرو۔ میں نے جو کچھ شروع کیا تھا اسے اختتام تک پہنچایا۔ اور اس عزیز سے کہا کہ اچھی طرح غور کرو کہ سیّد کی قبر یہی ہے جس طرف تم نے اشارہ کیا ہے یا میری پشت کے پیچھے ہے۔ اس نے غور کیا اور کہا مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ ان کی قبر تمہاری پشت کے پیچھے ہے۔ میں اس طرف بیٹھ گیا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثناء میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کی وجہ سے اکثر مقامات پر قواعد قرأت کی رعایت نہ کر سکا۔ انہوں نے قبر سے آواز دی کہ تم نے فلاں فلاں جگہ میں سستی کی ہے۔ قرأت کے معاملہ میں جزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔

انفاس العارفین اردو صـ ۳۶

احباب والدین کی قبور کی زیارت بھی باعث مغفرت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے والدین کے احباب میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلے اس کی مغفرت کرے گا۔

ازالۃ الخفاء اوّل صـ ۴۶۲



باب سیزدہم

عرسِ پاک
ختم خواجگان
اور ایصالِ ثواب

عرسِ پاک ختمِ خواجگان اور ایصالِ ثواب

مشائخ کے عرس کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کی قبور کی زیارت پر مداومت اور ان کی فاتحہ پڑھنے کا اور ان کے واسطے صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا ہے
قطرات ترجمہ ہمعات صہ ۴۳

شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کا عرس

شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبد الرحیم صاحب کے عرس کی مجلس میں ان کے مزار پُر اسرار پر بیٹھے ہوئے تھے۔
(القول الجلی کی بازیافت صہ ۳۱ بحوالہ القول الجلی صہ ۳۶)

انہی دنوں حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہٗ کے عرس کا وقت آگیا۔
القول الجلی کی بازیافت صہ ۳۱ بحوالہ القول الجلی صہ ۲۵۵

(مکتوب گرامی) حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلّمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ سے بعد سلام مطالعہ کریں۔
الحمد للہ عافیت سے ہوں۔ (آپ کا) مکتوب بہجت اسلوب پہنچا اور ایام عرس میں نہ آنے کا سبب معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اچھے طریقے سے تلافیٔ مافات کرے ———
شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات صہ 125

شاہ ابو رضا محمد علیہ الرحمۃ کا عرس

شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ میرے چچا حضرت شاہ ابو رضا محمد قدس سرہٗ کے عرس کی رات ان کے مقبرے میں محفلِ سماع برپا تھی اور حاضرین پر شوق و وجد کی کیفیت طاری تھی میں عشاء کے بعد اپنی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک پارہ سُوت لایا گیا اور کہا گیا کہ محفلِ عرس میں جو ذوق و شوق اور ان کی روح مبارک کی توجہ کی برکات تھیں وہ سب مرکب ہو کر اس نور کی شکل اختیار کر گئی ہیں جو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔
(القول الجلی کی بازیافت صہ ۳۱-۶۴ بحوالہ القول الجلی صہ ۱۰۱-۱۰۱)

پھلت میں عرس ہوتا اور تقریبات میں شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ موجود ہوتے

حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) پھلت میں تھے۔ عرس کا دن تھا۔ ایک بزرگ تشریف لائے تو انہوں نے نغمہ[1] (ترنم کے ساتھ اشعار کا پڑھنا) شروع کر دیا۔
انفاس العارفین صہ ۸۳

---

[1] لفظ نغمہ سے جنم لینے والے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ کا ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔ فرماتے تھے:

میں خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا ——— ان کی روح ظاہر ہوئی پھر (مجھے) فرمایا کہ تم شعر کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا "کَلَامٌ حَسَنُهٗ حَسَنٌ قَبِیْحُهٗ قَبِیْحٌ"۔ (وہ ایک کلام ہے اس میں جو اچھا ہے وہ بہتر ہے اور جو برا ہے وہ خراب) فرمایا بارک اللہ (اللہ برکت دے)۔ پھر آپ نے پوچھا خوبصورت آواز کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا "ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ"۔ (وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے نواز دے) فرمایا بارک اللہ۔ اور جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ"۔ (وہ نور علیٰ نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ جسے چاہے دکھائے) فرمایا بارک اللہ۔ جو کچھ ہم کرتے تھے وہ اس سے پہلے نہیں تھا۔ تم بھی کبھی کبھار دو بیت اشعار سن لیا کرو۔ (انفاس العارفین صہ ۷۸-۷۹)

حضرت سیدنا داتا گنج بخش سید علی ہجویری لاہوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے بارے میں سوال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کَلَامٌ حَسَنُهٗ حَسَنٌ وَقَبِیْحُهٗ قَبِیْحٌ" یعنی یہ کلام ہے حسن کلام حسن ہے قبیح قبیح ہے جس کا سننا حرام ہے جیسے غیبت بہتان، فواحشات، کسی کی مذمت یا کلمہ کفر، خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں سب حرام ہے۔ اور جس کلام کا نثر میں سننا حلال ہے جیسے عقلی باتیں اور نصیحت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل مشاہدات حق میں نظر کرنا وغیرہ یہ نظم میں بھی جائز ہے۔ (کشف المحجوب صہ ۶۰۹)

عُرس حضرت بزرگ

ایک مرتبہ حضرت بزرگ کے عرس مبارک کے موقع پر آپ (شاہ ولی اللہ) مزار شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں کو یہ بات پہنچادو کہ یہ فقیر چند نسبتیں رکھتا ہے۔ ایک نسبت سے ولی اللہ فرزند عبدالرحیم ہے۔ الخ

القول الجلی کی بازیافت ص۵۵ بحوالہ القول الجلی ص۵۴

شیخی کے نام سے مشہور عُرس

حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو خواجہ بیرنگ کا خلیفہ تھا۔ نورانی چہرے والا انتہائی جلیل القدر بزرگ تھا۔ شیخی کے نام سے مشہور عرس مناتا تھا۔ اس وقت میری عمر چھ سات سال تھی اور میں عرس میں حاضر ہوتا تھا۔

راقم الحروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ اس بزرگ کا نام شیخ نعمت اللہ تھا۔ چونکہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد سے تھا (اس لیے لوگ) اسے شیخی کہتے تھے خواجہ بیرنگ کی صحبت میں حاضر ہوا اور بے انتہا لطف وکرم کا مورد بنا۔ ۱۰۶۷ھ میں فوت ہوا۔ خواجہ شیخی کے ذکر کے بعد حضرت والد ماجد نے ایک قصہ بیان کیا ہے۔ خوش طبعی سے فرمایا:

خواجہ شیخی ولایتی مرد تھے۔ بڑی پگڑی سر پر باندھتے اور کشادہ جبہ پہنتے تھے اور عرس کے تبرک کی روٹیاں بہت چھوٹی ہوتی تھیں۔ الخ

انفاس العارفین ص۵۷

حضرت خواجہ محمد باقی رضی اللہ عنہ کا عرس اور لنگر کے انتظامات

حضرت خواجہ خرد کبھی کبھار خواجہ محمد باقی باللہ (رضی اللہ عنہ) کا عرس کیا کرتے تھے۔

حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضرت والد صاحب (شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے کہ میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ کوئی شخص ان کے پاس آکر کہتا ہے کہ چاول میرے ذمہ،
دوسرا آکر کہتا ہے گوشت میرے ذمہ،
تیسرا آکر کہتا ہے کہ فلاں قوال کو میں لاؤں گا۔
اسی طرح دوسرے انتظامات بھی ہوجاتے۔ خواجہ خرد اس میں کوئی تکلف نہیں کرتے تھے۔
انفاس العارفین ص ۴۳

حضرت جمال الدین علیہ الرحمۃ کے عرس میں حاضری

حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہٗ کے عرس کے دن آنجناب (شاہ ولی اللہ) موضع پھلاوہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت بھیڑ تھی۔ آپ کی قبر شریف کو چومنے میں کثرت سے لوگ مصروف تھے۔ آپ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر آکر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک انسان زندہ رہتا ہے جس قدر بھی وہ اللہ کی یاد کرتا ہے اس کو ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جسمانی تعلق

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) جناب حضرت خواجہ خرد حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مرشد زادے یعنی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت یہ کمسن تھے اس کے بعد جب خواجہ خرد سن بلوغت کو پہنچے تو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور وہاں مدت تک رہے طریق سلوک حاصل کیا اور اجازت پائی (مختصراً)۔ (انفاس العارفین ص ۴۳ — ۴۶)

حضرت مجدد الف ثانی بھی عرس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ (دفتر اوّل مکتوب ۲۳۳)

لے عرس یا لنگر کے انتظامات میں عقیدتمندوں کی خصوصی دلچسپی بیان کر کے شاہ صاحب مسلمانوں کو اس نیک کام میں تعاون کی گویا ترغیب دے رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عرس مبارک کے تمام انتظامات بھی نذرانوں سے پورے ہوجایا کرتے تھے جو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ قبول فرمایا کرتے تھے۔ (ضیاء)

کی وجہ سے بشریت اور عالمِ اجسام کے بندھنوں سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ اور جب وہ اس جہان سے رخصت ہوجاتا ہے اس وقت اس کو بشریت کے عوارض سے پوری طرح نجات حاصل ہوجاتی ہے اور اس پر لاہوتی صفت غالب آجاتی ہے۔ لہٰذا لوگ اس (کی) طرف جھکتے ہیں۔

القول الجلی کی بازیافت صہ بحوالہ القول الجلی صہ ۳۸۷

عرس منعقد کرنا جلیل القدر بزرگوں کا طریقہ ہے

(جیساکہ اوپر ذکر ہوا) حضرت والد ماجد فرماتے تھے میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو خواجہ بزرگ کا خلیفہ تھا۔ نورانی چہرے والا انتہائی جلیل القدر بزرگ[ا] تھا۔ شیخ کے نام سے مشہور عرس مناتا تھا ـــــــ راقم الحروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ اس بزرگ کا نام شیخ نعمت اللہ تھا۔ الخ انفاس العارفین صہ ۵۶

اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی فاتحہ اور ختمِ قرآنِ پاک

حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا عاشورہ کے ایام میں حضرات ائمہ اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرر ارشاد ہوا کہ ان حضرات کی فاتحہ کرائی جائے چنانچہ ایک دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کرکے فاتحہ دلائی گئی اور حضرات ائمہ اطہار (رضی اللہ عنہم)

ا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم کی روایت کے مطابق شاہ ولی اللہ نے شیخ نعمت اللہ کو انتہائی جلیل القدر بزرگ لکھا ہے۔ عرس منعقد کرنے والے بزرگوں کو القاب وآداب سے یاد کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انعقادِ عرس شاہ صاحب کے نزدیک بدعت وغیرہ نہیں بلکہ بہت بڑی نیکی ہے۔

پھر اگر عرس پاک منعقد کرنے والے اور ان کے راویان مثلاً شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، شیخ نعمت اللہ، حضرت خواجہ خرد علیہم الرحمۃ کے اسمائے گرامی اگر اچھی طرح ذہن نشین کرلیئے جائیں تو امید ہے منکرین ومخالفینِ عرس کے مکر وفریب سے بچنے میں ضرور مدد ملے گی (انشاء اللہ) ضیا

کی ارواحِ طیبہ میں خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ الخ

القول الجلی کی بازیافت صد ۶۱ بحوالہ القول الجلی صد ۷۹-۸۰

حضرت غوث الثقلین اور دیگر مشائخ کی فاتحہ (رضی اللہ عنہم)

پہلے حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ اور سب مشائخ سلسلہ پہلے پچھلے سب کی فاتحہ دے جیسے اِسے مشائخ نے شرط کیا ہے۔

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم صد ۲۵

اور یہ کہ ارواح طیبہ مشائخ کی طرف متوجہ ہو ان کے واسطے فاتحہ پڑھے یا ان کی قبور کی زیارت کرے اور بطور بھیک (خیرات) کے وہاں سے جذب حاصل کرے۔

قطرات ترجمہ ہمعات صد ۲۵

حاجت براری کیلئے خواجگان چشت کی فاتحہ

جب کوئی حاجت پیش آئے تو وضو کرے اور رُو بقبلہ بیٹھے۔ اوّل دس۱۰ مرتبہ دُرود شریف پڑھے۔

اس کے بعد تین سو ساٹھ ۳۶۰ بار یہ دُعا پڑھے "لا ملجا ولا منجی من اللہ الا الیہ"

اس کے بعد تین سو ساٹھ ۳۶۰ بار (سورہ) الم نشرح

پھر تین سو ساٹھ ۳۶۰ دفعہ وہی دعا پڑھے (لا ملجا و لا منجی من اللہ الا الیہ)

پھر دس۱۰ دفعہ درود شریف پڑھے اور ختم تمام کرے اور (اس کے بعد) تھوڑی شیرینی پر عام خواجگان چشت کے نام سے فاتحہ پڑھے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے ۔ اسی طرح روزانہ کرے۔ انشاء اللہ چند یوم میں مقصد حاصل ہوگا۔

انتباہ مترجم صد ۱

ا؎ مولانا اسمٰعیل دہلوی کہتے ہیں "طالب کو چاہیئے کہ پہلے باوضو دو زانو بطور نماز بیٹھ کر اس طریقہ کے بزرگوں یعنی حضرت معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہما الرحمۃ وغیرہ کے نام کی فاتحہ پڑھ کر بارگاہِ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور واسطہ سے التجا کرے۔ الخ (صراطِ مستقیم اُردو صد ۱۵۳)

ختمِ خواجگان بزرگوں کا معمول

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ہم شیخ عبدالاحد کے گھر گئے وہ ختم خواجگان پڑھ رہے تھے۔

انفاس العارفین اردو صفحہ ۹۰

ختمِ خواجگان پڑھا عقدہ کشائی ہوگئی

کفار مانکیاں نے متبعین (اپنے ہمنوا) پیدا کر کے ایک گروہ تیار کر لیا تھا جو اکثر علاقہ کی بستیوں کو لوٹا کرتے تھے۔ بستی والے تمام پریشان ہوگئے تو دعا اور توجہ کی درخواست کی۔

"شیخ محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا اس سے پہلے تو جس چیز کی طرف چاہتا تھا ہمت متوجہ ہو جاتی تھی۔ اب تو ہمت و ارادہ ہی باقی نہیں رہا جو کسی چیز سے متعلق ہو لیکن خدائے تعالیٰ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے اس کے اسماء سے تمسک کرنا چاہیئے۔ پھر ختم خواجگان میں مشغول ہوئے۔ فراغت کے بعد فرمایا دعا قبول ہوگئی۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس قوم کو ہماری طرف سے پھیر دیا ہے۔ چند دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ایسا ہی ہوا۔

انفاس العارفین ص ۲۷

ایصالِ ثواب[۱] کیا جائے تو ثواب پہنچتا ہے

اللہ کے صالح بندوں کی ہمتیں حظیرۃ القدس کی طرف ترقی کرتی ہیں جب

---

[۱] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مولانا حسن برکی کے جواب میں فرماتے ہیں:
"اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ کلام اللہ ختم کرنا اور نفل نماز پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب والدین کو یا استاد کو یا بھائیوں کو بخش دینا بہتر ہے یا کسی کو نہ بخشنا بہتر ہے۔ جان لینا چاہیئے کہ ثواب بخش دینا بہتر ہے کہ اس میں دوسروں کا بھی نفع ہے اور اپنا بھی فائدہ ہے۔ نہ بخشنے میں صرف اپنا ہی فائدہ ہے اور یہ بھی ہے کہ شاید دوسرے کے طفیل اس کے عمل کو (اللہ تبارک و تعالیٰ) قبول فرمالیں۔" (دفتر سوم مکتوب ۲۲)

وہ کسی مردے کیلئے دُعا میں خوب زاری کرتی ہیں یا اس کے لئے کوئی بڑا صدقہ برداشت کرتی ہیں تو یہ نیکی تدبیرِ الٰہی کے باعث مُردے کے لئے نفع دیتی ہے اور اس حظیرہ سے اس پر نازل ہونے والے فیض سے مل کر اس مردے کی حالت درست کرتی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۵۴۰

جب زندہ لوگ مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو انہیں نفع ہوتا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۵۹۱

حضرت والد ماجدؒ فرماتے تھے کہ

حضرت سید عبد اللہ کو وصیّت کے مطابق عام قبرستان میں دفن کیا گیا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ میں بوقت دفن موجود رہنے والے ایک شخص کو لے کر قبر کی زیارت کے لیے گیا اور اس شخص کی نشاندہی کے مطابق ایک قبر پر بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔

حضرت سیّد نے میری پشت کی طرف سے (قبر سے) آواز دی کہ فقیر کی قبر یہ ہے لیکن جو کچھ تو نے شروع کیا ہے اسے مکمل کر دو اور اس کا ثواب اس قبر والے کو بخش دو اور جلدی نہ کرو۔ میں نے جو کچھ شروع کیا تھا اسے اختتام تک پہنچایا اور اس عزیز سے کہا اچھی طرح غور کرو کہ سیّد کی قبر یہی ہے جس کی طرف تم نے اشارہ کیا ہے یا میری پشت کے پیچھے ہے؟

اس نے غور کیا اور کہا مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ ان کی قبر تمہاری پشت کے پیچھے ہے میں اس طرف بیٹھ گیا اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ (مختصراً)

انفاس العارفین صہ ۳۶

ایصالِ ثواب کیلئے نوافل

حضرت والد ماجدؒ تہجد کے نوافل بلا قیدِ رکعات جس قدر خوشدلی کے ساتھ پڑھ سکتے پڑھتے تھے۔ اشراق اور چاشت کے علاوہ نمازِ مغرب کے بعد والدین اور بڑے بھائی کی ارواح کو ایصالِ ثواب کی خاطر دو۲ دو رکعت (نوافل) پڑھتے تھے۔

انفاس العارفین صہ ۱۳۸

ایصالِ ثواب کے لئے مالی صدقہ

شیخ وجیہہ الدین کو ایک دفعہ کفار ڈاکوؤں کے مقابلہ میں بائیس زخم آئے اور ایک زخم میں سر جسم سے جدا ہو گیا اس کے باوجود تکبیر کہتے ہوئے ایک تیر کی مار تک کفار کا تعاقب کیا۔ ایک عورت یہ حال دیکھ کر بہت متعجب ہوئی۔ پھر آپ گر پڑے اور وہیں دفن ہوئے۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ اسی دن کے آخری حصے میں متمثل ہو کر مجھے زخم دکھائے۔ میں نے ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ دیا۔ [1]

انفاس العارفین اردو ص ۲۵۲-۲۵۳

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور کھانے پر ختمِ قرآنِ پاک

کاتب حروف (شاہ ولی اللہ) نے شیخ تاج الدین سے عجیب قصہ سُنا اور وہ

---

[1] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مُلا عبدالکریم سنامی کے نام شیخ حبیب اللہ کے والد مرحوم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "فقیر کی طرف سے دُعا پہنچا کر ماتم پرسی بجا لائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں" (مکتوب ۲۷، دفتر اول)۔ "چند سال پہلے فقیر کی عادت یہ تھی کہ اگر (ایصالِ ثواب کیلئے) کھانا پکاتا تھا تو آلِ عبا کی روحانیت مطہرہ کے لئے مخصوص کرتا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ (ایصالِ ثواب میں) حضرت امیر، حضرت فاطمہ اور حضرات امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملاتا تھا۔ ایک رات (یہ فقیر) خواب میں دیکھتا ہے کہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ کو سلام کرتا ہے آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کی بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں۔ اس دوران میں فقیر سے فرمایا کہ میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں۔ جو شخص مجھے کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ توجہ شریف مبذول نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت صدیقہ بلکہ آپ کی باقی ازواج مطہرات کو تمام اہلِ بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہلِ بیت سے توسل کرتا ہے"

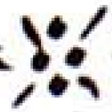
(مکتوب نمبر ۳۶۔ دفتر دوم)

یہ ہے کہ

ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہو گیا اور بیماری لمبی ہو گئی۔ ضعف و کمزوری نے ہلنے جُھلنے کے قابل نہ چھوڑا۔ اس حالت میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا گویا کوئی شخص آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس مرض کی شفا کے لئے ایک مرغی پکائی جائے اور اس پر تمام قرآن پڑھا جائے۔ یہ بیمار اسے کھائے تو شفا پائے گا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ خواب کے حکم کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

آئندہ رات جب میں سویا تو گویا امام بخاری رضی اللہ عنہ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے اپنے دست مبارک سے دیگ رکھی اور اس کے نیچے آگ جلائی اور صبح سے شام تک اس میں مرغی پکائی۔ میرے سامنے لا رکھی اور فرمایا۔ ہم نے اس کھانے پر تمام قرآن پڑھا ہے اسے کھاؤ۔ میں نے اسے کھایا تو تندرست ہو گیا اور مجھ پر بیماری کا اثر نہ تھا۔ میں صحیح و تندرست ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے ازالۂ مرض سے زیادہ اس بات کی خوشی ہوئی کہ حضرت امام بخاری نے مجھ پر اس درجہ لطف و کرم فرمایا۔

انفاس العارفین اردو ص ۲۹۵



باب چہاردہم

تفسیرُ القرآن

تفسیر القرآن (منتخب بنیادی نکات)

۱۔ قرآنِ مجید کے علومِ پنجگانہ

جاننا چاہیئے کہ معانی جو قرآن مجید سے مفہوم ہوتے ہیں وُہ ان پانچ علموں سے باہر نہیں ہیں۔

اول علمِ احکام از قسم واجب مستحب، مکروہ اور حرام۔ یہ احکام خواہ عبادات میں سے ہوں یا معاملات میں سے، تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا سیاستِ مدن سے۔ اس علم کی تفصیل فقہا کے ذمّے ہے۔

دوم علم مناظرہ چاروں گمراہ فرقوں کے ساتھ۔ یعنی یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین۔ اِس علم کی تفریع متکلمین کا کام ہے۔

سوم علم تذکیر بآلاءاللہ، مثلاً زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور بندوں کو ان کی ضروریات کا الہام کرنے، نیز خداوند تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کا بیان

چہارم علمِ تذکیر بایام اللہ یعنی اُن واقعات کا بیان، جن کو خداوند تعالیٰ نے ایجاد فرمایا ہے مثلاً اطاعت کرنے والوں کو انعام وجزا اور مجرموں کے لئے تعذیب و سزا۔

پنجم تذکیر موت اور اس کے بعد کے واقعات کا بیان مثلاً حشر و نشر، حساب میزان، دوزخ جنّت۔ ان علوم کی تفصیل کو محفوظ رکھنا اور اُن کے مناسب احادیث اور آثار ملحق کرنا واعظوں اور مُذکّروں کا کام ہے۔

علمِ مناظرہ

قرآن مجید میں چاروں گمراہ فرقوں سے مباحثات ہوئے ہیں۔ یعنی مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین سے۔ اور یہ مباحثے دو طرح کے ہوئے ایک تو یہ کہ فقط باطل عقیدے کو بیان کر کے اور اُس کی قباحت کو ظاہر فرما کر اُس سے نفرت

ظاہر کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ گمراہوں کے شبہات کو بیان کر کے ان کو ادلۂ قطعیہ یا خطابیات سے حل کرتے ہیں۔

مشرکین سے مباحثہ

مشرکین اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے حنیف اس کو کہتے ہیں جو ملتِ ابراہیمی علیہ السلام کا پابند ہو اور اس کی علامات کو سختی کے ساتھ اختیار کرنے والا ہو ———— لیکن مشرکین نے عام طور پر ان امور کو ترک کر دیا تھا۔ ————

مشرکین کی گمراہی یہ تھی کہ وہ شرک، تشبیہ اور تحریف کے قائل اور معاد کے منکر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو بعید از قیاس کہتے۔ اعمالِ قبیحہ اور مظالم علانیہ کرتے۔ نئے نئے فاسد رسوم ایجاد کرتے اور عبادات کو مٹاتے تھے ————

خدا تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب میں مبعوث کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملتِ حنیفیہ کے قائم کرنے کا حکم فرمایا۔

شرک کا جواب۔ اوّل تو ان سے اس پر دلیل کا مطالبہ کرنا اور تقلیدِ آبا کے استدلال کو توڑنا ہے۔ دوسرے بندگانِ خاص کا خدا کے برابر نہ ہونا اور خدا تعالیٰ کا برخلاف ان بندگانِ خاص کے، انتہائی مراتبِ تعظیم کے لئے مستحق ہونا۔ تیسرے تمام انبیاء کا اس مسئلے پر اجماع
وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء ۲۵)
چوتھے بتوں کی عبادت کی خرابی اور پتھروں کے مرتبۂ انسانی سے بھی گرے ہوئے ہونے کا بیان (اور مرتبۂ الوہیت کا تو ذکر ہی کیا ہے) اور یہ جواب خاص ان اقوام کے مقابلے میں دیا گیا ہے، جو بتوں کو بالذات معبود خیال کرتے ہیں۔

تشبیہ کا جواب۔ اولاً اس پر دلیل کا مطالبہ اور استدلالِ تقلیدِ آبا کو توڑنا۔ دوسرے

اے تم سے پیشتر ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ سوائے میرے کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو۔

یہ کہ اولاد کا اپنے باپ کے ساتھ ہم جنس ہونا ضروری ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔ تیسرے ایسے اُمور کو جن کو وہ اپنے نزدیک مکروہ اور مذموم خیال کرتے ہیں، حق تعالیٰ کے لئے ثابت ماننے کی قباحت کا بیان۔ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ۙ[1] (الصّٰفّٰت : ۱۴۹)

تحریف کا جواب۔ یہ کہ ائمہ مذہب سے یہ معانی مذکور نہیں ہیں —— نیز یہ ایسے لوگوں کی اختراعات اور جدّت پسندیاں ہیں، جو معصوم نہ تھے۔ حشر و نشر کے مستبعد ہونے کا جواب اولاً زمین وغیرہ کی حیات پر قیاس، اور مدار حشر و نشر کی تنقیح ہے، جو کسی شئے کا فقط تحت قدرت اور ممکن الاعادہ ہونا ہے، اور دُوسرے ان اُمور کی خبر دینے میں اہلِ کتاب کی موافقت ہے۔ استبعادِ رسالت کا جواب انبیائے سابقین میں بھی ہو چکا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ۔ (یوسف : ۱۰۹)۔ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ[2] (الرعد: ۴۳)۔ دُوسرے اُن کے استبعاد کو یہ کہہ کر رَد کرنا کہ یہاں پر رسالت سے مُراد فقط وحی ہے۔ "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ"[3] (الکہف: ۱۱۰) اور وحی ایسی شئے ہے جو محال نہیں ہے۔ "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ"[4] الخ (الشوریٰ: ۵۱) اور تیسرے یہ بیان کر دینا کہ ان معجزات کا ظاہر ہونا جن کی وہ ضِد کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا ایسے شخص کو نبی معین کرنے میں ان کی موافقت نہ کرنا جن کی پیغمبری کے وہ خواہشمند ہیں یا فرشتے کو پیغمبر نہ بنانا یا ہر کسی پر وحی نازل نہ کرنا، ایک ایسی کلّی مصلحت کی بنا پر ہے جس کے ادراک سے ان لوگوں کا علم و فہم قاصر ہے۔

یہودیوں سے مباحثہ یہودی توریت پر ایمان رکھتے تھے اور اُن کی گمراہی احکام توریت میں عام تحریف لفظی یا معنوی تھی یعنی آیات

---

[1] کیا تیرے پروردگار کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے۔

[2] کفار کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو تو تم اس کے جواب میں کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا گواہ ہے اور جس کے پاس آسمانی کتابوں کا علم ہے۔

[3] اے پیغمبر کہہ دو کہ میں مثل تمہارے انسان ہوں مگر یہ کہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

[4] کسی انسان کی یہ مقدور نہیں کہ خدا اس کے ساتھ کلام کرے مگر بطور وحی کے۔

کو چھپانا اور یہ افترا پردازی کی کہ جو احکام اُس میں نہ تھے، اُس میں ملانا۔ نیز ان احکام کی پابندی و اجرا میں تساہل اور تعصب مذہبی میں شدت۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں تامل اور بے ادبی، اور طعنہ زنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ خدا تعالیٰ کی شان میں، اور ان کا بخل و حرص میں مبتلا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

یہودی تحریف لفظی توریت کے ترجمہ وغیرہ میں کیا کرتے تھے نہ کہ اصل توریت میں۔ کیونکہ فقیر کے نزدیک ایسا ہی محقق ہے اور ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ تحریف معنوی تاویل فاسد کا نام ہے یعنی سینہ زوری اور راہِ مستقیم سے انحراف کر کے کسی آیت کو اُس کے اصل معنی کے خلاف پر عمل کرنا ——————

کتمان آیات کی یہ صورت تھی کہ بعض احکام اور آیات کو کسی ذی عزت اور شریف کے اعزاز کی حفاظت یا کسی ریاست کے حاصل کرنے کی غرض سے پوشیدہ کر دیتے تھے کہ عوام کا اعتقاد اُن سے زائل نہ ہو جائے اور یہ لوگ اس پر عمل ترک کر دینے سے نشانہ ملامت نہ بن سکیں مثلاً زانی کو سنگسار کرنے کا حکم توریت میں مذکور تھا۔ مگر اُن لوگوں نے اس وجہ سے کہ اُن کے تمام علماء نے رجم کو موقوف کر کے اس کی جگہ درّے مارنا اور منہ کالا کر دینا تجویز کر رکھا تھا، اس حکم کو ترک کر دیا اور رسوائی کے خوف سے اُس کو چھپا لیا تھا۔ یا مثلاً جن آیتوں میں حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام کو بشارت دی گئی ہے کہ اُن کی اولاد میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور جن میں اشارہ ہے ایک ایسے مذہب کی جانب جو سرزمین حجاز میں کامل اشاعت پائے گا۔ اس کے سبب سے عرفات کی پہاڑیاں صدائے لبیک سے گونج اٹھیں گی اور تمام اقلیموں کے لوگ اس مقام کی زیارت کا قصد کریں گے۔ باوجودیکہ یہ آیتیں توریت میں اب تک موجود ہیں، یہودی اُن کی یہ تاویل کرتے تھے کہ یہ تو فقط اس مذہب کے آنے کی خبر دی گئی ہے ——————

افترا۔ اس کا سبب ——————— بدون شارع کی تصریح کے بعض احکام کا صرف اس لئے کہ ان میں کوئی مصلحت ہے، استنباط کرنا اور بیہودہ استنباطات کو اوّل رواج دینا، پھر اُن کو اصل کتاب میں ملا دینا اور اپنے سلف کے اتفاق کو دلیل

قطعی خیال کرنا، خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوّت کے انکار پر ان کے یہاں سوائے اقوالِ سلف کے اور کوئی دلیل نہ تھی۔ علیٰ ہٰذا دوسرے بہت سے احکام ہیں۔

استبعاد رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس کا سبب

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں مبعوث فرمانا حالانکہ اب تک جمہور انبیاء بنی اسرائیل (اولاد یعقوب علیہ السلام) سے ہوتے ہوئے آئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

نصاریٰ سے مباحثہ

نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے ان کی گمراہی یہ تھی کہ انہوں نے خدائے تبارک وتعالیٰ کو تین ایسے حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا جو بعض وجوہ سے متغائر اور بعض وجوہ سے متحد ہوں ان حصوں کو وُہ اقانیم ثلاثہ کہتے تھے یعنی ——— ایک اقنوم باپ جو ان کے نزدیک مبدائیت عالم کے ہم معنی تھا۔ ایک اقنوم بیٹا جو بمعنی صادر اوّل تھا، جو ایک امر عام اور تمام موجودات میں شامل ہے، اور ایک اقنوم روح القدس تھا جو عقول مجردہ کے ہم معنیٰ ان کا عقیدہ تھا کہ اقنوم ابن نے حضرت مسیح کی رُوح کا لباس اختیار کر لیا تھا۔ یعنی جیسا کہ جبریل علیہ السلام آدمی کی شکل میں آتے تھے، ایسے ہی ابن نے عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ظہور کیا تھا۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی ہیں، ابن اللہ بھی اور بشر بھی۔

خدا تعالیٰ نے اس باطل مذہب کا رد فرمایا اور کہا کہ عیسیٰ خدا کا بندہ اور اس کی وہ پاک رُوح ہے جس کو اُس نے مریم صدیقہ کے رحم میں ڈالا اور اس کی رُوح القدس سے تائید فرمائی۔

نیز ایک گمراہی نصاریٰ کی یہ ہے کہ وُہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہو گئے ہیں۔ حالانکہ فی الواقع ان کے قتل کے واقعہ میں ایک اشتباہ ہو گیا تھا، خداوند تعالےٰ نے قرآن شریف میں اس شبہے کا ازالہ فرمایا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ[1] (النساء: ۱۵۷)

---

[1] (ترجمہ) اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا، بلکہ مشتبہ ہو گئی ان کے لئے (حقیقت)

نیز ان کی ضلالت میں ایک یہ امر بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ فارقلیط موعود سے وہ عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو قتل ہو جانے کے بعد اپنے حواریین کے پاس آئے اور ان کو انجیل کے کامل اتباع کی وصیت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد مدعیانِ نبوت بکثرت ہوں گے لیکن ان میں جو شخص میرا نام لے، اس کی تصدیق کرنا درست نہیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منطبق ہے، کیونکہ انجیل میں کہا گیا ہے کہ فارقلیط تم میں مدتِ دراز تک رہ کر علم سکھائے گا اور لوگوں کے نفوس کو پاک کرے گا۔ اور یہ بات ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئی۔

منافقین سے مباحثہ

منافقین دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو زبان سے کلمہ ایمان کہتے تھے مگر ان کا قلب کفر اور سرکشی پر پختہ تھا اور کفر و جحود ان کے دل میں چھپے ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کے حق میں ہے: فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [1] (النساء: ۱۴۵)۔ دوسرا وہ گروہ جس نے اسلام قبول کیا مگر ان کا ایمان ضعیف تھا ——————

مثلاً دنیاوی لذات کا اتباع ان کے قلوب میں بھر گیا ہے کہ اس نے خدا اور اس کے رسول کی محبت کے لیے جگہ ہی باقی نہیں رہنے دی ——————

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بیہودہ خیالات اور رکیک شبہات ان کے قلوب میں گزرتے تھے —————— منافقین کے ان شبہات کا سبب یہ ہوا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بشری احکام پائے جاتے تھے (یعنی منافقین کی نظر بشریت میں ہی الجھی رہتی)۔ خدا تعالیٰ نے ایسے منافقوں کے اخلاق و اعمال کو قرآن مجید میں خوب آشکارا کیا ہے اور ان ہر دو گروہ کے احوال بکثرت بیان فرمائے ہیں تاکہ امت ان سے احتراز کرے ——————

---

[1] دوزخ کے پست ترین طبقے میں ہوں گے۔

۲۔ تذکیر بآلاء اللہ

جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کا نزول انسانوں کی مختلف جماعتوں کی تہذیب کے لیئے، خواہ عربی ہوں یا عجمی، شہری ہوں یا بدوی، ہوا ہے ——— چنانچہ آلاء اللہ اور آیات قدرت میں سے صرف وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جنہیں شہری و بدوی، اور عرب و عجم یکساں طور پر سمجھ سکیں ———

۳۔ تذکیر بایام اللہ

ایام اللہ یعنی وہ واقعات جن کو خداوند تعالیٰ نے ایجاد فرمایا ہے مثلاً فرماں برداروں کے لیئے انعام اور نافرمانوں کے لیئے عذاب۔ ان میں سے ایسی جزئیات کو اختیار فرمایا کہ جو پیشتر سے ان (مخاطبین) کے گوش زد ہو چکی تھیں، اور وہ اجمالی طریقے سے ان کا تذکرہ سُن چکے تھے۔ مثلاً قوم نوح و عاد و ثمود کے قصے، جن کو عرب اپنے باپ دادا سے مسلسل سُنتے آئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انبیائے بنی اسرائیل کی مختلف داستانیں جن سے بوجہ یہود اور عرب کے قرنہا قرن کے اختلاط کے، ان کے کان آشنا تھے ———

مقصود یہ ہے کہ ان سے سُننے والوں کے ذہن شرک اور معاصی کی برائی کی جانب منتقل ہوں اور وہ کفّار پر عذابِ خداوندی کا اور مخلصین پر خدا تعالیٰ کی عنایت سے مطمئن ہونے کا ادراک کریں۔

۴۔ تذکیر بالموت و مابعدہٗ

موت اور اس کے بعد کے واقعات میں سے انسانی موت کی کیفیت، اُس وقت انسان کی بیچارگی کا عالم۔ بعد موت کے جنت و دوزخ کو سامنے کرنا اور عذاب کے فرشتوں کا آنا اور علاماتِ قیامت بیان کی گئی ہیں۔

۵۔ علمِ احکام

مباحثِ احکام کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملّتِ حنیفی (ابراہیمی) پر مبعوث ہوئے ہیں اس لئے اس ملّت کے طریقوں کا باقی رکھنا ضروری ہے۔ چونکہ عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اور باقی تمام اقالیم کو عربوں کے ہاتھ سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا، اس لئے ضروری ہوا کہ شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کا مواد اُنہی (عربوں) کی رسوم و عادات سے لیا جائے۔ اگر کوئی شخص ملّتِ حنیفی کے جملہ احکام اور عربوں کے رسوم و عادات دیکھے، اور پھر شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر، جو کہ اصلاح و تکمیل کا درجہ رکھتی ہے ایک غائر نظر ڈالے تو وہ ہر ایک حکم کے لئے کوئی سبب اور ہر امر و نہی کے لئے کسی خاص مقصد کا ادراک کرے گا۔

قرآنِ مجید کا محاورۂ عرب کے مطابق نزول

اور

مسئلہ ناسخ و منسوخ

جاننا چاہیئے کہ قرآنِ مجید ٹھیک بلا کسی تفاوت کے محاورۂ عرب کے مطابق نازل ہوا۔ کسی لفظ کے معنی معلوم نہ ہونے کا سبب کبھی اس کا نادر ہونا ہے۔ اس کے لئے صحابہ، تابعین اور دوسرے علم معانی میں دسترس رکھنے والوں سے، اس کے معنی نقل کرنا چاہیئے۔ کبھی اس کا سبب ناسخ و منسوخ آیات کا نہ جاننا اور اسبابِ نزول کا یاد نہ رہنا ہوتا ہے۔

قرآنِ مجید کے الفاظِ نادرہ (غرائب القرآن) کی شرحوں میں بہترین شرح حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کی ہے جو ابن ابی طلحہ (رضی اللہ عنہما) کے طریق روایت سے صحت کے ساتھ

ہم تک پہنچی ہے اور غالباً امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں اس طریق پر اعتماد کیا ہے ــــــ
ناسخ و منسوخ کی معرفت فن تفسیر میں ایک ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے اندر بڑی بڑی بحثیں اور بے شمار اختلافات ہیں۔ اس کے اشکال کے اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح کا باہمی اختلاف ہے۔ اِس باب میں حضرات صحابہ اور تابعین کے کلام کے استقرا سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات نسخ کو اس کے لغوی معنی (یعنی ایک چیز کا ازالہ دوسری چیز کے ذریعے سے) میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اصطلاحِ اہلِ اصول کے مطابق۔ اسی طرح ان کے نزدیک نسخ کے معنی ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ دوسری آیت کے ساتھ ہوگا۔

چونکہ ان حضرات کے نزدیک نسخ بابِ وسیع رکھتا ہے اس لئے عقل کو اس میں جولانی اور اختلاف کی گنجائش مل گئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو تک بیان کرتے ہیں۔ لیکن اگر مزید غور و خوض کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس طرح ان کی تعداد حدِّ شمار سے باہر ہے۔ مگر متاخرین کی اصطلاح کے موافق آیاتِ منسوخہ کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے علی الخصوص اس توجیہہ کی رُو سے، جس کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بیانِ مذکورہ بالا کو بعض علماء سے لے کر اپنی کتاب میں مناسب بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور جو آیات متاخرین کی رائے میں منسوخ ہیں، ان کو شیخ محی الدین ابن عربی کے موافق تحریر کر کے قریباً بیس آیتیں گنوائی ہیں۔ لیکن فقیر کو ان بیس میں بھی اکثر کی نسبت کلام ہے (یہاں شاہ صاحب نے ان آیتوں پر جو علامہ سیوطی کے نزدیک منسوخ ہیں، بحث کی ہے اور آخر میں وہ اس نتیجے پر پہنچے، جس کا ذکر وہ یوں فرماتے ہیں):

علامہ سیوطی نے ابن عربی کے ساتھ اتفاق کر کے کہا ہے کہ بیس آیتیں منسوخ ہیں، باوجودیکہ ان میں بھی بعض کی نسبت اختلاف ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی آیت کے لئے دعویٰ نسخ صحیح نہیں اور آیت استیذان اور آیت قسمت اور آیت احکام میں عدم نسخ صحیح ہے۔ اب صرف ان کے نقطۂ نظر سے اُنیس آیتیں منسوخ رہ گئیں۔ میں کہتا ہوں ہماری

تحریر کے موافق پانچ ہی آیتوں میں نسخ ثابت ہوسکتا ہے۔[1]

مسئلۂ معرفتِ اسبابِ نزول

علمِ تفسیر کا دوسرا دشوار ترین مسئلہ معرفتِ اسباب نزول ہے

مفسّر بننے کے لئے دو چیزوں کی معرفت شرط ہے۔ ایک وہ واقعات جن کی طرف آیات اشارہ کرتی ہوں کیونکہ ایسی آیات کے ایما کا سمجھنا بغیر واقعات کے میسّر نہیں آسکتا اور دوسرے وہ حصّے جن سے عام کی تخصیص یا اور کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ مثلاً آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرتے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ آیات کے اصل مقصد کا علم اُن قصص کی موافقت کے بدون ممکن نہیں

توجیہہ کے معنی ہیں صورتِ کلام کا بیان اور اس کلمۂ توجیہہ کا حاصل یہ ہے کہ کبھی کسی آیت میں کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے یا تو اس صورت کے استبعاد کی وجہ سے جو مدلولِ آیت ہے یا دو آیتوں کے باہمی تناقص سے یا اس وجہ سے کہ مبتدی کے ذہن پر مصداقِ آیت کا تصور دشوار ہوتا ہے یا کسی قید کا فائدہ اس کے ذہن نشین نہیں ہوتا۔ ان صورتوں کے پیدا ہونے پر جب مفسّر ان مشکلات کو حل کرتا ہے تو اس کا نام توجیہہ رکھا جاتا ہے۔

بخاری، ترمذی اور حاکم نے اپنے اپنے ابوابِ تفسیر میں اسنادِ صحیح سے صحابہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسبابِ نزول اور توجیہاتِ مشکل روایت کی ہیں۔ ان آثار کا جو زیادہ نہیں حفظ کرنا مفسّر کے لئے ضروری ہے تاکہ اس سے یہ معلوم ہوجائے کہ اکثر اسبابِ نزول کو آیات کے معانی دریافت کرنے میں کسی قسم کا دخل نہیں۔ البتہ صرف اُن قصص کو کچھ دخل ہے جن کا ان آثار میں ذکر ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے "الفوز الکبیر" ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید کا اسلوبِ بدیع

قرآن مجید کو مثل معمولی کتابوں کے ابواب اور فصول میں اس طرح مرتب نہیں کیا گیا کہ ہر مبحث ایک جداگانہ باب یا فصل میں بیان کیا جاتا، بلکہ قرآن مجید کو مثل مجموعۂ مکتوبات کے فرض کرنا چاہیئے جس طرح کہ بادشاہ اپنی رعایا کو حسبِ ضرورت وقت ایک فرمان لکھتے ہیں یہاں تک کہ بہت سے فرمان جمع ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص ان کو جمع کر کے ایک مجموعہ مرتب کر دیتا ہے اسی طرح اس بادشاہ علی الاطلاق نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بندوں کی ہدایت کے حسبِ ضرورت وقت قرآن مجید کی سورتیں، یکے بعد دیگرے نازل فرمائیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ہر ایک سورت جداگانہ طور پر مرتب اور محفوظ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدوّن نہیں فرمایا تھا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تمام سورتیں ایک جلد میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کی گئیں اور یہ مجموعہ مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔

اعجازِ قرآن کے وجوہ

اعجازِ قرآن کے بہت سے وجوہ ہیں جن میں سے بعض بیان کئے جاتے ہیں۔

اوّل: اسلوبِ بدیع۔ عربوں کے پاس بلاغت کے چند میدان تھے جن میں وہ اپنی فصاحت کے گھوڑوں کو بگٹٹ دوڑاتے اور ہمعصروں سے بڑھنے کی سعی کرتے تھے۔ وہ میدان قصائد، خطبے، رسائل اور محاورات ہیں۔ عرب لوگ کلام کے چار اسلوبوں کے علاوہ اور کچھ نہ جانتے تھے اور نہ کسی پانچویں اسلوب کے اختراع پر قادر تھے۔ بدیں وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک پر حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے، ایک خاص اور ممتاز اسلوب کی ایجاد جو کہ اُن کے مروجہ اسالیب کے علاوہ ہے، بے شک اعجاز تھا۔

دوم: گزشتہ تواریخ اور اممِ سابقہ کے احکام کی بغیر پڑھے لکھے ایسی تفصیل بیان کرنا جو

کتبِ سابقہ کی مصدق ہو۔

سوم: پیشین گوئیاں۔ ان پیشین گوئیوں میں سے جو واقعہ ظہور پذیر ہوگا اعجاز ہوگا۔

چہارم: بلاغت کا وہ مرتبہ جو کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے ہم لوگ چونکہ عربِ اوّل کے بعد پیدا ہوئے ہیں، اس لئے مرتبہ بلاغت کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے لیکن اتنا ضرور جانتے ہیں کہ شیریں کلمات اور چست بندشوں کا استعمال جس لطافت، سادگی اور بے ساختگی کے ساتھ ہم قرآن شریف میں پاتے ہیں۔ اس قدر متقدمین اور متاخرین کے کسی قصیدے میں نہیں پاتے اور یہ ایک وجدانی بات ہے جسے ماہر شعراء ہی جان سکتے ہیں، عوام اس میں کچھ حصہ نہیں لے سکتے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ علم تذکیر اور مناظرہ و مخاصمہ جہاں کہیں معانی کو الفاظ کا دوسرا لباس سورت کے اسلوبِ خاص کے موافق پہناتے ہیں، وہ اس میں ایک عجیب کیفیت اور ندرت ہوتی ہے کہ ہماری عقول کا دستِ حرص اور اس کے ادراک کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا من جملہ وجوہِ اعجاز کے ایک وجہ ایسی ہے جسے سوائے ان لوگوں کے جو اسرارِ شریعت میں تدبّر اور تفکر کرتے ہیں، کوئی سمجھ نہیں سکتا اور وہ یہ ہے کہ علومِ پنجگانہ ہدایتِ انسانی کے اعتبار سے خود قرآن شریف کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ یہ علومِ پنجگانہ اپنے معانی کے اعتبار سے اُس اعلیٰ مرتبے پر واقع ہیں جن پر اضافہ قطعاً محال ہے۔ ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

فنونِ تفسیر

جاننا چاہیئے کہ مفسّرین کی مختلف جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت صرف اُن آثار کی روایت سے شغف رکھتی ہے جو آیات سے مناسبت رکھتے ہیں خواہ وہ آثار احادیثِ مرفوعہ ہوں یا موقوفہ کسی تابعی کا قول ہو یا اسرائیلیات میں سے کوئی روایت۔ یہ طریقہ محدثین کا ہے۔

ایک گروہ باری تعالیٰ کے اسماء و صفات کی آیات کی تاویل کرتا ہے جس آیت کو

وہ حق جل شانہٗ کی تنزیہہ کے موافق خیال نہیں کرتا اس کے وہ ظاہری معنی نہیں لیتا۔ یہی گروہ ہے جو مخالفین کے ایسے اعتراضات کو جو وہ قرآن کی بعض آیات پر کرتے ہیں، رد کرتا ہے۔ یہ گروہ متکلمین کا ہے۔

مفسرین میں سے بعض لوگ ہیں جو قرآن مجید سے فقہی مسائل کا استنباط کرتے ہیں بعض مجتہدات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں اور مخالف دلائل کا جواب دیتے ہیں۔ یہ فقہاء اور اہلِ اصول ہیں۔ ایک جماعت قرآنِ مجید کے الفاظ کی لغوی تشریح کرتی ہے اور اس کے ہر محاورے کے بارے میں کلامِ عرب سے بکثرت سندیں دیتی ہے، یہ نحویین اور اہلِ لغت کا طریقہ ہے۔ ایک گروہ قرآن مجید سے علم معانی و بیان کے نکات نکالتا ہے اور اس اعتبار سے کلام اللہ کے محاسن بیان کرتا ہے۔ یہ ادبا کا گروہ ہے۔ بعض لوگ قرآن مجید کی ان قرأتوں کو جو ائمہ سے مسلسل منقول ہیں، نہایت وضاحت و تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ قاری ہیں۔ ایک گروہ قرآن میں سے بادنیٰ مناسبت علم سلوک یا علم الحقائق کے نکات نکالتا ہے۔ یہ صوفیہ کا گروہ ہے۔

الحاصل تفسیر کا میدان بڑا وسیع ہے، اور اس میں جو مسلمان بھی گامزن ہوا اس کا مقصد قرآن کے معانی کو سمجھنا تھا۔ اس نے ایک خاص فن کے تحت اس میں غور و خوض کیا اور مطالب کو اپنی فصاحت اور سخن فہمی کی استطاعت کے مطابق بیان کیا۔ اس ضمن میں اس نے اپنی جماعت کے مسلک کو ہی مقدم رکھا۔ یہ وجوہ ہیں جن سے فنِ تفسیر نے ایسی وسعت حاصل کی کہ اس کا صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ مفسرین کے ایک گروہ کا خیال ان تمام فنونِ تفسیر کو یکجا کرنے کا ہوا۔ چنانچہ کبھی عربی اور کبھی فارسی میں کتابیں لکھی گئیں۔

اس فقیر کو الحمد للہ ان تمام فنون سے خاص مناسبت حاصل ہے! اسے علومِ تفسیر کے اکثر اصول اور اس کے فروع کی ایک معقول مقدار معلوم ہے اور اس کو ہر فن میں اجتہاد فی المذہب کے قریب قریب تحقیق و استقلال حاصل ہے۔ علاوہ ازیں فنونِ تفسیر

کے دو تین اور فن بھی فیض الٰہی کے لا متناہی دریا سے مجھے القا ہوئے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ میں قرآن مجید کا بلا واسطہ ایسا ہی شاگرد ہوں جیسے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پُر فتوح کا اویسی ہوں۔ (الفوز الکبیر۔ ارمغان شاہ ولی اللہ)

باب پانزدہم

حدیث کی ضرورت و اہمیت

حدیث کی ضرورت و اہمیت

علوم یقینیہ میں سے بنیادی اور قابلِ اعتماد علم اور تمام دینی فنون کی اساس اور منبع علم حدیث ہے۔ جس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر (یعنی آپ کے سامنے کوئی بات ہوئی اور آپ نے اس سے نہ روکا) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ (قول وفعل وتقریر) تاریکی میں روشن چراغ ہدایت کے نشانات اور بمنزلہ بدر کامل کے ہیں جس نے ان (احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کیا اور انہیں محفوظ کر لیا اسے رشد وہدایت ملی اور خوب خوب بھلائی عطا ہوئی جس نے اعراض و روگردانی کی وہ ضلالت و ہلاکت میں پڑا اور خسارے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ حجۃ اللہ البالغہ اول ص۲۸

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُمت کا شریعت حاصل کرنا

یاد رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امت کے شریعت حاصل کرنے کے ۲ دو طریقے ہیں:

۱۔ ایک طریقہ ظاہر قول سے (شریعت) حاصل کرنے کا ہے۔

اس کے لئے اقوال نبوت کی نقل ضروری ہے چاہے متواتر روایت ہو یا غیر متواتر ہو۔ پھر متواتر کی ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کے الفاظ بھی متواتر طور پر منقول ہوں جیسے کہ قرآن مجید اور کچھ احادیث۔ ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول بھی ہے کہ "تم جلد ہی (قیامت کے روز) اپنے رب کی زیارت کروگے"۔ اور ایک قسم وہ ہے جس کا معنی متواتر ہو جیسے کہ طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، خرید وفروخت، نکاح اور غزوات کے بہت سے احکام ہیں جن میں اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے نے

اختلاف نہیں کیا۔

اور غیر متواتر روایات میں اعلیٰ ترین درجہ کی روایت مستفیض ہے۔ یہ وہ روایت ہے کہ جس کو تین یا اس سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔ پھر پانچویں طبقہ تک اس کے راوی بڑھتے چلے گئے۔ اس قسم کی احادیث بکثرت ملتی ہیں اور اسی پر فقہ کے بڑے بڑے مسائل کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جس کے صحیح یا حسن ہونے کا فیصلہ حفاظ محدثین اور بڑے بڑے علمائے حدیث کی زبان سے ہو چکا ہے۔ ان کے بعد ان احادیث کا درجہ ہے جن میں کلام ہو چکا ہے بعض محدثین نے انہیں قبول کیا اور بعض نے قبول نہیں کیا۔ ان میں سے جن کو شواہد کے ذریعے یا اکثر اہلِ علم کے قول یا عقلِ صریح کے ذریعے تقویت حاصل ہوئی وہ واجب العمل ہے۔

۲۔ احکامِ شریعت حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ دلالت احادیث سے حاصل کرنا ہے۔ وُہ یہ ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ فرماتے یا کرتے دیکھتے تو اس سے کوئی حکم وجوب وغیرہ مستنبط کر لیتے پھر وہ لوگوں کو یہ حکم بتاتے اور فرماتے "فلاں کام واجب ہے اور فلاں جائز ہے"۔ پھر تابعین صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے اسی طرح احکام حاصل کرتے ہیں۔ پھر تیسرے طبقہ نے ان فتاوٰی اور قضایا کو مدون کر دیا اور اس کو مستحکم کر دیا۔

اس طریقہ سے شریعت کے احکام اخذ کرنے والے اکابر میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم (نمایاں) ہیں۔

ظاہر و دلالت کا لازم و ملزوم ہونا

ان دونوں طریقوں میں خلا ہے جو ایک دُوسرے کے ساتھ ہی پُر ہوتا ہے اور ایک طریقہ کو دُوسرے طریقہ سے استغنا حاصل نہیں (یعنی ایک طریقہ کو دُوسرے طریقہ کی حاجت ہے)

پہلے طریقہ (یعنی نقل ظاہر) میں ایک یہ خرابی (واقع ہوتی) ہے کہ روایت بالمعنی میں تغیر و تبدل ہو جاتا ہے اور معنی بدل جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ دُوسرا نقصان یہ ہے کہ وہ حکم کسی خاص واقعہ میں ہوتا ہے مگر راوی اسے کلّی حکم سمجھ لیتا ہے۔ تیسرا نقصان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں تاکیدی حکم فرمایا تاکہ لوگ سختی سے اس کی پابندی کریں۔ مگر راوی نے اسے واجب یا حرام سمجھ لیا حالانکہ امر واقع اس طرح نہیں ہوتا۔

ہاں جو فقیہہ ہوگا اور واقعہ میں موجود ہوگا وہ قرائن کے ذریعے حقیقتِ حال کو معلوم کرے گا جیسے کہ مزارعت اور پھل پکنے سے پہلے فروخت کی ممانعت میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ ممانعت بطور مشورہ تھی۔

دُوسرے طریقہ (اجتہادی طریقہ) میں یہ خرابی (واقع ہوتی) ہے کہ اس میں صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے قیاسات اور کتاب وسنت سے ان کے استنباطات بھی داخل ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ اجتہاد ہر حالت میں درست ہی ہو لیکن بسا اوقات ان میں سے کسی کو حدیث نہیں پہنچی یا ایسے طریقہ سے پہنچی ہے کہ اس جیسی روایت قابلِ حجّت نہیں ہوتی اس لئے اس پر عمل نہیں کیا۔ پھر اس کے بعد کسی دُوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کی زبانی صورتِ حال کی وضاحت ہو گئی جیسے کہ جنابت میں تیمم کے بارے میں حضرت عمر اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہما) کا قول ہے ——— چنانچہ جس شخص کو روایات اور الفاظِ حدیث میں تبحّر حاصل ہے اس کے لئے لغزشوں سے نجات پانا آسان ہے۔

جب معاملہ اس طرح ہوا تو فقہ میں غور و خوض کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ دونوں مشربوں سے بھرپور سیراب ہو اور دونوں مذہبوں میں کمال مہارت رکھتا ہو۔

عمدہ ترین احکام

مِلّت کے عمدہ ترین احکام وہ ہیں جن پر جمہور روات (راوی) حاملینِ علم کا اتفاق ہے اور دونوں طریقے اس میں مطابقت رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

روایت حدیث

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دہی کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ایسی روایات حاصل ہوں جو متصل ہوں اور عنعنہ سے ہوں چاہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہوں یا موقوف روایات ہوں اور صحابہ و تابعین (رضی اللہ عنہم) کی ایک جماعت سے صحت کے ساتھ مروی ہوں۔ اس طرح اگر شارع سے کوئی نص یا اشارہ نہ ہوتا تو وہ اس قسم کی روایت کو جزم کے ساتھ روایت نہ کرتے۔ اِس قسم کی روایت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلالۃً ماخوذ ہے۔

اب مدوّن کتبِ حدیث پر اعتماد ضروری ہے

اور ہمارے دور میں

ان روایات کو حاصل کرنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ علمِ حدیث میں مدوّن کتب کا تتبّع کیا جائے اس لئے کہ ہمارے زمانہ میں ایسی کوئی روایت نہیں جو کہ مدوّن نہ ہو چکی ہو ——— صحت و شہرت کے لحاظ سے کتب حدیث کے چار طبقات ہیں ——— (اور یہ آپ نے اسناد وغیرہ کے معیار پر پرکھ کر درجہ بندی فرمائی ہے)

بلحاظِ صحت و شہرت پہلے طبقہ کی کتبِ حدیث

پہلے طبقہ کی صرف تین کتابیں ہیں:

۱۔ موطا امام مالک

۲۔ صحیح بخاری

۳۔ صحیح مسلم

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہے اور تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے کے

مطابق موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں اور غیر موافقین کی رائے کے مطابق اس میں کوئی ایسی مرسل اور منقطع نہیں ہے کہ جس کی سند دوسرے طرق کے ذریعے متصل نہ ہو گئی ہو اس لئے یقیناً یہ اس لحاظ سے صحیح ہیں ——————

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو متصل مرفوع روایات ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور مصنّفین تک یہ روایات متواتر ہیں اور جو بھی ان کتابوں کو معمولی سمجھتا ہے وہ بدعتی ہے۔

دوسرے طبقہ کی کتب احادیث

دوسرے طبقہ میں یہ کتابیں ہیں:

۱۔ سنن ابوداؤد

۲۔ جامع ترمذی

۳۔ مجتبیٰ نسائی

۴۔ مسند احمد

ان کا درجہ موطا اور صحیحین کے برابر نہیں پہنچا، البتہ وہ ان کے قریب قریب ہیں۔ ان کے مصنّفین کا وثوق، عدالت، حفظ اور فنون حدیث میں تبحّر علمی مشہور رہے۔ اور انہوں نے اپنی کتب میں جن شرائط کا التزام کیا ہے اس میں کوئی تساہل نہیں برتا اور بعد والوں نے انہیں قبول کیا اور ہر زمانے کے محدثین و فقہا نے ان پر اعتماد کیا۔

تیسرے طبقہ کی کتب احادیث

تیسرے طبقہ میں (یہ کتابیں ہیں)

۱۔ مصنّف عبدالرزاق

۲۔ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ

۳۔ کتب بیہقی

۴۔ کتب طبرانی

۵۔ کتب طحاوی

۶۔ مُسند ابو علی

۷۔ مُسند عبد بن حمید

۸۔ مُسند طیالسی

یعنی وُہ مسانید، جوامع اور مصنفات ہیں جو بُخاری، مُسلم اور ان کے زمانہ سے پہلے، ان کے زمانہ میں اور ان کے بعد تصنیف ہوئیں۔ جن میں صحیح و حسن، ضعیف و معروف و غریب، شاذ و منکر، خطا و صواب اور ثابت و مقلوب کو جمع کیا گیا۔ علماء میں ان کی شہرت ایسی نہیں ہے اگرچہ ان سے مطلق اجنبیت دُور ہو گئی۔ جو احادیث ان میں متفرد ہیں فقہاء نے انہیں زیادہ استعمال نہیں کیا۔ محدثین نے ان کی صحت و سقم کے بارے میں زیادہ بحث و تحقیق نہیں کی —— ان محدثین کا مقصد یہ تھا کہ جو ملے اسے جمع کریں ان کی تلخیص و تہذیب اور عمل کے قابل بنانا ان کا مقصود نہ تھا۔

چوتھے طبقہ کی کتبِ احادیث

چوتھے طبقہ کی کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ ابن حبان کی کتاب الضعفاء۔

۲۔ ابنِ عدی کی الکامل

۳۔ خطیب کی کتب

۴۔ ابنِ عساکر کی کتب

۵۔ ابنِ نجار کی کتب

۶۔ دیلمی کی کتب
۷۔ ابو نعیم کی کتب
۸۔ جوزقانی کی کتب
۹۔ مسند خوارزمی
۱۰۔ ابن جوزی کی الموضوعات

ان کے مصنفین نے طویل مدت کے بعد ان احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا جو کہ پہلے دو طبقات کی کتابوں میں نہیں ملتیں اور ایسے مجموعوں اور مسانید میں موجود تھیں کہ جو غیر مشہور ہیں۔ انہوں نے ان احادیث کی وقعت کی اور یہ احادیث ان لوگوں کی زبانوں پر جاری تھیں جن کی حدیث کو محدثین نے لکھا ——— اس طبقہ کی سب سے بہتر وہ احادیث ہیں جو ضعیف و محتمل ہیں اور سب سے بدتر وہ ہیں کہ جو موضوع یا مقلوب ہیں اور حد درجہ کی منکر ہیں۔

محدثین کا عمل

محدثین کا کامل اعتماد پہلے اور دوسرے طبقہ پر ہی ہے۔ البتہ تیسرے طبقہ کی احادیث پر عمل کرنا اور ان کا قائل ہونا صرف بڑے بڑے افاضل محدثین کا کام ہے جو کہ اسماء الرجال اور علل احادیث سے آگاہ ہیں۔ البتہ اس طبقہ کی احادیث سے اکثر متابعات اور شواہد ماخوذ ہوتے ہیں۔ اور "اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کا اندازہ"۔ البتہ چوتھے طبقہ کی احادیث کو جمع کرنا ان سے استنباط مشاغل کا شغل رکھنا متاخرین کا تعمق ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ اوّل ص ۳۲۱ تا ۳۴۴

باب شانزدہم

اجتہاد اور تقلید

اِجتہاد اور تقلید

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

"جب حاکم (مجتہد) حکم کرے پس اجتہاد کرے اور درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب حکم کرے اور اجتہاد کرے مگر غلطی کر جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے"۔

اجتہاد کا مطلب ہے کہ دلیل تلاش کرتے میں اپنی پوری قوت خرچ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ بقدر امکان ہی تکلیف و پابندی ہے اور انسان کو یہی قوت حاصل ہے کہ وہ اجتہاد کرے اور اس کی وسعت میں یہ بات نہیں کہ وہ حق کو ضرور ہی پالے۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صد ۸۸۶

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو کتاب اللہ میں دیکھو اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو حدیث رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دیکھو۔ اگر حدیث میں بھی اس کو نہ پاؤ تو اس صورت کو اختیار کرو جس پر مسلمانوں کا اجماع ہوا۔ اگر مسلمانوں کے اجماعیات میں بھی وہ مسئلہ نہ ملے تو اپنی اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور کچھ تردد نہ کرو (دارمی)

ازالۃ الخفا اوّل صد ۱۷۰

"اور جمہور ملت کی صحیح ترین رائے یہ ہے کہ جو شخص بھی اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو اس پر واجب ہے کہ اجتہاد کرے"۔

الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اردو صد ۶۵

اجتہاد کی حقیقت

اجتہاد کی حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے فروعی احکام کو اس کے تفصیلی دلائل

سے سمجھنے کے لئے پوری محنت کا صرف کر دینا۔ ان دلائلِ تفصیلیہ کا مرجع کُل چار چیزیں ہیں:

۱۔ کتاب

۲۔ سنّت

۳۔ اجماع

۴۔ قیاس

اِس تعریف سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اجتہاد اس سے عام ہے کہ وہ اسی حکم کے معلوم کرنے میں محنت کامل صرف کرنا ہو جس میں علمائے سلف کلام کر چکے ہوں یا نہ کر چکے ہوں۔ مجتہد اپنے اجتہاد میں علمائے سلف کا موافق ہو یا مخالف[۱]۔ نیز اس سے عام ہے کہ یہ اجتہاد کسی دوسرے کی مدد سے ہوا ہو مثلاً کسی نے مسائل کی صورتیں بتا دی ہوں اور ماخذ و احکام پر دلائل تفصیلی سے اِشارہ کر دیا ہو۔

عقد الجید مترجم ص ۷-۸

اجماع

اجماع سے مراد وہ اجماع نہیں جو بظاہر خیال میں آتا ہے کہ جمیع اُمّت مرحومہ نے کسی امر پر اجماع و اتفاق کر لیا بایں حیثیت کہ کوئی فردِ واحد بھی اس اجماع و اتفاق سے باہر نہ ہوا ہو۔ اِس قسم کے

---

[۱] غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اکثر علمائے نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو شافعی المذہب کہا اور بعض نے انہیں حنبلی قرار دیا جس کی تصریح کتب شافعیہ میں موجود ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ وہ شافعی تھے اور جس نے انہیں مجتہد کہا اس کی مراد یہ نہیں تھی کہ وہ شافعی المذہب نہ تھے کیونکہ امام ترمذی میں ملکۂ اجتہاد و استنباط کا پایا جانا اور چند مسائل سے مسلک شافعیہ سے مختلف ہونا شافعی نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ الخ

(مقالات کاظمی حصہ اوّل ص ۳۴۲)

اجماع کا منعقد ہونا محالاتِ عادیہ (ناممکنات) سے ہے، نہ ایسا واقع ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔

کسی مسئلہ سے متعلق اجماع منعقد نہیں ہوا مگر یہ کہ فی الجملہ اس میں اختلاف بھی نقل کیا گیا۔ گویا اجماع سے اجماع کثیر الوقوع مراد ہے اور وُہ اہلِ حل وعقد اور مفتیانِ دیار وامصار کا اتفاق ہے۔ ازالۃ الخفاء دوم صـ۱۴۴

اجماع کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر شخص اپنی فکر (آزاد) سے جو شرع سے مستند نہ ہو بلکہ محض مصلحتِ وقت کے متعلق ہو ایک رائے پیدا کرے (اور اتفاقاً سب وہی ایک رائے پیدا کریں یا بحث ومباحثہ کے بعد سب ایسی ہی کسی ایک رائے پر متفق ہو جائیں) بلکہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ جیسے ہر صحابی نے دلیل شرعی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ سنیہ سے ان (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم) کی خلافت استنباط کی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصریحات سے کبھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلویحات سے یہاں تک کہ اس دلیل کے ملاحظہ سے وہ صحابی ان کی خلافت کے ماننے پر مکلّف ہو گیا اور جب (اس طرح) قرنِ اوّل کے مجتہدین نے ان کی خلافت پر اتفاق کر لیا تو اجماع ثابت ہو گیا اور ان کے بعد کسی کو مخالفت کرنے کی گنجائش نہ رہی۔

ازالۃ الخفاء اوّل صـ۱۳۰

اجماع کے معنی یہ بھی ہیں کہ خلیفہ (خاص) صائب رائے حضرات سے مشورہ کرنے کے بعد یا بلا مشورہ کوئی حکم دے اور وہ حکم ایسا نافذ ہو کہ تمام عالمِ اسلامی میں شائع اور تمام اسلامی دنیا میں ممکّن ہو جائے۔ ازالۃ الخفاء اول صـ۴۷

قیاس "قیاس[۱] قرآن وحدیث سے حکم نکالنے کا ایک طریقہ ہے جبکہ مجتہد کو نصِ قرآن وحدیث اور اجماع صریح میں مطلوبہ حکم نہ ملے۔"

عقد الجید مترجم صـ۱۱

---

[۱] مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "قیاس اصل میں حکمِ شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے خود مستقل

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دیکھئے' حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہما) کو لکھا کہ جو امر تمہارے دل میں خلش کرے جس کے متعلق تمہیں کتاب وسنت سے کچھ نہ پہنچا ہو اس میں نہایت فہم و درایت سے کام لو۔ امثال و نظائر کو اچھی طرح جانو پہچانو اور یاد رکھو اور پھر اس قسم کے امور کو ان پر قیاس کرو اور اسی امر پر اعتماد کرو جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہو اور اشبہ بحق ہو۔"

ازالۃ الخفاء دوم ص۱۴۶ رسالہ در مذہب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مقدمہ ص۵

اجتہاد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ فرماتے یا کرتے دیکھتے تو اس سے کوئی حکم وجوب وغیرہ مستنبط کر لیتے پھر لوگوں کو یہ حکم بتاتے اور فرماتے "فلاں کام واجب ہے اور فلاں کام جائز ہے۔"

حجۃ اللہ البالغہ اول ص۳۲۲

مثلاً حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو اگر وہ قرآن میں ہوتا تو اس کو بحوالہ قرآن بیان کرتے اور اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوتا تو بحوالۂ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اس کو بیان کر دیتے تھے۔ اگر حدیث میں بھی نہ ہوتا تو ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے اقوال سے تلاش کرتے اگر مل جاتا تو ان کے حوالہ سے بیان کر دیتے۔ پھر اگر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے اقوال میں بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے قیاس کر کے فتویٰ دیتے (دارمی)

ازالۃ الخفاء اول ص۱۷۹

پھر دیگر' صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مختلف بلاد میں پھیل گئے اور ہر صحابی کسی نہ کسی علاقے میں مقتدا اور راہنما بن گیا اور واقعات بھی کثرت سے پیش آنے لگے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) علم نہیں یعنی قرآن وسنت کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے ظاہر کرتا ہے۔
(جاء الحق اول ص۳۶)

مسائل بھی پوچھے جانے لگے اور ان کے بارے میں صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے فتوے معلوم کئے گئے تو ہر ایک نے اپنی حفظ و یاد کے مطابق فتویٰ دیا یا استنباط کیا اور اگر جواب کے مناسب استنباط یا یادداشت نہ تھی تو رائے سے اجتہاد کیا اور وہ علت معلوم کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منصوص مسائل میں جن پر حکم کا مدار رکھا ہے۔ چنانچہ جہاں علت کو پایا وہاں حکم لگا دیا اور حکم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض کے موافق بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ الخ

حجۃ اللہ البالغہ اوّل ص۳۴۵-۳۴۶

اجتہادِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کی گئی

ہر ناحیہ اور ہر مقام میں صحابی یا تابعی افادہ مسلمین کی غرض سے پہنچے اور بمطابق "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم" مسلمانوں نے ان سے استفادہ

لہ غیر مقلدین کی نقل کردہ ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت فرمایا کہ جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آئے تو اس کا فیصلہ کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا اگر تم کو کتاب اللہ میں اس کا حل معلوم نہ ہو تو؟ معاذ رضی اللہ عنہ بولے پھر میں سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا اگر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ دونوں ہی میں تمہیں اس کا حل معلوم نہ ہو تو پھر کیا کرو گے۔ معاذ رضی اللہ عنہ بولے تو پھر میں اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لوں گا اور اس سلسلے میں کبھی کوتاہی کا مرتکب نہ ہوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جواب سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پہ ہاتھ مارا اور فرمایا کہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلچی کو وہ سمجھ عطا فرمائی جس سے اللہ کا رسول خوش ہے"۔

(ابوداؤد)، (ہدایۃ المستفید دوم ص۱۲۰۴، ۱۳۴۵)

کیا اور بجز اس کے چارہ بھی نہ تھا۔ ؎

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۲۸۷

اجتہاد کن اُمور میں کیا جاتا ہے؟

ملتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام دو قسم پر ہیں:

ایک قسم تو وہ ہے جن کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے اور شریعت نے ان کو صاف کھول کر بیان کر دیا اور لوگوں کا ان احکام کے ساتھ مکلّف ہونا ثابت ہو چکا۔ اب اگر کوئی شخص کسی کمزور شبہ کو سند بنا کر ان احکام کی مخالفت کرے تو وہ عند اللہ معذور نہ ہوگا ——— یہ وہ احکام ہیں جو صریح قرآن یا صریح حدیث مشہور یا طبقۂ اولیٰ کے اجماع سے یا قرآن و حدیث پر قیاس جلی کر کے نکالے گئے ہیں۔ جب کوئی حکم شریعت کا اس طریقہ سے ثابت ہو جائے تو اس کی مخالفت کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور ایسے حکم کا مخالف معذور نہیں ہوتا جیسے انکارِ زکوٰۃ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اس بارہ میں مباحثہ کیا۔ آخر سب نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کیا کہ منکرِ زکوٰۃ کو معذور نہ سمجھا جائے اور سب نے بالاتفاق منکرین زکوٰۃ سے قتال شروع کر دیا ———

؎ معلوم ہوا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بوقت ضرورت اجتہاد کیا اور اس اجتہاد پر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا اللہ کی حمد بیان کی، جو واضح طور پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے منظوری کی سند بھی ہے، یعنی اہل یمن اپنے مقدمات و مسائل کے حل میں خود تو قرآن و حدیث میں غور کر کے مسائل کا حکم نہیں معلوم کر سکیں گے اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد سے ان کیلئے راہ عمل متعین کریں اور یمن والے اس پر عمل کریں اور یہی مراد کو پہنچیں اور یہی تقلید ہے۔ گویا اجتہاد اور تقلید کی خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظوری دی ہے اور اسی کو پسند فرمایا ہے۔ اور یہ بھی خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ محض حدیثیں بیان کرنا کافی نہیں ان کے مطابق عقیدہ و عمل کو درست کرنا بھی ضروری ہے۔ دیکھیئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مسلمانوں نے ان سے استفادہ کیا اور بجز اس کے چارہ بھی نہ تھا۔" ضیاء

دُوسری قسم وُہ ہے کہ ان میں اصل حقیقت سے پردہ نہیں اٹھایا گیا اور لوگوں کا ان احکام کے ساتھ مکلّف ہونا واضح طور پر ثابت نہیں ہوا بلکہ دلائل کا اختلاف یا حدیثوں کا شائع نہ ہونا اس مسئلہ میں چہرۂ مقصود کا حجاب بن گیا یا کوئی صریح دلیل اس مسئلہ میں ملی ہی نہیں۔ استنباطات اور قیاسات مختلف جانب گئے۔ اِس قسم کے احکام میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔

ازالۃ الخفاء اوّل ص۲۴۷

حجّتِ دلائل شرعیہ

تحقیق یہ ہے کہ ادلہ (شرعیہ) میں تعارض ہونے کے وقت بعض ادلہ شرعیہ کو بعض پر مقدّم کرنا دُوسری دلیل کے حجّت ہونے کی نفی نہیں کرتا ہے جیسا کہ خبرِ واحد کو حدیث مشہور یا اجماع امت کے مخالف ہونے کی حالت میں ترک کر دیتے ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خبرِ واحد حجّت نہیں ہے۔

ازالۃ الخفا اوّل ص۵۴

مجتہد اور شرائطِ اجتہاد

مجتہد وُہ ہے جو قرآن وحدیث جس قدر احکام سے متعلق ہے جانتا ہو۔ نیز اجماع کے مواقع، قیاس صحیح کی شرائط، مقدمات کی صحیح ترتیب اور علوم عربیہ سے واقف ہو۔ اس کے علاوہ ناسخ ومنسوخ اور راویوں کے حالات سے بھی باخبر ہو۔

قرآن کے علم میں سے ان امور کا جاننا ضروری ہے:

ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسّر، خاص وعام، محکم ومتشابہ، کراہت وتحریم اور اباحت واستحباب۔

اور وجوب حدیث کے علم میں

مذکورہ امور کا بھی علم (ضروری ہے) اور حدیث کی اقسام، صحیح، ضعیف، مُسند اور مرسل کا جاننا اور حدیث کو قرآن پہ اور قرآن کو حدیث پر مرتب کرنے کی معرفت حاصل ہونا حتّٰی کہ اگر کوئی ایسی حدیث پائے جس کا ظاہر قرآن کے موافق نہ ہو تو اس کی مطابقت

کا سراغ لگا سکے کیونکہ حدیث قرآن کا بیان ہے مخالفِ قرآن نہیں۔ اور احادیث میں سے صرف ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو شرعی احکام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں نہ کہ وہ حدیثیں جن میں قصص، اخبار اور مواعظ مذکور ہیں۔

اسی طرح علم لغت عربی سے اس قدر جاننا ضروری ہے جو قرآن و حدیث کے احکامی امور میں واقع ہوئے ہیں تمام لغات عرب کا احاطہ شرط نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ علم لغت میں اتنی محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہو جائے۔

اور صحابہ و تابعین (رضی اللہ عنہم) کے اقوال سے اس قدر جاننا ضروری ہے جو احکام میں منقول ہیں اور بڑا حصہ ان فتاویٰ کا جانتے جو امت کے فقہاء نے دیئے ہوں تاکہ اس کا حکم سلف کے اقوال کے مخالف نہ ہو ورنہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت ہوگی۔ جب ان علوم کے اکثر اور بڑے حصے پر قادر ہو جائے تو وہ اس وقت مجتہد ہے۔

اگر ان علوم میں سے کسی ایک سے بھی ناواقف ہو تو اس کا راستہ تقلید[1] کرنا ہے اگرچہ وہ شخص ائمہ سلف میں سے کسی ایک کے مذہب میں ماہرِ کامل ہی ہو۔ ایسے شخص کو عہدۂ قضا اختیار کرنا اور فتویٰ دینے کا امیدوار ہونا درست نہیں۔

---

[1] جناب مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں:

غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو، پھر تقلید نہ کرے اور جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے وہ غیر مقلد نہیں کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔ آیۃ کریمہ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (بقرہ) "اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر" کے تحت فرماتے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے اس سے تقلید نہ کرانا اور اس سے استنباط کرانا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوٰۃ فرض نہیں تو بے علم سے مسائل کا استنباط کرانا کیونکر ضروری ہوگا۔ (جاء الحق اول صـ ۲۲)

جوان پانچ علوم کا جامع ہو اور خواہشات نفسانی سے دور رہنے والا ہو، بدعتوں سے علیحدہ ہو اور پاکیزگی اور تقویٰ کو شعار بنایا ہوا ہو، کبیرہ گناہوں سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ رکھتا ہو تو اس کا قاضی ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع میں تصرف کرنا جائز ہے۔
عقد الجید ص۹ تا ۱۵ مترجم

اب ایسے عالم شخص کے بارے میں جو اکثر مسائل میں اپنے امام سے موافق ہو لیکن اس کے ساتھ ہی ہر حکم کی دلیل سے واقف ہو اور اس پر اس کا دل مطمئن ہو اور وہ اپنے اس کام میں خاص سمجھ بوجھ رکھتا ہو یہ خیال کرنا کہ وہ مجتہد نہیں صحیح نہیں اور ایسے ہی اس خیال پر اعتماد کرتے ہوئے یہ سمجھ لینا کہ اس زمانہ میں مجتہد کا وجود نہیں غلط بنیاد پر تعمیر ہے۔[1]
عقد الجید مترجم ص۹

مجتہدین کے درجات

مجتہدِ مطلق کی دو قسمیں ہیں:
۱۔ مجتہدِ مستقل
۲۔ مجتہدِ منتسب

---

[1] علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:
"اعلیٰ حضرت نے متعدد ضوابط ارقام فرمائے جو کتب فقہ میں کہیں نہیں ملتے لیکن ان کا وجود ناگزیر ہے کیونکہ فقہ کی بے شمار جزئیات اپنے انطباق کیلئے قواعد کی مرہون منت ہیں ——
چونکہ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان نے ان تمام قواعد کا کتاب و سنت سے اکتساب کیا ہے اس لئے یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی۔"
(فاضل بریلوی کا فقہی مقام ص۷)

"بعض مسائل میں انہوں نے فقہائے متقدمین کی عبارتوں میں اضطراب کو رفع کر کے تطبیق بین الاقوال فرمائی ہے بعض مواقع پر جو گوشے متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے ہیں انہیں اجاگر کر کے حق کو آشکار کیا ہے"
(فاضل بریلوی کا فقہی مقام ص۱۸)

اس سے پہلے حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ کی مثال بھی "بطور مجتہد" عرض کی جاچکی ہے۔ ضیاء

مجتہد مستقل مجتہد مستقل دوسرے مجتہدوں سے تین[1] باتوں میں ممتاز ہوتا ہے:

۱۔ ان اصول میں تصرف کرنا جن پر اس کے اجتہادی مسائل کی بنیاد ہے۔

۲۔ جن احکام کا پہلے جواب ہو چکا ہے ان کو معلوم کرنے کے لیے آیات، احادیث اور آثار کی تلاش و جستجو کرنا، متعارض دلائل میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے اس کے راجح معنی کو بیان کرنا اور ان دلائل سے ماخذ احکام پر متنبہ ہونا۔

۳۔ ان دلائل سے ان مسائل میں کلام کرنا جن کا جواب نہیں ہوا ہے۔

مجتہد منتسب وُہ ہے جو اپنے شیخ (امام) کے اصول کو برقرار رکھ کر اکثر و بیشتر دلائل کی تلاش اور ماخذ پر اس کے کلام سے مدد لے اور اس کے باوجود وہ ان دلائل سے احکام فقہی پر یقین رکھتا ہو اور یہ کہ ان دلائل سے مسائل کے استنباط پر قدرت حاصل ہو کم یا زیادہ مسائل اور امور مذکورہ بالا صرف مجتہدِ مطلق میں شرط ہیں

مجتہد فی المذہب جو مجتہد منتسب سے کم ہو، مجتہد فی المذہب ہے۔ یہ جن مسائل میں امام کی رائے صراحتہً مذکور ہو اس میں اپنے امام کی تقلید کرتا ہے لیکن امام کے قواعد اور اس کے مذہب کی بنیاد سے بخوبی واقف ہوتا ہے چنانچہ جب ایسا کوئی واقعہ پیش آتا ہے جس میں امام کی صریح رائے موجود نہیں ہوتی تو یہ مجتہد امام کے اقوال سے اسی کے طریقہ پر اجتہاد کر کے مسئلہ کا استنباط کر لیتا ہے۔

---

[1] شاہ ولی اللہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں: اس فقیر کو الحمد للہ تمام فنون (فنون تفسیر) میں خاص مناسبت حاصل ہے اور علوم تفسیر کے اکثر اصول اور ایک معقول مقدار اس کے فروع کی معلوم ہے اور اس کے ہر فن میں اجتہاد فی المذہب کے قریب قریب تحقیق و استقلال حاصل ہو گیا ہے۔

(الفوز الکبیر ص۶۷ ترجمہ رشید احمد انصاری)

مجتہد فی الفتویٰ

اور مجتہد فی المذہب سے کم مرتبہ مجتہد فی الفتویٰ (مفتی) کا ہوتا ہے۔ یہ اپنے امام کے مذہب سے پوری طرح واقف اور اس بات پر قادر ہوتا ہے کہ امام کے ایک قول کو دوسرے پر اور امام کے اصحاب کی ایک وجہ کو دوسری پر ترجیح دے سکے۔[۱]

عقد الجید مترجم صفحہ ۱۵ تا ۱۷

اور مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتے[۲] وہ تو صرف اپنے اجتہاد، دلائل کے

---

[۱] حکیم الامت مفتی احمد یار خان اور علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی طبقات فقہا بیان کئے ہیں۔ مثلاً مجتہدین فی الشرع[۱]، مجتہدین فی المذہب[۲]، مجتہدین فی المسائل[۳]، اصحاب تخریج[۴]، اصحاب ترجیح[۵]، اور ممیزین[۶]۔ (دیکھئے جاء الحق اوّل صفحہ ۱۹-۲۰ اور فاضل بریلوی کا فقہی مقام صفحہ ۱۷-۱۸، طبقات اسی سے نقل کئے گئے ہیں

علامہ سعیدی مزید لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میں ان طبقوں میں سے ہر طبقہ کی بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں" (فاضل بریلوی کا فقہی مقام صفحہ ۱۸)

"طبقات فقہا کے اعتبار سے اعلحضرت کا موازنہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قواعد شرعیہ وضع کرنے کی وجہ سے آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے اور غیر منصوص مسائل کو قواعد امام سے استخراج کرنے کی وجہ سے خصاف اور طحاوی کی طرح طبقہ ثالثہ میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور روایات میں ترجیح اور تفصیل کے سبب سے طبقہ رابعہ اور خامسہ کے فقہا سے کسی طرح کم نہیں"۔ (فاضل بریلوی کا فقہی مقام صفحہ ۱۸)

[۲] حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے تو ان چھ طبقوں میں سے جو صاحب جس درجہ کے مجتہد ہوں گے وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے اور اس سے اوپر والے طبقہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں اس لئے کسی کے مقلد نہیں"۔ (جاء الحق اوّل صفحہ ۲۰)

استعمال اور ترتیب دلائل میں اپنے امام کے طریقہ (اصول) پر چلنے کی وجہ سے ان کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔

عقد الجید مترجم صـ۱۵۷

جاہل پر تقلید واجب

کتاب و سنّت سے جاہل از راہ خود تتبع و استنباط نہیں کر سکتا۔ اب اس کا یہ فرض ہوگا کہ کسی فقیہ سے پوچھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ میں کیا حکم دیا ہے۔ جب بتا دے تو اس کی اتباع کرے خواہ وہ صریح نص سے ماخوذ ہو یا اس سے مستنبط ہو یا کسی نص پر قیاس ہو۔ ان میں ہر ایک اگرچہ دلالۃً ہی سہی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی روایت کی طرف راجع ہے اور اس کی صحت پر امت کا یکے بعد دیگرے اتفاق ہے۔

عقد الجید مترجم صـ۱۲۱

غیر مجتہد پر تقلید واجب

اگر ان (مجتہد کے لئے بیان کئے گئے پانچ) علوم میں سے کسی ایک سے بھی ناواقف ہو تو اس کا راستہ تقلید کرنا ہے اگرچہ وہ شخص ائمہ سلف میں سے کسی ایک کے مذہب میں ماہر کامل ہی ہو ——— جو ان پانچ علوم کا جامع ہو اور خواہشات نفسانی سے دور رہنے والا ہو بدعتوں سے علیحدہ ہو اور پاکیزگی اور تقویٰ کو شعار بنایا ہوا ہو۔ کبیرہ گناہوں سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ رکھتا ہو تو اس کا قاضی ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع میں تصرف کرنا جائز ہے۔ اور جو شخص ان شرطوں کا جامع نہ ہو اس پر حوادث و واقعات میں تقلید کرنا واجب ہے۔[1]

عقد الجید مترجم صـ۱۴ - ۱۵

تقلید کرنا تمام مقلدین پر لازم ہے اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ گمراہ اور خطا کار ہے۔

خیر کثیر اردو صـ۲۷۳

---

[1] کیا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے "نام اور پیغام" کا وظیفہ کرنے والے غیر مقلدین حضرات شاہ صاحب کی بات مان لیں گے اور غیر مقلدیت سے تائب ہو کر تقلید کی راہ اختیار کریں گے؟ ضیاء

تقلید شخصی یعنی امام معین کی تقلید

صحابہ و تابعین (رضی اللہ عنہم) سے یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت
ہے کہ جب انہیں کوئی حدیث مل جاتی تو وہ غیر مشروط طور پر اسکے مطابق عمل شروع کر دیتے
تھے لیکن دو صدیوں کے بعد لوگوں میں معین مجتہدین کے مذاہب کو اختیار کرنے کا رجحان
پیدا ہوا۔ چنانچہ بہت کم ایسے تھے جو کسی خاص معین مجتہد کے مسلک کے پابند نہ ہوتے
اس زمانے میں یہ تقلید "امر واجب" ہو گئی۔

الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اُردو صفحہ ۶۰

یہ اعتراض کہ مجتہد مستقل کی اقتدا پہلے واجب نہ تھی پھر واجب ہو گئی اس میں
تناقض (تضاد) ہے جو اپنی نفی خود کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امر واجب دراصل یہ ہے کہ امت میں کوئی شخص ایسا ہو
جو فروعی احکامِ شریعت کا علم اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ رکھتا ہو۔ اس پر سب اہل حق
متفق ہیں۔ اور جس بات پر کوئی امرِ واجب موقوف ہوتا ہے وہ بات بھی واجب ہوتی ہے۔

اور جب ادائے واجب کے متعدد طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک طریقہ کو اختیار
کرنا واجب ہوگا۔ اس کے لئے کسی خاص طریقہ کا تعین لازم نہیں۔ اگر اس کا ایک ہی طریقہ
ہو تو خاص اس طریقہ کا حصول واجب ہوگا جیسا کہ ایک شخص بھوک کی شدت میں مبتلا ہو اور
اس کے باعث اسے ہلاکت کا ڈر ہو اور بھوک دور کرنے کے مختلف طریقے اس کے بس میں
ہوں مثلاً کھانا خرید سکتا ہو، جنگل سے پھل توڑ سکتا ہو اور کھانے والے جانور کا شکار کر
سکتا ہو تو اس کے لئے ان متعدد طریقوں میں سے بلا تعین کسی ایک کو اختیار کرنا واجب ہو
گا۔ لیکن اگر وہ شخص ایسے مقام پر ہو جہاں نہ شکار ہو نہ پھل تو اس کیلئے ایک ہی طریقہ
کہ مال خرچ کر کے کھانا خریدے واجب ہے۔

اسی طرح اسلاف کے پاس اس واجب اصلی (یعنی اجتہاد) کو حاصل کرنے کے چند
طریقے تھے اور ان طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کو اختیار کرنا واجب تھا کسی خاص طریقہ

کا تعین ضروری نہ تھا۔ پھر جب سوائے ایک طریقہ کے باقی طریقے ختم ہو گئے تو یہی مخصوص طریقہ واجب رہا۔

چنانچہ سلف میں حدیثیں نہیں لکھی جاتی تھیں لیکن آج احادیث کا لکھنا واجب ہے کیونکہ آج ان کتب احادیث کے سوا حدیثوں کی روایت کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اسی طرح اسلاف حصولِ علم نحو و لغت میں مشغول نہ ہوئے تھے کیونکہ عربی ان کی اپنی زبان تھی۔ اور انہیں ان علوم میں سر کھپانے کی حاجت نہ تھی لیکن آج (ہمارے اس زمانے میں) عربی زبان کا علم باقاعدہ حاصل کرنا واجب ہو گیا کیونکہ سابقہ اہلِ عرب کا زمانہ بہت دُور چلا گیا۔ ہمارے اس قول کے شواہد بہت ہیں۔

اسی پر ایک معین امام کی تقلید کے واجب ہونے کو بھی قیاس کرنا چاہیئے کہ معین امام کی تقلید کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی مثلاً اگر ایک جاہل شخص ہندوستان یا ماوراء النہر کے کسی خطہ میں ہو اور اس کے قریب کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم موجود نہ ہو، نہ ان کے مسالک فقہ کی کوئی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے مذہب کی تقلید کرے اور اس سے باہر جانا اس کے لئے حرام ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اپنے آپ کو "دائرہ شریعت" سے نکال لے گا اور شتر بے مہار بن کر رہ جائیگا بخلاف اس کے اگر وہ حرمین میں ہو تو چونکہ وہاں اسے تمام مذاہبِ فقہ کی معرفت میسر ہو گی اس لئے اس کے لئے یہ کافی نہیں کہ وہ کسی غیر معتبر مسلک اور ظنی بات پر عمل کرے۔ نہ وہ عوام کی زبان سے نکلی ہوئی سنی سنائی پر عمل کرے اور نہ کسی غیر معروف کتاب سے کوئی قول اختیار کرے۔ یہ تمام باتیں کنز الدقائق کی شرح نہر الفائق میں موجود ہیں۔

الانصاف۔ اردو ص ۷۰ تا ۷۲

جہاں تک اس طبقے کا تعلق ہے جو اہلِ حدیث واثر (یعنی محدثین کا طبقہ) ہے ان میں اکثر کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ روایات نقل کریں، اسنادِ حدیث جمع کریں اور ایسی غریب و شاذ حدیثیں بھی تلاش کریں جن میں اکثر موضوع یا مقلوب (غیر مرتب) ہیں۔ یہ لوگ نہ تو احادیث

کے متن کا لحاظ کرتے ہیں نہ ان کے معانی پر غور کرتے ہیں، نہ ان میں جو اسرار ہوتے ہیں ان تک پہنچتے ہیں، نہ ان کی تہہ پاتے ہیں اور نہ فقہ (سوجھ بوجھ) سے کام لیتے ہیں۔ یہ اصحاب بسا اوقات فقہا پر عیب لگاتے انہیں مطعون کرتے اور ان پر سنّت کی مخالفت کا الزام لگاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ فقہا کو جو علم کی دولت بخشی گئی ہے وہ خود اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور ان کو برا کہہ کر وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

الانصاف۔ اردو ص۵۴

'غور سے سنئے'

اگر ہم کسی فقیہہ کی اقتداء (تقلید) کرتے ہیں تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم ہے۔ اس کا قول یا تو کتاب وسنّت کی صراحت کے باعث ہے یا اس سے استنباط کیا گیا ہوگا یا اس نے قرائن سے معلوم کیا ہے کہ شارع علیہ السلام کا فلاں صورت میں حکم دراصل فلاں علّت پر مبنی ہے اور اس کو اس علت حکم کی معرفت کا خوب یقین ہو چکا ہے اس لئے اس نے منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کر لیا ہے گویا یہ کہتا ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں ——— جب یہ علت پائی جائے تو وہاں حکم بھی پایا جائے گا۔ اس

۱؎ حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نقل فرماتے ہیں:

ایک شخص نے آپ (یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ آپ کسی مسئلہ پر قیاس میں بحث کر رہے ہیں تو اس شخص نے چیخ کر کہا کہ جناب اس قیاس کو چھوڑیے کیونکہ سب سے پہلا قیاس کرنے والا ابلیس تھا، تو ابوحنیفہ (علیہ الرحمۃ) نے اس شخص سے کہا جناب آپ نے بات برمحل نہیں کی۔ ابلیس نے اپنے قیاس سے اللہ کے حکم کو رد کیا اور کافر ہوا اور ہمارا قیاس تو امرِ الٰہی کی اتباع کیلئے ہے کیونکہ ہم اس کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور ائمہ صحابہ اور ائمہ تابعین (رضی اللہ عنہم) کے اقوال سے کسی طرف ٹوٹتے ہیں تو ہم اتباع کے گرد اگر دہی رہتے ہیں تو ہم ابلیس کے ہم پلّہ کیوں ہوئے تو اس شخص نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ (الخیرات الحسان۔ مترجم ص۹۷)

عموم میں منفسین بھی داخل ہے۔ اس لئے یہ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے البتہ اس کے طریق میں ظنی (فروعی) امور ہی شامل ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مسلمان کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا[1] الخ۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل ص۱۵۸

مذاہب اربعہ کی تقلید پر اجماع

چاروں مذاہب فقہی جو مدوّن ہو چکے ہیں اور احاطۂ تحریر میں آچکے ہیں اس پر امّت کا اجماع ہو چکا ہے یا معتدبہ لوگوں کا اجماع ہو چکا ہے کہ ان (میں سے کسی ایک) کی تقلید جائز ہے اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں خصوصاً اس زمانہ میں (تقلید ضروری اور درست ہے) کہ ——— ہر آدمی اپنی رائے پر ناز کرنے لگا۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل ص۳۶۱

مذاہب اربعہ کے علاوہ کوئی مذہب صحیح نہیں اور یہی سوادِ اعظم ہیں

امّت نے اتفاق کیا ہے کہ وہ معرفت شریعت میں سلف پر اعتماد کریں گے چنانچہ تابعین نے صحابہ پر تبع تابعین نے تابعین پر (رضی اللہ عنہم) اور اسی طرح ہر طبقہ کے علماء نے اپنے سے پہلوں پر اعتماد کیا ہے اور عقل اس کی تحسین پر دال ہے اس لئے کہ شریعت نقل اور استنباط سے معلوم ہوئی اور نقل بغیر اس کے قائم نہیں رہ سکتی کہ ہر طبقہ اسے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتا رہے اور استنباط میں بھی مذاہب متقدمین کا علم ضروری ہے

---

[1] حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی پانچ معتبر کتب سے دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں؛ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول و فعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے جیسے کہ مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول و فعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔

(جاء الحق اوّل ص۱۵)

تاکہ ان کے اقوال سے باہر نکل کر اجماع کو نہ توڑے اور یہ بھی ضروری ہے کہ مذاہب متقدمین پر اپنا قول مبنی کرے اور نیز اس استنباط میں گذشتہ لوگوں سے مدد لے کیونکہ تمام فنون مثلاً صرف، نحو، طب، شعر، آہنگری، بڑھئی گیری اور رنگریزی کسی کو ان میں سے کوئی فن اس وقت تک نہ آیا جب تک ماہر فن کے ساتھ نہ رہا اس کے علاوہ نادر و بعید ہے۔ ایسا نہیں ہوا اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔

جب سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا متعین ہے تو اور ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد کیا گیا ہے سند صحیح سے مروی یا مشہور کتابوں میں مدوّن موجود ہوں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان اقوال کو زیر بحث بھی لایا گیا ہو کہ اس کے محتملات کے راجح کو بیان کر دیا گیا ہو اور بعض مواقع میں عموم کی تخصیص کسی جگہ مطلق کی تقیید کی گئی ہو اور ان اقوال کے مختلف فیہا میں جمع کی شکل نکال لی گئی ہو۔ مزید برآں ان کے احکام کی علل بھی بیان شدہ ہوں ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اور آخری زمانوں میں مذاہب اربعہ کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں (جس پر اعتماد کیا جا سکے)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "سواد اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو" اور چونکہ سچے مذہب ان چار (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) کے علاوہ مفقود ہو گئے تو ان مذاہب کا اتباع سواد اعظم کا اتباع اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے باہر نکلنا ہے۔ عقد الجید صـ۵۴ تا ۵۶

مذاہب اربعہ میں مقامات اختلاف اور انکے درست ہونے کی توجیہہ

ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر مجتہد صواب پر ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ صواب پر صرف ایک مجتہد ہے اور دوسرے مجتہد معذور ہیں۔

مگر اس بندۂ ضعیف (شاہ ولی اللہ) کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ

اگر حدیث واحد صادق ایک مجتہد کو پہنچی دوسرے کو نہ پہنچی تو جس کو پہنچی وہ

صواب پر ہے اور جس کو نہ پہنچی وہ معذور ہے۔ اور اگر منشأ اختلاف دو دلیلوں کے درمیان جمع کی صورتوں کا متعدد ہونا یا کوئی قیاس خفی ہے تو ایسی حالت میں دونوں مجتہد صواب پر ہیں کیونکہ مقصد اصلی ایسی حالت میں شارع کی موافقت کرنا اور اس کے حکم کی اطاعت کرنا ہے اور صورت مذکورہ میں ہر مجتہد اس موافقت کو بجالایا۔ فقہائے اہل سنت کے مذاہب میں باہم اسی قسم کا اختلاف ہے اور سب مقبول ہیں۔

ازالۃ الخفاء۔ اوّل ص ۲۴۷

بڑے بڑے مواضع اختلاف یہ چار ہیں:

اوّل :۔ یہ کہ ایک مجتہد کو حدیث ملی اور دوسرے کو نہیں ملی، اس شکل میں مصیب متعین ہے

دوم :۔ یہ کہ ہر ایک کے پاس احادیث اور مختلف آثار موجود ہیں اور ہر ایک نے بعض کو بعض سے تطبیق دینے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں اجتہاد سے کام لیا چنانچہ مجتہد کو اس کے اجتہاد نے ایک حکم تک پہنچا دیا لہٰذا اس قسم کا اختلاف پیدا ہوا۔

سوم :۔ یہ کہ مجتہدین نے ان باتوں میں اختلاف کیا یعنی مستعمل الفاظ کی تفسیر اور ان کی جامع و مانع حدود یا معرفت ارکان اشیاء اور اس کی شروط مثلاً ذکر، حذف اور تخریج مناط، وصف عام سے موصوف کا اس صورت خاص پر صادق آنا اور کلیہ کا اپنی جزئیات پر منطبق ہونا وغیرہ۔ چنانچہ ہر مجتہد کے اجتہاد نے اسے ایک جدا مذہب تک پہنچا دیا۔

چہارم :۔ یہ کہ مجتہدین نے اصول میں اختلاف کیا جس سے فروعی مسائل میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا۔

عقد الجید ص ۳۰-۳۱

اگر اجتہاد ایسے امر میں ہے جو مجتہد کی عقل پر موقوف کر دیا گیا ہے اور دونوں ماخذ قریب قریب ہیں۔ کوئی بھی ذہن سے ایسا دور نہیں کہ اس میں کسی ایک ماخذ والے کو بھی قصوروار خیال کیا جائے کیونکہ یہ لوگوں کے عرف و عادت میں نہیں ہے۔ جیسے دو آدمیوں سے کسی نے کہا جو فقیر تمہیں ملے اسے میرے مال میں سے ایک درہم دے دو۔ اس (ہر ایک) نے کہا،

مجھے کیسے معلوم ہو کہ یہ فقیر ہے! اس مالدار نے کہا جب تمہیں فقیری و تنگدستی کے قرائن تلاش کرنے کے بعد یہ یقین ہو جائے کہ وہ فقیر ہے تو اسی کو دے دو۔ اب ان دونوں شخصوں میں ایک آدمی کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ ایک کہتا ہے وہ فقیر ہے دوسرا کہتا ہے نہیں ہے۔ اور باخذ دونوں کے ذہن سے اتنے قریب ہیں کہ دونوں ہی پر عمل کیا جا سکتا ہے تو یہ دونوں مصیب ہیں، اس لئے کہ اس مالدار نے حکم کو اسی پر محمول کیا تھا کہ جو اس کی سوچ فکر میں فقیر ہو اسی کو دے دے اور اس کی فکر میں بغیر کسی ظاہری قصور کے یہی آیا ——

اب یہاں دو[۲] مقام ہیں:

اوّل: یہ کہ یا تو وہ حقیقت میں فقیر ہے یا نہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ حق ایک ہی ہے، اور دو[۲] نقیضین جمع نہیں ہو سکتیں۔

دوم: یہ کہ اس نے غیر فقیر کو فقیر خیال کرتے ہوئے دے دیا۔

تو کیا اُس نے مالدار کی اطاعت کی یا نہیں؟ یقیناً کی۔ ہاں جس کا گمان واقع کے مطابق ہوا اس نے پورا پورا ثواب حاصل کیا۔

اور اگر اختلافِ اجتہاد جن امور میں اختیار دیا گیا اُن میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے میں ہو جیسے قرآن کریم کی ساتوں قرأتیں، دعاؤں کے کلمات اور وہ افعال جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی آسانی کے لئے مختلف طریقے پر فرما دیا باوجودیکہ اصل مصلحت ان طریقوں میں سے ایک پر حادی ہے۔ اِس صورت میں دونوں مجتہدین مصیب ہیں۔

عقد الجید۔ مترجم صـ ۲۷ تا ۲۹

اور رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ

"تمہارا افطار اسی روز ہے جس روز تم افطار کرتے ہو اور تمہاری قربانی اسی روز ہے جس روز تم قربانی کرتے ہو"۔

خطابی نے کہا حدیث کہ معنی یہ ہیں کہ ان مسائل میں جن کا مدار اجتہاد پر ہے خطا معاف ہے۔ مثلاً ایک جماعت نے چاند دیکھنے کیلئے کافی جستجو کی مگر تیس[۳۰] سے پہلے چاند

نظر نہ آیا چنانچہ انہوں نے افطار نہ کیا اور پورے تیس ۳۰ روزے ہو گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ رمضان ۲۹ کا تھا تو ان کا روزہ بھی درست ہو گیا اور ان پر کوئی گناہ بھی نہیں۔ اسی طرح حج میں اگر یوم عرفہ میں چوک (بھول) جائیں تو اعادہ حج نہیں اور جو افعال کر چکے ہیں وہی کافی ہیں۔ اور یہ اللہ سبحانہ کی طرف سے اپنے بندوں پر تخفیف اور نرمی ہے۔

عقد الجید مترجم صہ ۳۷-۳۸

حدیث پاک میں فرمایا! "جو مجتہد صحت کو پالے اس کیلئے دو۲ اجر ہیں اور جو غلطی کر جائے اس کے لئے ایک اجر ہے۔"[1]

عقد الجید مترجم صہ ۱۹، ۳۸

اور فرمایا "جب حاکم حکم کرے پس اجتہاد کرے اور درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دو۲ اجر ہیں۔ اور جب حکم کرے اور اجتہاد کرے مگر غلطی کر جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔"

اجتہاد کرے کا مطلب ہے کہ دلیل تلاش کرنے میں اپنی قوت خرچ کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بقدر امکان ہی تکلیف و پابندی ہے۔ اور انسان کو یہی قوت حاصل ہے کہ وہ اجتہاد کرے اور اس کی وسعت میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ حق کو ضرور ہی پالے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صہ ۸۶

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں اجتہاد خدا کے حکم میں ہوں، ایک ان میں سے دوسرے پر افضل ہو جیسے عزیمت اور رخصت۔"[2]

عقد الجید مترجم صہ ۲۴

---

[1] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست بلکہ واجب و لازم ہے۔" (مکتوب ۳۱ دفتر اول)

[2] علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی فرماتے ہیں کہ "کسی امام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ مجتہدین کے اختلاف کی کیا حیثیت ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہر ایک اپنے اجتہاد میں حق پر ہے تو اس شخص نے عرض کی کہ ابو حنیفہ فرماتے ہیں دونوں مجتہد صواب پر ہوتے ہیں مگر حق ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور امام

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خبردار! مذہبِ حنفی کا مخالف نہ ہونا

یہ احادیث کا حاصل ہے اسے اختیار کرو حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک رُوحانی سوال کیا ———
اور یہ بات ظاہر ہوئی ——— خبردار! قوم کا فروع (فروعی مذہب جو حنفی ہے[1])
میں مخالف نہ ہونا، اس لیئے کہ یہ چیز مرادِ حق کے متناقص ہوتی ہے۔

اس کے بعد ایک اور نمونہ کھلا جس سے فقہ حنفیہ یعنی امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں سے کسی کے قول کو اختیار کرنے اور ان کے عمومات کی تخصیص اور انکے مقاصد پہ وقوف اور لفظ حدیث کے معنی پر اکتفا کرنے میں حدیث کی مطابقت اور کیفیت مجھ پر ظاہر ہوئی اور مجھ پر ان کے عمومات کی تخصیص اور ان کے مقاصد کا وقوف منکشف ہوا۔ اور الفاظ سنت کے مفہوم پر اکتفا کرنا اور یہ بھی کہ فقہ حنفی میں تاویل بعید نہیں۔ اور بعض احادیث کا بعض پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شافعی کا قول ہے کہ دونوں مجتہد صواب پر ہیں اور خطا کار کو معاف کیا جائے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں قول معنی میں قریب ہیں اگرچہ الفاظ میں مختلف ہیں تو اس نے دریافت کیا کہ کس فریق کے قول پر عمل کرنا چاہیئے تو آپ نے فرمایا کہ دونوں حق پر ہیں (یعنی جس کی بھی پیروی کرو گے صحیح ہے)۔ (الخیرات الحسان مترجم صد ۳۹-۴۰)

[1] مولوی ثناء اللہ امرتسری "مدیر اہل حدیث" نے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا۔
"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسّی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"
(شمع توحید مطبوعہ سرگودہا صد ۴۰ بحوالہ اندھیرے سے اجالے تک صد ۱۲۰)

گویا دیوبندی اور غیر مقلدین (نام نہاد اہل حدیث) نئے یعنی بدعتی فرقے ہیں۔ (ضیاء)

ضرب ہے (یعنی احادیث سے علیحدہ کوئی بات نہیں) نہ اُمت میں سے کسی کے قول کے ساتھ حدیث کو چھوڑنا ہے۔

فیوض الحرمین مترجم ص۱۷۹ تا ۱۸۲

اور تاویل بعید ہونے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر اسے عقلِ سلیم کے سامنے رکھا جائے اور قرینہ موجود نہ ہو یا دلیل نہ ہو تو عقل اسے قبول نہ کرے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ اوّل ص۳۳۷

حنفی مذہب کو ترجیح حاصل ہے

مجھے دکھایا گیا کہ حنفی مذہب میں ایک عمیق راز ہے۔ مَیں اس عمیق راز کو غور سے دیکھتا رہا اور مَیں نے اس میں وہ بات پائی جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ فقہی مذہب کے حق میں جو دقیق پہلو ہے اس کے لحاظ سے آج اس زمانے میں حنفی مذہب کو باقی سب مذاہب حقہ پر ترجیح حاصل ہے۔

ارمغان شاہ ولی اللہ ص۱۸۶ بحوالہ فیوض الحرمین

لے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"آج تک کوئی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ امام اعظم کا بیان کردہ فلاں حکم حدیث کے خلاف تھا۔"
(تذکرۃ المحدثین ص۶۸)

"جب ایک مسئلہ پر متعدد و متعارض روایات وارد ہوں تو ــــــ امام اعظم ایسی صورت میں روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ ہر روایت پر کسی نہ کسی صورت میں عمل ہو جائے اور جب تطبیق نہ ہو سکے تو اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو اسلام اور اصولِ روایت کے قریب تر ہو۔"
(تذکرۃ المحدثین ص۴۴)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے "لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتوے دیتا ہوں حالانکہ میں تو حدیث ہی سے فتویٰ دیتا ہوں"۔ (الخیرات الحسان ص۹۵) چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک جو کہ امام بخاری کے اعلیٰ اساتذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں تم یہ نہ کہا کرو کہ ابو حنیفہ کی رائے ہے "وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اِنَّهٗ تَفْسِيْرُ الْحَدِيْثِ" بلکہ یہ کہا کرو کہ حدیث کی تفسیر ہے"۔ (سیرت امام اعظم اور آپکا فقہی مقام ص۱۱۴)

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں
فقہ میں تمام لوگ ابوحنیفہ کے تربیت یافتہ ہیں" اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اَبِی حَنِیْفَۃَ فِی الْفِقْہِ "[1] عقید الجید ،مترجم ص۳۱۹

ہندوستان میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید واجب ہے

جب ایک عام انسان علاقہ ہندوستان یا ماوراالنہر میں رہنے والا ہو جہاں کوئی عالم شافعی، مالکی، حنبلی اور کتب میسر نہ آسکتی ہوں تو اس پر واجب ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) کی تقلید کرے اور ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کیلئے حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کی رسی اپنی گردن سے اتار کر مہمل بیکار رہ جائیگا۔
الانصاف بحوالہ افکار شاہ ولی اللہ ص۴۸

شاہ صاحب عملاً حنفی تھے

آپ کا اپنا تحریر کردہ ایک اجازت نامہ دیکھیے۔

کتبہ بیدہ الفقیر الی رحمۃ اللہ الکریم الودود ولی اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم .... العمری نسباً الدھلوی وطناً الاشعری عقیدۃً الصوفی طریقۃً والحنفی عملاً[2] والحنفی والشافعی درساً۔
اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ص۴۲ بحوالہ بخاری شریف کا بلگرامی والانسخہ

---

[1] سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے مطابق ہوگا ـــــــ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔" (مکتوب ۵۵۔ دفتر دوم)

[2] غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
حق یہ ہے کہ وہ (یعنی امام ترمذی) شافعی تھے۔ اور جس نے انہیں مجتہد کہا اس کی مراد یہ نہیں تھی کہ وہ شافعی المذہب نہ تھے کیونکہ امام ترمذی میں ملکۂ اجتہاد و استنباط کا پایا جانا اور چند مسائل سے مسلک شافعیہ سے مختلف ہونا
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب حنفی کی خدمت کا طریقہ سکھایا

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے اس طریقہ مسنونہ کے جو کہ مدون اور منقح کیا گیا بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانہ میں وہ یہ کہ مسئلہ میں اقوال ثلاثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین میں سے جو قول اقرب بالسنۃ (سنّت کے زیادہ قریب) ہو اُسے اختیار کر لیا جائے اور اس کے بعد ان فقہائے احناف کا کلّی طور پر اتباع کیا جائے جو علمائے حدیث میں سے ہیں کیونکہ بہت سی چیزیں ہیں جو امام صاحب اور صاحبین نے اصول میں نہیں بیان کیں اور نہ ان کی نفی کی ہے[۱] ۔ اور احادیث ان پر دلالت کرتی ہیں تو ان کا اثبات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شافعی نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ (مقالات کاظمی۔ اوّل ص۴۳)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "انہیں (ابوجعفر بن جریر طبری کو) مسلک شافعی سے منسوب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا طریقہ اجتہاد ان کا اسلوب استدلال اور ان کا طرز ترتیب دلائل تقریباً وہی تھا جو امام شافعی (رضی اللہ عنہ) کا تھا اور اگر کبھی اختلاف بھی کیا تو ایسے کوئی اہمیت نہ حاصل کر سکے۔ اور امام شافعی سے چند مسائل میں اختلاف کیا تو اس کو اہمیت نہیں دی اور چند مسائل کے سوا ان کے طریق کار کو نہیں چھوڑا۔ اور یہ امر ان کے مسلک شافعی میں رہنے کے منافی نہیں ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری کا فقہی مقام بھی ایسا ہے ان کا شمار بھی طبقات شافعیہ میں ہوتا ہے۔ الخ (الانصاف۔ اردو ص۶۷)

سیّدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں لیکن مجھے امام شافعی (رضی اللہ عنہ) سے گویا ذاتی محبت ہے ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نفلی اعمال میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ (دفتر دوم مکتوب ۵۵)

[۱] علامہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں کہ "اعلیحضرت کے زمانہ میں جو ایسے نئے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی روایت موجود نہ تھی۔ آپ نے اصول اور فروع میں اتباع امام اعظم کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا۔ (فاضل بریلوی کا فقہی مقام ص۱۸)

ضروری ہے اور یہ سب مذہب حنفی ہے۔[1] (فیوض الحرمین مترجم صہ ۱۳۶-۱۳۷)

یعنی جب کسی مسئلہ میں صاحبین اور امام صاحب (علیہم الرحمۃ) کا اختلاف ہو تو مجتہد فی المذہب کو اختیار ہے کہ جو قول دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی، تعلیل کے اعتبار سے زیادہ قیاس کے موافق اور لوگوں کیلئے زیادہ سہولت پیدا[2] کرنے والا ہو اسے اختیار کرے۔

اسی وجہ سے علمائے حنفیہ کی بہت سی جماعتوں نے طہارۃ ماءِ مستعمل کے مسئلہ میں فتویٰ امام محمد علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق دیا اور عصر و عشاء کے اول وقت اور مزارعت کے جواز کے بارے میں صاحبین کے قول کے مطابق۔ (عقد الجید مترجم صہ ۸۶)

اور قضاء سے متعلق فتویٰ ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے قول پر ہے کہ ان کو قضا کا زیادہ تجربہ تھا۔ عقد الجید صہ ۱۲۷-۱۲۸

---

[1] حضرت مفتی احمد یار خان سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ۔ جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے"۔ (جاء الحق اول صہ ۲۱ بحوالہ مقدمہ شامی)

بے شک امام صاحب کا یہ حکم ہے کہ "اگر میرا قول کسی حدیث کے مقابل واقع ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنا میرے مذہب پر عمل کرنا ہے"۔ یہ امام صاحب کا انتہائی تقویٰ ہے۔ (جاء الحق اول صہ ۳۴)

[2] سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بہتر یہ ہے کہ فتویٰ آسان اور سہل کام پر دیا جائے اگرچہ اپنے مذہب کے موافق نہ ہو۔ مخلوق کو تنگ کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔ شافعیہ بعض مسائل جن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تنگی پیدا کی ہے۔ مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے مثلاً مصارف زکوٰۃ میں۔ (دفتر سوم۔ مکتوب نمبر ۲۲)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

میرے استاد علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے شیخ حسن العجیمی الحنفی سے نقل کیا کہ وہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم نجاست قلیلہ میں زیادتی و تنگی سے بچنے کے لئے عورتوں پر زیادہ تشدد نہ کریں اور اس بارے میں ہم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اختیار کریں کہ درہم سے کم مقدار معاف ہے اور ہمارے شیخ ابو طاہر اسی قول کو پسند کرتے اور اسی پر عامل تھے۔ (عقد الجید۔ مترجم صہ ۱۵۱-۱۵۲)

"بلکہ"

امام ثانی یعنی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق البزازیہ میں ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن حمام میں غسل کیا اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد جب لوگ منتشر ہو گئے تو آپ کو خبر دی گئی کہ حمام کے کنوئیں میں ایک مرا ہوا چوہا پڑا ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، تو ہم اپنے مدنی بھائیوں (مالکیوں) کے مسلک پر عمل کر لیتے ہیں جن کا مسلک یہ ہے کہ جب پانی دو قلہ کی مقدار ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ الانصاف۔ اردو ص ۹۲

فتاویٰ عالمگیری پر نظر ثانی کی خدمت کا خصوصیت سے ذکر کرنا

حضرت والد ماجد (شاہ عبد الرحیم) فرماتے تھے کہ عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں فتاویٰ عالمگیری (فقہ حنفی کا خزانہ) اس کے حکم سے مدوّن ہوا تھا۔ اس کی نظر ثانی ہو رہی تھی اس میں سے کچھ کام شیخ حامد کے سپرد ہوا جو مرزا زاہد بیگ کے درس میں میرے شریک سبق تھے۔ وہ میرے پاس آئے اور کہا تم بھی میرے کام میں شریک ہو جاؤ۔ تمہارے نام اتنا روزینہ مقرر ہو جائے گا۔ میں نے اسے قبول نہ کیا۔ میری والدہ نے یہ قصہ سنا تو اسے قبول کرنے پر بے حد اصرار اور مبالغہ کیا۔ مجبوراً مجھے قبول کرنا پڑا۔ اور اس کام میں مصروف ہوا۔ حضرت خلیفہ (ابو القاسم اکبر آبادی) کو جب اس کا علم ہوا، فرمایا اس وظیفہ کو ترک کر دو۔ میں نے عرض کی والدہ ناراض ہوتی ہیں۔ فرمایا،

اِذَا جَاءَ حَقُّ اللّٰہِ ذَھَبَ حَقُّ الْعِبَادِ صحیح قول ہے

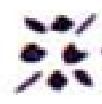
میں نے عرض کیا دعا کیجئے خدا تعالیٰ اس وظیفہ کو میری کوشش کے بغیر دور کر دے تاکہ والدہ ناراض نہ ہوں۔ انہوں نے دعا فرمائی۔ چند روز میں بادشاہ نے اہل وظیفہ کے نام طلب کئے اور انہیں عزل و نصب سے تبدیل کیا۔ جب میرے نام پر پہنچا وظیفہ کاٹ دیا اور لکھا اگر وہ چاہیں تو اس قدر زمین دے دی جائے۔ مجھے پوچھا تو میں نے اسے قبول نہ کیا اور خدا کا شکر ادا کیا اور حمد کہی۔

فرماتے تھے ایک روز نظرِ ثانی کرتے ہوئے میری نظر ایک ایسی عبارت پر پڑی جو گنجلک (الجھی ہوئی) تھی اور مسئلہ مکمل طور پر کچھ کا کچھ ہوگیا تھا۔ میں نے وہ کتابیں جو اس مسئلہ کی ماخذ تھیں، کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ دو کتابوں میں بیان ہوا ہے اور ہر ایک نے الگ عبارت سے بیان کیا ہے جبکہ مؤلف فتاویٰ نے دونوں عبارتوں کو جمع کر دیا ہے اس وجہ سے مسئلہ کے بیان میں خرابی واقع ہوئی ہے۔ میں نے یہ حاشیہ چڑھا دیا؛ "**ومن لم یتفقه فی الدین قد خلط فیه هذا غلط وصوابه کذا**۔" 'یعنی جو دین کی سمجھ نہیں رکھتا اس نے گڑبڑ کر دی ہے اور صحیح یوں ہے'۔

ان دنوں عالمگیر کو اس کی ترتیب و تدوین کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ اور ملّا نظام الدین ایک دو صفحات بادشاہ کے سامنے پڑھتا تھا۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا اتفاقاً اس نے حاشیہ کو متن کے ساتھ ملا کر ایک ہی انداز سے پڑھا۔ بادشاہ چونکا اور کہا یہ کیسی عبارت ہے۔ ملّا نظام الدین نے اس وقت تو دفع الوقتی کرتے ہوئے کہا اس جگہ کا میں نے مطالعہ نہیں کیا تھا، کل تفصیل سے عرض کروں گا۔

جب وہ گھر آئے تو ملّا حامد پر خفا ہوئے کہ یہ حصہ میں نے تمہارے اعتماد پر چھوڑ دیا تھا۔ تم نے مجھے بادشاہ کے سامنے شرمندہ کیا۔ یہ تو بتائیے یہ لفظ کیسا ہے۔ ملّا حامد نے اس وقت کچھ نہ کہا۔ پھر اس نے میرے ساتھ اظہارِ ملال کیا۔ میں نے وہ کتابیں جو اس مسئلہ کا ماخذ تھیں، پیش کیں اور عبارت کی خرابی کو اس طرح واضح کیا کہ سب نے اس وضاحت کو تسلیم کیا۔

انفاس العارفین ص۵۰



باب ہفدہم

امراض وتکالیف
اور
تعویذات وعملیات

امراض وتکالیف اور تعویذات وعملیات

نظر لگ جانا حق ہے

نظر لگ جانا حق ہے۔ اس کی حقیقت دراصل دیکھنے والے کے نفس کے صدمہ پہنچانے کی تاثیر ہے اور جس کو نظر لگتی ہے اس میں نفس کے صدمہ پہنچانے کا نام ہے۔ اسی طرح جنات کی نظر کا حکم ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص۹۶۱

شام کے وقت بچوں کو باہر نہ نکالو۔ جنات کا دور دورہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "شام کے وقت برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو اور مشکیزوں کے دہانے باندھ دیا کرو اور دروازوں کو بند کر دیا کرو۔ اور اپنے بچوں کو باہر نکلنے سے روک دیا کرو کیونکہ اس وقت جنات پھیلتے اور اُچک لیتے ہیں ــــــــــ

میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں شام کے وقت جنات کا پھیلنا اصل فطرت ہیں ان کے ظلمانی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اندھیرا چھا جانے سے ان کو فرحت وسرور حاصل ہوتا ہے چنانچہ وہ پھیل جاتے ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص۹۵۸-۹۵۹

ملائکہ اور جنات

حضرت شیخ ابو رضا فرماتے تھے ملائکہ اور جن جس شکل میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں لیکن ان کی حقیقت نفس اسی طرح باقی رہتی ہے مثلاً جبرائیل علیہ السلام اپنے مقام پر قائم ہیں اس کے باوجود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دحیہ کلبی (بشر) کی صورت میں متوجہ ہوتے۔

انفاس العارفین ص۱۲۶

تعویذ اور نیاز

جھاڑ پھونک کی حقیقت یہ ہے کہ ایسے کلمات اختیار کرنا جن کا عالمِ مثال میں تحقق دائر ہے اور مذہبی قواعد اس وقت

تک ان کو منع نہیں کرتے جب تک کہ ان میں شرک کی بات نہ پائی جائے۔ خصوصاً جب یہ قرآن یا سنت یا ان کے مشابہ سے ہوں جن میں اللہ کی طرف زاری کی گئی ہو تو پھر جائز ہیں ــــــــــ اور وہ حدیث جس میں منتر، تعویذ اور ٹوٹکے سے منع کیا گیا اس سے مراد وہ ہے جس میں شرک ہو یا سبب میں اس قدر انہماک ہو کہ باری جل شانہٗ سے غافل ہو جائے۔ حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۹۶۰ - ۹۶۱

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورۃ یٰسین کا پڑھنا دس حج کے برابر ہے اور اس کا سننا راہِ خدا میں ہزاروں دینار خرچ کرنے کے برابر ہے اور لکھ کر اس کا پینا ہزار نور و یقین اور روزی، برکت و رحمت کا شکم میں داخل کرنا اور ہر ایک بیماری و زحمت کا شکم سے نکال دینا ہے۔ (ازالۃ الخفا اوّل ص ۴۶۲)

ؔ حضرت شاہ ولی اللہ نے خود آفات و بلیات کے دفع کرنے اور کئی بیماریوں سے شفا حاصل کرنے کے لئے بے شمار مجرّب تعویذات نقل فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۱۱۶ تا ۱۴۶۔ پیشوائے غیر مقلدین محمد بن عبدالوہاب نجدی کتاب التوحید میں نقل کرتے ہیں کہ "صحیح بخاری میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کسی شخص پر جادو یا کوئی ایسا ٹوٹکا ہو جس سے وہ اپنی عورت کے پاس نہیں آ سکتا آیا اس کا حل کریں یا نُشرہ کریں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے اصلاح مقصود ہے اور جو چیز فائدہ مند ہو اس کے استعمال کی ممانعت نہیں" (ہدایۃ المستفید دوم ص ۹۴۲)۔ اور اسی ہدایۃ المستفید میں ص ۹۴۸ پر مرقوم ہے کہ بیری کے سات سبز اور تازہ پتے لے کر دو پتھروں میں پیس کر پانی میں ڈال دو اور اس پر آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر دم کر دو اور پھر بیمار کو تین گھونٹ پلا دو اور باقی پانی سے وہ غسل کرے۔ یہ نسخہ (ٹوٹکا) بیمار کیلئے تیر بہدف ثابت ہوگا جبکہ جادو کے ذریعے مرد کو بیوی کی مجامعت سے روک دیا گیا ہو۔ جلد دوم ص ۹۴۹ پر لکھا ہے جو علاج قرآنی آیات، ادعیہ مسنونہ اور جائز ادویات سے کیا جائے وہ جائز اور مباح ہے۔ واللہ اعلم!

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "امروہہ میں ایک ہندو تھا وہ حضرت عبدالباری سے کمال اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے تعویذ دیجیے۔ حضرت نے تعویذ دے کر فرمایا ابھی تو اپنی بیوی کے بازو پر باندھ دو اور بعد تولدِ فرزند اس کے بازو پر باندھ دینا۔ تعویذ کی برکت سے اس کے لڑکا پیدا ہوا۔" (امداد المشتاق ص ۱۱۸)

شاہ (ولی اللہ) صاحب ایک بار رہتک گئے ہوئے تھے اور وہاں مخلصوں کے بچوں کیلئے تعویذ لکھ رہے تھے ـــــــ شاہ صاحب کے ایک مسترشد حافظ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میرا بچہ چیچک میں مبتلا ہو گیا۔ میں نے حضرت (شاہ ولی اللہ) سے گذارش کی۔ حضرت نے تعویذ عنایت فرمایا اور بچے نے شفا پائی (تعویذ عنایت فرمود پس شفا یافت)

جو کوئی شاہ صاحب سے بیماری سے شفا حاصل کرنے کیلئے توجہ کی درخواست کرتا آپ تعویذ اور دُعا کیلئے حافظ عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیتے۔ شاہ صاحب کے ایک مسترشد سلطان حسین خاں کا بچہ شدید بیمار ہو گیا اس کی درخواست پر آپ نے ایک ظرفِ چینی پر آیاتِ قرآنی اور اسماء الٰہی لکھ کر اس کو دے دیئے کہ اسے دھوکر بچے کو پلا دو اور تین دن تک پانچ روپے روزانہ "نیاز بزرگان" کے طور پر ہمیں لا دو۔ ان پانچ روپوں میں سے ایک روپیہ خواجہ نقشبند (رضی اللہ عنہ) اور ان کے سلسلہ کی نیاز کا ہے۔ ایک روپیہ حضرت غوث اعظم (رضی اللہ عنہ) اور ان کے اولیائے سلسلہ کا اور ایک روپیہ خواجگانِ چشت کا اور ایک روپیہ سلسلہ سہروردیہ کا اور ایک روپیہ سلسلہ شطاریہ شاذلیہ کا۔ مسترشد نے اس پر عمل کیا، بچے نے شفا پائی اور اس نے مقررّہ نیاز لاکر پیش کی۔

القول الجلی کی بازیافت صـ ۳۲-۳۳، بحوالہ القول الجلی صـ ۳۴، ۶۹، ۹۰، ۱۰۱، ۴۵۴

ذیل میں والد[1] مرشد علیہ الرحمۃ کے بعض فوائد (یعنی تعویذات و عملیات[2]) مذکور ہیں۔

برائے دردِ دنداں و دردِ سر و دردِ ریاح

ایک تختی یا پاک پٹّی لے کر اس پر ریت ڈال (لیں) اور ایک کیل یا کھونٹی سے اس پر ابجد ہوز حطی لکھیں اور کیل کو 'الف' پر زور سے دبائیں اور ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھیں۔ درد والا آدمی اپنی انگلی کو زور سے درد کے مقام پر رکھے۔ پھر اس سے پوچھیں۔ اگر درد سے آرام ہو گیا تو خوب ہے، اور نہیں تو کیل کو دوسرے حرف یعنی 'ب' پر رکھ کر دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھیں اور پوچھیں، اگر

---

۱ حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی۔

۲ القول الجمیل دیکھئے

صحت ہو گئی تو فبہا ورنہ کیل کو 'جیم' پر رکھیں اور تین بار الحمد پڑھیں اور اسی طرح ہر حرف پر کیل رکھ کر دبائیں اور سورۂ فاتحہ کو (بڑھا کر) پڑھتے جائیں آخر حرف تک نہیں پہنچیں گے مگر اللہ تعالیٰ شفا عنایت کرے گا۔

برائے دفع حاجت و ردّ غائب و شفائے مریض

اگر کوئی حاجت پیش ہو یا کوئی شخص غائب ہو جائے تو سالم و غانم پھیرنے کے لئے یا مریض کی صحت کیلئے نمازِ فجر کی سنّت اور فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھیں۔

برائے گزیدن سگِ دیوانہ

اگر کسی کو باؤلا کتا کاٹے اور اس کے دیوانہ ہو جانے کا خوف ہو تو یہ آیت روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر روزانہ ایک ٹکڑا کھلایا جائے: اِنَّهُمْ یَكِیْدُوْنَ كَیْدًا ۝ وَّ اَكِیْدُ كَیْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا ۝

برائے دفع فاقہ

جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا۔

رات کسی وقت جاگنے کیلئے

جو شخص اپنے سونے کے وقت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...... سورۂ کہف کے آخر تک پڑھے اور جس وقت کا ارادہ ہو اللہ تعالیٰ سے جگا دینے کی دعا کرے حق تعالیٰ اسے اسی وقت جگا دے گا۔

عمل برائے حفظِ اطفال

یہ تعویذ لکھ کر لڑکے کی گردن میں لٹکا دیا جائے حق تعالیٰ اسے محفوظ رکھے گا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیْطٰنٍ وَّهَآمَّةٍ وَّعَیْنٍ لَّآمَّةٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

ہر آفت سے حفاظت کیلئے

ہر آفت سے حفاظت کیلئے یہ دُعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَّاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا ج اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ۝ اِنَّ وَلِیِّ ےَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

برائے خوف حاکم

جو شخص کسی حکمران سے ڈرے تو اسے چاہئے کہ یوں کہے:

کٓھٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ ، حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ۔

اور کٓھٰیٰعٓصٓ کے ہر حرف کے تلفظ کے وقت داہنے ہاتھ کی ہر انگلی (باری باری) بند کرے اور حٰمٓعٓسٓقٓ کے ہر حرف کے تلفظ کے وقت بائیں ہاتھ کی ہر انگلی (باری باری) بند کرے۔ اور بند انگلیوں کے ساتھ جائے اور جس سے ڈرتا ہے اس کے سامنے کھول دے۔

آیاتِ شفا

ان آیتوں کا نام آیاتِ شفا ہے۔ ان کو لکھے اور دھو کر مریض کو پلادے۔

وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ۔

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔

یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ

آیات برائے محافظت از سحر، دُزدان و درندگان

تینتیس ۳۳ آیاتِ کریمہ جادو کے اثر کو دفع کرتی ہیں اور شیطان، چوروں اور درندوں سے پناہ ہو جاتی ہیں۔

چار ۴ آیتیں سورۂ بقرہ کے اوّل سے

آیۃ الکرسی اور دو ۲ آیتیں اس کے بعد کی خٰلِدُوْنَ تک

تین ۳ آیتیں آخر سورۂ بقرہ کی یعنی لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ سے آخر تک

تین ۳ آیتیں سورۂ اعراف کی اِنَّ رَبَّکُمُ سے مُحْسِنِیْنَ تک

سورۂ بنی اسرائیل کی پچھلی آیت یعنی قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ سے آخر تک

دس ۱۰ آیتیں صٰفّٰت کے اوّل سے لَازِبٍ تک

دو ۲ آیتیں سورۂ رحمٰن کی یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ سے تَنْتَصِرَانِ تک

اور آخر سورۂ حشر کی لَوْ اَنْزَلْنَا سے آخر تک

دو ۲ آیتیں سورۂ جن یعنی قُلْ اُوْحِیَ کی وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا سے شَطَطًا تک

آیاتِ مذکورہ تینتیس ۳۳ آیات سے مسمّٰی ہیں۔

اور ہمارے والد مرشد آیات مذکورہ یعنی سورۂ فاتحہ اور قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ زیادہ کرتے تھے اور سورۂ جنّ سے اوّل آیت یعنی قُلْ اُوْحِیَ سے شَطَطًا تک لیتے تھے۔

برائے حفظِ چیچک

جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا دھاگا لے کر اس پر سورۂ رحمٰن پڑھیں اور جب بھی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پہنچیں ایک گرہ لگاتے جائیں اور گرہ پر پھونک مارتے جائیں۔ پھر دھاگا لڑکے کی گردن میں باندھیں، حق تعالیٰ شفا دے گا۔

اصحاب کہف کے نام ڈوبنے، جلنے، غارتگری، چوری سے امان ہیں

ڈوبنے، جلنے، غارت گری اور چوری سے حفاظت کیلئے یہ دُعا پڑھے:

الٰہی بحُرمۃ یملیخا مکسلمینا کسفوطط ذرفطیونس کشافطیونس تبیونس بوانس بوس و کلبھم قطمیر وعلی اللّٰہ قصد السبیل ومنھا جائر۔

برائے حاجت روائی

جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو بارہ سو دفعہ یا دن دن تک یہ دُعا پڑھیں حق تعالیٰ حاجت پوری فرمائے گا۔

یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع

یہاں تک مجھے (شاہ ولی اللہ کو) میرے والد مرشد (علیہ الرحمۃ) نے اجازت دی ہے منجملہ اور اعمال کے جن کی مجھے اجازت دی ہے۔

نماز برائے قضائے حاجات

مشکل حاجات پوری ہونے کیلئے چار رکعت پڑھیے۔ (طریقہ)

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ ○ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ سو بار پڑھیں۔

دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ سو بار پڑھیں

تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ سو بار پڑھیں

اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ سو بار

پڑھیں۔

اور پھر سلام پھیرنے کے بعد رَبِّ اِنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ سو بار پڑھیں۔

آسیب زدہ کیلئے

جس شخص کو آسیب کا خلل ہو تو اس کے بائیں کان میں یہ آیت سات بار پڑھیں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝

اور دفع آسیب کیلئے یہ بھی عمل ہے کہ

اس کے کان میں سات بار اذان دے اور سورۂ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب النّاس اور آیۃ الکرسی اور سورۂ طارق یعنی والسّماء والطّارق اور سورۂ حشر کی آیتیں یعنی ھو اللہ الّذی سے آخر تک اور سورۂ صٰفّٰت ساری پڑھے، آسیب جل جائے گا۔

اور دفع آسیب کیلئے یہ بھی عمل ہے کہ

اس کے کان میں آخر سورۂ مومنون کی یہ آیتیں پڑھے

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ۝ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لا لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ لا فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

اور دفع آسیب کا یہ بھی عمل ہے کہ

پاک پانی پر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور پہلی پانچ آیتیں اوّل سورۂ جن کی پڑھیں اور اُس پانی سے اُس (آسیب زدہ) کے منہ پر چھینٹا ماریں، وہ ہوش میں آجائے گا۔

اور جب کسی مکان میں جن معلوم ہو تو اسی پانی سے اُس مکان کی اطراف میں چھینٹے ماریں تو پھر وہاں جن نہیں آئے گا۔

اور یہ بھی دفع جن کا عمل ہے کہ

اصحاب کہف کے نام گھر کی دیواروں پر لکھیں۔

بانجھ پن دُور کرنے کیلئے

بانجھ عورت کے لئے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیت لکھیں:

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ۝ اور یہ تعویذ اس کی گردن میں باندھ دیں۔

اور عقیمہ کے لیے یہ بھی ہے

چالیس لونگوں پر سات سات بار اس آیت کو پڑھیں اور ایک لونگ ہر روز کھائے۔ اور حیض کے غسل کے بعد شروع کرے اور اس کا خاوند اس سے صحبت کرتا رہے۔ آیت یہ ہے:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

برائے اسقاط جنین

جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو اس کے قد کے برابر کسُم سے رنگا ہوا ایک دھاگا لے کر اس پر نو گرہ لگائیں اور ہر گرہ پر

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ اور قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ کر پھونکیں۔ (اور گلے میں باندھ دیں)

برائے دردِ زہ

اور جس عورت کو دردِ زہ یعنی لڑکا پیدا ہونے کا درد تکلیف دے تو کاغذ کے پرچہ پر یہ آیت لکھیں اور پاک کپڑے میں لپیٹ کر اس کی بائیں ران کے ساتھ باندھ دیں جلد بچہ جنے گی۔

وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اِهْیًا اَشْرَاهِیًا۔

لڑکا نہ زندہ رہتا ہو تو

جس عورت کا لڑکا نہ زندہ رہتا ہو اجوائن اور کالی مرچ لیں، دونوں چیزوں پر سوموار کے دن دوپہر کو چالیس بار سورۃ والشمس پڑھیں پہلے اور بعد درود شریف بھی پڑھیں عورت حمل سے لے کر بچہ کے دودھ چھڑاتے تک روزانہ کھایا کرے۔

برائے فرزند نرینہ

جس عورت کے لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں اور لڑکا نہ ہوتا ہو تو حمل پر تین مہینے گزرنے سے پہلے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیتیں لکھیں اور تعویذ حاملہ باندھ لے۔

اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ط وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ ۵ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالُ ۵ یَازَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامِ نِ اسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۵ بِحَقِّ مَرْیَمَ وَعِیْسٰی اِبْنًا صَالِحًا طَوِیْلَ الْعُمُرِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور یہ بھی ہے کہ

عورت کے پیٹ پر ستر بار گول لکیر (یعنی دائرہ) کھینچے، اور ہر بار انگلی پھیرنے کے ساتھ یَامَتِیْنُ کہے۔

برائے مسحور و مریض مایوس العلاج

جس پر جادو کا اثر ہو اور وہ جو لاعلاج قرار دیا گیا ہو، اس کے لئے چینی کے سفید برتن میں یہ اسم لکھیں:
یاحیی حین لاحیی فی دیمومۃ ملکہ وبقائہ یاحیی۔ مریض اسے دھو کر چالیس روز پیئے۔ میں نے حضرت والد ماجد کو دیکھا کہ اس اسم پر سورۃ فاتحہ پڑھاتے تھے۔

برائے گم شدہ

جس کی کوئی چیز کھو جائے وہ بغیر زیادتی اور کمی کے ایک سو انیس بار یَاحَفِیْظُ پڑھے۔ پھر یہ آیت ایک سو انیس بار پڑھے تو حق تعالیٰ اس کی کھوئی ہوئی چیز اس کے پاس واپس

لے آئے گا۔

یَا بُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ط

برائے تپ — عصر کی نماز کے بعد ہر روز مریض پر تین بار سورۂ مجادلہ پڑھے۔

برائے خنازیر — جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو چمڑے کے تسمے پر جو مریض کے قد کے برابر ہو اکتالیس گرہ دیں اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَعُوْذُ بِنُوْرِ اللّٰهِ وَقُدْرَةِ اللّٰهِ وَقُوَّةِ اللّٰهِ وَ عَظْمَةِ اللّٰهِ وَبُرْهَانِ اللّٰهِ وَسُلْطَانِ اللّٰهِ وَكَنَفِ اللّٰهِ وَجَوَارِ اللّٰهِ وَاَمَانِ اللّٰهِ وَحِرْزِ اللّٰهِ وَصُنْعِ اللّٰهِ وَكِبْرِیَاءِ اللّٰهِ وَنَظَرِ اللّٰهِ وَبَهَاءِ اللّٰهِ وَجَلَالِ اللّٰهِ وَكَمَالِ اللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ۔

اور گلے میں باندھ دیں۔

برائے ضعفِ بصارت — اور جس شخص کو ضعف بصارت ہو وہ ہر نماز فرض کے بعد یہ آیت پڑھا کرے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ۵

مرگی کے لئے — جو شخص مرگی میں مبتلا ہو وہ تانبے کی ایک تختی لے اور یک شنبہ کی پہلی ساعت (صبح کے وقت) میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدوائے:

یَا قَهَّارُ اَنْتَ الَّذِیْ لَا یُطَاقُ اِنْتِقَامُهٗ یَا قَهَّارُ

اور دوسری طرف یہ کھدوائے: یَا مُذِلَّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ بِقَهْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِهٖ یَا مُذِلُّ۔ (اور اپنے پاس رکھے)

استخارہ کا طریقہ

جب تو کسی تنگی سے خلاصی کا حال خواب میں دیکھنا چاہے تو وضو کر اور پاک کپڑے پہن اور قبلہ رُو داہنی کروٹ پر لیٹ اور

سورۂ والشمس سات بار
اور سورۂ واللیل سات بار
اور قل ھو اللہ سات بار (ایک روایت میں قل ھو اللہ کے بدلے سورۂ والتین کا سات بار پڑھنا آیا ہے)

پھر یوں کہے:
خداوندا مجھے خواب میں ایسا اور ایسا دکھلا دے اور میرے اس حال میں کشادگی اور خلاصی کر دے اور خواب میں وہ چیز دکھلا دے جس سے میں اپنی دُعا کے قبول ہونے کو دریافت کر لوں۔

تو اگر اسی رات خواب میں وہ چیز دیکھے جسے تو چاہتا ہے تو بہت خوب ہوا۔ اور نہیں تو دوسری رات (یہی عمل) کر، اگر مطلب حاصل ہو فھو المراد، اور نہیں تو تیسری رات بھی اسی طرح کر، ساتویں رات تک۔

انشاء اللہ ساتویں کے آگے نہ بڑھے گا کہ حال کھل جائے گا۔ اس عمل کا ہمارے ساتھیوں نے تجربہ کیا ہے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صہ ۱۱۶ تا ۱۴۶

باب ۱۸ ہجدہم

سیاسیات و اقتصادیات

سیاسیات و اقتصادیات

جب لوگ آپس میں معاملات کریں گے اور ہر شخص کا پیشہ جدا ہو گا اور پھر ہر ایک دوسرے کا محتاج ہو گا تو تبادلہ اور باہمی تعاون کی صورتیں پیدا ہوں گی اس لئے ضروری ہے کہ انسانی جماعتوں مثلاً کاشتکاروں، پارچہ بافوں، آہن گردں اور سوداگروں وغیرہ کے درمیان باہمی تعلقات ہوں۔ درحقیقت مدینہ ان ہی انسانی جماعتوں کا نام ہے جب کہ ان میں باہمی تعلق محفوظ ہو۔ مدینہ سے مراد شہر پناہ، بازار، قلعہ یا بلند عمارتیں نہیں ہوتیں۔ اگر چند دیہات قریب قریب ہوں جن میں یہ جماعتیں رہتی ہوں اور ان سب کے درمیان لین دین اور خرید و فروخت کے معاملات جاری ہوں تو ان دیہات کو بھی مدینہ کہیں گے۔ البدور البازغہ بحوالہ مسلمانوں کے سیاسی افکار صد ۲۳۲

شہری سیاست وہ حکمت ہے جو باشندگانِ شہر کے آپس کا ربط قائم رکھنے کے طریقوں پر بحث کرتی ہے اور شہر سے میری مراد وہ جماعت ہے کہ جو قریب قریب ہے اور ان کے درمیان معاملات چلتے ہیں۔ البتہ وہ جدا جدا مکانوں میں رہائش پذیر ہیں اور شہری سیاست میں قاعدہ یہ ہے کہ اس ربط کے لحاظ سے سارا شہر ایک شخص ہی ہے ——— جبکہ شہر ایک عظیم اجتماع کا حامل ہوتا ہے اس لئے یہ ممکن نہیں کہ سب لوگ کسی ایک سنتِ عادلہ پر اتفاق کریں اور کسی ممتاز منصب کے بغیر ایک دوسرے کو (ظلم وغیرہ) سے منع کرنا بھی ممکن نہیں اس لئے کہ (اس ممتاز منصب کے بغیر ہر آدمی کی روک ٹوک) طویل جنگ و قتال تک بات جا پہنچے گی۔

شہر کا انتظام صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ جمہور اربابِ حل وعقد ایک آدمی کی اطاعت پر متفق ہو جائیں جو پُرشوکت ہو اس کے اعوان (فوج) ہو اور جو لوگ زیادہ حریص، تیز مزاج اور قتل و غصہ میں زیادہ دلیر (اور تیز) ہیں وہ سیاسی تنظم و ضبط کے

زیادہ محتاج ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ اوّل ص ۱۲۳-۱۲۲

دیگر جب انسانوں کے درمیان معاملات ہوتے ہیں تو ان میں دردن پردہ بخل، حسد کاہلی اور انکار پیدا ہوتا ہے اور ان کے درمیان اختلافات اور نزاعات پیدا ہوتے ہیں ـــــ ان میں کچھ مشترکہ فائدے کی تدابیر نافعہ بھی ہوتی ہیں مگر ان میں سے ایک آدمی (ممتاز منصب کے بغیر) اسے نافذ نہیں کر سکتا یا ایسا کرنا اس کے لئے آسان نہیں ہوتا ـــــ آخر کار لوگ ایک بادشاہ (یعنی رئیس شہر) بنانے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلے کرے، مجرموں کو سزا دے، سرکشوں پر اپنا رعب رکھے، ان سے خراج وصول کرے اور اس کے صحیح مصرف میں خرچ کرے۔

حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۱۱۲

حکمران مرد ہونا چاہیئے نہ کہ عورت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ قوم ہرگز فلاح (کامیابی) نہیں پائے گی جس نے اپنے اوپر ایک عورت کو حکمران بنا لیا" ـــــ لہٰذا ضروری ہے کہ بادشاہ (یا خلیفہ) عقل مند آزاد اور مذکر ہو (یعنی مرد ہو عورت نہ ہو)

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۳۷ ۸

حکمران کی شرائط

بادشاہ (رئیسِ شہر ہو یا سربراہِ مملکت) کے لئے ضروری ہے کہ وہ اعلیٰ اخلاق سے موصوف ہو ورنہ وہ (اہلِ شہر "رعایا" پر بار بن جائے گا۔

"بہادر ہو"، اگر بہادر نہ ہوگا تو مقابلہ (اور بغاوت) کرنے والوں کے مقابلہ میں کمزور رہے گا اور رعایا اسے حقارت کی نظر سے دیکھے گی۔

"بردبار ہو"، اگر بردبار نہ ہوگا تو سطوت وغلبہ کے باعث انہیں (رعایا کو) ہلاک کر دیگا "حکیم اور دانشور ہو"، اگر حکیم اور دانشور نہ ہوگا تو اصلاحی تدابیر سوچنے سے قاصر رہے گا۔

عقل مند، بالغ، آزاد اور مذکر (یعنی مرد) صاحب الرائے، شنوا، بینا اور گویائی کا

مالک ہو اور لوگ اس کا وقار اور اس کی قوم کا وقار و شرف تسلیم کرتے ہوں ———
اور وہ رعایا کے قلوب میں وقار پیدا کرے ———
اور جو وقار حاصل کرنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ ایسے اعلیٰ خصائل سے آراستہ ہو جو کہ اس کی ریاست کے مناسب ہو مثلاً شجاعت، حکمت، سخاوت، ظلم کرنے والے کو معاف کرنا اور عوام کو فائدہ پہنچانے کی خواہش و ارادہ ——— اور ایسا لباس، گفتگو اور ادب اختیار کرے کہ لوگ اس کو مرغوب سمجھیں ———
پھر انہیں بتا دے کہ ان کے حق میں اس جیسا (ناصح بادشاہ) ملنا ناممکن ہے ———
اگر کسی معاملے میں کوئی افراط و تفریط ہو جائے تو لطف و احسان کے ساتھ اس کا تدارک کرے اور یہ واضح کر دے کہ جو کچھ کیا گیا ہے اس میں مصلحت تھی ——— اور نافرمانی کرنے والوں سے انتقام لے کر اپنی اطاعت کو لازم اور ضروری بتا دے ۔ چنانچہ وہ کسی جنگ یا وصولی خراج یا ملکی تدبیر میں سرگرمی (اور حسن کارکردگی) دیکھے تو اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دے، اس کو ترقی دے اور اس کے ساتھ خوش روئی سے پیش آئے ——— تمام لوگوں سے زیادہ صاحب کشائش ہونا بھی ضروری ہے ———
کسی کو سزا دے تو پہلے ارباب حل و عقد پر ثابت کر دے کہ یہ اس کا مستحق ہے ———
کوئی ضروری کام کل پر نہ اٹھا رکھے ۔ ———

حجۃ اللہ البالغہ ۔ اوّل صہ ۱۲۵ تا ۱۲۷

حکمرانوں کے معاونین

جب بادشاہ اکیلا ان تمام مصالح کو سر انجام نہیں دے سکتا تو ضروری ہوا کہ ہر کام میں اس کے مددگار ہوں ۔ اور مددگاروں کے لئے یہ شرط ہے کہ (ان میں) امانت ہو ۔ جس بات کا انہیں حکم دیا جائے وہ اس کو بجا لانے کی طاقت رکھتے ہوں ۔ ظاہر و باطن میں بادشاہ کے فرماں بردار اور اس کے خیر خواہ ہوں ۔ اور جس میں یہ شرط نہ پائی جائے تو وہ معزول کرنے کے لائق ہے ۔ اگر بادشاہ نے اسے معزول کرنے میں تساہل (غفلت)

سے کام لیا تو اس نے شہر (ریاست) کے ساتھ خیانت کی اور اپنا معاملہ بگاڑ لیا۔

جب بادشاہ (حکمران) اور اس کے معاونین شہر (ریاست) کے فائدے کے امور میں مشغول ہیں تو ان کا خرچ بھی شہر (ریاست) کے ذمہ ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ عشر اور خراج کے محاصل وصول کرنے میں انصاف کی راہ اختیار کی جائے کہ لوگوں کو ضرر نہ پہنچے اور حاجت روائی بھی ہو (یعنی حکومت کی ضرورت بھی پوری ہو) اور یہ نامناسب ہے کہ ہر شخص اور ہر مال پر ٹیکس لگا دیا جائے — صرف خوشحال لوگوں سے ٹیکس لیا جائے — زراعت، تجارت اور ضرورت پڑے تو کمانے والے (صنعت کار) پر کچھ ٹیکس عائد کر دیا جائے۔ اور ضروری ہے کہ فوجی تنظیم کی طرف توجہ ہو۔

معاونین کی تعداد کی کوئی خاص حد مقرر نہیں بلکہ شہر کی ضروریات پر موقوف ہے کبھی ایک ایک ضرورت میں دو دو معاون درکار ہوتے ہیں اور کبھی دو دو حاجات کے لئے ایک معاون ہی کافی ہو جاتا ہے۔ البتہ بڑے بڑے مرکزی معاون پانچ ہیں:

۱۔ قاضی یہ آزاد مرد، بالغ اور عاقل ہو، منصب کے اہل ہو، معاملات کے طریقے اور متخاصمین کی نزاعات میں فریب کاریوں سے آگاہ ہو اور قاضی کا سخت اور بُردبار ہونا یعنی دونوں باتوں کا جامع ہونا ضروری ہے۔ اسے چاہیئے کہ دو باتوں پر دھیان رکھے:

ا۔ صحیح صورتِ حال معلوم کرے کہ کوئی عقد و معاملہ ہے یا کوئی ظلم و زیادتی ہے یا دونوں کے درمیان مسابقت ہے۔

ب۔ متخاصمین میں سے ہر ایک دوسرے (مقابل والے) سے کیا چاہتا ہے۔ کس کی بات درست اور راجح ہے اور وجہ معرفت میں بھی غور کرے۔

۲۔ امیر لشکر اس کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ سامانِ جنگ سے آگاہ ہو، فوجی جوانوں اور بہادروں کی دلداری کرتا ہو۔ خوب جانتا ہو کہ ہر آدمی

کس قدر نفع دے سکتا ہے۔ افواج کی تربیت، نظام جاسوسی کے طریقوں سے واقف ہو اور دشمن کے داؤ پیچ سے خوب آگاہ ہو۔

۳۔ ناظمِ شہر یہ تجربہ کار آدمی ہونا چاہیئے جو شہر کی اصلاح اور خرابی کے تمام طریقوں کو خوب جانتا ہو سختی اور نرمی دونوں کا جامع ہو۔ ایسی قوم سے ہو جو کہ ناپسندیدہ حالت کو دیکھ کر خاموش نہ رہ جاتے ہوں۔ اِسے (یعنی ناظمِ شہر کو) چاہیئے کہ ہر قوم میں سے (اس پر) ایک نگران مقرر کرے جو اُنہی میں سے ہو، ان کے حالات سے واقف ہو اس کی مدد سے ان کا انتظام کرے اور ان کے افعال پر مواخذہ کرے۔

۴۔ عامِل یہ ایسا آدمی ہونا چاہیئے کہ جو اموال کا ٹیکس وصول کرتے اور اسے مستحقین پر تقسیم کرنے کے طریقوں کا خوب ماہر ہو۔

۵۔ وکیل یعنی بادشاہوں کی ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرنے والا۔ اس لئے کہ بادشاہ (ملکی اصلاح میں) مصروفیت کے باعث اپنی اصلاحِ معاش کے لئے فراغت و وقت نہیں پا سکتا۔ (ملخصاً)

حجۃ اللہ البالغہ اوّل ص ۱۲۸ تا ۱۳۰

خلیفہ یا سربراہِ حکومت کی ضرورت و افادیت

جب ہر رئیس شہر اپنے شہر کا مستقل مالک ہو گیا اور اس کی طرف محاصل آنے لگے، جبری اور بہادر لوگ اس کے ساتھی بن گئے تو ان کے مزاجی اختلاف اور استعدادی فرق کے باعث یہ لازمی نتیجہ نکلا کہ وہاں ظلم ہونے لگا اور سنّتِ راشدہ (راہِ راست) کو چھوڑ دیا گیا اور انہیں ایک دوسرے کے شہروں پر قبضہ کرنے کا لالچ پیدا ہوا، ایک دوسرے کا حسد کرنے لگے معمولی معمولی باتوں پر مثلاً اموال و اراضی پر قبضہ کرنے کی خواہش یا حسد و کینہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ جدال و قتال شروع کر دیا۔ جب

بادشاہوں میں یہ مرض بڑھ گیا تو اب وہ مجبور ہوئے کہ ایک خلیفہ چن لیں۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس اس قدر افواج اور اسلحہ ہو کہ دوسرا آدمی اس سے ملک چھین سکنا ناممکن سمجھے ———— اور جب خلیفہ مقرر ہو جائے تو زمین پر اپنی عمدہ سیرت (روش) پیش کر دے اور بڑے بڑے جابر لوگ بھی اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔ بادشاہ (سلطنت میں واقع تمام شہروں کے رئیس) اس کی اطاعت کرلیں (تو سمجھ لو) کہ اللہ کی نعمت پوری ہو گئی اور خدا کی زمین اور اس کے بندوں کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ اول ص ۱۳۰-۱۳۱

خلافت کا انعقاد

خلافت چند وجوہ سے منعقد ہو جاتی ہے:

۱۔ ارباب حل وعقد یعنی علماء و رؤسا اور فوج کے سردار بیعت (اعتماد کا اظہار) کرلیں۔ جن کی کوئی باوقعت رائے ہوتی ہے اور مسلمانوں کے لئے راہنمائی و نصیحت کا درجہ رکھتے ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی۔

۲۔ لوگوں کو پہلا خلیفہ وصیت کر جائے جیسے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی۔

۳۔ قوم کی مجلس شوریٰ یہ فیصلہ کر دے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انعقاد خلافت کے وقت ہوا، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انعقاد خلافت بھی اسی طرح تھا۔

۴۔ ایک عام آدمی لوگوں پر غلبہ حاصل کرے بشرطیکہ وہ ان پر مسلط ہو جائے اور اس میں یہ تمام شرائط پائی جائیں جیسے کہ خلافت نبوت کے بعد کے تمام خلفاء مسلمین۔

پھر اگر کوئی ایسا آدمی غلبہ حاصل کرے جو ان شرائط کا جامع نہ ہو تو قوم کو یہ نہیں چاہیئے کہ فوراً ہی مخالفت پر کمر باندھ لے۔ کیونکہ ایسے شخص کو ہٹانے کے لئے کئی لڑائیوں اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس میں جس قدر مصلحت کی امید ہے اس سے کہیں زیادہ فساد ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص ۸۳۹-۸۴۰

خلیفہ اور حکمران سے لڑنا جائز ہے یا نہیں؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے حکام کے متعلق پوچھا گیا "کیا پھر ہم ان سے نہ لڑیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں۔ جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں البتہ اگر تم ان کا کفر ظاہر دیکھو، اور تمہارے پاس اللہ سے کوئی اس میں دلیل ہو"۔ الغرض خلیفہ ضروریاتِ دین میں سے کسی اہم مسئلہ کا انکار کر کے کفر کرے تو اس سے قتال جائز بلکہ ضروری ہے ورنہ نہیں

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان مرد پر پسند و ناپسند ہر حال میں سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے جب تک کہ اُسے کسی گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔ جب اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو (اس پر) نہ سننا ہے اور نہ اطاعت کرنا ہے"۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صہ ۸۴۰

رِعایا کی دیکھ بھال سے غافل حکمرانوں کا حال

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا راعی (اور مالک) بنائے پھر وہ نصیحت کے ساتھ ان کی حفاظت نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۸۴۱

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اس مضمون کا فرمان لکھا کہ خدا کے نزدیک سرداروں میں بڑا نیک بخت سردار وہ ہے کہ جس سے اس کی رعیت آرام پائے اور سرداروں میں بڑا بدبخت وہ ہے جس سے اس کی رعیت تکلیف اٹھائے۔ ازالۃ الخفاء اول صہ ۱۳۸

حکومت کے فرائض

حکومت کا فرض ہے کہ وہ مملکت میں امن وامان رکھے۔ جنگ، فساد، قتل و غارتگری، لوٹ مار، غصب حقوق، تشدد و خیانت اور دیگر قومی و اخلاقی جرائم کا سدِّباب کرے۔ لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کرے۔ مجرموں کو قرار واقعی سزا دے۔ قوم کے ارتقا میں جو عناصر حائل ہو رہے ہیں ان کا استیصال کرے مثلاً بغاوتوں کو فرو کرے۔ اگر کوئی شخص کسی کی آبرو پر ہاتھ ڈالے یا مرد عورتوں کی وضع اختیار کریں، عورتیں مردانہ عادتوں کی طرف مائل ہونے لگیں، شراب خوری شروع ہو جائے، قمار بازی یا سود خوری یا رشوت کا چلن ہونے لگے، ناپ تول میں کمی کی جانے لگے یا تجارت اور کسب میں دھوکا اور فریب کیا جانے لگے، اشیائے ضرورت کا احتکار (ذخیرہ اندوزی) کیا جائے یا خواہ مخواہ اشیاء کا دام بڑھانے کیلئے مصنوعی قلت پیدا کی جائے تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اجتماع کے مصالح کے تحفظ کی خاطر مذکورہ بالا عناصر کا پوری سختی سے تدارک کرے۔

حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ خصومات کا فیصلہ کرانے کا نظم کرے اور فیصلہ میں پوری تحقیق و احتیاط برتے۔ شہادت لینے اور حلف اٹھوانے میں احتیاط کی جائے۔ سندات اور وثیقوں کا بغور مطالعہ کیا جائے اور قرائن کا اچھی طرح مطالعہ کیا جائے خوب سوچ سمجھ کر ترجیح کی وجوہات تلاش کی جائیں اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مدعی یا مدعا علیہ کی وجہ سے کسی کا حق نہ مارا جائے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیشوں کی تقسیم اجتماع کی ضروریات کے مطابق نہیں ہوتی اس لئے نظام تمدن میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً اجتماع کے اکثر افراد تجارت میں مشغول ہو جائیں، اور زراعت پر اس کی اہمیت کے مطابق توجہ نہ کی جائے اس لئے زمینی پیداوار میں جو نوعِ انسانی کے لئے قوامِ زندگی ہے ناقابلِ تدارک کمی آجائے۔ یا لوگوں کے کسی ایک پیشے پر ٹوٹ پڑنے کی وجہ سے دیگر پیشے بالکل ہی متروک ہو جائیں

اور معاشرے کے مصالح حیات کو پورا کرنے کا کوئی انتظام نہ ہو۔ پیشوں کے توازن کو قائم رکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ زراعت کو بمنزلہ اصل خوراک کے سمجھا جائے جس کے بغیر زندگی کا قائم رہنا ناممکن ہے۔ صنعت و حرفت، تجارت اور حکومت کی ملازمت کو ثانوی حیثیت دی جائے۔

ملک کے کسی بھی علاقہ سے موذی درندہ جانوروں یا موذی و مہلک کیڑے مکوڑوں کا دفع کرنا بھی حکومت کے فرائض میں سے ہے۔

حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ایسی تعمیرات کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرے جن کا تعلق رفاہ عام سے ہو مثلاً شہر پناہ کی تعمیر یا لوگوں کیلئے بازاروں کا قیام، مسافروں کے قیام کی سہولتوں کا بندوبست۔ جہاں پانی کی کمی ہو وہاں کنویں کھدوانا، نہروں کے ذریعے آبپاشی، سرحدوں پر دفاعی استحکامات کا نظم، ملک میں سڑکوں کا جال بچھانا، دریاؤں پر پلوں کی تعمیر، رسل و رسائل کی آسانیاں بہم پہنچانا، تاجروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، صنعت و حرفت کو اس طرح ترقی دی جائے کہ ہر طرح سے اہل صنعت و حرفت کی دلداری ہوتی رہے، اور ان کو مناسب مراعات دی جائیں۔ زمینداروں کو تاکیدی احکامات دیئے جائیں کہ وہ اپنی زمینوں کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی بنجر اور بغیر کاشت نہ چھوڑیں۔

اسی طرح اہل ملک میں تعلیم کو عام کر دیا جائے تاکہ لوگ نوشت و خواند، حساب کتاب طب، جغرافیہ اور تاریخ میں اچھی طرح ماہر ہوں۔

مزید برآں ملک کے حکمران کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو ملک کے حالات سے بخوبی آگاہ رکھے۔ بدمعاش اور نیک چلن اشخاص کا اور ان افراد کا اس کو پورا پورا علم ہو جو کسی خاص فن میں مہارتِ تامہ کے حامل ہوں یا انہیں امورِ مملکت کی انجام دہی کی خاص قابلیت ہو حکومت کو چاہیئے کہ ایسے افراد پر خصوصی نظرِ عنایت رکھے۔ ان کی تربیت کا انتظام کرے تاکہ ان کے پوشیدہ جوہر ظاہر ہوں اور قوم اور حکومت کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے مستفید کر سکیں۔

مقدمہ سطعات اردو ص ۳۰ تا ۳۲، ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ مبحث سوم

وجوبِ خلافت

واضح رہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں کئی مصلحتوں کی وجہ سے ایک خلیفہ ہونا واجب ہے کہ اس کی موجودگی کے بغیر یہ مصلحتیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ مصلحتیں ——— دو قسم کی ہیں:

ایک قسم وہ ہے جو کہ سیاست مدینہ (شہری سیاست) کی طرف راجع ہے یعنی افواج کا دفاع کرنا۔ جو کہ کافروں سے جنگ کریں اور ان کو مغلوب کریں۔ ظالم کو ظلم سے روکنا اور جھگڑے چکانا وغیرہ۔ ان حاجات کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو کہ ملّت کی طرف راجع ہے اور یہ دینِ اسلام کا تمام دوسرے ادیان پر عظمت ظاہر کرنا ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں میں ایک خلیفہ ہو جو ملّت سے خروج و بغاوت کرنے والے پر انکار کرے۔ دین میں جس کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کے ارتکاب کرنے والے پر اور جس کو فرض قرار دیا گیا ہے اس کو چھوڑنے والے پر سختی سے انکار و بازپرس کرے۔ تمام دوسرے ادیان کو نیچا دکھائے اور ان سے جزیہ وصول کرے اور وہ (دیگر ادیان والے) ذلیل ہوں ورنہ تو کافر و مسلم درجہ میں مساوی ہو جائیں گے اور ان دونوں فرقوں میں سے کسی ایک کی ترجیح و افضلیت ظاہر نہ ہو گی اور نہ ہی کوئی انہیں (کافروں کو) سرکشی سے روکنے والا ہو گا۔

حجۃ اللہ البالغہ، دوم ص ۸۳۴ – ۸۳۵

جہاد کی ترغیب

اے بادشاہو! ملاءِ اعلیٰ کی مرضی اس زمانہ میں اس امر پر قائم ہو چکی ہے کہ تم تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں نہ ڈالو جب تک مسلم مشرک سے بالکلیہ جدا نہ ہو جائیں اور اہلِ کفر و فسق کے قائدین کمزوروں کے گروہ میں جا کر شامل نہ ہو جائیں اور یہ کہ ان میں صلاحیت ہی باقی رہ جائے کہ آئندہ وہ پھر سر اٹھا سکیں۔

سطعات اردو ص ۳۵ بحوالہ التفہیمات الٰہیہ

منتخب مکتوبات

پروفیسر خلیق احمد نظامی کی کتاب "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" سے انتخاب

ملاحظہ ہو۔ ملّت کی خیر خواہی اور کفر کی تباہی کا جذبہ ہی نہیں اقتصادی بصیرت اور سیاسی بلند نظری بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اصلاحِ احوال کیلئے آپ کا طرزِ فکر دیکھ کر آپ کی علمی بصیرت اور دینی حمیّت کی داد دینی پڑتی ہے (ضیاؔ)

بادشاہ، وزیر اور امرائے کے نام لکھتے ہیں

بعد حمد و صلوٰۃ۔ یہ چند کلمات ہیں جن کی تحریر کا باعث بادشاہِ اسلام، امراء اور جمہور مسلمین کی خیر خواہی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "خیر خواہی دین ہے"۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ اگر ان کلمات کے بموجب عمل کریں گے تو امورِ سلطنت کی تقویت، حکومت کی بقاء اور عزت کی بلندی ظہور پذیر ہوگی ——

کلمۂ اوّل:۔ اصل اصول جس پر حکومت کی بہتری اور ملّتِ بیضا کی رونق موقوف ہے یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کے لئے یہ بات لازم کرلیں کہ جب فتحیابی نصیب ہو اور مخالف شکست یافتہ ہو تو سب سے پہلی چیز جس کے اجراء کا مضبوط ارادہ کریں، جاٹوں کے علاقے اور ان کے قلعوں کے فتح کرنے کی جدوجہد اس کام میں دینی و دنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ منجملہ ان ضروری کاموں کے "بدمعاشوں کی سرزنش کرنا بھی ہے تاکہ کوئی زمیندار اس قسم کی شوخی اور بے باکی کا خیال بھی نہ لائے۔

کلمۂ دوم:۔ خالصہ[1] کو کشادہ تر کرنا چاہیئے۔ خصوصاً وہ علاقہ جو دہلی کے اردگرد ہے آگرہ، حصار اور دریائے گنگ اور حدود سرہند تک سب کا سب علاقہ یا اس میں کا اکثر علاقہ خالصہ ہو کیونکہ امورِ سلطنت میں ضعف کا سبب خالصہ کی کمی اور خزانہ کی قلت ہوا کرتی ہے۔

---

[1] براہِ راست مرکزی حکومت کے تحت علاقہ

کلمۂ سوم :۔ یہ کہ جاگیر عطا کرنا بڑے بڑے امراء کیلئے مخصوص ہو چھوٹے چھوٹے منصب داروں کو نقد دینا چاہیئے (جاگیر نہ دی جائے) جیسا کہ عہدِ شاہجہاں میں قاعدہ تھا۔ اِس لئے کہ چھوٹے منصب دار جاگیروں پر قابو نہیں پاتے، اس لئے ٹھیکہ دینے کی احتیاج ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اکثر اوقات مفلس رہتے ہیں اور اپنے آپ کو کارہائے بادشاہی میں پوری طرح مشغول نہیں کر سکتے۔

کلمۂ چہارم :۔ یہ کہ جو لوگ اس فتنہ میں غنیم (دشمن) کے ساتھی ہوئے ہیں ضروری ہے کہ ان کو جاگیر و منصب اور خدمت سے بے دخل کر دیں تاکہ ان کیلئے یہ چیز سزا کے قائم مقام ہو جائے اور دوسرے لوگ اِس قسم کے مواقع پر "حقِ نمک" کی ادائیگی کے راستہ سے نہ بھٹکیں۔

کلمۂ پنجم :۔ یہ کہ افواج بادشاہی کی ترتیب عمدہ طریقے پر کرنی چاہیئے اور یہ ترتیب تین[۳] طریقوں سے ہو سکتی ہے:

۱۔ وہ داروغہ[۱] مقرر کئے جائیں جو مندرجہ ذیل تین صفتوں سے متصف ہوں:

الف۔ نجیب[۲] ہوں۔

ب۔ بہادر ہوں اور اپنے ساتھیوں پر شفیق ہوں۔

ج۔ تہہِ دل سے بادشاہ کے خیر خواہ ہوں۔

۲۔ جن لوگوں سے اس فتنہ میں بے غیرتی اور نمک حرامی سرزد ہوئی ہے ان کو معزول کر کے دوسروں کو داخلِ رسالہ کیا جائے۔

۳۔ یہ کہ ملازموں کی تنخواہیں بغیر تاخیر کے ان کو ملنی چاہیئں اس لئے کہ تاخیر کی صورت میں وہ لوگ سودی قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں اور ان کا اکثر مال ضائع ہو جاتا ہے۔

کلمۂ ششم :۔ خالصہ سے ٹھیکہ دہندگی کی رسم موقوف کر دی جائے۔ دیندار، واقف کار

۱ے منتظم

۲ے شریف اور عالی خاندان سے

امین ہر جگہ مقرر کیئے جائیں۔ ٹھیکہ دینے میں ملک خراب ہوتا ہے اور رعیت پائمال و بدحال ہو جاتی ہے۔

کلمہ ہفتم :۔ یہ کہ قاضی و محتسب ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو رشوت ستانی کی تہمت نہ لگائے گئے ہوں اور مذہب اہل سنّت و جماعت رکھتے ہوں۔

کلمہ ہشتم :۔ (نقل نہیں کیا گیا)

کلمہ نہم :۔ ائمہ مساجد کو اچھے طریقے پر تنخواہ دی جائے۔ نماز با جماعت کی حاضری کی تاکید اور ماہ رمضان کی بے حرمتی کی ممانعت پورے طور پر کی جائے۔

کلمہ دہم :۔ یہ کہ بادشاہ اسلام اور امرائے عظام ناجائز عیش و عشرت میں مشغول نہ ہوں۔ گزشتہ گناہوں سے سچے دل سے توبہ کریں اور آئندہ گناہوں سے بچتے رہیں۔

بالفعل اگر ان دس کلمات پر عمل کریں گے مجھے امید ہے کہ بقائے سلطنت تائید غیبی اور نصرتِ الٰہی میسر ہوگی۔ "وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ"۔ یعنی مجھے توفیق اللہ ہی سے حاصل ہوگی اور اسی کی ذات پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ ۷۹ - ۸۲

بعض بادشاہوں کے نام[1]

بعد حمد و صلوٰۃ کے، یہ چند کلمات ہیں جن کے لکھے جانے کا باعث اسلامی حمیّت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو گوش مبارک تک پہنچائے۔ بادشاہان اسلام کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست نعمت ہے ....

جاننا چاہیئے کہ ملک ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ قدیم اسلامی بادشاہوں نے بڑی مدت میں بڑی جدو جہد کے بعد کئی دفعہ میں جاکر اس ولایت کو فتح کیا ہے۔ علاوہ دہلی کے جو صاحب اقتدار بادشاہوں کا مستقر رہی ہے ہر علاقے میں علیحدہ علیحدہ

---

[1] جناب خلیق احمد نظامی کے مطابق احمد شاہ ابدالی کے نام ہے۔

فرمانروا تھے مثلاً گجرات، احمد آباد کا علاقہ ایک علیحدہ حکمران سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھٹھ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ بنگالہ ایک اور حاکم کے زیرِ حکومت تھا۔ اودھ جدا ایک شخص کے زیرِ اقتدار تھا جس کو سلطان الشرق یعنی پورب کا بادشاہ کہتے تھے۔ ملک دکھن پانچ حسبِ ذیل سلطنتوں کا مجموعہ تھا۔

۱۔ برہان پور ۲۔ برار ۳۔ اورنگ آباد ۴۔ حیدر آباد ۵۔ بیجاپور

اِن پانچ سلطنتوں میں سے ہر سلطنت کا ایک جداگانہ مستقل بادشاہ تھا۔ مالوہ کا بھی حکمران علیحدہ تھا۔ اور تمام مذکورہ علاقہ جات میں سے ہر ایک علاقے کا بادشاہ مستقل طور پر صاحبِ فوج اور صاحبِ خزانہ ہوتا تھا۔

ہر ایک بادشاہ نے اپنی اپنی مملکت میں مسجدیں تعمیر کرائیں، مدرسے قائم کئے۔ عرب و عجم کے مسلمان اپنے اپنے وطنوں سے منتقل ہو کر ان علاقوں میں آ گئے اور یہاں اِسلام کی ترویج و اشاعت کا باعث بنے۔ اس وقت تک اُن لوگوں کی اولاد اسلام کے طور طریقہ پر قائم ہے۔

ایک اور ملک بھی ہے جو کبھی کسی بادشاہِ اسلام کے قبضہ میں نہیں آیا اور وہ اپنے خالص غیر مسلمانہ طریقہ پر باقی رہا۔ اتنا ضرور ہوا کہ بادشاہ ان راجاؤں سے جو ان کی حدود میں بستے خراج لیا کرتے تھے۔ یہ ملک جس کا تذکرہ ہو رہا ہے راجپوتانہ کا ملک ہے۔ اِس ملک کا طول حدودِ ٹھٹھ سے لے کر حدودِ بنگالہ و بہار تک چالیس منزل ہے اور عرض دہلی و آگرہ سے لے کر گجرات و اجین کی حد تک بیس منزل ہے۔ یہی وہ با وسعت ملک ہے جو کبھی ملوکِ اِسلامیہ کی نشست گاہ نہیں بنا۔ قصہ مختصر۔ پادشاہانِ مغلیہ نے رفتہ رفتہ اتنا کر لیا کہ اپنی طرف سے ان کو ریاست پر متعین کرتے تھے اور انہوں نے راجپوتوں سے معاہدہ کر لیا اور اس گروہ کو اپنا ماتحت قرار دے کر ان کی مخالفت سے محفوظ و مامون ہو گئے اور جنگ سے دست کشی اختیار کر لی۔ وانشاءاللہ فنِ تاریخ تفصیلی طور پر ان واقعات کو بیان کریں گے۔

غیر مسلموں میں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ .... ان کا ایک سردار ہے اس قوم نے کچھ عرصہ سے اطرافِ دکن میں سر اٹھایا ہے اور تمام ملک ہندوستان پر اثر انداز ہے۔ شاہانِ مغلیہ میں سے بعد کے بادشاہوں نے عدم دور اندیشی، غفلت اور اختلافِ فکر کی بنا پر ملک گجرات مرہٹوں کو دے دیا۔ پھر اسی سُست اندیشی اور غفلت کی وجہ سے ملک مالوہ بھی اُن کے سپرد کر دیا اور انکو وہاں کا صُوبہ دار بنا دیا۔ رفتہ رفتہ قوم مرہٹہ قوی تر ہو گئی اور اکثر بلادِ اسلام ان کے قبضے میں آ گئے۔ مرہٹوں نے مسلمانوں اور ہندؤوں دونوں سے باج لینا شروع کر دیا اور اس کا نام چوتھ (آمدنی کا چوتھا حصّہ) رکھا۔

دہلی اور نواحِ دہلی میں مرہٹوں کا تسلط اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ دہلی کے رؤسا پادشاہانِ قدیم کی اور یہاں کے وزراء اور امراء امرائے قدیم کی اولاد ہیں۔ ناچار مرہٹوں نے ان لوگوں سے یک گونہ مروّت کا معاملہ رکھتے ہوئے عہد و پیمان کر لیا اور رَوا داری کا سلسلہ جاری کر کے طرح طرح کی چاپلوسی سے دِہلی والوں کو اپنی طرف سے امن و امان دے کر چھوڑ دیا۔ دکھن پر بھی مرہٹوں کا قبضہ اس بنا پر نہ ہو سکا کہ نظامُ الملک مرحوم کی اولاد نے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ کبھی مرہٹوں کے درمیان میں پھوٹ ڈلوا دی، کبھی انگریزوں کو اپنا رفیق بنالیا۔ اور برہان پور، اورنگ آباد، بیجاپور جیسے بڑے بڑے شہروں پر اولادِ نظام الملک قابض رہی البتہ اطراف و نواحی کو مرہٹوں کے لئے چھوڑ دیا ——— المختصر سوائے دہلی و دکن کے خالص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔

قوم مرہٹہ کا شکست دینا آسان کام ہے بشرطیکہ غازیانِ اسلام کمرِ ہمّت باندھ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم مرہٹہ خود قلیل ہیں لیکن ایک گروہ کثیر اُنکے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اِس گروہ میں سے ایک صف کو بھی اگر درہم برہم کر دیا جائے تو یہ قوم منتشر ہو جائے گی اور اصل قوم اسی شکست سے ضعیف ہو جائے گی۔ چونکہ یہ قوم قوی نہیں ہے اس لئے اس کا تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی زیادہ ہو۔ دلاوری اور سامانِ حرب کی بہتات ان کے یہاں نہیں ہے۔ الغرض قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان

کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے۔ حق تعالیٰ بھلا کرے اس شخص کا جو اس فتنے کو دبائے۔

غیر مسلموں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود و باش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے۔ یہ دونوں شہر بادشاہوں کیلئے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں۔ مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے تھے تاکہ ان کا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ تک پڑے، اور کبھی دہلی میں فروکش ہوتے تھے تاکہ ان کی شوکت و ہیبت سہرند اور نواحی سہرند تک اثر ڈالے۔

دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات میں قوم جاٹ کاشتکاری کرتے تھے۔ زمانۂ شاہجہاں میں اس قوم کو حکم تھا کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، بندوق اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لئے گڑھی (مورچے وغیرہ) نہ بنائیں۔ بعد کے بادشاہوں نے رفتہ رفتہ ان کے حالات سے غفلت اختیار کرلی اور اس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کرلئے اور اپنے پاس بندوق رکھ کر لوٹ مار کا طریقہ شروع کر دیا۔ اورنگ زیب اس وقت دکھن میں قلعہ بیجاپور و حیدرآباد کے فتح کرنے میں مشغول تھا۔ دکھن ہی سے ایک فوج جاٹوں کی تادیب کیلئے اس نے روانہ کی اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار مقرر کیا۔ رئیسانِ راجپوتانہ نے اس شہزادے سے مخالفت کرلی۔ لشکر میں اختلاف واقع ہوا اور جاٹوں کی تھوڑی سی عاجزی پر اکتفا کر کے فوج پادشاہی واپس ہوگئی۔

محمد فرخ سیر کے زمانہ میں اس جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی۔ قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں ان کی طرف بھیجیں۔ چورامن جو اس قوم کا سردار تھا بعد جنگ صلح پر راضی ہوگیا۔ اس کو بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات کی معافی دلوائی، یہ کام بھی خلاف مصلحت عمل میں آیا۔

پھر عہدِ محمد شاہ میں اس قوم کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی اور چورامن کا چچازاد بھائی سورج مل اس جماعت کا سردار ہوگیا اور فساد کا راستہ اختیار کیا چنانچہ شہر بیانہ جو کہ اسلام کا قدیم شہر تھا اور جہاں پر علماء و مشائخ سات سو سال سے اقامت پذیر تھے، اس شہر پر قہراً و جبراً قبضہ کر کے مسلمانوں کو ذلت و خواری کے ساتھ وہاں سے نکال دیا۔ اس کے بعد

سے سرکشی برابر بڑھتی رہی۔ بادشاہوں اور امیروں کے اختلافات و غفلت کی بنا پر کوئی بھی
اس جانب متوجہ نہ ہوا۔ اگر بالفرض ایک امیر اس کی تنبیہہ کا قصد کرے تو سورج مل کے ارکن
دوسرے امراء کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اس طرح بادشاہ کے مشورے کو پلٹ دیتے ہیں
پس محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ ایرانی نے خروج کیا اور سورج مل سے سازش کر
کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا اور تمام باشندگان شہر کہنہ کو لوٹ لیا۔ پس محمد شاہ نئے شہر میں
دروازے بند کر کے چھپ کر بیٹھ گیا اور مرہٹوں نے توپوں کے ذریعے جنگ کی محض خدا
کے فضل سے صفدر جنگ اور سورج مل دو تین ماہ کے بعد ناکام واپس ہوئے اور صلح و
موافقت کی داغ بیل ڈالی۔ چونکہ بادشاہ کے آدمی جنگ سے تھک چکے تھے۔ اس لئے
انہوں نے صلح کو غنیمت شمار کیا۔ اس کے بعد سے سورج مل کی شوکت ترقی پا گئی۔ دہلی
سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے سے لے کر آگرہ تک طول میں اور میوات کے حدود میں فیروز آباد و
شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل قابض ہو گیا۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وہاں اذان و نماز
جاری رکھ سکے۔ ایک سال ہوا کہ قلعہ الور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کے لئے ایک جائے
بلند تھی، سورج مل اس کو بھی اپنے قبضہ میں لے آیا۔ ارکانِ سلطنت میں سے کسی کی مجال
نہ ہوئی کہ وُہ اس کام سے روک دیتا۔

ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہیں بشرطیکہ غلبہ و شوکت
موجود ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے۔ جس علاقہ
پر جاٹ قابض ہیں وُہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے۔ راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت
کے باعث ڈیڑھ کروڑ روپے سے کم آمدنی کا نہیں ہے بشرطیکہ ہر راجہ پر خراج مقرر کیا جائے۔
عہد محمد شاہ میں بنگالہ سے ہر سال ایک کروڑ کی آمدنی تھی۔ اور وہاں کا صوبہ دار ہمیشہ بلا توقف
بھیجتا رہتا تھا۔ اس رقم کی ادائیگی کے باوجود صوبہ دار بنگالہ ہندوستان کے امراء میں
انتہائی مالدار امیر تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے اطمینانی ہے اور وہاں ایک
بے وقوف، ناواقف کار نوجوان یعنی ناظم قدیم کا پوتا مسلط ہے پھر بھی وہ نوجوان خزائن

بے شمار کا مالک ہے۔ سعادت خان ایرانی اور اس کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ صوبہ اودھ پر قابض تھے، دو کروڑ اس صوبہ سے وصول کرتے تھے۔ ایک کروڑ خرچ کرتے تھے اور ایک کروڑ جمع کرتے تھے۔ اس مالداری نے صفدر جنگ کے اندر بادشاہ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔

جاٹ کی شوکت کو درہم برہم کرنا بھی تدبیر کے نزدیک آسان کام ہے۔ انہوں نے جو علاقے اپنے قبضے میں کر لئے ہیں وہ ان کے نہیں ہیں بلکہ غصب کئے ہوئے ہیں۔ ان مواضع کے مالک ابھی تک زندہ موجود ہیں اگر کوئی صاحب شوکت و عدالت بادشاہ مہربانی کا ہاتھ ان مالکوں کے سر پر رکھے تو وہ لوگ سورج مل کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے ہندوستان کے غیر مسلموں کا حال تھا۔ رہا مسلمانوں کا حال وہ یہ ہے کہ نوکران بادشاہ جو ایک لاکھ سے زائد تھے، ان میں پیادہ و سوار بھی تھے، اہلِ نقدی و جاگیردار بھی تھے۔ بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل و دخل نہیں پاتے۔ کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے۔ جب خزانہ بادشاہ نہیں رہا، نقدی بھی موقوف ہو گئی۔ آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہو گئے اور کاسۂ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ جب ملازمین بادشاہ کا یہ بُرا حال ہے تو تمام دیگر اشخاص کے حال کو جو کہ وظیفہ خوار یا سوداگر یا اہلِ صنعت ہیں انہیں پر قیاس کر لینا چاہیئے کہ کس حد تک خراب ہو گیا ہو گا۔ طرح طرح کے ظلم اور بیروزگاری میں یہ لوگ گرفتار ہیں علاوہ اس تنگی اور مفلسی کے جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا۔ یہ غریب سب کے سب بے خانماں، پریشان اور بے مایہ ہو گئے ——— پھر متواتر آسمان سے قحط نازل ہوا۔ غرضیکہ جماعت مسلمین قابل رحم ہے۔ اس وقت جو عمل دخل سرکار پادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ متصدی (منتظم) اور کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں

ہے۔ ہمہ قسم کی دولت و ثروت ان کے گھروں میں جمع ہے۔ افلاس و مصیبت کا بادل مسلمانوں پر چھا رہا ہے۔

بات طویل ہوگئی اور اختصار کے حدود سے باہر نکل گئی ـــــ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلموں کے غلبہ کی نوعیت یہ ہے جو معرضِ بیان میں آئی اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا ہے جو لکھا گیا۔

اس زمانہ میں ایسا بادشاہ جو صاحبِ اقتدار و شوکت ہو اور لشکرِ مخالفین کو شکست دے سکتا ہو، دور اندیش اور جنگ آزما ہو، سوائے آنجناب کے کوئی اور موجود نہیں ہے یقینی طور پر جنابِ عالی پر فرضِ عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلمین کے پنجے سے آزاد کرنا۔ اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ، اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا زمانہ نہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی۔ یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے۔ اس بلائے عظیم کے دفع کرنے کی قدرت بفضل خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے۔

ہم بندگانِ الٰہی، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شفیع گردانتے ہیں اور خدائے عزوجل کے نام پر التماس کرتے ہیں کہ ہمتِ مبارک کو اس جانب متوجہ فرما کر مخالفین سے مقابلہ کریں تاکہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں نام درج ہو جائے، دنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں اور مسلمان دستِ کفار سے خلاصی پا جائیں۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو ـــــ کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا اور مرہٹہ و جٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکرِ اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنتِ دہلی بچوں کا کھیل بن گئی۔ پناہ بخدا اگر قوم کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہو جائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہیگا۔

خدائے تعالیٰ مجاہدین کی صفت میں فرماتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ

مَعَہٗ ... (الآیہ۔ فتح ۲۹) یعنی وہ غیروں پر سخت دل ہیں اور اپنوں پر مہربان ہیں۔

اس جماعت کے وصف میں جو مرتدوں سے مقابلہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ـــ الخ (مائدہ: ۵۴)

یعنی خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے ان کو اور وہ دوست رکھتے ہیں خدائے تعالیٰ کو وہ مسلمانوں کے سامنے تواضع سے پیش آتے ہیں اور غیروں پر سخت ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فتح اسلام اس جماعت کو نصیب ہوتی ہے جس کی یہ شان ہو کہ اگر کسی جگہ مسلمان ہوں تو ان کو وہ اپنے بیٹوں اور سگے بھائیوں کی طرح رکھے اور مخالف کے مقابلہ میں وہ شیر نر کی مانند ہو۔

پس واجب ہے کہ ان مجاہدات میں تقویت اسلام کی نیت کر لی جائے۔ جب افواج قاہرہ اس مقام پر پہنچیں جہاں پر مسلمان اور غیر مسلمان دونوں رہتے ہوں، چاہیے کہ منتظمین خاص طور پر ایسے مقام پر متعین ہوں اور ان کو تاکید کی جائے کہ جو ضعیف مسلمان قریوں میں ساکن ہیں ان کو قصبوں اور شہروں میں لے آئیں پھر کچھ منتظمین قصبوں اور شہروں پر مقرر کیے جائیں جو اس بات کی کڑی نگرانی کریں کہ کسی مسلمان کا مال نہ لوٹا جائے اور کسی مسلمان کی عزت میں فرق نہ آنے پائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے " اللہ کے نزدیک تمام دنیا کا زوال قتل مسلم کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقصد عمرہ جب حدیبیہ تشریف لے گئے اور کفار قریش مکہ کے داخلہ سے مانع آئے۔ آخر الامر کفار مکہ سے صلح ہوئی۔ اگرچہ بعض بڑے صحابہ میں سے ایسے تھے جن کی حمیت دینی جوش میں آئی اور اس صلح پر راضی نہیں ہوتے تھے لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قول پر التفات نہیں فرمایا اور صلح کر لی۔ جب اس سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں صلح کی حکمت اور تاخیر فتح کی

وجہ ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:
وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ...... عَذَابًا اَلِيْمًا۔
(سورۂ الفتح۔ ۲۵)۔ "اور اگر نہ ہوتے (مکّہ میں) کئی مرد ایمان والے اور کئی عورتیں ایمان والیاں جن کو تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم ان کو پیس ڈالو گے پس اس کے نتیجے میں تم کو گناہ ہوتا بغیر دانست کے (تو تصدیق خواب بالفعل ہو جاتی اور جلد فتح میسّر ہوتی) خدا نے فتح کو مؤخر کر دیا) تاکہ داخل کر دے جس کو چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں۔ اگر ہر دو فریق ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تو ہم منکروں پر (فی الفور) آفت ڈال دیتے"۔
یعنی چونکہ مسلمانوں کو مضرت پہنچ جانے کا اندیشہ تھا حکمتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ اس مقصد کو مہلت کے ساتھ انجام دیا جائے تاکہ منکرین کسی نہ کسی طرح قبول اسلام کر لیں اور مسلمان مجاہدین کے غلبہ سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے ڈیڑھ سال بعد مکہ فتح ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار اشخاص کے ساتھ مکہ کے قریب پہنچے اور اہل مکہ بہر طور داخلِ اسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔
اس واقعہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ میں پادشاہانِ دُور اندیش کو حکمت کی عجیب و غریب تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے اختلاط کے مقام پر حلم کا معاملہ کرنا چاہیے۔ پہلے مخالفین اسلام کو جو مسلمانوں پر تسلط جمائے ہوئے ہوں متفرق کریں بعد ازاں مسلمان خود بخود پادشاہ عادل و دور اندیش کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیں گے۔
(ترجمہ شعر عربی) "اللہ کی کتنی پوشیدہ پوشیدہ مہربانیاں ہیں جن کی پوشیدگی سے ایک ذکی و فہیم بھی بے خبر ہے"۔
جیسا کہ دوائے تلخ ہر چند فائدہ مند ہو لیکن مریض کی طبیعت اس کی طرف رغبت نہیں کرتی طبیب حاذق اس کڑوی دوا کو شہد کے ساتھ ملاتا ہے۔ اسی طرح پادشاہان عادل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی طرف جس جگہ متوجہ ہوتے ہیں اور وہاں پر جو مسلمان متفرق طور پر ہوتے ہیں اور اپنی جان و آبرو کا خوف کرتے ہیں اور اپنی طبیعت سے اس دار و گیر

کو نہیں چاہتے وہاں پر فقیروں، غریبوں اور سادات علماء کو اپنے الطاف خسروانہ اور انعام بادشاہانہ سے اور طرح طرح کے دلاسوں اور تسلیوں سے محفوظ رکھتے ہیں تاکہ ان کی مہربانی کا شہرہ دُور و نزدیک شہروں تک پہنچ جائے۔ اور سب کے سب ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہِ عادل کی فتح و نصرت کی دعائیں کریں۔ اور خدائے عزّ وجل سے شب و روز یہی درخواست کریں کہ اللہ یہ رحمت کی نشانی یادشاہِ عادل ہمارے شہر میں فرد کش ہو۔

سب سے پہلے اہم، اس کے بعد بالترتیب اس کے نیچے درجے کے اہم امور انجام دیئے جائیں جس جگہ کسی مسلمان کی شکست کا احتمال ہو وہاں توقف کرنا چاہیئے۔ جماعت منکرین کے گرداگرد جہاد مقدم رکھنا چاہیئے تاکہ بغیر احتمال قتل مسلم مدعا حاصل ہو جائے۔ آخر کلام میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت بادشاہانِ اسلام کے حق میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی نصیحتیں حفظِ آدابِ بادشاہی کے باب میں لکھی جاتی ہیں۔

وصایا و نصائح

ارشادات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر وہ شخص جو خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دو دلی دوست (باطنی قوت) ہوتے ہیں۔ ایک ان میں سے اس کو خیر و نیکی کی تلقین کرتا اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔ دوسرا اس کو شر کا حکم کرتا ہے اور اس کی رغبت دلاتا ہے۔ اور محفوظ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

وصیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سابط سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا، انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ پھر ان سے

فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیّت کرتا ہوں اگر تم اس کو یاد رکھو گے تو موت سے زیادہ کوئی شے تمہیں محبوب نہیں ہو گی اور اگر اس وصیت کو تم نے بھلا دیا تو موت سے زیادہ کوئی شے تمہارے نزدیک مبغوض و مکروہ نہیں ہو گی اور تم موت کے پنجے سے نہیں نکل سکتے۔ وُہ وصیّت یہ ہے:

"اللہ تعالیٰ کا تم پر رات میں ایک حق ہے کہ وُہ اس کو دن میں قبول نہیں کرے گا اور ایک دن میں حق ہے جس کو رات کو قبول نہیں کرے گا (یعنی ہر حق کو ادا کرنے کے لئے ایک وقت مقرر ہے)۔ اللہ تعالیٰ نفل اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک فرض کی ادائیگی نہ ہو گی۔ جن لوگوں نے دنیا میں باطل کی پیروی کی اور باطل کی پیروی کو معمولی چیز تصور کیا۔ اس کی پاداش میں ان کی میزان ہلکی ہو جائے گی۔ اور میزانِ قیامت کا معاملہ یوں ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی صورت میں ہلکی پڑتی ہے جبکہ اس میں باطل دھرا ہو۔ اور جن لوگوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہو گا اور اس کو اہم تصوّر کیا ہو گا ان کی میزان قیامت میں بھاری ہو گی۔ اور میزان میں جب حق ہو گا اس کا پلّہ بھاری ہی ہو گا۔" پس اگر تم نے میری اس وصیّت کو یاد کر لیا تو کوئی غائب شے موت کے مقابلہ میں محبوب نہیں ہو گی۔ اور موت کا آنا یقینی ہے اور اگر اس وصیّت کو ضائع کر دیا (بھول گئے) تو کوئی غائب شے موت سے زیادہ مبغوض نہیں ہو گی اور تم موت کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے (وُہ تم پر غالب آ کر رہے گی)

وصیّت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہٗ

امام ابو یوسف نے زبید علیہما الرحمۃ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیّت کی تو فرمایا:

"میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیّت کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی، اور وصیّت کرتا ہوں مہاجرین اوّلین کے بارے میں کہ ان کا حق پہچانا جائے اور ان کی کرامت و عظمت ملحوظ رکھی جائے۔ اور وصیت کرتا ہوں انصار کے بارے میں وُہ انصار جنہوں نے

دار و ایمان میں ٹھکانہ پکڑا ان کی خوبیوں کو قبول کرتے ہوئے ان کی لغزشوں سے درگذر کی جائے۔ اور اولاد انصار کے بارے میں بھی وصیّت کرتا ہوں اس لئے کہ وُہ اسلام کی جڑ اور عدو کے غصّے کا سبب ہیں کہ ان سے ان کی رضامندی کے بغیر ان کا زائد مال وصول نہ کیا جائے۔ اور اعراب کے بارے میں وصیّت کرتا ہوں وُہ اعراب جو اصل عرب ہیں اور اسلام کے لئے مرکزِ طاقت ہیں کہ خلیفہ ان کے اموال کو لے کر فقراء پر تقسیم کردے۔ اور میں اللہ اور اس کے رسول کے عہد کی پاسداری کی بھی وصیّت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے عہد کو پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لئے مقاتلہ کیا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ حکم نہ دیا جائے۔

وصیّتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام حضرت ہانی کی روایت نقل کی ہے کہ ہانی نے کہا جب کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تھے تو زار زار روتے تھے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہو جاتی تھی۔ ان سے کہا گیا، آپ جنّت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں اس پر تو روتے نہیں قبر پر کیوں رو یا کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، پس جو اس منزل سے نجات پا گیا سمجھ لو کہ اس کے بعد معاملہ آسان ہے اور اگر یہاں سے نجات نہیں ملی تو اس کے بعد کی منزل اس سے زیادہ سخت ہے۔

وصیّت حضرت علی رضی اللہ عنہ

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے عطا ابن ابی رباح سے نقل کیا ہے کہ عطاء نے کہا حضرت علی جب کوئی لشکر روانہ کرتے تو اس لشکر کے ایک شخص کو امیر بناتے پھر اس سے یہ وصیّت کرتے تھے کہ میں تجھے اس خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس کی ملاقات یقینی ہے اور اس کے علاوہ تیرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے وہ دُنیا اور آخرت کا مالک ہے مَیں تجھے

جس کام کے لئے روانہ کر رہا ہوں تیرے اوپر اس کی انجام دہی ضروری ہے اور تیرے اوپر ایسے امور کی پابندی لازم ہے جو باعث قربِ خداوندی ہوں، اس لئے کہ خدا کے یہاں دنیا کے ہر کام کا بدلہ ہے۔

یہ کچھ چیزیں بطریق استعجال تحریر ہوئی ہیں۔ اگر ان کلمات کی جانب آنجناب کی توجہ محسوس ہوئی تو بعض مطالب تفصیلاً پہنچیں گے۔

ص۸۳ تا ۹۸

والحمد للہ اولاً و آخراً وظاہراً و باطناً

نجیب الدولہ کے نام (بعض مکتوبات سے انتخاب)

(اسلام کے مخالفین، مرہٹوں، جاٹوں اور سکھوں کی سرکوبی پر ابھارتے ہیں اور اہلِ اسلام کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہیں)

خدائے تعالیٰ آں منبع الحسنات، امیر المجاہدین، رئیس الغزاۃ کو فتوح تازہ اور برکاتِ بے اندازہ سے مشرف و ممتاز کرے۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے التماس یہ کہ اکثر اوقات مجیب الدعوات کی درگاہ میں دعا کی جاتی ہے کہ وہ مخالفینِ اسلام کے فرقوں کو "شکست خوردہ" کر دے۔ فضلِ باری سے امید یہ ہے کہ یہ بات عنقریب وجود میں آئے گی۔

ہندوستان میں تین فرقے (مرہٹے، جاٹ اور سکھ) شدت و صلابت کی صفت سے موصوف ہیں۔ جب تک ان تینوں کا استیصال نہ ہو گا، نہ کوئی بادشاہ مطمئن ہو کر بیٹھے گا، نہ امراء چین سے بیٹھیں گے اور نہ رعیت خاطر جمعی سے زندگی بسر کر سکے گی۔

دینی و دنیاوی مصلحت اسی میں ہے کہ مرہٹوں سے جنگ جیتنے کے بعد فوراً قلعہ جات جٹ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس مہم کو بھی برکاتِ غیبیہ کی مدد سے آسانی کے ساتھ سر کر لیں۔ اس کے بعد نوبت سکھ کی ہے۔ اس جماعت کو بھی شکست دینی چاہیئے اور رحمتِ الٰہی کا منتظر رہنا چاہیئے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان نے خواہ وُہ دہلی کے ہوں، خواہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے ــــــ کئی صدمات دیکھے ہیں اور چند بار لوٹ مار کا شکار ہوئے ہیں۔ "چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے" رحم کا مقام ہے خدا کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں۔ اگر اس بات کا خیال رکھا تو امید ہے کہ فتوحات کے دروازے پے در پے کھلتے چلے جائیں گے۔ اگر اس امر سے تغافل برتا گیا تو میں ڈرتا ہوں کہ "آہِ مظلوماں" سدِ راہِ مقصود نہ بن جائے۔
ص ۱۰۴ - ۱۰۵

ایک دُوسرے موقع پر جواباً لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ فقیر نے عالمِ رؤیا میں قوم جاٹ کا استیصال اسی قسم کا دیکھا ہے جس طرح قوم مرہٹہ کا استیصال ہوا ہے۔ اور یہ بھی خواب میں دیکھا ہے کہ مسلمان جاٹوں کے دیہات اور قلعہ جات پر مسلّط ہو گئے ہیں اور وُہ دیہات و قلعے مسلمانوں کی جائے بود و باش بن گئے ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ روہیلے جاٹوں کے قلعوں میں اقامت گزیں ہوں گے۔ یہ چیز غیب الغیب میں مصمّم و مقرر ہے۔ فقیر کو اس بارے میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے ــــــ امید ہے فضلِ خداوندی سے فتح عجیب رونما ہو گی، اور افواج مخالفین درہم برہم ہو جائیں گی ــــــ فقیر اس چیز کو اس طرح جانتا ہے گویا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے۔ والسّلام۔
ص ۱۰۶ - ۱۰۷

ایک مرتبہ یوں راہنمائی فرمائی:

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ آپکا مکتوب گرامی جنگ کی استعداد کے بارے میں اور اس بات کے استفسار کے سلسلہ میں پہنچا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جاٹوں کے ساتھ مل گئی ہے، ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے۔

میرے عزیز! جاٹوں پر فتح غیب الغیب میں مقرر ہو چکی ہے۔ اس بارے میں کوئی اندیشہ دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مرہٹوں کی طرح جونہی کہ مقابلہ ہو گا یہ طلسم

ٹوٹ جائے گا۔ اگر مسلمانوں کی ایک جماعت جاٹوں کے ساتھ ہے تو اس کا کوئی خیال نہ کریں۔ مجھے امید ہے کہ بجز اس کے کہ ظاہر میں دشمنوں کی کثرت نظر آئے، اور کوئی تشویش پیش نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے ہاتھوں کو (جو غیروں کے ساتھ ہیں) روک دے گا۔ وہ جنگ نہ کرسکیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ——— اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب پر غالب ہے۔ اگر مخالفین مکر و حیلہ کے ساتھ صلح کی گفتگو کریں تو ان کی باتوں پر کان نہ دھرنا ——— تاکیدِ مزید کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ جس وقت جنگ جاٹ کیلئے نکلیں، فقیر کو اطلاع دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ روانگی کے وقت سے لے کر فتح کے وقت تک دعائے دلی میں مشغول رہوں گا۔ والسلام۔ ص ۱۰۸-۱۰۹

وزیر الممالک آصف جاہ کے نام

بعد حمد و صلوٰۃ کے اس فقیر کی طرف سے جناب کو واضح ہو کہ عالمِ ملکوت میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مخالفین اسلام ذلیل و خوار ہوں گے۔ بعد ازاں باغی لوگ رسوا اور خانہ خراب ہوں گے۔ اگر جنابِ عالی ان بدمعاشوں کے مقابلہ میں کمر ہمت باندھ کر آجائیں تو یہ تمام کارنامے جناب کی طرف منسوب ہوں گے اور دنیا آپ کی تابعدار ہو جائے گی اور ملتِ مرحومہ کے رواج اور مسلم حکومت کی استقامت کا باعث جناب عالی کو قرار دیا جائے گا۔ کوشش تھوڑی اور فوائد عظیم الشان مرتب ہوں گے۔ اگر آنجناب کوشش نہ فرمائیں گے تو یہ تمام مخالف عنصر "آسمانی حادثات" سے ہلاک و مضمحل ہو جائے گا۔ اس صورت میں جناب عالی کی طرف کوئی نیک نامی کی بات منسوب نہ ہو سکے گی ——— وقت کو غنیمت جانیے اور مخالفین کے مقابلہ میں جد و جہد کرتے میں ذرہ برابر کوتاہی جائز نہ رکھئے ———

مسلمانوں سے مظالم کا دفعیہ کرنا اور دین کی اشاعت کرنا نیز رسومِ نیک جاری کرنا سراپا سعادت در سعادت ہے ——— آں عزیز القدر کو خدائے عز و جل نے ہندوستان پر پورا تسلط بخشا ہے۔ ہم لوگ بڑی بڑی امیدیں قائم کئے بیٹھے ہیں کہ آپ کے ذریعہ رفع مظالم،

تغیرِ رسومِ بد، ترویجِ دینِ حق، اقامتِ امرِ خیر، اشاعتِ علم و نماز در روزہ، یہ سب کچھ عمدہ طریقے پر ہو گا۔ اس لئے کہ آپ کے اندر ایک عجیب شان اور سعادت محسوس ہوتی تھی اور آپ کا مزاج بھی صلاحیت، ذکاوت اور رغبتِ امورِ خیر لئے ہوئے معلوم ہوتا تھا ـــــــ شاید مقتضیاتِ زمانہ کی وجہ سے ابھی تک مذکورہ بالا امورِ خیر میں کسی کا ظہور نہیں ہو سکا۔ خدا کرے کہ اس کے بعد تلافیٔ مافات ہو جائے۔ اس قدر البتہ گذارش ہے کہ فی الحال جس قدر طاقت ہو گرانیٔ غلہ دور کرنے میں سعیٔ بلیغ فرمائیں اور اطرافِ عالم میں جو لوٹ مچ رہی ہے اس کو حتی الامکان ختم کرنا بھی ضروری ہے۔ والسلام۔

صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۴

نواب فیروز جنگ نظام الملک احمد شاہی کے نام

جواباً لکھتے ہیں ـــــــ "اللہ تعالیٰ نے آں عزیز القدر کو اس زمانے میں اہل سنت وجماعت کا پشت پناہ بنایا ہے۔ فرقۂ امراء میں آپ کے علاوہ کوئی حامی اہلسنت نہیں رہا۔ امید ہے کہ تمام حالات میں ترویجِ سنّت کو منظورِ نظر رکھیں گے۔ آپ نصرتِ اسلام کی طرف پوری پوری توجہ کرنے اور مطالبِ دنیوی کو دوسرے نمبر پر رکھنے کو بہت ہی نفع مند اور مفید پائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے: "اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا"۔ آج عملِ صالح کا سواں ($\frac{1}{100}$) حصہ انجام دیا جائے تو اس کو ماضی کے سینکڑوں اور ہزاروں اعمالِ صالحہ کے برابر سمجھنا چاہیئے"۔ والسلام۔

صفحہ ۱۴۵

نواب مجد الدولہ کے نام

خدائے عزوجل محفوظ و محظوظ اور اپنی چشمِ عنایت میں آپ کو ملحوظ رکھے۔ اس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا ـــــــ عزیز القدرِ من! فقیر اس قدر جانتا ہے کہ عالمِ ملکوت میں مرہٹہ، جٹ کا استیصال مصمّم ہے۔ اور وہ بعض اشخاص جن کی توجہ کو اس قسم کے امور کے

حل وعقد میں عنایت فرمایا گیا ہے۔ ان مخالفین کے استیصال کی دُعا کرتے کیلئے برابر مامور ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو دن بدن آپ کے دل میں ان کے استیصال کا جذبہ موجزن نہ ہوتا ــــــــ والسلام۔ [۱۵۲]

تاج محمد خان بلوچ کے نام

آپ کا مکتوب گرامی جاٹوں کی سرکشی سے متعلق پہنچا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ وہ مخالف کو پائمال کر دے گا، خاطر جمع رکھیں ــــ ــــ اندریں حالات ضروری ہے کہ

آں عزیز القدر، موسیٰ خاں اور دیگر جماعتِ مسلمین کے ساتھ موافقت کریں اور آپس میں دوستی و یکجہتی کو کام میں لائیں اور اپنی طاقت کو دشمنوں کے مقابلے میں صرف کریں۔ غالب امید ہے کہ اجتماعِ مسلمین اور ان کی حسنِ عزیمت کی برکت سے تازہ فتح نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے: اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ۔ یعنی اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

اس زمانے میں دشمنانِ دین کے غالب ہوتے اور مسلمانوں کے مغلوب ہونے کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے اغراض نفسانی کو درمیان میں لاتے ہیں اور ہنود کو اپنے کاروبار میں دخیل بناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہنود غیر مسلموں کا استیصال گوارا نہ کریں گے۔ دور اندیشی اور تحمل محمود شے ہے لیکن اتنی نہیں کہ غیر مسلم مسلمانوں کے شہروں پر غالب آتے چلے جائیں اور ہر روز ایک شہر پر قبضہ کرتے رہیں۔ یہ وقت تحمل اور مصلحت اندیشی کا نہیں ہے، یہ وقت خدا پر بھروسہ کرتے اور استعداد حرب ظاہر کرنے اور غیرت مسلمانی کو جوش میں لانے کا ہے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو اغلب ہے کہ نسیم نصرت "چلنی" شروع ہو جائے گی۔

فقیر جو کچھ جانتا ہے وہ یہ ہے کہ جنگ جاٹ ایک طلسم ہے کہ اول اول خوفناک و خطرناک معلوم ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر پورا پورا توکل داعتماد کر

کے اس جانب توجہ واقع ہو گی تو ظاہر ہوگا کہ سوائے نمائش کے وہاں کچھ نہ تھا۔ امید ہے کہ اپنے حالات اور استعدادِ حرب کی کیفیت سے اطلاع دیتے رہا کریں گے۔ یہ ہیچیز دعائے محافظت و نصرت میں ممد و معاون ہو گی۔ والسلام صفحہ ۱۵۰۔ ۱۵۱

شیخ محمدؐ عاشق علیہ الرحمۃ کے نام

حقائق و معارف آگاہ، عزیز القدر سجادہ نشینِ اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ سے بعد از سلام مطالعہ کریں۔

الحمدللہ کہ اس "حادثۂ عامہ" میں عافیت نصیب ہوئی۔ اس محلہ کو معلوم نہیں ہوا کہ فوج مخالف آئی تھی یا نہیں۔ نہ تو لوٹ ڈالنے والوں کی لوٹ سے کوئی اذیت پہنچی اور نہ اس تاوان و جرمانہ (تعزیری ٹیکس) سے جو حویلیوں پر ڈالا گیا تھا کوئی زیر بار ہوا۔

سابق میں عالمگیر ثانی سے جو کچھ کہہ دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں تمہیں سلامتی حاصل رہے گی وہ بھی ظہور میں آیا۔ اکثر کی جائیدادوں کی سندیں (دستاویزیں) ضبط ہو گئیں، مگر میری سند کہ دستخط کر کے مجھے واپس کر دی گئی ہے۔ اس وقت احمد شاہ درانی جنگ جاٹ کی طرف متوجہ ہے۔ جو کچھ وقوع میں آیا بعد کو لکھا جائے گا۔ اہلِ شہر اپنے قتل ہونے سے تو محفوظ رہے لیکن دولت کا "مادۂ فاسدہ" جن لوگوں کے مزاجوں میں پیدا ہو گیا تھا اس کا تنقیہ پورے طور پر ہو گیا۔ چنانچہ عبرت کی چیز ہے کہ جو لوگ جاہ و حشمت میں جس قدر زیادہ تھے قید و ضرب اور سزا بھگتنے میں بھی وہی آگے آگے رہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھنا چاہا وہ محفوظ رہا۔ والسلام صفحہ ۱۱۴

ایک اور موقع پر لکھتے ہیں:

"جو کچھ فقیر کو معلوم ہو رہا ہے یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی مخالفین کی سرکوبی کے لئے پھر آئے گا ——— اور بعد تمام ہونے امرِ "وعدہ شدہ" کے شاید اس سرزمین میں اپنی ودیعتِ حیات کو سپرد کر دے گا" ——— والسلام۔ صفحہ ۱۱۷

ایک خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

"گرامی نامہ مشکیں شمامہ پہنچا، حقیقتِ مرقومہ واضح ہوئی ـــــــ کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ "طوائف الملوکی" ہوگی۔ فوجیں حرکت میں آئیں گی اور شہر تہ و بالا ہوں گے۔ اللہ سے یہ دُعا ہے کہ اس "حادثہ" میں مخالفینِ اسلام پر ہی مصیبت پڑے اور "مٹھی بھر" مسلمان جو ان بلاد میں غرباء کی حیثیت سے پڑے ہوئے ہیں محفوظ و مامون رہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہے، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ جو کچھ قضا و قدر میں ہے چار و ناچار ظہور میں آئے گا۔ اس جماعت کو خوشخبری ہو جو تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے" ـــــــ

صـ ۱۱۸

والسّلام۔

ایک اور خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

عافیت پر خدا کی حمد ہے اور اس سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمہیں ہمیشہ عافیت سے رکھے۔ تمہارا خط پہنچا، حقائق مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ تم نے لکھا تھا کہ اگر دہلی سے جانے کا قصد ہو تو سواری کا انتظام کیا جائے۔

اصل قصّہ یہ ہے کہ وقوعِ فتنہ یقینی ہے۔ جب افواجِ ابدالی کی آمد آمد کشمیر کی طرف سنی گئی تو وہ پوشیدہ خطرہ ظاہر ہو گیا اور اس بارے میں مشورہ کیا گیا۔ بعد مشاورت یہ طے پایا کہ جب نوبت لاہور تک پہنچے اس وقت خاندان کو پھلت کی طرف روانہ کر دیں اس لئے کہ قبل پیدا ہونے فتنہ کے خواہ مخواہ کہیں کو چل پڑنا کم عقلی ہے اور ہجوم فتنہ کے بعد توقف کرنا یہ گھمنڈ کی بات ہے۔ ابھی تک وہی بات دل میں ٹھان لی ہے جس کو اوپر ذکر کیا گیا ہے ـــــــ فی الحال کوئی تشویش بظاہر نہیں ہے کہ یہاں سے کہیں جانے کا باعث ہو۔ جب وُہ وقت ظاہر ہوگا ہم وہی کریں گے جس کو ہم نے سوچا ہے۔ والسّلام۔

صـ ۱۲۳ - ۱۲۴

ایک خط میں بادشاہ کا ذکر کرتے ہیں

جمعرات کے دن بادشاہ حضرت نظام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ) اور دیگر مشائخ کے مزارات کی زیارت کرنے کیلئے سوار ہو کر گیا تھا۔ مجھے پہلے سے اطلاع دیئے بغیر کابلی

دروازے سے سادہ تخت پر سوار ہو کر غریب خانے پر وارد ہوا۔ فقیر کو کوئی اطلاع ہی نہ تھی۔ مسجد میں بوریوں پر آکر بیٹھ گیا۔ اِس قدر توقیر سلطان کرنا لازم ہوئی کہ فقیر جس مصلّے پر بیٹھتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے اس کو اس طریقے سے بچھا دیا گیا کہ اس کی ایک جانب فقیر بیٹھ گیا اور دوسری جانب بادشاہ۔ بادشاہ نے اوّل مصافحہ کیا بڑی تعظیم کے ساتھ۔ بعدازاں کہا، میں مدّت سے آپ کی ملاقات کا مشتاق تھا لیکن آج اس جوان کی رہنمائی میں یہاں پہنچا ہوں۔ اشارہ وزیر کی طرف کیا۔

پھر کہا، غلبۂ کفر اور رعیّت کا تفرق و انتشار اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ سب کو معلوم ہے۔ چنانچہ مجھے تو سونا اور کھانا پینا دوبھر اور تلخ ہوگیا ہے۔ اس بارے میں آپ سے دُعا مطلوب ہے۔ میں نے کہا پہلے بھی مَیں دُعا کرتا تھا اور اب تو انشاءاللہ اور زیادہ دُعا میں مشغول رہوں گا۔

اسی دوران میں وزیر نے مجھ سے کہا کہ حضرت بادشاہ پانچوں وقت کی نماز کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں۔ میں نے کہا الحمدللہ! یہ وہ بات ہے کہ ایک مدّت کے بعد سننے میں آرہی ہے ورنہ ماضی قریب کے بادشاہوں میں سے کسی میں یہ نماز کی پابندی سننے میں نہیں آئی تھی۔

بادشاہ نے (مجھ سے مخاطب ہوکر) کہا علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ جب تک ایسے کاموں میں دعائے اہلِ دل شامل نہیں ہوتی، کامیابی نہیں ہوتی، اسلئے کہ بادشاہانِ دین علماء اور اہلِ دل ہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ وُہ دین و دنیا دونوں کے بادشاہ ہیں۔ دُنیا کا کام بھی ان کی توجہ کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوتا ہے۔ اس گفتگو میں بادشاہ نے بڑی تواضع اور عاجزی ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ ایک فقیر کی جھونپڑی میں اگر کوئی بادشاہ آئے تو اس کی غرض اللہ کے لئے تواضع کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

"جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اس کو اللہ نے بلند کر دیا۔"

آپ کو اس جامع حدیث کے ذریعہ بشارت مند ہونا چاہیے۔ بعدازاں فقیر نے

(بادشاہ سے) کہا، حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بناتے وقت بطور وصیت یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

"خلیفہ کو بھی عجیب عجیب مشکلات درپیش ہوتی ہیں، اعدائے دین کی طرف سے بھی اور موافقین کی طرف سے بھی۔ ان تمام مشکلات کا بس یہی ایک علاج ہے کہ مرضیات حق کو اپنا نصب العین بنا کر حق تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جائے اور اس کے غیر سے قطع نظر کر لی جائے۔"

اس کے بعد میں نے بادشاہ کو ایک تسبیح دی۔ اس نے تعظیم تمام کے ساتھ اس کو لیا۔ پھر میں نے کہا کہ یہ آیت فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ۔ الآیہ، سو سو بار ہر نماز کے بعد پڑھنی چاہیئے، آپ کے معاملات میں یہ عمل نافع ہوگا۔ بادشاہ نے قبول کیا۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ مصافحہ کیلئے دراز کیا۔ میں نے مصافحہ کیا پھر وہ کھڑا ہوا اور سوار ہو گیا۔

بالجملہ بادشاہ خوش نیت، سخی اور نماز پنجگانہ کا پابند ہے، کوئی فسق و فجور کی علامت اس پر نمایاں نہیں تھی۔ اس کی ڈاڑھی مونچھ شریعت کے مطابق تھی زبان ہندی و فارسی درست ہے، عربی میں کوئی مہارت نہیں رکھتا۔ عقل و تدبیر میں اگرچہ عالمگیر اورنگزیب کی مانند تو نہیں کہا جاسکتا مگر ہاں بظاہر بہادر شاہ (اوّل) کی مثل تو ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ھ ۱۱۳۷

بادشاہ کی عقیدت مندی اور اس کے مقامات کا تذکرہ

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالےٰ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے سلام محبت التیام مطالعہ کریں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خیر و عافیت دے رکھی ہے۔

دیگر آنکہ کل میں بعد از نماز جمعہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے مجلس سے اٹھ گیا تھا اور اور آں عزیز کو جلد رخصت کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں ہجوم خلق پریشان نہ کر دے۔ بادشاہ اور اس کی والدہ آئے تھے۔ پہلے مسجد میں زنانہ کا انتظام کیا گیا۔ اس صورت سے بادشاہ کے آنے کی غرض یہ تھی کہ بے تکلف ہو کر کچھ دیر ٹھہرے۔ تقریباً تین چار گھنٹے بیٹھا کھانا بھی

کھایا، اس کی زیادہ تر باتیں مخلوق خدا کی بھلائی کے کاموں میں مدد چاہنے سے متعلق تھیں
وُہ اس بات پر افسوس کرتا تھا کہ اس نے اعتکاف کے زمانے میں جن باتوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا وہ آشکارا ہو گئیں، اور یہ بھی دریافت کرتا تھا کہ مجھ سے کون سی ایسی لغزش ہو گئی جس کی وجہ سے صفائی قلب جاتی رہی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس سے پہلے میں خواب میں مشاہدۂ جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرّف ہوتا تھا، اب "زیارت" میسّر نہیں ہوتی۔ درمیان گفتگو میں اپنے "تین" "خواب" ذکر کئے۔

"پہلا خواب" :- اس نے کہا جس وقت رفیع الدولہ کو تخت شاہی پر بیٹھایا گیا تھا اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ رفیع الدولہ کے بعد کون بادشاہ ہوگا؟ فرمایا کہ روشن اختر (محمد شاہ)۔ میں نے عرض کیا روشن اختر کے بعد کون ہو گا، فرمایا، ایک اور ہے جس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون ہو گا، فرمایا، "تو"۔ پھر میں نے دریافت نہیں کیا کہ میری حکومت کب تک چلے گی۔

"دُوسرا خواب" :- جس وقت نادر شاہ کی طرف سے قتل عام واقع ہوا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گویا ایک حصار کھینچ رہے ہیں اور اشارہ فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا ہے؟ فرمایا ایک زبردست آگ لگی ہے، میں نے حصار کر دیا ہے تاکہ قلعہ محفوظ رہے۔

"تیسرا خواب" :- میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کلغی دستِ مبارک سے تیار فرما رہے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ تیرے واسطے بنا رہا ہوں۔

بادشاہ سے فقیر نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت ہونے کا طریقہ بیان کیا اور بادشاہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ کے تصوّر کیلئے کہا۔
اس نے کہا کہ رفیع الدولہ اور روشن اختر والے خواب میں جو صورت مبارک دیکھی تھی وُہ میرے ذہن میں حاضر ہے۔ فقیر نے کہا، اسی کو اپنے دل کے سامنے رکھو۔ اس گفتگو کے بعد مسجد میں فقیر کے ساتھ نماز پڑھ کر رخصت ہوا۔ والسلام۔ صا۱۱۱ تا ۱۱۳

معیشت پر نظر

زمین کا حکم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"جو کسی بے آباد زمین کو زندہ کر دے وہ اسی کی ملکیت ہے۔"
(حجۃ اللہ البالغہ دوم ص۱۱۵)

حضرت امام مالک و امام شافعی رضی اللہ عنہما بروایت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص ناقابلِ زراعت زمین کو قابلِ زراعت بنائے وہ اسی کے لئے ہے۔ ازالۃ الخفاء دوم ص۲۴۵

اس میں اصل یہ ہے کہ یہ سب اللہ کا مال ہے اس میں درحقیقت کسی کا حق نہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اس سے استفادہ کرنا مباح قرار دیا تو تنازع واقع ہوا۔ اب حکم یہ ہوا کہ جس کسی نے کسی کو نقصان پہنچائے بغیر پہلے پہلے کسی چیز پر قبضہ کر لیا اُس سے تعرض نہ کیا جائے چنانچہ وہ بے آباد زمین جو کسی شہر میں نہیں اور نہ ہی شہر کے آس پاس ہے جب اسے ایک آدمی آباد کرے اور کسی کو نقصان پہنچائے بغیر اس نے قبضہ کرنے میں سبقت کر لی، اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں کچھ تعرض نہ کیا جائے۔

اور درحقیقت ساری زمین بمنزلہ ایک مسجد کے ہے یا سرائے کے ہے جو کہ مسافروں پر وقف ہے اور تمام لوگ اس میں شریک ہیں، چنانچہ پہلے سبقت کرنے والے کو مقدّم اور اس کے بعد والے کو بعد رکھا جائے گا۔ اور حقِ انسانی میں ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں سے زیادہ اسے نفع حاصل کرنے کا حق ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عادی زمین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر وہ میری طرف سے تمہارے لئے ہے۔"

یاد رہے کہ عادی زمین وہ ہوتی ہے جس کے رہنے والے باشندے ہلاک ہو

چکے ہوں اور کوئی ایسا موجود نہ ہو جو اس زمین کا دعویٰ کرے ______ جب زمین اس صفت کی ہو تو اس زمین سے انسانوں کی ملکیت منقطع ہو گئی اور وہ خالص کر کے اللہ کی ہی ملکیت بن گئی اور اس کا حکم اس زمین کے حکم کی طرح ہے جس کو بالکل آباد نہیں کیا گیا۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۷۱۶

تجارت کے لئے مسائلِ تجارت کا جاننا ضروری

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ہماری منڈی میں وہی شخص (مال) بیچنے آئے جو تفقہ رکھتا ہو یعنی مسائل فقہ سے واقف ہو۔ احقر (شاہ ولی اللہ) عرض کرتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص تجارت کرنا چاہتا ہے اس پر واجب ہے کہ احکام بیع و شرا سے واقفیت حاصل کرے۔

ازالۃ الخفاء دوم صـ ۲۲۹

مہنگائی کرنے کی نیت سے غلّہ روکنے کی ممانعت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری منڈیوں کو روک کر نہ رکھا جائے۔ جو لوگ مال رکھتے ہیں وہ غلہ خرید کر گھروں میں نہ ڈال لیں مگر جو شخص اپنی پشت پر غلہ لاد کر لائے جاڑوں میں اور گرمیوں میں وہ عمر رضی اللہ عنہ کا مہمان ہے۔ وہ جس طرح چاہے فروخت کرے اور جب تک چاہے رکھے ______

حضرت عمر فاروق 'رضی اللہ عنہ' نے فرمایا، جو شخص غلّہ روک کر رکھے اور پھر اگرچہ راس المال مع منافع صدقہ کر دے تو اس کا کفّارہ نہیں ہو سکتا۔

ازالۃ الخفاء دوم صـ ۲۳۲

ذخیرہ اندوزی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گنہگار ہے" اور فرمایا ہر غلّہ لانے والا مرزوق (روزی دیا ہوا) ہے اور روکنے والا ملعون ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ عربی اردو دوم صـ ۷۳۵

جوا اور سود

جوا حرام اور باطل ہے اس لئے کہ یہ لوگوں سے ان کے اموال جھپٹنے اور چھیننے سے عبارت ہے اور اس کا مدار جہالت، حرص، باطل خواہشات اور دھوکا فریب پر ہے۔

اسی طرح سود ہے اور سود ایک قرض ہے کہ مقروض سے جس قدر قرض لیا ہے اس سے زیادہ واپس کرے۔ یہ بھی حرام اور باطل ہے اس لئے کہ عام قرض خواہ مجبور و مفلس ہوتے ہیں اور بہت سے مقروض وعدہ کے وقت پر ادا نہیں کر سکتے چنانچہ یہ رقم کئی کئی گنا بڑھتی رہتی ہے جس سے کبھی بھی چھٹکارا نہیں ملتا اور یہ بھی سخت مناقشات اور شدید عداوتوں کا مظنّہ ہے ــــــ

جب اس طریقہ سے مال بڑھانے کی رسم چل نکلے تو اس کا انجام یہ ہے کہ زراعت اور صنعت متروک ہو جاتی ہے۔ شدید ترین عداوتیں پیدا کرنے کا باعث سود سے زیادہ سخت کوئی عقد نہیں۔ کمانے کے جو طریقے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے مقرّر فرمائے ہیں یہ دونوں ان کی جڑیں کاٹنے والے ہیں اور ان میں سخت قباحت اور نزاعات ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ عربی اردو۔ دوم صــــ ۲۲۲-۲۲۳

خرید و فروخت میں راستبازی ضروری

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اونٹ اور بکری کا دودھ روک کر اسے فروخت نہ کرو جس نے ایسا کرنے کے بعد انہیں فروخت کیا تو دودھ نکالنے کے بعد اسے (خریدار کو) دونوں میں سے ہر ایک بات کا اختیار ہوگا چاہے تو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور اس کے ساتھ (دودھ کے عوض میں) ایک صاع چھوہارے دے دے ــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اناج کے اس ڈھیر جس کے اندرونی حصّے میں نمی تھی، فرمایا۔ "تو نے اسے اناج کے اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ اسے دیکھیں۔ جو دھوکا دے وہ مجھ سے نہیں"۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صــــ ۲۳۵-۲۳۶

باب نوزدہم

متفرقات

متفرّقات

توبہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ و معصیت کرے اور پھر نادم ہو کر اوّل وضو کرے پھر نماز پڑھے اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی مغفرت مانگے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ومن یعمل سوءًا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللّٰہ یجد اللّٰہ غفورًا رحیمًا۔

جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو وُہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا

ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۳۸۵

قربِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کا قرب یہ ہے کہ غفلت کا پردہ درمیان سے اٹھ جائے۔

تفسیرِ کثیر اردو صہ ۱۲۶

دِل درست ہوا تو سارا بدن درست ہوگیا

حدیثِ پاک میں ہے بدن میں ایک لوتھڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ خبردار! اور وُہ دل ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صہ ۶۷

عمل کا مدار نیّت پر ہے

نیّت رُوح ہے اور عبادت بدن ہے اور روح کے بغیر بدن میں زندگی نہیں ہوتی اور بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی روح میں ایک طرح کی حیات ہوتی ہے مگر اس میں بدن

کے بغیر حیات کے آثار مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نہیں پہنچتے اللہ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے لہو اور لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ"

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۶۶۵

نیّت سے مراد قصد اور عزیمت ہے اور یہاں نیّت سے مراد وہ علّت غائیہ ہے کہ جو انسان کے خیال میں آتی ہے تو اسے عمل پر آمادہ کرتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سے ثواب چاہنا یا اللہ کی رضا چاہنا۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ ۴۲۵۔

اور جو آدمی یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اعمال کا مدار نیّتوں پر ہے اور انسانوں کی ہیئات طبیعت نفسانیہ پر ہے وہ تو (علم و فہم ہی سے بے بہرہ ہے) جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تمام اعمال کا دار و مدار نیّتوں پر ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ ۳۳

والد صاحب فرماتے تھے کہ تغلق آباد کے قریب ایک درخت کے نیچے تلاوت قرآن کریم سننے پر ایک صاحب قبر باتیں کرنے لگا۔ بار بار تلاوت کیلئے کہتا رہا اور میں تلاوت سناتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے صاحبِ قبر کو خوش پایا۔ اس نے کہا جزاک اللہ۔ پھر میں نے اس سے برزخ کے حالات پوچھے۔ اس نے کہا مجھے ان قبور میں سے کسی کا حال معلوم نہیں لیکن اپنا حال بیان کرتا ہوں۔

جب سے میں نے اس دنیا سے انتقال کیا ہے، اس وقت سے کوئی عذاب یا عتاب نہیں دیکھا۔ اگرچہ بہت زیادہ نعمتیں بھی نہیں۔ میں نے پوچھا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ کون سے عمل کے طفیل تم نے نجات پائی۔ اُس نے کہا، تمام عمر میری نیّت یہ رہی کہ تعلقاتِ دنیاوی سے الگ ہو جاؤں اور طاعات و اذکار کی رکاوٹوں کو ترک کر دوں۔ اس نیّت کی برکت سے نجات پائی۔ اگرچہ تمام عمر نیّت پوری نہ ہو سکی، حق تعالیٰ نے مہربانی سے اسی نیت کو قبول فرمالیا۔

انفاس العارفین صـ ۸۲

شریعت جمہور عوام کے موافق

شریعت جمہور عوام کے موافق نازل ہوئی ہے اور یہ ضروری ہے کہ حکم کی علت ایسی صفت ہو جس کو جمہور عوام سمجھتے ہوں اور اس کی حقیقت ان پر مخفی نہ رہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۲۳۹

بدعتِ[1] حسنہ در حقیقت سنّت ہی ہے

امام مالک عبد الرحمٰن ابن عوف (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ماہ رمضان المبارک میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں گئے۔ لوگ متفرق طور پر مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں۔ چنانچہ آپ نے سب کو حضرت ابی بن کعب کے پیچھے جمع کر دیا جب دوسری شب کو یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد گئے تو انہوں نے فرمایا:

نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ

اور فرمایا وہ نماز جس میں (ادا کر لینے کے بعد) لوگ سو جاتے ہیں اس نماز سے افضل ہے جس کیلئے قیام کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ قیامِ رمضان اوّل شب میں کرتے تھے۔ احقر (ولی اللہ) عرض کرتا ہے کہ نعمت البدعۃ ھذہ کے یہ معنی ہیں کہ یہ بدعتِ مستحبہ (حسنہ) ہے مگر بحیثیت لوگوں کے جمع ہونے کے اور در حقیقت وہ سُنّت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز) تراویح پڑھی۔

ازالۃ الخفاء دوم صہ ۱۷۵-۱۷۶

شیخ ابو طاہر بیان کرتے ہیں کہ شاہِ روم کا استاد جسے خوجہ کہتے ہیں مدینہ منورہ کی زیارت کیلئے آیا اور شیخ ابراہیم کردی کی صحبت میں علماء و احباب کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حاضر ہوا۔ جب اس نے شیخ سے ملاقات کی تو اس نے کہا، میں نے شام میں ایک کھلم کھلا بدعت (بدعت سیئہ) دیکھی۔ اس کے قلع قمع میں بہت کوشش کی۔ شیخ نے فرمایا، وہ بدعت

---

[1] بدعت کی تحقیق کیلئے ہماری کتاب "بدعت کی حقیقت" ملاحظہ فرمائیے۔ (ضیاء)

کیا تھی۔ اس نے کہا مساجد میں لوگ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ ۱؎
شیخ نے یہ آیت پڑھی: "ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا" تو خوجہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اسے یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ بعض فقہی عبارتیں جو قاضی خان وغیرہ سے نقل کی تھیں، جیب سے نکال کر شیخ کو دیں۔ شیخ نے فرمایا اگر بات تقلیداً کہتے ہو تو میں کسی اور امام کا مقلّد ہوں اور آپ کسی دوسرے امام کے، آپ کی حجت مجھ پہ لازم نہیں آتی اور اگر بات تحقیقاً کہتے ہو تو یہ بندہ حاضر ہے۔

پس آپ نے جلدہی ایک رسالہ تحریر فرمایا اور اس خوجہ کے شبہات کا مسکت جواب دیا۔ شیخ کے احباب نے خوجہ کی خفگی کو جو کہ سلطنت عثمانیہ میں بلند (منصب) رکھتا تھا، ملاحظہ کیا اور شیخ سے کہا، تردید میں اس قدر مبالغہ مناسب نہیں ہے۔ شیخ نے فرمایا، حق سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی، جو ہوتا ہے ہونے دو۔ الغرض خوجہ اور اس کے ساتھی کوئی جواب نہ دے سکے اور مبہوت رہ گئے۔ کلمہ "الحق یعلو ولا یعلی"، حق سربلند ہوتا ہے سرنگوں نہیں ہوتا" کا منظر سامنے آگیا۔ (انفاس العارفین ص ۲۸۳-۲۸۴)

"رسوم نیک جاری کرانا سراپا سعادت در سعادت ہے"۔

شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۱۴۲

اگر اہلِ زمانہ کسی امر مستحب کا سنت موکّدہ کی طرح التزام کرلیں یا کسی اچھے کام کی کسی خاص صورت اور ہیئت کو اپنے ذمہ لازم کرلیں اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لیں تو اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ جس طرح وظائف و اوراد کی ایجاد ہے اور اس قسم کے امور پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔
ازالۃ الخفاء اول ص ۳۴۶

۱؎ حدیث پاک میں فرمایا "جو شخص نیک طریقہ جاری کرے تو اس کو اپنا اجر بھی ملتا ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں"۔ حضرت سیّدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اسے نئے اچھے طریقہ کے اجرا کی حمایت میں متعدد مقامات پر نقل فرمایا ہے۔ (دیکھیے مکتوب ۱۹۲ دفتر اول۔ مکتوب ۵۷ دفتر دوم۔ مکتوب ۹۴ دفتر سوم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل وُہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے چاہے قلیل ہو۔"

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۵۱۴

اگر تمہارے دل میں کسی قسم کا انکار پیدا ہو تو یہ خیال کر کے اس کو ہٹا دو کہ ائمہ اہلِ سنّت بہت سے مسائل میں ایسی باتیں معرضِ بحث میں لائے جن کے متعلق صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم) سے کچھ بھی منقول نہیں اس کے باوجود وہ ائمہ اہلِ سنّت کہلائے۔ اسی طرح اگر ہم اپنے ذوق اور وجدان سے ایسی باتیں سپردِ قلم کریں جن کے متعلق قرونِ اُولیٰ میں کسی نے لب کشائی نہیں کی فقط اجمال (اور اشارہ) پر اکتفا کیا۔ کیونکہ ابھی تک ایسی باتوں کو زبان پر لانے کا موقع نہیں آیا تھا تو اس سے ہماری سنیت میں کیوں فرق آنے لگا۔

خیرِ کثیر ص ۶۲

اچھے بُرے کا معیار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان جس کام کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

ازالۃ الخفاء اول ص ۲۶۷

کسی چیز کی بھلائی برائی اور کسی کام کا باعث ثواب و عذاب ہونا عقل پر منحصر نہیں بلکہ چیزوں کا بھلا بُرا ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسان کے متعلق حکم دیا اور بندوں کو ان کا مکلّف بنایا ہے۔ البتہ ان میں بعض امور ایسے ہیں جنکی افادیت (بندوں کے حق میں مفید ہونا) اور ثواب و عذاب کے ساتھ انکی مناسبت عقلِ انسانی بھی پہچان لیتی ہے۔ جبکہ بعض امور ایسے بھی ہیں جن کی اچھائی برائی جاننے پہچاننے سے ہماری عقل قاصر ہے اور جب تک انبیائے کرام (علیہم السلام) وحیٔ الٰہی کے ذریعے ہمیں ان کی اچھائی برائی نہ بتائیں ہم آگاہ نہیں ہو سکتے۔

(عقیدۃ الحسنہ)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اس امّت کو کبھی گمراہی پر متفق نہ کرے گا۔" (حاکم)

ازالۃ الخفاء اوّل ص ۲۶۳-۲۶۴

تقرر یوم بدعت نہیں۔ شاہ عبدالرحیم نے دن مقرر کیا

شیخ فقیر اللہ شاہ عبدالرحیم کی خدمت میں حصولِ توجہ کے لئے لکھتے ہیں۔

ہفتہ میں آپ نے توجہ کیلئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا۔ پیر کے دن کو بھی توجہ کے لئے مقرر فرما دیجیے تاکہ ہفتہ میں دو روز احقر پر توجہ فرمائیں تو اس طرح پہلے سے زیادہ کام میں کشادگی ہوگی۔ امید ہے کہ میری درخواست کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔ جمعرات کے روز حسب الفرمان نماز عصر کے بعد آنجناب کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔ بعض اوقات عجیب و غریب کیفیات ظاہر ہوتی ہیں خصوصاً پندرہ ماہِ صفر جمعرات کو آنجناب کی طرف متوجہ تھا کہ نسبت شعاعوں کی شکل میں مکمل طور پر جلوہ گر ہوئی۔

انفاس العارفین صـ ۱۱۸

یومِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا اور محفلِ میلاد پر انوار برسنا

قدیم طریقہ کے موافق ۱۲۔ ربیع الاوّل کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے بال مبارک کی زیارت کرائی۔ تلاوتِ کلام پاک کے دوران ملاء اعلیٰ کا ورود ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت نیازمندی اور عاجزی کی بنا پر بلند ہو رہی ہے اور اس کیفیت کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہو رہی ہیں۔

القول الجلی کی بازیافت صـ ۸۵ بحوالہ القول الجلی صـ ۷۴

مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولدِ مبارک میں ولادت (میلاد) کے روز حاضر تھا اور لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج رہے تھے اور آپ کے ان معجزات کا تذکرہ کر رہے تھے جو ولادتِ باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے اور ان مشاہدات کو بیان کر رہے

تھے جو بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اچانک بہت سے انوار ظاہر ہوئے۔
فیوض الحرمین صد ۸۰-۸۱

اشیاء میں اصل اباحت ہے

شیخ عبدالاحد شیخ ابورضا کے نام خط میں لکھتے ہیں:

آپ کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا اطلاق بھی کلامِ قدسی پر جائز نہیں تو ولی کے کلام پر کیسے جائز ہو گا، ہم کہتے ہیں کہ اگر اس کے متعلق کوئی اثر یا معتبر خبر ہو تو سر آنکھوں پر ورنہ کسی چیز میں حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ اشیاء میں اصل ان کی اباحت ہے جیسا کہ علماء نے کہا۔
انفاس العارفین صد ۲۱۸

کوئی فریق اس امر مباح کو جس کو اس نے اپنا شعار اور طریقہ کر رکھا ہے، اپنے لئے لازم کرے۔ اس طرح ہر زمانہ میں ایک ایک رسم اور وضع پیدا ہوتی چلی جائے تو اس حالت میں یہ امورِ مروجہ اپنی اباحتِ اصلی پر قائم ہیں۔ الخ
ازالۃ الخفاء اول صد ۳۴۷

پان کھانا جائز ہے

شیخ ابورضا نے اپنے آخری وقت میں جب عصر کا وقت آیا تو نماز ادا کرلی "مقاماتِ خواجہ نقشبند" طلب فرمائی اور اس میں سے کچھ پڑھا اسی دوران معتقدین میں سے ایک شخص نے پان پیش کیا۔ اس میں سے آپ نے ایک دو ٹکڑے تناول فرمائے اور خنداں و شاداں اس تکیہ پر جو پہلو میں پڑا ہوا تھا کا سہارا لیا۔ اسی وقت ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔
انفاس العارفین صد ۲۴۰

فضائل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا انکار بدعت ہے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فرضیت اور سوابق اسلامیہ اور جنتی ہونے نیز دوسرے فضائل کا

ثبوت قسمِ اوّل میں داخل ہے اور حجّتِ الٰہی ان کے منکروں پر قائم ہے۔ اور ان کے کمزور شبہات نے ان کو عند اللہ معذور نہیں بنایا۔ جو شخص ان کا منکر ہے وہ بدعتی ہے، حق سے دُور ہے۔[1]

برہانِ الٰہی نے اس کو محمدیوں (علیٰ متبوعہم افضل الصّلوٰت واکمل التحیّات) کے مسند سے نکال دیا ہے ان کی یہ بدعت بعض علماء کے نزدیک کافر بنانے والی اور بعض کے نزدیک سخت فاسق بنا دینے والی ہے۔

ازالۃ الخفاءُ۔ اوّل صد ۲۴۸

مقاماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا انکار بدعت ہے

جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ حق صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہنچایا مگر صحابہ ان معانی کو نہ سمجھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لئے تھے یا نفسانی غرض ان کو اس دین کے پوشیدہ کرنے کا باعث ہوئی وہ شخص بدعتی ہے۔

معتزلہ اور شیعہ جو کہتے ہیں حدیث انکم ستروں ربکم "بے شک تم دیکھو گے اپنے پروردگار کو"۔ اس میں معنی دیکھنے کے یہ ہیں کہ قیامت کے دن علم یقینی وجودِ خدا کا حاصل ہو جائے گا۔ مگر صحابہ رضی اللہ عنہم اس معنی کو بوجہ دقیق ہونے کے نہ سمجھ سکے اور شیعہ جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص فرمادی مگر صحابہ نے غرض نفسانی کی وجہ سے اس کو چھپا ڈالا اور خلافِ حکم کیا۔ یہ سب لوگ بدعتی ہیں۔

ازالۃ الخفاءُ اوّل صد ۱۱۱

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"جو شخص حضرت شیخین کی تقدیم و تفضیل میں توقف کرتا ہے تو اہلِ سنّت کے طریقے کا تارک ہے اور حضرات ختنین (حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہما) کی محبت میں شک رکھتا ہے تو بھی اہلِ حق سے خارج اور دور ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۵۔ دفتر دوم)

سُنّی اور بدعتی ہونے کی بنیاد؟

ملّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام دو قسم پر ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جن کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور شریعت نے ان کو صاف کھول کر بیان کر دیا ہے اور لوگوں کا ان احکام کے ساتھ مکلّف ہونا ثابت ہو چکا اب اگر کوئی شخص کسی کمزور شبہ کو سند بنا کر ان احکام کی مخالفت کرے تو وہ عند اللہ معذور نہ ہوگا اور نہ اس مخالفت کا مقلّد معذور ہوگا۔

در حقیقت شریعت کی بنا انہی احکام پر ہے اور سُنّی اور بدعتی ہونا انہی احکام کے قبول اور رد سے وابستہ ہے۔ اگر قبول کر لیا تو سُنّی اور رد کیا تو بدعتی۔ اور "عندکم من اللہ فیہ برھان" اسی قسم کے احکام پر صادق ہے۔

اور یہ احکام وہ ہیں جو صریح قرآن یا صریح حدیث مشہور یا طبقۂ اولیٰ کے اجماع سے یا قرآن و حدیث پر قیاس جلی کر کے نکالے گئے ہیں۔ جب کوئی حکم شریعت کا اس طریقہ سے ثابت ہو جائے تو اس کی مخالفت کی گنجائش نہیں رہتی اور ایسے حکم کا مخالف معذور نہیں ہوتا جیسے انکارِ زکوٰۃ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اس بارے میں مباحثہ کیا۔ آخر سب نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کیا کہ منکر زکوٰۃ کو معذور نہ سمجھا جائے اور سب نے بالاتفاق منکرینِ زکوٰۃ سے قتال شروع کر دیا۔ قدریہ، مرجیہ، خوارج اور روافض اسی درجہ میں ہیں (اور ان سے بننے والے دیگر مذاہبِ باطلہ بھی) جس میں منکرینِ زکوٰۃ تھے۔ صحیح حدیثوں میں ان چاروں کی مذمت و تشنیع مذکور ہے۔

در حقیقت مذہب اہلِ سنّت نہ قول اشاعرہ ہے نہ قول ماتریدی۔ جو کچھ کہ نص کتاب و حدیث مشہور اور اجماع و قیاس جلی سے ثابت ہو وہی مذہب اہل سنّت ہے اور اسی کا قائل سُنّی ہے اشعری ہو یا ماتریدی۔ احقر (ولی اللہ) کے نزدیک بظنِ غالب اس قسم کے مسائل میں اشعری کی اصل غرض مذاہبِ مخالفہ کے حملوں کو روکنا ہے اور بس۔ الخ

ازالۃ الخفاء اوّل صـ ۵۵

انبیأ و رسل علیہم السلام ہم سے ممتاز ہیں ہم جیسے نہیں

یہ انبیأ و رسل علیہم السلام اور لوگوں سے ان امور کے باعث ممتاز ہوتے ہیں، جو اوروں میں بر سبیلِ اجتماع (سب ایک ساتھ) نہیں پائے جاتے اور یہی امور ان کی نبوت کی دلیل (محکم) ہوتے ہیں۔ انہیں امور میں سے یہ ہے کہ انہیں معجزے دیئے جاتے ہیں، انہیں میں سے یہ ہے کہ ان کی فطرت سلیمہ ہوتی ہے اور ان کے اخلاق میں کمال پایا جاتا ہے، یوں ہی اور خصوصیتیں۔

(عقیدۃ الحسنہ)

فضائل میں وارد ضعیف حدیث بھی مقبول ہے

عاشورہ اور پندرہویں رات شعبان کی اور رجب کے فضائل حدیث ضعیف اسناد سے وارد ہیں ان پر عمل کرنا مضائقہ نہیں۔

انتباہ مترجم صہ ۲۶

مجدّدین اور احیائے اسلام

سنّت اللہ جاری ہے کہ جب خلق کسی سختی اور شر و فساد میں مبتلا ہوتی ہے تو حکمتِ الٰہی تقاضا کرتی ہے کہ اصلاح عالم اور خیر و اصلاح کا دَور دَورہ ہو، تو (پہلے) یہ اصلاح بعثتِ رُسل کی صورت میں تشکل پذیر ہوتی رہی ہے اور امّتِ محمّدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں یہ اصلاح بذریعہ مجدّدین ہر صدی کے شروع میں ہوتی رہتی ہے۔

ازالۃ الخفأ اول صہ ۵۳۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر بھی دی ہے کہ اس اُمّت میں ہر صدی کے شروع میں ایک مجدّد پیدا ہوا کرے گا جو احیائے دینِ اسلام کیا کرے گا۔

چنانچہ پہلی صدی ہجری کے شروع میں عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جنہوں نے بادشاہی ظلم و ستم کو ختم کیا اور رسومِ صالحہ[۱] کی بنیاد ڈالی۔

(حاشیہ[۱] اگلے صفحہ پر)

دُوسری صدی کے شروع میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور اصول و فروع فقہیہ کی بناء مستحکم کی۔

تیسری صدی کے شروع میں امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جنہوں نے قواعد اہلِ سنّت کا استحکام کیا اور اہلِ بدعت کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کیئے۔

چوتھی صدی کے شروع میں حاکم اور امام بیہقی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور علم حدیث کی بنیاد مضبوط کی۔

پانچویں صدی ہجری کے شروع میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور ایک نئی راہ[۵] نکالی، وہ یہ کہ فقہ و تصوّف اور علمِ کلام کو باہم مخلوط کیا جس سے ان علوم کے حقائق و معارف میں نزاع و خلاف اٹھ گیا۔

چھٹی صدی ہجری کے شروع میں امام نووی نے احکامِ علم فقہ کی اشاعت کی اور امام رازی (علیہما الرحمۃ) نے علم کلام کی۔

اِسی طرح سے اس وقت تک ہر صدی ہجری کے شروع میں ایک امام و مجدّدِ وقت ہوتا رہا ہے۔ الخ

اِزالۃ الخفاء اوّل ص ۵۳۲-۵۳۳

فقیہہ فی الدّین اور راسخ فی العلم

شرع شریف میں دربارۂ تہذیب نفس کے جو کچھ مطلوب ہے وُہ چار خصلتوں کا قائم کرنا اور ان کی اضداد کی نفی کرنا ہے ــــــــــ اور جس شخص نے بطور ذوق و وجدان کے ان چار خصلتوں کو جان لیا اور ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں مختلف شریعتوں نے جو ان کو پہنچایا اور پھیلایا ہے، اس کے طریق کو پہچان لیا ہے وُہ فقیہہ فی الدین اور راسخ فی العلم ہے۔

اِن چار خصلتوں میں سے ایک تو طہارت اور اس کی حقیقت ہے ــــــــــ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ [۵]): رسوم صالحہ کی بنیاد اور فقہ و تصوف اور علم کلام کے باہم اختلاط کی نئی راہ 'بدعت' نہیں بلکہ "رسوم صالحہ" کی بنیاد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا تجدیدی کارنامہ اور مذکورہ نئی راہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کا تجدیدی کارنامہ ہے۔

دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے خضوع کرنا اور دل کی بینائی کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف متوجہ کرنا ———— خصلت سوم سماحت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس حب، انتقام، بخل اور حرص وغیرہ خواہشات کا مغلوب نہ ہو مثلاً عفت، مجاہدہ، صبر، عفو، سخاوت، قناعت اور تقویٰ شعار بنے اور ان سب خصلتوں کی جڑ ایک چیز ہے اور صوفیہ اس کو زہد، حریت اور ترک دنیا کہتے ہیں ———— خصلت چہارم عدالت ہے۔ (ملخصاً)

قطرات ترجمہ ہمعات ص ۶۶ تا ۷۰

علم کی فضیلت

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے جس کو وہ جانتا ہے پھر اس نے اسے چھپائے رکھا تو قیامت کے روز اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔ میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں ضرورت علم کے وقت علم کو چھپانا حرام ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۴۱۲

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم تین چیزوں کیلئے نہ سیکھو اور تین چیزوں کے لئے اسے ترک نہ کرو کہ۔ علم کج بحثی، مباہات اور فخر و دکھلاوے کیلئے نہ حاصل کرو اور نہ اس لئے ترک کرو کہ اس کے حاصل کرنے میں شرم آتی ہے، نہ زاہدانہ بے رغبتی کر کے اور نہ جہالت پر راضی رہ کے۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۲۹۵

علماء کی عظمت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک ہزار عابد قائم اللیل صائم النہار کا مرنا اس سے سہل ہے کہ ایک عالم واقف حلال و حرام وفات پائے

ایک شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے اور گناہوں کے پہاڑ اس کی گردن پر ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ علماء کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور اپنے گناہوں پر خوف کھا کر انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہے۔ پھر یہ اپنے گھر کی طرف لوٹتا ہے تو اس کی گردن پر کسی گناہ کا بوجھ نہیں ہوتا بس چاہیئے کہ تم علماء کی مجلس سے جدا نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کا کوئی حصہ مجلس علماء سے برگزیدہ پیدا نہیں کیا۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۲۹۵

علماء کی تعظیم

حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) امراء کے گھر نہیں جاتے تھے ... دروازہ اپنے لئے بالکل بند کرنا تھا۔ اگرچہ لوگ آپ کی زیارت کیلئے آتے تو بڑے اخلاق سے ملتے تھے اور سردار قوم کی خاص طور پر عزت کرتے۔ اگر وہ نصیحت کے طالب ہوتے تو انتہائی نرمی سے اس فرض کو ادا فرماتے۔ اگر یہ گمان ہوتا کہ سائل قبول کرے گا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بڑی نرمی اور ملائمت سے کرتے تھے۔ ہمیشہ علم اور علماء کی تعظیم کرتے تھے۔

انفاس العارفین ص ۱۳۸

بڑوں کا ادب

ابن شہاب وغیرہ اہل علم نے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے پہلے خطبہ کا حال اس طرح بیان کیا کہ جب آپ خطبہ کے لئے پہلی سیڑھی پر جہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے قدم رکھتے تھے بیٹھ گئے تو لوگوں نے کہا آپ اسی سیڑھی پر بیٹھ جائیں جہاں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) بیٹھا کرتے تھے۔ آپ نے کہا نہیں بلکہ میں اسی سیڑھی پر بیٹھوں گا جہاں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) اپنے قدم رکھتے تھے (حضرت صدیق رضی اللہ عنہ دوسری سیڑھی پر بیٹھتے تھے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدم رکھتے تھے)

ازالۃ الخفاء دوم ص ۱۰۶

شعائر اللہ کی تعظیم

شرائع کی بنیاد شعائر خداوندی کی تعظیم اور ان کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرنے پر ہے

بڑے بڑے شعائر یہ ہیں:

۱۔ قرآن مجید ۲۔ کعبہ ۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴۔ نماز

حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۱۸۲-۱۸۳

امام غزالی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

"جب شعائر اللہ کی ہتک کی جاتی ہے اور محرمات حلال کر لیے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ

مُہر کرنے والا بھیجتا ہے اور وہ ان لوگوں کے دل پر جو ان کبائر میں ملوث ہوتے ہیں، مُہر کر دیتا ہے۔ "استغفر اللہ"!

ازالۃ الخفاء دوم صـ ۳۰۲

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

جب تم بیت الخلاء میں جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو۔

حجۃ اللہ البالغہ صـ ۴۳۳

شعائر اللہ کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ نماز، کعبہ اور قرآن مجید شعائر الٰہی میں سے ہیں اور سب سے بڑی تعظیم یہ ہے کہ انسان طہارتِ کاملہ کے بغیر اور کسی نئے فعل کے ساتھ نفس کو متنبہ کئے بغیر ان کے قریب نہ جائے گویا لازم ہوا کہ ان کے قریب صرف پاک آدمی ہی جائے۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ ۴۲۹

تعظیم یا محبّت کے طور پر استقبال کیلئے کھڑا ہونا اور ہاتھوں کا بوسہ لینا شرک نہیں

حضرت سعد کے واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے سردار کی طرف اٹھو" اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ میں بٹھاتے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بٹھا دیتیں ——— جو کھڑا ہونا کسی مسلمان کو خوش کرنے، اس کے اکرام و احترام اور اس کے دل کو مسرور کرنے کیلئے ہو، اور خدمت کیلئے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ اس میں شرک کی آمیزش نہیں

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صـ ۹۷۱-۹۷۲

ہاتھوں کا بوسہ مسنون ہے

بغوی تمیم بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) شام تشریف لے گئے تو ابو عبیدہ بن جراح نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ تمیم بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ خیال کرتے تھے کہ تقبیلِ ید (ہاتھ چومنا) مسنون ہے۔
ازالۃ الخفاء۔ دوم صفحہ ۲۸۴۔ رسالہ در مذہب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صفحہ ۳۲۴

حضرت والد بزرگوار فرماتے تھے کہ شیخ منصور کو ایک راجہ سے جنگ کرنے کا اتفاق ہوا اور میمنہ لشکر شیخ معظم کے سپرد ہوا، اس وقت آپ کی عمر بارہ[۱] سال تھی۔ زبردست جنگ ہوئی اور دونوں طرف سے بہت لوگ قتل ہوئے۔ اسی اثنا میں شیخ معظم سے کسی نے کہا شیخ منصور شہید ہو گئے اور ان کا تمام لشکر شکست کھا گیا۔ اس سے ان کی رگ حمیت پھڑکی اور انہوں نے کفار کے سردار کا رخ کیا۔ اس اثنا میں جو بھی ان کے سامنے آیا قتل یا زخمی کر کے بیکار کر دیا۔ بڑی سعی و کاوش کے بعد راجہ کے ہاتھی کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں ایک کافر سردار نے مقابلہ کیا اور اسے تلوار کے ایک ہی وار سے ڈیڑھ ٹکڑے کر دیا اور گھوڑے کے نیچے ڈال دیا۔ ان لوگوں نے اس پر ہجوم کر لیا۔ لیکن اس راجہ نے تمام لوگوں کو منع کیا اور ڈانٹ کر کہا جو شخص اتنی

---

[۱] حضرت زارع جو (وفد) عبد القیس میں شامل تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم جلد جلد اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا (فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَہٗ)۔ (ابو داؤد۔ مشکوٰۃ بحوالہ انوار الحدیث صفحہ ۴۰)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا وہاں عبد اللہ مسند نشین (سجادہ نشین) درگاہ حضرت صابر بخش نے تقریب عرس میں مجھے بلوایا اور کسی اپنے مرید کے ہاتھ سواری بھیجی جب میں ان کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں۔ میں فقیرانہ حالت میں گیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کر کے مسند پر بٹھایا۔ الخ
(امداد المشتاق صفحہ ۱۱۳-۱۱۴)

کم عمری میں اس طرح کی جرأت اور بہادری دکھاتا ہے، عجائباتِ زمانہ سے ہے۔ اس کے بعد اس (راجہ) نے شیخ معظمؒ کے دونوں ہاتھ چومے اور بہت عزت سے پیش آیا۔ الخ

انفاس العارفین صفحہ ۲۴۵

شیخ احمد نخلی فرماتے ہیں ——— میں مدینہ مشرفہ کی طرف گیا۔ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں روضۂ منورہ میں ہوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے کی طرف اس دروازہ کے آگے جو محراب مبارک اور روضۂ مقدسہ کے درمیان ہے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور چاروں خلفاء (رضی اللہ عنہم) کو قبلہ کی طرف سے حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ (رضی اللہ عنہ) نے جو مسجد میں زیادتی بڑھائی اس میں دیکھا تو میں نے جلدی کی تاکہ عجلت سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچوں۔

جب میں پہنچا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی۔ پھر خلفاء سے ایک کے بعد ایک کی (دست بوسی) کی۔ جب میں دست بوسی سے فارغ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ سے مجھے پکڑا اور روضۂ منورہ کی طرف پھیرا، اور اس وقت سب خلفاء آپ کے ساتھ تھے۔ الخ

درالثمین حدیث ۔ ۳۲

قدم بوسی بھی جائز ہے

شیخ فقیر اللہ نے شاہ عبدالرحیم کی خدمت میں خط لکھا جس میں نسبت کے حالات لکھے۔ پہلے آستانہ بوسی کا ۲ دو مرتبہ اظہار کیا ——— پھر کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تیری طرف غائبانہ متوجہ رہوں گا اور غائبانہ توجہ سے تو فیض حاصل کرے گا۔ دل کو اس سے کچھ اطمینان حاصل ہے، بایں ہمہ شرفِ صحبت کا شوق ہے۔ امید رکھتا ہوں جب تک پابوسی (قدم بوسیؒ) کا شرف حاصل نہیں ہوتا، غائبانہ توجہ عنایت فرمائیں گے۔ الخ

انفاس العارفین صفحہ ۱۱۸

لہ مولانا جلال الدین امجدی نقل کرتے ہیں کہ

"حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں کہ "بوسہ دادن دستِ عالمِ متورع را جائز است و بعضے گفتہ اند مستحب است"۔ یعنی پرہیزگار عالم کے (باقی حصہ اگلے صفحہ پر)

بزرگوں کے مزارات کا چومنا بھی صحیح

حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہٗ کے عرس کے دن آنجناب (شاہ ولی اللہ) موضع پھلاؤدہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں بہت بھیڑ تھی۔ آپ کی قبر شریف کے چومنے میں کثرت سے لوگ مصروف تھے۔ آپ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر آگئے۔ الخ

(القول الجلی کی بازیافت صـ۹۸ بحوالہ القول الجلی صـ۳۸۷)

سجدہ، تعظیمی بھی منع ہے

حضرت "والد ماجد" فرماتے تھے، ایک مرتبہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جب میں نے صفات الٰہیہ کے کمال ظہور کو اس مظہر اتم میں مشاہدہ کیا تو میں سجدہ میں گر پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دانتوں میں انگلی دبائی اور اس صورت سے منع فرمایا۔

بارہا میرے دل میں خیال آیا کہ اس صورت میں منع کرنے میں کیا نکتہ ہوگا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ آدمی کو سجدہ کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک اس کے معبود ہونے کے اعتبار سے اور وہ کفر ہے، دوسرا اس میں صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کے مشاہدہ سے اور یہ منع ہے کیونکہ وہ کفر سے مشابہ ہے۔ پس ان دو سجدوں کے درمیان فرق کو اس صورت سے منع فرمایا جو تصریح سے بھی زیادہ واضح ہے۔

انفاس العارفین صـ۷۵-۷۶

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہاتھ چومنا جائز ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مستحب ہے۔ اور وفد عبد القیس کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ "ازیں جا تجویز پائے بوس معلوم شد" یعنی اس حدیث شریف سے پاؤں چومنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور درمختار بحث مصافحہ میں ہے کہ لَا بَأْسَ بِتَقْبِيْلِ يَدِ الرَّجُلِ الْعَالِمِ وَالْمُتَوَرِّعِ عَلٰى سَبِيْلِ التَّبَرُّكِ۔ یعنی برکت کیلئے عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔

(انوار الحدیث، صفحہ ۴۰۰-۴۰۱) اور حاشیہ صـ۴۹۲ پر ایک حدیث بھی نقل کی گئی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بیان میں کہتے ہیں کہ خواب میں "میں فرط محبت سے دوڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے اقدس کو چومنے لگا۔" (کشف المحجوب صـ۲۱۶)

سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔" (مکتوب ۲۶۶ دفتر اوّل)

والدین کی خدمت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جہاد کی تیاری کرنے والے) ایک آدمی کو فرمایا: "کیا تیرے والدین ہیں"، اس نے کہا "ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پھر ان (کی خدمت کے معاملہ) میں تو جہاد کر"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۹۰۵

پوچھا گیا کیا والدین کی وفات کے بعد بھی کوئی نیکی ہے جو ان کے ساتھ کی جا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا، "ہاں! ان کے لیے رحمت کی دعا اور ان کیلئے بخشش مانگنا اور ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور صلہ رحمی کرنا یعنی صرف ان کی وجہ سے صلہ رحمی کرے اور اُن کے دوستوں کی عزت کرنا"۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص ۶۷۴

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے والدین کے احیاء میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور سورہ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلے اس کی مغفرت کرے گا۔

ازالۃ الخفاء اوّل ص ۴۶۲

حضرت والد ماجد فرماتے تھے لوگ سمجھتے ہیں کہ والدین کی خدمت بہت مشکل کام ہے کیونکہ خواہ ان کی کتنی ہی خدمت کی جائے اس سے بھی زیادہ کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک بہت ہی آسان ہے کیونکہ وہ معمولی اچھے سلوک سے خوش ہو جاتے ہیں اور انتہائی شفقت کی وجہ سے تھوڑے حسن سلوک کو بہت زیادہ شمار کرتے ہیں۔

انفاس العارفین ص ۱۲۷

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے"۔

اور والدین کے ساتھ نیکی چند امور کے ذریعے مکمل ہوتی ہے۔ کھانا کھلانا، لباس دینا، اگر وہ ضرورت مند ہوں تو خدمت کرنا اور جب والد بلائے تو جواب دینا اور جب وہ حکم کرے تو اطاعت کرنا، جب تک کہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ کریں اور کثرت سے ان کی زیارت کرے اور نرم کلامی سے پیش آئے اور انہیں اُف بھی نہ کہے اور ان کا نام لے کر نہ بلائے اور

ان کے پیچھے چلے اور جوان کی برائی بیان کرے یا ان کو تکلیف دے تو ان کا دفاع کرے۔ ان کی مجلس میں ان کی توقیر کرے اور ان کیلئے مغفرت کی دعا کرے۔ واللہ اعلم۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صفحہ ۸۳۴

نسب بدلنے والے پر جنت حرام ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف نسبت کرے اور وہ جانتا بھی ہو کہ وہ اس کے باپ کے علاوہ ہے تو اس پر جنت حرام ہے"۔ حجۃ اللہ البالغہ دوم صفحہ ۸۲۳

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شرائط

اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے فتنہ وفساد برپا نہ ہو اور اس کا بھی غالب گمان ہو کہ اسے قبول کر لیا جائے گا۔ (ورنہ فرض نہیں)۔ (عقیدہ الحسنہ)

عبادات میں تشدد اختیار کرنا فتنہ ہے

دور فتن کی منجملہ اور بہت سی علامات کے ایک علامت یہ ہے:

"عبادات میں تشدد اختیار کرنا اور رخصت شرعی سے راضی نہ ہونا"۔

مصابیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک دین آسان ہے جو

لے بخاری کتاب الایمان اور کتاب العلم میں بھی ایسے ہی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بہتر یہ ہے کہ فتویٰ آسان اور سہل کام پر دیا جائے اگرچہ اپنے مذہب کے موافق نہ ہو خواہ کسی مجتہد کے قول پر ہو"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتے ہیں، تنگی دینا مقصود نہیں ——— اللہ تعالیٰ تم سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے" مخلوق کو تنگ کرنا اور ان کو ناراض کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔

شافعیہ بعض مسائل جن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تنگی پیدا کی ہے، حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو آسانی مہیا کرتے ہیں مثلاً مصارف زکوٰۃ ہیں۔ الخ (مکتوب ۲۲۔ دفتر سوم)

شخص دین میں تشدد کرے گا، دین اس پر غالب آئے گا، لہٰذا تم ٹھیک ٹھیک رہو، قریب ہو جاؤ اور بشارت پاؤ۔ صبح و شام اور کچھ رات (کی عبادت) سے مدد چاہو۔

بغوی نے امیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملا ہوں وہ تشدد سے زیادہ بچتے تھے۔ میں نے کسی قوم کو سیرت میں آسان اور امورِ دین میں کم تشدد کرنے والا ان سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں، جب تمہیں اسلام میں دو کام معلوم ہوں تو جو ان میں سے آسان ہو اُسے اختیار کرو کیونکہ جو ان دونوں میں سے آسان ہے وہی حق سے قریب تر ہے، اس لئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ ۱۸۵) ۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۲۸۳، ۲۸۴ (بحوالہ ازالۃ الخفا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف روانہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں نہ پیدا کرنا۔ لوگوں کو خوشخبری دینا انہیں متنفر نہ کرنا۔ ایک دوسرے کی رعایت کرنا اختلاف نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم آسانیاں دے کر بھیجے گئے ہو دشواریاں دے کر نہیں بھیجے گئے"۔

یہ آسانیاں ان وجوہ سے حاصل ہوتی ہیں:

ایک یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز لوگوں کے لئے اطاعت و عبادت کا رکن یا شرط نہ بنائی جائے جو ان پر شاق ہو۔ اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے "اگر میں اسے اُمت پر شاق نہ سمجھتا تو میں انہیں ہر نماز کیلئے مسواک کرنے کا حکم دیتا"۔

اور یہ کہ طاعات و عبادات میں سے بعض کو رسوم کا درجہ دے دیا جائے کہ انہیں ادا کر کے لوگ ایک دوسرے پر فخر کریں اور انہیں یوں ادا کریں کہ گویا وہ اپنی دلی رغبت سے ادا کرتے ہیں جیسے عیدین اور جمعہ (اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے) "تاکہ یہود کو علم ہو کہ ہمارے دین میں بڑی وسعت ہے" کیونکہ بڑے بڑے اجتماعات میں زیب و زینت کر کے نکلنا اور

اس میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرنا لوگوں کی عادت میں داخل ہے۔
ایک یہ ہے کہ طاعات و عبادات میں سے لوگوں کیلئے ایسے امور بطور دستور اور طریقۂ کار کے معین کر دیئے جائیں کہ لوگوں کی طبیعت بھی انہی کا مطالبہ کرے۔ اس طرح یہ دونوں رغبتیں (عقل اور طبیعت) ایک دوسرے کی مددگار و معاون ہوں۔ اسی وجہ سے مسجدوں کو خوشبودار رکھنا اور ان کی صفائی و لطافت، نیز جمعہ کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا مسنون قرار دیا گیا۔ ایسے ہی قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنا اور اچھی آواز سے اذان دینا مستحب قرار پایا۔
ایک یہ ہے کہ جس چیز کو لوگ بار سمجھیں اور اس سے ان کی طبیعتیں نفرت کریں اس سے ان کی گلو خلاصی کرا دی جائے ـــــــ اسی طرح جس چیز کا لوگوں کی اکثریت کی طبیعت تقاضا کرے یا جس کو ترک کرنے میں انہیں دلوں میں تنگی محسوس ہو اس چیز کو باقی رکھا جائے۔
ایک یہ ہے کہ جو چیز لوگوں کے لئے شاق اور گراں ہو اسے ایک ہی بار شرعاً نافذ کرنے کی بجائے درجہ بدرجہ نافذ کیا جائے ـــــــ
ان میں سے ایک یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے لوگوں کو ان کی عقل کے معیار کے مطابق مخاطب فرمایا۔
ارمغان شاہ ولی اللہ صفحہ ۲۴ تا ۲۸، حجۃ اللہ البالغہ اول صفحہ ۲۷۶-۲۷۷

وعظ کے آداب

واعظ کے لئے مستحب یہ ہے کہ فصیح یعنی صاف بیان ہو۔ گفتگو نہ کرتا ہو لوگوں کے ساتھ مگر بقدر ان کے فہم کے اور یہ کہ مہربان، صاحبِ وجاہت و مروت ہو۔
اور وعظ نہ کہے مگر فاصلہ دے کر یعنی ہر روز یا ہر وقت نہ کہا کرے ـــــــ لوگوں میں شوق اور رغبت کو دریافت کرنے کے بعد وعظ شروع کرے حمد خدا اور درود پاک سے کلام شروع کرے اور ان ہی پر ختم بھی کرے اور اہل ایمان کے واسطے دعا کرے ـــــــ فقط خوشخبری سنانے اور شوق دلانے میں یا فقط خوف دلانے اور ڈرانے میں کلام کو مخصوص نہ کرے بلکہ ملاتا جلاتا رہے (یعنی دونوں امور کا خیال رکھے)۔

اور واعظ کو لازم ہے کہ آسانی کرنے والا ہو سختی کرنے والا نہ ہو ــــــــ کسی خاص قوم کی مذمت یا کسی معین شخص پر انکار بالمشافہ نہ کرے بلکہ بطریق اشارہ کہے ــــ اور نیک بات کی خوبی بیان کرے اور امر قبیح کی برائی کھول دے اور معروف شرعی کا امر کرے (یعنی اچھے کام کا حکم کرے) اور منکر سے نہی کرے (یعنی بُرے کام سے منع کرے) اور مرد ہرجائی نہ ہو کہ جس محفل میں جائے ان کی خواہش نفسانی کے موافق وعظ شروع کر دے ــــــــ اور واعظ کو چاہیئے کہ بیہودہ قصوں کو جو بروایت صحیح ثابت نہیں ہیں، بیان نہ کرے ــــــــ اور جس مسئلے کو واعظ ذکر کرے چاہیئے کہ وہ قسم حلال سے ہو یا حرام سے یا آداب صوفیہ سے یا دعوات کے باب سے یا عقائد اسلام سے پس ظاہر قول یہ ہے کہ واعظ وہ مسئلہ بیان کرے جو جانتا ہو اور اس کے سکھانے کا طریق معلوم ہو ــــــــ اور دقیق اور مجمل کلام سے پرہیز کرنا چاہیئے اس لئے کہ باریک اور مجمل کلام سے علی العموم فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ (ملخصاً)

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ص ۱۶۵ تا ۱۷۱

فصاحت و بلاغت

ہر وہ آدمی جو صحیح مزاج اور ذوق سلیم پر پیدا ہوا ہو وہ کلام کرتے وقت ضرور ایسے الفاظ کا انتخاب کرتا ہے کہ جو غیر مانوس نہ ہوں، زباں پر گراں بھی نہ گزریں۔ ایسی تراکیب استعمال کرتا ہے جو کہ نہایت پختہ اور عمدہ ہوں ایسے اسالیب کلام پیش کرتا ہے کہ کان اس کی طرف مائل ہو اور دل ادھر جھک جائے۔ یہی آدمی فصاحت و بلاغت کا میزان (اور کسوٹی) ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۱۱۶

آداب مجلس

حضرت والد فرماتے تھے کہ مجلس میں کسی قوم کی برائی ہرگز نہ بیان کرو۔ یوں مت کہو کہ اہل یورپ ایسے ہیں اور پنجابی ایسے یا افغان ایسے اور مغل ایسے ہیں، ممکن ہے کہ اس مجلس میں اس قوم کا کوئی آدمی ہو یا ان سے کوئی باحمیت آدمی ہو وہ اسے برا سمجھے، اور مجلس میں تلخی پیدا ہو جائے۔

عوام کے خلاف مجلس عام میں کوئی بات زبان پر نہیں لانی چاہیئے خواہ وہ فی نفسہ کس قدر سچی

ہو کیونکہ وہ اس کا انکار کریں گے اور صحبت میں تلخی پیدا ہو جائے گی ــــــ مجلسِ عام میں کسی کی کھلم کھلا تردید نہ کرو۔

انفاس العارفین صـ ۱۳۵

عقل مند اور اہلِ حکمت

"حضرت والد ماجد" فرماتے تھے کہ عقل مندوں اور اہلِ حکمت کا کام یہ ہے کہ امور میں صرف لذت اندوزی مقصود نہ ہو بلکہ دفع حاجت، حصول فضیلت اور ادائے سنّت کے ارادے سے کام کرنا چاہیئے ــــــ اگر بزدلی، بخیلی یا کوئی عیب اچانک سرزد ہو جائے تو اسے چھپانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس سے شرمندہ ہونا چاہیئے اور اپنے آپ کو تکلّف اور کوشش سے اس کے مقابل عمدہ صفت سے متّصف کرنا چاہیئے تاکہ نفس اس عیب کا عادی نہ ہو جائے۔

انفاس العارفین صـ ۱۳۶-۱۳۷

باہم ملاقات سلام اور مصافحہ محبّت اور بخشش کی ضمانت ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بخش دیتا ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۹۷۱

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا، جاؤ ان لوگوں کو سلام کہو۔ یہ لوگ فرشتوں کی ایک جماعت تھی، جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور ایسی بات سنو کہ جس کے ساتھ تیرا التحیہ کرتے ہیں۔ یہی تیرا اور تیری اولاد کا تحیہ ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام گئے اور کہا السلام علیکم، فرشتوں نے جواب دیا "السلام علیک ورحمۃ اللہ"۔ فرمایا انہوں نے "ورحمۃ اللہ" بڑھا دیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہ لے آؤ، اور تم تب تک ایماندار نہ ہو گے جب تک باہم محبت نہ رکھو۔ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں کہ جب تم اسے کرلو تو باہم محبت کرو، آپس میں سلام عام پھیلا دو"۔

مَیں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا فائدہ بتایا اور اس کے مشروع ہونے کا سبب بیان کردیا کیونکہ لوگوں کی باہمی محبت ایسی خصلت ہے جس کو حق تعالیٰ پسند کرتا ہے اور سلام عام کرنا محبت پیدا کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے اسی طرح مصافحہ کرنے اور ہاتھوں کو بوسہ دینے کا مسئلہ ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۹۶۸-۹۶۹

صُلح کی شان

علماء نے بتایا ہے کہ جب کوئی (نیک) مقصود بغیر جھوٹ کے حاصل نہ ہو سکے تو وہاں جھوٹ جائز ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ "وہ جھوٹا نہیں[1] جو دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا رہا ہو، بس وہ اچھی بات منسوب کرے یا اچھی بات کہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۹۸۳

حیا اور کم گوئی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حیا اور کم گوئی ایمان کا ایک حصہ ہے اور فحش اور زیادہ گوئی نفاق کے دو شعبے ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۹۸۱

حیا کا مطلب نفس کا ان چیزوں سے باز رہنا ہے جن کو لوگ عادت میں معیوب سمجھتے ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۷۰۸

عیادت کا مقصد

حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ عیادت کا سب سے بڑا مقصد بیمار کی خوشنودی ہے، صرف اس کے مزاج کی کیفیت سے واقفیت نہیں۔ اسی طرح تعزیت و سفارش وغیرہ

---

[1] یعنی وہ قابلِ گرفت نہیں، اور اس پر جھوٹ کا گناہ نہیں۔

ہیں۔ پس وہ شخص جس نے ان امور کو سرانجام دیا لیکن صاحب معاملہ کو ان سے آگاہ نہ کیا اس نے اپنی محنت کو ضائع کر دیا اور ہر وہ کام جس کے کرنے میں کوئی مصلحت یا لوگوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کرنا یا صلح جوئی ہو اسی قبیل میں شمار ہوگا۔

انفاس العارفین صـ ١٣٦

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے "جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو واپس آنے تک وہ جنت کے پھل چنتا رہتا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ٥٢١

پڑوسی کے حقوق

حدیث پاک میں فرمایا "جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق ہمیشہ وصیت کرتے تھے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے وارث ہی بنا دیں گے"۔

"اے ابوذر! جب تو شوربا پکائے تو اس میں پانی زیادہ ڈال دے اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھ"۔

"جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے"۔

"اللہ کی قسم! وہ ایماندار نہیں جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانیوں سے محفوظ نہ ہو"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ٦٧٤

"کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو ہرگز حقیر نہ سمجھے چاہے بکری کے ایک کھر کے ساتھ ہی (ہدیہ دے)"

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ٦٤٥

بھلائی کا بدلہ اور تحفہ

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

جس کو کوئی عطیہ ملے اور وہ کچھ چیز پائے تو اسے اس کا بدلہ دینا چاہیے اور جو نہ پائے تو وہ تعریف کر دے۔ جس نے تعریف کی اس نے شکر ادا کیا، اور جس نے چھپا لیا تو اس نے کفران کیا۔ اور جس نے وہ ظاہر کیا جو اسے حاصل نہیں تو وہ ایسے ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے ہوں۔

یاد رہے کہ ہدیہ کے ذریعہ لوگوں کے درمیان الفت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصد تب ہی مکمل ہوتا ہے کہ جب (ہدیہ کی طرح) چیز واپس کی جائے کیونکہ ہدیہ، ہدیہ دینے والے کو ہدیہ لینے والے کی طرف محبوب بنا دیتا ہے ——— اور اگر عاجز آجائے تو اس کا شکر ادا کرے اور اس نعمت کا اظہار کرے اس لئے کہ ثنا و تعریف کرنا اس کی نعمت کو پہلی بار شمار کرنا اور اس کی محبت چھپا کر رکھنا ہے۔ اور تعریف کرنا محبت پیدا کرنے میں وہی اثر کرتا ہے جو کہ ہدیہ کرتا ہے اور جس نے چھپا لیا اس نے اس امر کی مخالفت کی جو دینے والے نے ارادہ کیا تھا، اور الفت کی مصلحت کو توڑ دیا، اس کی حق تلفی کی اور جس نے خلافِ حقیقت ظاہر کیا تو یہ جھوٹ ہے ———

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "جس کے ساتھ بھلائی کی جائے پس وہ بھلائی کرنے والے سے کہے، جزاک اللہ خیرا (اللہ تعالیٰ تجھے اچھی جزا دے) تو اس نے خوب تعریف کر دی"

"ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو اس لئے کہ تحفہ رنجشوں کو دور کر دیتا ہے"۔ ایک روایت کے مطابق "یہ سینے کے غصے کو دور کر دیتا ہے"۔

"تحفہ دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسے ہے جیسے کہ کتا قے کر کے اسے پھر کھا لے۔ ایسی بری مثال ہمارے لئے مناسب نہیں ہے"۔

"مگر والد جو اپنے بیٹے سے لے لے"۔ حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۷۴۴ تا ۷۴۶

سخاوت کی ترغیب

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "سخی آدمی اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب ہے، دوزخ سے دور ہے، اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے اور دوزخ سے قریب ہے، اور جاہل سخی اللہ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۵۶۱

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "کثرتِ سامان کا نام غنا نہیں بلکہ غنا تو دل

کا غنا ہے۔“

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ۶۶۹

بدخلق جنت میں نہیں جائے گا

حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدخلق جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ازالۃ الخفا اوّل صـ۳۸۷

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز تم میں سے مجھے محبوب ترین اور تم میں سے میرے قریب ترین وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے۔ اور مجھے سب سے تم میں سے مبغوض اور مجھ سے زیادہ دور وہ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے زیادہ برے ہوں گے، بک بک کرتے والے، باچھیں چلانے والے اور زبان پھیلا کر باتیں کرنے والے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ۹۸۱

کفّار اور بدمذہبوں سے میل جول رکھنا اپنے دین کو برباد کرنا ہے

حضور نبی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میں اس مسلمان سے بیزار ہوں جو کافروں کے درمیان مقیم رہے اور وہ ایک دوسرے کی آگ کو نہ دیکھیں“۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ اختلاط کرنا اور ان کی جماعت میں اضافہ کرنا بھی ان کی مدد ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ۸۸۳

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی ان کو راستہ میں ملے تو انہیں کنارے کی طرف ہونے کے لئے مجبور کر دو“۔

میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں، اس میں راز یہ ہے کہ جن مصلحتوں کی خاطر حضور نبی اکرم

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی ان میں سے ایک ملت اسلامی کی شان بلند کرنا اور اسے تمام ملتوں سے بلند تر اور عظیم تر کرنا ہے، اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ (میل جول اور ملاقات میں بھی) مسلمانوں کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہو۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۹۷۰

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "کوئی مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث ہوتا ہے"۔ میں کہتا ہوں یہ اس لئے مقرر ہوا تاکہ مسلمان اور کافر کے درمیان محبت کو کاٹ دیا جائے کیونکہ مسلمان کا کافر (اور بدمذہب) سے اختلاط کرنا اپنے دین (اور مذہب) کو برباد کر دینے کا باعث ہوتا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ صـ ۷۶۳

مسلمان کو گالی دینا اور قتل کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس کو قتل کرنا کفر ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ صـ ۹۸۲

ارادہ قتل سے لڑنے والا بھی جہنمی ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جب دو مسلمان تلواریں لے کر باہم مقابل میں آجائیں تو قاتل و مقتول دونوں ہی دوزخ میں جائیں گے"۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا، یہ قاتل (تو مجرم) ہے مگر مقتول کیوں دوزخ میں جائے گا؟ فرمایا! "یہ بھی تو اپنے مقابل کو قتل کرنے کا خواہاں تھا"۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صـ ۳۶ ۔ ازالۃ الخفاء اول صـ ۱۸۳

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے بھائی مسلمانوں کے خون اور اپنے بھائی مسلمانوں کے مال ہمیشہ کے لئے حرام کر دیئے ہیں"۔

ازالۃ الخفاء اول صـ ۱۷۷

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص میری امت پر تلوار لے کر نکلا اور نیک و بد ہر طرح کے لوگوں کو قتل کرنے لگا اور وہ نہ کسی مومن کے قتل سے اس کے ایمان کو ملحوظ رکھتے ہوئے پرہیز کرتا ہے اور نہ کسی ذمی کے قتل سے اس کے عہد کو دھیان میں رکھ کر، تو وہ شخص میری امت میں سے نہیں"۔

ازالۃ الخفا اول صـ ۳۲۷-۳۲۶

چور ڈاکو سے بچاؤ کیلئے قتال کرنا

'ایک شخص نے پوچھا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا کیا خیال ہے کہ آدمی میرا مال چھیننے کے لیے آتا ہے؟

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس کو اپنا مال نہ دے۔

اس نے کہا، اگر وہ مجھ سے قتال کرے تو آپ کا کیا فرمان ہے؟

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس سے قتال کر۔

اس نے کہا اگر وہ مجھے قتل کر دے تو آپ کا کیا فرمان ہے؟

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا پھر تو شہید ہے۔

اس نے کہا، اگر میں اُسے قتل کر دوں تو آپ کا کیا فرمان ہے؟

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، وُہ دوزخ میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اگر کوئی آدمی تیرے گھر میں جھانکے اور تو نے اس کو اجازت نہیں دی، پس تو نے اس کو کنکر دے مارا اور اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۸۵۶

ضروریاتِ دین میں تاویل کرنے والا کلمہ گو اگرچہ نماز پڑھے — اہلِ قبلہ نہیں، مُرتد اور واجب القتل ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ' ایک اشکال قتالِ مرتدین کے متعلق

۱ے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جس نے اپنا دین بدل دیا اُسے قتل کر دو"۔ (حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۸۸۲)

پیدا ہوا کیونکہ مرتدین گو زکواۃ سے منکر ہو گئے مگر کلمۂ اسلام سے منکر نہ تھے۔ حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ضروریات دین میں تاویل مقبول نہیں۔ چونکہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں۔ پھر جب انہوں نے یہ کلمہ (شہادت) پڑھ لیا، تو انہوں نے باستثنائے دیگر حقوق اپنا خون اور اپنا مال مجھ سے بچا لیا اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اور مرتدین اس کلمہ کے قائل تھے اس لیے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تو ہم مرتدین سے کیونکر قتال کر سکتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نماز اور زکوٰۃ میں تفریق نہیں کر سکتا۔ جو شخص ان دونوں میں تفریق کرے گا میں اس سے قتال کروں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخر کار آپکے ساتھ مرتدین سے قتال کرنا پڑا (امام احمد اور امام بخاری اس کے راوی ہیں اور الفاظ امام احمد کے ہیں)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ واللہ مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ نے قتال مرتدین کے بارے میں آپ (یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کا سینہ کھول دیا پس میں نے جان لیا کہ آپ حق پر تھے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو باتوں میں تمسک کیا ہے ایک یہ کہ "الا بحقھا" میں حق زکوٰۃ شامل ہے۔ اور نماز اس پر مقیس ہے، اور دوم یہ کہ مستثنیٰ نماز ہے اور زکوٰۃ اس پر مقیس ہے بقیاس جلی۔

ازالۃ الخفا دوم ص ۵۳-۵۴

اختلاف کیا ہوتا ہے

اختلاف وہ نہیں ہوتا کہ مشورے کے دوران مختلف باتیں کہی جائیں اور آخر میں ایک بات واضح ہو جائے اور اسی پر اجماع ہو جائے بلکہ اختلاف یہ ہوتا ہے کہ ایک معاملے کے متعلق دو مستقل رائیں ہوں۔ ہر شخص دوسرے کو اپنی طرف کھینچے اور مخالف کی رائے ختم کرنا چاہے۔

ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۲۸۳ بحوالہ ازالۃ الخفا

تہتر فرقے۔ ایک جنّتی باقی سب جہنّمی

ابن ماجہ نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

یہود اکہتر فرقے ہوئے تھے ان میں سے ایک فرقہ تو جنت میں جائے گا باقی ستّر دوزخ میں پڑیں گے، اور نصاریٰ بہتّر[72] فرقے ہو گئے تھے اکہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، میری اُمّت تہتر[73] فرقے ہو جائے گی ان میں سے ایک فرقہ جنت میں جائیگا اور باقی بہتر[72] فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ ایک فرقہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا، جماعت یعنی اہل سنّت وجماعت ہیں۔[1] (اور اہلِ سنّت وہ ہے جس کا علم اور عمل سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہو۔ ارمغان)

ازالۃ الخفاء اوّل صـ۳۱۶۔ ارمغان صـ۳۴۳ بحوالہ الخیر الکثیر

مذہب شیعہ باطل ہے

اس فقیر (ولی اللہ) نے ایک وجہ روحانی کلام سے (خواب میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا، فرقہ شیعہ کے واسطے کیا ارشاد ہے کہ یہ اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھتے ہیں تو فرمایا کہ اس جماعت کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان ظاہر ہو جائے گا جب تم غور کرو گے لفظ امام کی تعریف میں جو انہوں نے مقرر کی ہے، انتہیٰ۔

اس حالت سے افاقہ کے بعد میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کہتے ہیں کہ امام معصوم[2] (جو

---

[1] یہ حدیث شریف حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے مکتوب ۶۷ دفتر دوم میں اہل سنت وجماعت کی حقانیت کے دلائل میں نقل فرمائی ہے اور غیر مقلدین نے اپنی معتبر کتاب ھدایۃ المستفید جلد اول صـ۱۴۹ پر اسے بتغیر الفاظ نقل کیا ہے۔

[2] سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیاء خواہش نفس اور ابدال ارادے سے محفوظ ہیں معصوم نہیں، (فتوح الغیب عربی اردو صـ۲۲) اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جان لیں کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو گناہ اس سے صادر نہیں ہوتا کیونکہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گناہ سے پاک ہو اور کبھی کوئی خطا اس سے سرزد نہ ہوئی ہو) مفترض الطاعت (جس کی اطاعت فرض کی گئی ہو) ہوتا ہے ——— اور کہتے ہیں اسے لوگوں کیلئے خدا مقرر کرتا ہے کہ انکو احکام الٰہی پہنچائے اور فی الحقیقت نبوت کے معنی یہی خصلتیں ہیں اس واسطے کہ نبی کی تعریف یہی ہے کہ بعثۃ اللہ لتبلیغ الاحکام" یعنی اللہ نے اس کو احکام پہنچانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس کا حاصل یہی مقرر کرنا ہے اور افتراض طاعت ہے تو یہ لوگ درحقیقت ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں اور اماموں (رضی اللہ عنہم) کے واسطے نبوت ثابت کرتے ہیں۔

در الثمین مترجم حدیث ۹ و انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم صہ ۸-۹

مذاہب باطلہ کی اصل

چاروں مذاہب باطلہ یعنی مذہب قدریہ، مذہب مرجیہ، مذہب خوارج اور مذہب روافض باقی سب مذاہب باطلہ کے پیدا ہونے کے سبب ہیں جیسا کہ چار خلط یعنی خون، صفرا، بلغم اور سوداء امراض مختلفہ کے پیدا ہونے کے سبب ہوتے ہیں۔

ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۳۱۸

شراب شرابی اور ان کے معاونین لعنتی ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے فروخت کرنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کے نچوڑنے والے پر، اس کے نچڑوانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے سب پر لعنت کی ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۹۴۵

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اولیائے حق جل وعلا ارتکاب ذنوب سے محفوظ ہیں اگرچہ ممکن ہے کہ گناہ ان سے صادر ہو بخلاف انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے کہ وہ گناہ سے معصوم ہیں"۔

(مکتوب ۴۴۔ دفتر دوم)

شراب دوا نہیں بیماری ہے

اور (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں) عرض کیا گیا میں تو دوا کے لئے بناتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دوا نہیں بیماری ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۹۴۷

شراب اُمّ الخبائث ہے

عبدالرحمٰن بن حارث کی روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شراب سے بچتے رہنا وہ ام الخبائث ہے۔ اگلے زمانہ میں ایک عابد گزرا ہے جو ہمیشہ عبادت کیا کرتا تھا، ایک عورت اس پر فریفتہ ہوگئی۔ ایک روز شہادت کے بہانے اس عورت نے عابد کو بُلا بھیجا۔ جوں جوں وہ گھر میں داخل ہوتا گیا وہ دروازے بند کرتی گئی۔ جب وہ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ حسین عورت کے پاس ایک لڑکا ہے اور شراب کا بھرا ہوا پیالہ اس کے پاس رکھا ہے۔

اس عورت نے عابد سے کہا، میں نے تمہیں شہادت کیلئے نہیں بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ مجھ سے جماع کر دیا اس لڑکے کو قتل کر دو یا شراب کا پیالہ پی لو۔ عابد نے شراب پی لینا سہل جانا اور پیالہ اٹھا کر پی لیا۔ پیالہ پینے کے بعد 'ھل من مزید' کا نعرہ بلند کیا اور اس طرح شراب کے کئی دَور پیئے، بعد ازاں اس نے زنا کیا اور لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ سو تم شراب سے بچتے رہو۔ واللہ! شراب خوری اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں رہ سکتے۔

(ازالۃ الخفاء اوّل ص ۳۹۳)

شادی شدہ زانی کے لئے حد رجم ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب اتاری اور اللہ تعالیٰ نے جو اتارا اس میں رجم کی آیت بھی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور کتاب اللہ میں اس پر رجم کرنا حق ہے۔ جس نے زنا کیا بشرطیکہ وہ مرد یا عورت شادی شدہ ہوں۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص ۸۶۶

حضرت سعید ابن المسیب سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی اسلم کا ایک شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اپنی طرف اشارہ کر کے بیان کیا کہ یہ کم بخت و نامراد (اور آپ کا نام ماعز ہے) فعل شنیع زنا کاری کا مرتکب ہوا۔ حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے اس سے پوچھا کہ تم نے اور کسی سے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر توبہ کر لو اور کسی سے ذکر نہ کرو۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے اور تمہارے گناہ کو پوشیدہ رکھے۔ مگر اس شخص کی طبیعت قابو میں نہیں رہی تھی، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے دیا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے تین دفعہ حسب عادت منہ پھیر لیا۔ چوتھی دفعہ آپ نے اس کے گھر کہلا بھیجا کہ اسے کچھ بیماری یا جنون تو نہیں۔ انہوں نے کہا، واللہ! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم، یہ صحیح و تندرست ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کنوارا ہے یا بیاہا ہوا۔ عرض کیا گیا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ غرض یہ شخص رجم کیا گیا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ اس کے راوی ہیں۔

ازالۃ الخفاء دوم ص ۴۰

متعہ حرام ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ بعض لوگوں کا کیا حال ہے کہ متعہ کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ میں جس کی نسبت سنوں گا (کہ اس نے متعہ کیا ہے) رجم کروں گا۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا، انہوں نے کہا متعہ حرام ہے۔

ازالۃ الخفاء اول ص ۳۸۶

لباس میں تہبند ٹخنوں سے اوپر رکھو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا جو تکبر کے باعث تہبند کو گھسیٹتا چلے"۔ مومن کا تہبند نصف پنڈلیوں تک ہے اس کے اور ٹخنوں کے درمیان تک میں کوئی گناہ نہیں اور جو اس سے نیچے گیا تو وہ آگ میں ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ ص ۹۴۹-۹۵۰

غیبت کیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ (خود فرمایا) تیرا اپنے بھائی کو ایسا ذکر کرنا کہ جو اس کو ناپسند لگے۔" عرض کیا گیا آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے بھائی میں وہ (قباحت موجود) ہو جو میں بتا رہا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر اس میں وہ ہو جو تو بتا رہا ہے تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔"

علماء نے فرمایا، غیبت کی تحریم سے چھ امور مستثنیٰ ہیں:

ظلم کرنا۔ اس لیے کہ فرمان الٰہی ہے، نہیں دوست رکھتا اللہ پکار کر کہنا بُری بات کو۔ مگر جو کوئی ظلم کیا جاوے۔

بُرائی کو بدلنے اور ختم کرنے کے لیے مدد حاصل کرنا اور نافرمان کو نیکی کی طرف لیجانا۔

فتویٰ حاصل کرنا ـــــــ

یہ کہ لوگوں کو بُرائی سے ڈرایا جائے ـــــــ جیسے کہ محدثین مجروح راویوں پر جرح کرتے ہیں۔

برملا فاسق سے نفرت دلانے کے لیے۔

کسی کی حالت بتانے کے لیے مثلاً فلاں کی آنکھ میں خرابی ہے۔ فلاں لنگڑا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ ص ۹۸۲-۹۸۳

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔"

میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان پر چھینٹے پڑتے ہیں اور یہ بات وقار اور اچھی عادات کے خلاف ہے اور اس میں ستر کھل جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۲۴۳

شطرنج کھیلنا اور چوپائے لڑانا جائز نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے شطرنج کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی"۔ اور فرمایا! "جو شطرنج سے کھیلا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ دیا"۔ اور حضور علیہ السلام نے چوپایوں کو لڑانے سے منع کیا۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صد ۹۵۶-۹۵۷

شکار اور حفاظت کے علاوہ کتا پالنا جائز نہیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے کتا رکھا سوائے اس کتے کے کہ جو مویشی (کی حفاظت) یا شکار یا کھیتی کے لئے ہے تو اس کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط کی کمی ہو جائے گی۔ ایک روایت میں دو قیراط کی کمی (ذکر ہوئی) ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صد ۹۵۸

خورد و نوش میں حلال و حرام کا خیال رکھنا

حضرت والد فرماتے تھے کہ مرزا محمد زاہد نے رمضان کے مہینہ میں میری دعوت کی۔ میں ان کے گھر میں تھا۔ جب مغرب کا وقت آیا تو ایک کباب فروش آیا اور کبابوں کا خوان ان کے آگے رکھ دیا کہ میں نذر لایا ہوں۔

مرزا مسکرائے اور کہا اے عزیز! نہ تو میں تیرا پیر ہوں اور نہ استاد، نذر کا کیا مطلب۔ البتہ تیری کوئی غرض ہے تو اسے بیان کر۔ اُس نے کہا مجھے کوئی غرض نہیں۔ انہوں نے مبالغہ کیا، آخر کار معلوم ہوا کہ اس کی دکان راستہ پہ ہے اور مرزا کے مددگار (ساتھی) اس دکان کو گرانا چاہتے ہیں۔ فرمایا کل میں ایک دیندار آدمی کو بھیجوں گا جو بغیر کسی زیادتی اور ظلم کے ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ پھر فرمایا، چلے جاؤ۔ اس نے کہا میں نے یہ تمام کباب آپ کے لئے تیار کئے ہیں اور وقت ختم ہو چکا ہے ایسے وقت

ہیں اس قدر کباب فروخت نہیں ہو سکتے۔ وہاں ایک اخوند جو مرزا کے بچوں کو پڑھاتا تھا، اسے کہا اس کی قیمت مقرر کرو اور ہمارے گھر سے دے دو۔ اس نے جا کر اس کی قیمت اٹھنی مقرر کی۔ مَیں نے مرزا سے آہستہ کہا کہ آپ کی غرض رشوت سے بچنا تھا اور وُہ پوری نہیں ہوئی، کیونکہ ان کبابوں کی قیمت زیادہ ہے اور نصف روپیہ میں کباب فروش اس غرض سے راضی ہوا ہے۔ مرزا چونکا اور کباب فروش کو بُلایا اور کہا سچ بتا گوشت کتنے کا خریدا تھا اور مصالحہ اور ایندھن کتنے کا تھا، اور تیری اُجرت کیا ہے۔ آخر جب حساب کیا ڈیڑھ روپیہ بنا پھر اخوند کو بلایا اور اس پر سخت ناراض ہوئے کہ تم ہمارا روزہ حرام پر افطار کرانا چاہتے تھے۔ یہ کیسی عقل مندی اور کہاں کی دوستی ہے۔ پھر ان کو تناول فرمایا۔

انفاس العارفین صہ ۶۲-۶۳

کفّارہ رخصتِ الٰہیہ ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) جب حلف (قسم) اٹھاتے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرتے یہاں تک کہ آیت کفارہ نازل ہوئی تو آپ نے کہا کہ اب میں جب قسم کھاؤں گا، پھر اگر اس کے خلاف میں خیر دیکھوں گا تو اُسے اختیار کر لوں گا اور قسم کا کفارہ دے دوں گا کیونکہ کفارہ رخصتِ الٰہیہ ہے اسے قبول کرنا چاہیئے۔

ازالۃ الخفاء اوّل صہ ۳۹۲

اعمال میں میانہ روی

یاد رہے کہ عبادات میں سب سے شدید مرض تنگدلی اور ملال ہے اس لئے کہ جب کسی پر ملال چھا جاتا ہے تو اس کے نفس میں خشوع کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، اور یہ مشقت عبادت کے مفہوم سے خالی رہ جاتی ہے ___________

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے " استقامت حاصل کرو اور تم ہرگز احاطہ نہیں کر سکتے اور جس قدر تمہیں طاقت ہو اسی قدر اعمال کرو۔" یہ فرمان بھی ہے " بے شک دین آسان ہے اور جو بھی دین میں تشدّد اختیار کرے گا تو وہ دین اس پر غالب آجائے گا۔" یعنی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو پابند کیا کہ وہ عمل میں میانہ روی اختیار کریں اور ایسی حد تک تجاوز نہ کریں کہ دین میں تنگی اور اشتباہ آنے لگے ــــــــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے " اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے چاہے قلیل ہی ہو " ــــــــــــ

یہ بھی فرمان ہے " اسی قدر اعمال کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ملول نہیں ہوتا جب تک کہ تم تنگ دل نہ ہو جاؤ " یعنی جب تک لوگ تنگ دل نہیں ہو جاتے وہ ثواب دینا بند نہیں کرتا ــــــــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے " سو تم سیدھی راہ اختیار کرو " یعنی سیدھے راستے کی پابندی کرو، اور یہ راہ میانہ روی کی ہے جس کی حفاظت ہو سکے اور جس پر دوام ہو جائے، اور فرمایا " قَارِبُوا " یعنی یہ گمان نہ کر بیٹھو کہ تم اللہ سے بہت دور ہو اور سخت پُر مشقت اعمال کے بغیر تمہیں رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور فرمایا " اَبْشِرُوْا " یعنی امید اور نشاط حاصل کرتے رہو، اور فرمایا " صبح اور شام اور تھوڑی سی آخری شب (کی عبادت) کے ساتھ مدد حاصل کرو "۔ یہ رحمتِ خداوندی کے نازل ہونے اور نفسانی خیالات سے لوحِ دل کے صاف ہونے کے اوقات ہیں ــــــــــــ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے " سونے کی وجہ سے جس کا وظیفہ یا کچھ حصہ رہ جائے تو اسے نمازِ فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان پڑھ لے، اس کے لئے لکھا جائے گا گویا اس نے رات کو ہی پڑھا "۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص ۵۱۲ تا ۵۱۵

ثالث، قاضی اور جج توجہ فرمائیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " جس نے قضاء کا عہدہ چاہا اور خود مانگا اس کو اس کے نفس کے سپرد کر دیا گیا اور جس کو اس کے لئے مجبور کر دیا گیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ اتارتا ہے جو اس کی راہنمائی کرتا ہے "۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قاضی تین (طرح کے) ہوتے ہیں، ایک جنت میں جائے گا اور دو آگ میں جائیں گے۔

- جو جنت میں جائے گا وہ آدمی ہے جس نے حق کو جانا اور اس کے ساتھ فیصلہ کیا۔
- اور جس آدمی نے حق کو جانا اور فیصلہ میں ظلم کیا تو وہ آگ میں ہے۔
- اور جس آدمی نے جہالت کی حالت پر لوگوں کے لئے فیصلہ کیا وُہ بھی آگ میں ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا اس حالت میں فیصلہ نہ کرے کہ وہ غصہ میں ہو۔" حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۸۸۵-۸۸۶

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس کی سفارش اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے سامنے رکاوٹ ہوئی تو اس نے اللہ کی مخالفت کی۔"

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۸۸۱

حد لگنے سے آدمی گناہ سے پاک ہو جاتا ہے

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی پر لعنت کرنے اور اس کے پیچھے پڑنے سے منع کیا جس پر حد لگائی جائے تاکہ ایسا کرنے کی وجہ سے لوگ حد لگانے سے ہی نہ رک جائیں اور نیز حد لگانی کفارہ ہے، اور جب کسی غلطی کا کفارہ کے ذریعہ تدارک کر دیا جائے تو وہ نہ ہونے کے برابر ہو جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ (محدود آدمی) جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔"

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۸۸۲

اصحابِ عزت کی لغزشوں سے درگزر کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اصحابِ عزت لوگوں سے حدود کے سوا باقی لغزشوں سے درگزر کرو۔"

میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں ذوی الهیئات (عزت والوں) سے مراد اہل مروت لوگ ہیں۔ یا تو یہ معلوم ہو کہ یہ آدمی دین کے اعتبار سے نیک ہے اور اس کی عادت کے خلاف اس سے لغزش ہو گئی پھر وہ نادم ہوا تو اس قسم کے امور میں اس سے تجاوز کرنا مناسب ہے۔ یا وہ شخص لوگوں میں خاندان (مثلاً سادات کرام) اور عزت والا ہو اور سردار ہو ——— اور حدود کو ساقط کرنا مناسب نہیں۔ ہاں اگر کوئی شرعی سبب موجود ہو جس سے حد دور ہو جاتی ہے تو جائز ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صفحہ ۸۷

حقوقِ زوجین

یاد رہے کہ خاوند بیوی کے درمیان واقع ربط تمام ربط ہائے خانہ سے بڑا اور سب سے زیادہ نافع ہے، اور سب سے زیادہ اس کی ضرورت ہوتی ہے ——— عورت طعام و مشروبات اور لباس کی تیاری میں مرد کی کفالت کرتی ہے اور اس کے مال کی حفاظت کرتی ہے اور اس کی اولاد کی پرورش کرتی ہے۔ اور جب مرد غیر حاضر ہوتا ہے تو گھر میں اس کی قائم مقام ہوتی ہے اور اس کے علاوہ بہت سے امور ایسے ہیں جن کی شرح و بیان کی حاجت نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ ہم میں سے نہیں جو خاوند کو بیوی کے خلاف بھڑکائے یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے"۔ یہ بھی فرمایا "جب ایک آدمی کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں عدل نہ کرے تو قیامت کے روز وہ اس طرح آئے گا کہ اس کی ایک طرف جھکی ہو گی"۔ یہ بھی فرمایا "عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امان پر تم نے ان کو قبضہ میں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ذریعہ تم نے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ اور ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ہلکی مار مارو اور تم پر ان کا کھانا اور لباس بطریق دستور ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صفحہ ۸۰ تا ۸۰

بیوی کے حق کے بارے میں فرمایا:

"جب تو کھائے تو اُسے بھی کھلا اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنا اور چہرے پر مت مار اور اس کی بجز خوابگاہ کے اس سے علیحدگی اختیار نہ کر۔"

فرمایا "جب ایک آدمی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے پھر وہ اس پر غصہ کی حالت میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے ایسی عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔"

فرمایا "کسی عورت کو (نفلی) روزہ رکھنے کی اجازت نہیں جبکہ اس کا خاوند موجود ہو مگر اس کی اجازت سے اور نہ اس (بات) کی اجازت ہے کہ عورت مرد کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں آنے دے، اور اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔"

اور فرمایا "جو عورت اس حالت میں مرجائے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو، وہ جنّت میں داخل ہوگئی۔" حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۶۷۳

اللہ تعالٰی نے فرمایا "مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالٰی نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے ..... الخ (سورۂ نساء ۳۴)

مَیں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں، یہ لازم ہے کہ جبلی طور پر خاوند کو بیوی پر حاکم بنایا جائے اور اس کا عورت پر دباؤ اور احسان ہو کیونکہ خاوند کی عقل کامل ترین، سیاست وافر ترین اور حمایت اور عار سے دفاع موکد ترین ہوتا ہے، اِس لئے کہ وہ بیوی کے روٹی کپڑے کا خرچ اٹھاتا ہے، اور سیاست و نظم کے مرد کے ہاتھ میں ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ جب عورت بغاوت کرے تو اس کی تعزیر و تادیب مرد کے ہاتھ میں ہو اور درجہ بدرجہ یہ کام کرے۔ سب سے پہلے تو نصیحت کرے، پھر بستر پر لیٹنا ترک کرے یعنی اس کی ہم بستری ختم کرے مگر اسے گھر سے نہ نکالے، پھر ہلکی مار دے۔

اور اگر مخالفت تیز ہو جائے اور ان میں سے ہر ایک دُوسرے کی نافرمانی اور دُوسرے پر ظلم کرنے لگے تو نزاع ختم کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ دو حَکَم مقرر کئے جائیں۔ ایک خاوند کے خاندان میں سے حَکَم ہو اور ایک بیوی کے خاندان میں سے حَکَم ہو۔ وہ دونوں جیسی مصلحت دیکھیں

خاوند بیوی پر نان نفقہ وغیرہ کا فیصلہ کریں۔ حجۃ اللہ البالغہ دوم ص۸۰۳

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو عورت اپنے خاوند سے بلا عذر طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے"

حجۃ اللہ البالغہ دوم ص۸۰۵

عورت کی دیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: "عورت کی دیت مرد کی (دیت کی) نسبت نصف[۱] ہے

ازالۃ الخفاء دوم ص۲۵۳

زیب و زینت میں مطلوب و مذموم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سادگی ایمان کا حصہ ہے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس نے دنیا میں لباس شہرت پہنا اللہ تعالے قیامت کے روز اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو تواضع کرتے ہوئے لباس زینت چھوڑ دے گا، اللہ تعالیٰ اُسے عزت کا جوڑا پہنائے گا۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پراگندہ سر آدمی کو دیکھا تو فرمایا "اس کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی کہ جس سے اپنے سر کو درست کرلے؟"

---

[۱] غزالیٔ دوراں سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں:

"ائمہ اربعہ اور ان کے سب متبعین بلکہ تمام محدثین عورت کی نصف دیت پر متفق ہیں ــــــ جان کی دیت میں عورت کی دیت کا مرد کی دیت سے نصف ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس سے پہلے فرمایا اس پر صحابہ کرام اور تابعین (رضی اللہ عنہم) کا اجماع سکوتی ہے۔" (مقالات کاظمی سوم ص۳۵۵)

اور ایک آدمی کا لباس میلا دیکھا تو فرمایا "یہ ایسی چیز نہیں پاتا کہ اس سے اپنے کپڑے دھولے"؟

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تیرے پاس اللہ تعالیٰ مال بھیجے تو تجھ پر اللہ کی نعمت اور تجھ پر اس کا اکرام نظر آنا چاہیئے۔"

اِن (ارشاداتِ مبارکہ) کے درمیان کچھ اختلاف نہیں کیونکہ اس مقام میں درحقیقت دو مختلف چیزیں (ذکر ہوئی) ہیں جو گاہے نظر میں مشابہ نظر آتی ہیں۔ ایک مطلوب (محمود) چیز ہے اور دُوسری مذموم ہے۔

مطلوب یہ ہے کہ بخل کو چھوڑ دے اور ترکِ بخل کا درجہ مختلف لوگوں میں مختلف ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے ہاں جو بخل ہوتا ہے وُہ بسا اوقات فقراء کے حق میں اسراف ہوتا ہے اور یہ (بھی) مطلوب ہے کہ چوپاؤں سے لاحق اور گنوار لوگوں کی عادات چھوڑ دے، در نظافت اور اعلیٰ عادات اختیار کرے۔

اور مذموم یہ ہے کہ تکلّف کرنے اور دکھاوا کرنے میں ڈوب جائے اور عُمدہ عمدہ کپڑوں کے ساتھ فخر کرتا پھرے اور فقراء کی دل شکنی کرتا پھرے، وغیر ذالک۔

حدیث شریف کے الفاظ میں ان مفاہیم کی جانب اشارات موجود ہیں جو غور کرنے والے پر مخفی نہیں اور نفس کو تکبّر اور فخر کے داعیہ کے اتباع سے روکنے پر اجر کا دارومدار ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص ۹۵۱-۹۵۰

مونچھیں کٹوانا اور داڑھی بڑھانا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ (وَاحفُوا الشَّوَارِبَ)۔

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم ص ۹۵۳

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، دس چیزیں فطرت میں ہیں:

۱۔ مونچھیں کٹوانا۔

۲۔ داڑھی بڑھانا۔

۳۔ مِسواک کرنا۔

۴۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

۵۔ ناخن کٹوانا۔

۶۔ انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا۔

۷۔ بغل کے بالوں کو اکھاڑنا۔

۸۔ موئے عانہ صاف کرنا۔

۹۔ پانی کے ساتھ استنجا کرنا۔

۱۰۔ راوی کہتے ہیں کہ دسویں بات بھول گیا، خیال ہے کہ وُہ کلی کرنا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۴۳۵

ایک فرمانِ اقدس میں "ختنہ کرنا" بھی ذکر فرمایا۔ حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۹۵۳

پھر ضرورت ہوئی کہ ان کی مدت مقرر کر دی جائے تاکہ سنت کی مخالفت کرنے پر انکار ممکن ہو، اور تاکہ متقی آدمی ہر روز حلق کرنے اور اکھاڑنے میں نہ لگ جائے، اور کاہل آدمی سال سال بھر تک اسے چھوڑ ہی نہ دے۔ پس مونچھیں کتروانے، ناخن ترشوانے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور موئے عانہ صاف کرنے کے لئے یہ مقرر کیا گیا کہ چالیس راتوں سے زیادہ نہ گزرنے دے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۹۵۳

مردوں اور عورتوں کا آپس میں مشابہت کرنا باعثِ لعنت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں کے ساتھ تشبہ کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ تشبہ کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۹۵۴

اور فرمایا "خبردار! مردوں کی خوشبو وُہ ہے جس میں بُو ہو اور رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وُہ ہے جس میں رنگ ہو اور بُو نہ ہو۔"

حجۃ اللہ البالغہ۔ دوم صہ ۹۵۰

فراستِ مومن

حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ بواسطہ نورِ الٰہی کے نظر کرتا ہے۔

شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صد ۱۱۴

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کی مردم شناسی میں یہ ہے کہ آپ لوگوں کے اخلاق، ان کا مبلغِ علم اور منتہائے ہمت کو جانتے پہچانتے تھے اور اسی کے مطابق ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ اس معاملہ میں جس قدر حذاقت و فراست آپ کو حاصل تھی وہ آپ کے خوارقِ عادت سے تھی یہاں تک کہ جس شخص کے حق میں آپ جو کچھ کہتے وہی اس سے ظہور میں آتا۔

ازالۃ الخفاء دوم صد ۱۲۴

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کبھی یہ فرماتے سُنا کہ "میرا اس کے متعلق یہ گمان ہے" تو جیسے ان کا گمان ہوتا ویسے ہی معاملہ نکلتا۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صد ۶۹۳

ریاض میں مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت "عثمان غنی رضی اللہ عنہ" کے پاس آیا۔ اس نے ایک اجنبی عورت پر نظر ڈالی تھی۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ تم میرے پاس اس حالت میں آئے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے آثار موجود ہیں۔ اس آدمی نے کہا، کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی آتی ہے۔ آپ نے کہا نہیں بلکہ حق بات اور سچی فراست ہے۔

ازالۃ الخفاء دوم صد ۴۴۵

حضرت والد ماجد ایک روز اس فقیر (ولی اللہ) کو معارفِ عجیبہ سکھا رہے تھے حدیث "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" کی بات چل نکلی، اس کی شرح میں دو قصے بیان فرمائے۔ ایک یہ ہے کہ

ایک برقعہ پوش فقیر وضع شخص بہت ہی دردمند، ہر لمحہ کوئی شعر یا دوہڑہ عاشقانہ پڑھتا اور بہت روتا، میرے پاس آکر بیعت کا طالب ہوا اور قیام کے لئے کوئی کونہ طلب کیا۔ مَیں نے اس سے مکمل روگردانی کی اور (بیعت کرنے سے) صاف انکار کردیا۔ جب وہ باہر

چلا گیا تو میں نے کہا یہ کالا ناگ ہے، اس سے بچنا چاہیئے۔ حاضرین کے دل میں اس بات سے انکار (کا وسوسہ) پیدا ہوا۔

ایک مدت کے بعد عورتوں کے لباس میں نکلا اور صوبہ دار دہلی عاقل خاں کے گھر میں خیرات کے سلسلہ میں داخل ہوا۔ نکلتے وقت ایک چوکیدار نے اس کی رفتار سے اس کے عورت ہونے سے انکار کیا اور کہا' یہ چال عورتوں کی نہیں ہے، تفتیش میں لگ گیا جب بات واضح ہو گئی تو اسے قید کر دیا گیا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ کسی عورت کو پکڑ کر بھاگا ہوا تھا۔ برقعہ پوشی اور زاویہ نشینی اسی وجہ سے اختیار کر رکھی تھی، اور یہ سب اظہار درومندی شیطانی مکروفریب تھا۔

انفاس العارفین صد ۹۱

'ایک مرتبہ' حضرت والد ماجد بارہہ کے بعض قصبات میں آئے ہوئے تھے لوگ ایک بیمار کا قارورہ لائے۔ فی الفور آپ نے نسخہ تجویز کر دیا۔ اس مجلس میں ایک ہندو طبیب موجود تھا، اس نے کہا حضرت والا! اس بیمار کی بیماری بھی معلوم کی ہے یا نہیں آپ مسکرائے اور فرمایا، یہ قارورہ ایک عورت کا ہے جس کا یہ نام ہے، اس کے ہاتھ ایسے ہیں، اخلاق اس طرح کے اور اس بیماری کا سبب یہ ہے؛ اور وہ ایسی چیز تھی جسے بیان کرنے سے عورت شرماتی تھی، بلکہ اس کے تمام افعال و اعمال معلوم ہیں۔

اس ہندو طبیب نے کہا، حضرت! یہ مسئلہ طب میں کہاں لکھا ہوا ہے۔ فرمایا یہ طب میں نہیں بلکہ محمدیوں کی سچی فراست ہے' او کما قال۔

انفاس العارفین صد ۱۱

عالم شہادت اور عالم مثال

حضرت والد ماجد فرماتے تھے ایک روز میں روزہ دار تھا، مجھ پر بھوک پیاس نے غلبہ کیا۔ ذکر کرتے ہوئے مجھے غیبوبت اور استغراق حاصل ہوا۔ میں نے عالم مثال میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے دودھ کا پیالہ دے رہا ہے۔ میں نے اسے پیا۔ جب میں ہوشیار ہوا تو میں نے اپنے منہ سے دودھ کے قطرات نکلتے ہوئے دیکھے۔ میں ڈرا کہ میرا روزہ تباہ ہو گیا۔ میرے دل میں الہام ڈالا گیا

کہ یہ غذا محض مشیت ایزدی سے عالم مثال میں تیرے اختیار کے بغیر دی گئی، عالم شہادت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

انفاس العارفین

دل جاری ہے یا خفقان

حضرت والد ماجد کی خدمت میں کسی شخص نے عرض کیا کہ ان دنوں میرا دل ذکر کے ساتھ جاری ہے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا، اگر ذکر کے ساتھ جاری ہو لہے تو مبارک ہے اس کے بعد اس فقیر (ولی اللہ) سے فرمایا لوگوں کا خفقان غلبہ کرتا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ دل جاری ہو گیا ہے[1]

راقم الحروف (ولی اللہ) کہتا ہے کہ ہر آدمی کے دل میں بلکہ اس کے تمام اعضا میں حرکتِ نبض موجود ہے۔ اس کا وجود اور عدم وجود کمال کے اعتبار سے برابر ہے لیکن اس حرکت کو اگر اسم ذات تخیل بہم پہنچائے اور وہ تخیل اس پر غالب آجائے تو وہ یاد داشت اسی کا ایک شعبہ ہو گا، لیکن اس یادداشت کا اعتبار ہو گا حرکت کا اعتبار نہیں ہو گا۔

انفاس العارفین صہ ۱۲۵

نجات کا مدار

حضرت شیخ ابو رضا فرماتے تھے کہ آدمی کی نجات عقائد میں بغیر کسی کمی بیشی کے انبیاء (علیہم السلام) کی تقلید میں ہے جیساکہ قدمائے اہل سنت کا مذہب ہے بجز اس آدمی کے جسے کوئی صاحب کشف بعض عقائد کی تفصیل و تحقیق سے متنبہ کرے۔

(انفاس العارفین صہ ۱۵۴-۱۵۵)

---

[1] حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم و تصوف سے جاہل لوگوں نے "ہذیان و بکواس کا نام معرفت رکھ لیا۔ حرکتِ قلب بڑھ جانے کو قلب جاری ہونا کہہ دیا۔ دل میں جو خطرات پیدا ہوتے ہیں ان کا نام الہام حدیثِ نفس بنا لیا، الحاد خالص کو فقر کہہ دیا۔"

(کشف المحجوب صہ ۱۷۵)

ظلم نہ کرو بھلائی کرو

حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ظلم سے بچو اس لیئے کہ ظلم کرنا قیامت کے اندھیروں میں سے ہے"۔

"اللہ کی قسم تم میں سے جو شخص بھی بغیر حق کے کچھ چیز لے گا تو وہ قیامت کے دن اسے اٹھائے ہوئے اللہ کے سامنے پیش ہو گا۔ پس میں تم میں سے کسی کو نہ دیکھوں کہ وہ ایک اونٹ اٹھائے اللہ کے سامنے پیش ہے اور وہ (اونٹ) بلبلا رہا ہے، یا گائے اٹھائے ہے جو ڈکراتی ہے، یا بکری اٹھائے ہے جو ممیا رہی ہے"۔

"جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلم کے ساتھ لی اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا"۔

"آپس میں محبت کرنے، رحم کرنے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں مومنین کی مثال ایک بدن کی طرح ہے کہ جب اس کا کوئی عضو بیمار ہو جائے تو سارے بدن کو بیخوابی اور بخار لاحق ہو جاتا ہے"۔

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے ہلاکت میں ڈالتا ہے"۔

"جو اپنے بھائی کی حاجت میں ہو اللہ اس کی حاجت میں ہوتا ہے اور جو کسی مسلمان سے ایک تکلیف دور کر دے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور کر دے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ سفارش کرو تمہیں اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے"۔

"دو آدمیوں کے درمیان تو جو انصاف کرے گا وہ صدقہ ہے، اور ایک آدمی کو سواری میں مدد دے گا اور سوار کرا دے گا یا اس کا سامان اٹھائے گا تو یہ صدقہ ہے اور پاکیزہ کلام صدقہ ہے"۔

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، اور شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا"۔

"بیوہ عورت اور مسکین آدمی کا کام کرنے والا اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے"۔
"جس پر لڑکیوں کا کچھ ابتلا آیا اور اس نے ان پر احسان کیا تو یہ دوزخ کی آگ سے روک ہو جائیں گی"۔
"جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۶۷۲-۶۷۳

تکبّر کی مذمّت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"جو رفق (نرمی) سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائی سے محروم کیا گیا"۔ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، مجھے نصیحت کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "غصّہ نہ کیا کر"۔ اس نے کئی بار سوال دہرایا، آپ نے ہر بار فرمایا "غصّہ نہ کیا کر"۔

فرمایا "وہ جنّت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبّر ہو گا"۔ ایک آدمی نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے کہ اس کا لباس خوب صورت ہو اور اس کا جوتا خوبصورت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبّر سے مراد حق کو نہ ماننا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے"۔

فرمایا "کیا میں تمہیں دوزخیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر جھگڑالو تکبّر کرنے والا ہے"۔
اور فرمایا "کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتا دوں جو آگ پر حرام ہے؟ ہر قریب، بردبار، نرم مزاج اور سہولت (دینے والا) ایسا ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ ۶۷۱

طہارت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی"۔
"نماز کی کنجی طہارت ہے"۔

میں (ولی اللہ) کہتا ہوں ان سب میں صراحت ہے کہ (نماز میں) طہارت شرط ہے اور

طہارت ایک مستقل عبادت ہے جو نماز کے ساتھ موقت و مقرر کی گئی ہے اس لئے کہ ہر ایک کا فائدہ ایک دوسرے پر موقوف ہے اور اس میں نماز جو کہ شعائر الٰہی میں سے ہے اس کے بارے میں تعظیم بھی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صد ۴۲۲

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے"۔

فرمایا: "جو وضو کرے اور خوب وضو کرے تو اس کے بدن سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخنوں سے بھی (گناہ نکل جاتے ہیں)"۔

فرمایا: "میری اُمّت کو قیامت کے روز بلایا جائے گا اور وضو کے آثار کے باعث ان کے چہرے اور پاؤں روشن ہوں گے، پس تم میں سے جو بھی اپنا نور بڑھا سکے وہ ایسا کرے"۔

اور فرمایا: "وضو کی حفاظت صرف ایماندار ہی کرتا ہے"۔

(حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ ۴۱۸-۴۱۹)

"تم میں سے کوئی اس حالت میں نماز نہ پڑھے کہ وہ پیشاب پاخانہ کی کشمکش میں مبتلا ہو"۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ ۴۱۷

وضو کے شروع میں بسم اللہ شرط نہیں آداب میں سے ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "جو اللہ کا ذکر نہ کرے (یعنی بسم اللہ نہ پڑھے) اس کا وضو نہیں"۔

میں (ولی اللہ) کہتا ہوں، علمائے حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق نہیں، اور اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو یہ ان مقامات میں سے ہے کہ جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طریق تلقی میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ چنانچہ مسلمان ہمیشہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کرتے اور لوگوں کو سکھاتے چلے آئے ہیں مگر وہ بسم اللہ کا ذکر نہیں کرتے، حتیٰ کہ محدثین کا زمانہ ظاہر ہوا

اور اس حدیث میں اس پر نص ہے کہ تسمیہ یا تو وضو کا رکن ہے یا شرط ہے ۔ اور دونوں وجوہ میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد قلب کے ساتھ ذکر کرنا ہے کیونکہ نیّت کے بغیر عبادات قبول نہیں ہوتیں ۔ اس صورت میں "لا وضوء" کا کلمہ اپنے ظاہر پر ہو گا۔

ہاں البتہ بسم اللہ پڑھنا آداب میں سے ہو گا جیسے کہ تمام باقی آداب ہیں ، کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مہتمم بالشان کام بھی اللہ کے نام کے ساتھ شروع نہ کیا جائے تو وہ بگڑ جاتا ہے ۔ اور بہت سے مقامات میں قیاس کرنے سے بھی ان کا آداب ہونا ثابت ہے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ معنی یہ ہو کہ بسم اللہ کے بغیر وضوء کامل نہیں ہوتا ، مگر میں اس تاویل کو پسند نہیں کرتا اس لئے کہ یہ ایک بعید تاویل ہے جو کہ اصل لفظ کے بھی مخالف ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۴۲۱ ۔ ۴۲۰

ملائکہ رحمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر ہو یا کتا ہو یا جنبی ہو"۔

جنبی اور جسے احتلام ہوا یا جو حیض سے فارغ ہو اس پر غسل فرض ہوتا ہے (ملخصاً)

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۴۲۷ تا ۴۲۰

اذان کے فضائل

یہ اسلام کے شعائر میں سے ہے ۔ اسی کے ذریعے ایک ملک دار الاسلام بن جاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : "موذن کی جہاں تک آواز سنی جاتی ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جن وانس اس کی گواہی دیتے ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے ، "جس نے سات برس ثواب کی نیّت سے اذان دی اس کے لئے دوزخ سے برأت لکھ دی گئی"۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۴۵۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا " اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی"۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۴۵۶

نماز میں ضروری اُمور

نماز میں تین چیزیں اصل ہیں:
۱۔ دِل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے خضوع کرے۔
۲۔ زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔
۳۔ اپنے بدن میں اللہ تعالیٰ کی انتہائی تعظیم کرے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۴۰

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جب نماز کھڑی کی جائے تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ (وقار سے) چلتے ہوئے آؤ"

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صہ ۴۵۶

جس نے کسی وقت کی (فرض) نماز چھوڑ دی وُہ گنہگار ہے چاہے وُہ سارا وقت ذکر اور دُوسری عبادات میں لگائے رکھے اور جس نے فرض زکوٰۃ چھوڑ دی اور دُوسرے بھلائی کے کاموں میں سارا مال خرچ کر دیا وُہ بھی گنہگار ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۳۱۹

نماز بندے اور کفر میں فرق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "بندے اور کفر کے درمیان ترکِ نماز کا فرق ہے"۔

مَیں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں، نماز دراصل اِسلام کے شعائر و علامات میں سے سب سے عظیم الشان ہے۔ جب نماز ہی مفقود ہو گئی تو اس کے فقدان کے باعث اِسلام کے جاتے رہنے کا حکم دینا چاہئے اس لئے نماز اور اسلام میں بہت زیادہ ملابست و اتحاد ہے، نیز نماز ہی اِسلام کے معنی یعنی اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو ثابت کرنے والی ہے۔ جس کو اس سے بھی حصّہ نہ مِلا تو اس کا اسلام اسی قدر باقی رہ گیا جو بالکل ہی غیر معتبر ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صہ ۴۴۶-۴۴۷

نماز کی فضیلت

فرمان الٰہی ہے:
اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ھود-۱۱۴)
"بے شک نیکیاں لے جاتی ہیں برائیوں کو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کیلئے یہ فرمایا جس نے گناہ کرنے کے بعد باجماعت نماز ادا کی کہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ بار غسل کرے تو کیا اس پر کچھ میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، نہیں، فرمایا! اسی طرح پانچوں نمازوں کا معاملہ ہے اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، ان کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کہ کبائر سے بچتا رہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ۴۴۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "باجماعت نماز ادا کرنا تنہا ادا کرنے سے ستائیس درجہ (اور ایک روایت میں فرمایا پچیس درجہ) زیادہ افضل ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ۲۵۴

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اگر لوگوں کو اذان اور صفِ اوّل کی فضیلت معلوم ہو تو وہ قرعہ ڈالیں"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ۸۹۲

تراویح بیس رکعت ہیں

صحابہ کرام اور تابعین (رضی اللہ عنہم) نے قیام رمضان میں ان باتوں کا اضافہ کر لیا:

۱۔ مساجد میں اجتماع کا اہتمام کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے (قیام رمضان) سب خواص و عوام کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

۲۔ ابتدائے شب میں اسے ادا کرتے۔ حالانکہ یہ قول بھی ہے کہ رات کے آخری حصے میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ افضل ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آسانی پر متنبہ کیا، اور اس

کی تعداد بیس ۲۰ رکعت ہے (وَعَدَدُہٗ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً)۔

حجۃ اللہ البالغہ، مترجم دوم صفحہ ۵۰۵

امام مالک رضی اللہ عنہ نے بروایت یزید بن رومان روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تراویح تیئیس ۲۳ رکعت پڑھتے تھے (انہی میں تین ۳ رکعت وتر کی ہیں)

ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۱۷۶

وتر تین ۳ ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وتر تین ۳ رکعت پڑھتے تو پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور دوسری میں "قل یاایہا الکفرون" اور تیسری میں "قل ہو اللہ احد" اور "معوذتین" پڑھتے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صفحہ ۵۰۴

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے نماز وتر تین رکعت پڑھی درمیان میں سلام کے بغیر۔

ازالۃ الخفاء دوم صفحہ ۱۷۱

آدابِ مسجد

مسجد دراصل اسلام کے شعائر میں سے ہے ——————
اور مسجد تعمیر کرنا دراصل کلمہ حق بلند کرنے میں مدد دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جو (مسلمان) اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتا ہے۔

آدابِ مسجد حسب ذیل ہیں:

۱۔ مسجد کی تعظیم کا خیال رکھنا

۲۔ مکروہ اور قابلِ نفرت اشیائ سے مسجد کو پاک رکھنا۔

۳۔ مسجد کے اندر ایسے کاموں سے پرہیز رکھنا جن کی وجہ سے عبادت کرنے والوں کو پریشانی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "ساری زمین مسجد (جائے نماز) ہے سوائے قبرستان اور حمام کے"۔

حجۃ اللہ البالغہ اول صفحہ ۴۵۷ تا ۴۶۰

روزہ کے مسائل وفضائل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم چاند دیکھ لو اور افطار (عید) نہ کرو حتیٰ کہ تم اسے دیکھ لو۔ اگر تم پر ابر چھا جائے تو اس کا اندازہ کر لو۔" اور ایک روایت میں ہے "پھر تیس ۳۰ پورے کر لو۔"

"ہم اُمّی قوم ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا جانتے ہیں۔"

"سحری کھایا کرو اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔"

"جو روزہ دار کو افطار کرائے یا مجاہد کو سامانِ حرب دے تو اس کے لئے بھی اسی کے ثواب کی طرح (اجر) ہے۔"

"لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک وُہ افطار جلدی کریں گے۔"

"جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں"، اور ایک روایت میں ہے "رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔"

"جس نے ایمان اور ثواب کی نیّت سے روزہ رکھا اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

"ابنِ آدم کے ہر عملِ صالح کی نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک زیادہ کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ اس لئے کہ یہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ میری خاطر اپنی شہوت اور کھانا چھوڑتا ہے۔"

"روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت اس کے افطار کے وقت اور ایک فرحت اس کی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور شک کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

اور یہ بھی فرمایا "تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھے سوائے اس کے کہ جو آدمی اس دن روزہ رکھا کرتا تھا تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔"

(حجۃ اللہ البالغہ دوم صد ۵۸۱ تا ۵۸۸)

حج فرض ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے اس لیئے حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہر سال آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار سوال دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں کہہ دوں "ہاں" تو لازم ہو جائے گا اور تم سے یہ نہ ہو سکتا"۔

یہ بھی فرمایا " جو اللہ کے لئے حج کرے اس میں لغو اور فسق باتیں نہ کرے تو وہ ایسے واپس آیا جیسے کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا"۔

اور یہ بھی فرمایا " جو زادِ راہ اور سواری حاصل کر لے جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اور وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی تعجب نہیں کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی مرے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۵۹۸ تا ۶۰۰

قربانی کا اہتمام

عید الاضحےٰ میں خاص بات یہ ہے کہ عید گاہ سے واپس آکر ہی کھائے، چنانچہ واپس آکر قربانی سے کھائے تاکہ قربانی کی عظمت و اہتمام اور اس میں رغبت ہو اور اس سے برکت حاصل ہو۔ اور نماز پڑھنے کے بعد قربانی کرے اس لئے کہ ذبح تب ہی قربت و عبادت ہو گی جبکہ وہ حجاج سے مشابہ ہو ——————— اور چونکہ قربانیاں کرنا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے باب سے ہے اور فرمانِ الٰہی بھی یہی ہے۔ " اللہ کو نہیں پہنچتے ان کے گوشت اور نہ لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب" اس لئے ان کو فربہ کرنا اور عمدہ جانور پسند کرنا مستحب ہوا۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۵۳۷

جہاد اور مجاہدین

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا " ایک آدمی بہادری (دکھانے) کے لئے لڑتا ہے، ایک آدمی (قومی) غیرت کے باعث لڑتا ہے۔ ان میں سے اللہ کی راہ میں

کون ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو اس لئے لڑے تاکہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں ہے"۔

یہ بھی فرمایا، "جنت میں ایک سو درجات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے تیار کر رکھا ہے"۔ "جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو سامان دے اس نے جہاد کیا اور جس نے غازی کے گھر والوں کی خیر گیری کی اس نے جہاد کیا"۔ اور فرمایا:

"افضل ترین صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ کے لئے خیمہ دینا ہے"۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۸۹۸ تا ۹۰۱

سُنّت باعث تقویم ملّت ہے

اس (یعنی قرآن کریم) کے بعد سُنّت جاننے کی ضرورت ہے اس لئے کہ اس کا درجہ کتاب اللہ کے بعد ہے اور اسی کے ذریعہ ملّت قائم ہے اور یہی امت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۵۲۵

گری پڑی چیز کا حکم

جس چیز سے اس کا مالک مستغنی ہو اور اس کو چھوڑنے کے بعد واپس نہ آیا کرے اور وہ حقیر ہو تو اس کا مالک بننا جائز ہے بشرطیکہ یہ گمان ہو کہ مالک غائب ہو چکا اور وہ واپس نہیں آئے گا اس (چیز) کی طرف (مالک کا) واپس آنا محال ہے اس لئے یہ لوٹ کر اللہ کا مال بن چکی اور مباح ہو گئی۔

جو چیز قابل اعتنا ہو کہ تلاش کی جائے اور غائب ہونے والا اس کے لئے واپس آجائے تو اس قسم کی چیز کی جیسی تشہیر کی عادت مروّجہ ہے، اس کی تشہیر کرنا لازم ہے، اور تب تک تشہیر کرنی چاہئے کہ گمان ہو جائے کہ اس کا مالک نہیں لوٹے گا۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صہ ۱۸۰

سفر میں نماز قصر کرنا

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے آیتہ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ ... الآیۃ، ترجمہ "جب تم سفر کرو زمین میں تو نہیں ہے تم پر کچھ گناہ کہ کم کر دو نماز سے اگر خوف کرو تم کہ فتنہ میں ڈالیں گے تم کو کافر" میں کہا ہے کہ اس آیت سے تو صرف اس صورت میں قصر کی اجازت نکلتی ہے جس میں سفر اور خوف دونوں ہوں مگر احادیث و اجماع امت نے اس کے ساتھ ہر سفر میں گو بغیر خوف کے ہو قصر کرنے کو الحاق کر دیا ہے (گویا)

اصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سفر اور خوف دونوں میں سے ہر ایک سبب تخفیف بن سکتا ہے لہٰذا جہاں سفر پایا جائے خوف نہ ہو وہاں بھی قصر ہونا چاہیئے۔

ازالۃ الخفاء اوّل ص۲۶۶

اللہ کی صفات پر ایمان لانا

نیکی کی تمام اقسام میں سے اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ خدا کے متصّف ہونے کا عقیدہ رکھے، اس لئے کہ یہی بات اس بندے اور اللہ کے درمیان تعلق کا دروازہ کھولتی ہے اور اُسے وہاں سے منکشف ہونے والی عظمت و کبریائی کے لئے استعداد پیدا کرتی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل ص۱۶۷

تقدیر پر ایمان لانا

اور نیکیوں میں عظیم ترین نیکی تقدیر پر ایمان لانا ہے

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا، "جو خیر و شر کی قدر پر ایمان نہ لائے، میں اس سے بَری ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے یوں بھی فرمایا، "کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خیر اور شر کی تقدیر پر ایمان نہیں لے آتا اور جب تک یہ نہیں جان لیتا کہ جو پہنچا ہے وہ ٹلنے والا نہ تھا، اور جو ٹل گیا وہ اُسے نہیں پہنچے گا۔"

حجۃ اللہ البالغہ اوّل ص۱۷۲-۱۷۳

عبادت بندوں پر اللہ کا حق ہے

یاد رہے کہ نیکی کی عظیم ترین نوع یہ ہے کہ انسان پوری جمعیتِ قلبی کے ساتھ یہ عقیدہ رکھے اور اس عقیدہ کے برعکس کا احتمال بھی نہ آنے دے کہ عبادت دراصل بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان سے عبادت کا اسی طرح مطالبہ کیا جائے گا جیسے کہ دوسرے حقوق والے اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا " اے معاذ! جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا حق ہے؟ اور اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا، بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کریں ——— اور ——— اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرے اس کو عذاب نہ دے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو آدمی یہ اعتقاد پختہ طور پر نہ رکھے اور اس کے نزدیک یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ انسان بے کار مہمل ہے، پروردگار مرید (مالکِ ارادہ) و مختار (مالکِ اختیار) کی طرف سے نہ اس عبادت کا مطالبہ ہوگا اور نہ اس پر مواخذہ ہوگا تو وہ دہریہ ہے۔ اگرچہ ایسا آدمی اپنے ظاہری اعضا کے ساتھ عبادت کرتا ہو (مگر اس کی عبادت کا اس کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوگا) قلبی طور پر اس کی کچھ عبادت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کے اور اس کے رب تعالیٰ کے درمیان کو دروازہ (رسائی) ہی کھلے گا بلکہ اس کی یہ (عبادت گزاری) اس کی دوسری عادات کی طرح ایک عادت ہوگی۔

حجۃ اللہ البالغہ اوّل صـ ۱۷۶ - ۱۷۷

حق کے ساتھ کلام کرنے کے باوجود بد مذہبوں کے دل ایمان سے خالی ہوتے ہیں

احمد نے طارق بن زیاد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خارجیوں کی طرف گئے۔ آپ نے انہیں قتل کیا، پھر کہا دیکھو، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایک قوم خروج کرے گی جو حق کے ساتھ تکلّف یا تکلّم کریں گے لیکن حق ان کے حلقوم سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ حق سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر کمان سے۔ الخ

ازالۃ الخفاء دوم صـ۵۴۳

ایمانِ صحیح کے بغیر قرآن پڑھنا بے سود

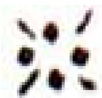
حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس نے ایمان و قرآن دونوں کو حاصل کیا اس کی مثال مثل ترنج کے ہے جس کی خوشبو بھی عمدہ اور ذائقہ بھی عمدہ، اور جس نے قرآن و ایمان دونوں کو نہ حاصل کیا اس کی مثال حنظل کی سی ہے جس کی بُو بھی بُری اور مزا بھی بُرا۔

ازالۃ الخفاء دوم صـ۵۳۲

گستاخِ رسول کسی قوم سے ہو، مستحقِ سزا ہے

ایک یہودی عورت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کے خلاف بکتی تھی (معاذ اللہ)۔ ایک آدمی نے اس کا گلا دبا دیا اور وہ مر گئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خون کو باطل کر دیا۔

حجۃ اللہ البالغہ دوم صـ۸۸۲ - ۸۸۳



ضمیمہ

القول الجلی کا تعارف

القول الجلی کا تعارف

"القول الجلی" شاہ صاحب کے احوال و مقامات پر مشتمل تذکرۂ حیات ہے۔ یہ آپ کے محبوب و معتمد خلیفہ و شاگرد شاہ محمد عاشق پھلتی کی تالیف ہے جو شاہ صاحب کی حیات میں ہی مرتب ہو گئی تھی۔ آپ نے اسے خود دیکھا اور تصدیق سے نوازا۔ گویا یہ آپ کے نظریات کا ایک مستند و معتبر ماخذ ہے۔

جناب مولوی حافظ تقی انور علوی صاحب کاکوری نے اس کا اُردو ترجمہ کر دیا ہے اور سنہ ۱۹۸۸ء میں لکھنؤ (بھارت) سے طبع ہو چکا ہے جو اس وقت نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔[1]

زیر نظر کتاب "شاہ ولی اللہ کے افکار و نظریات" کا مسودہ تقریباً مکمل ہو چکا تھا کہ اس اُردو ترجمہ کا ایک نسخہ جناب حافظ فیاض احمد صاحب ادارہ معارف نعمانیہ شاد باغ لاہور سے عاریتاً دستیاب ہوا۔ وقت کی کمی کے باعث بسرعت مطالعہ مکمل کیا۔ اخذ کئے گئے چند منتخب اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ بنظرِ غائر دیکھیں گے تو پہلے سے پیش کردہ نظریات کی مکمل تائید پائیں گے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے حضرت شاہ صاحب کے نظریات کو سمجھنے میں مزید آسانی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی فرمانے والا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

معارفِ اولیاء کی شان

۱۱ شعبان المعظم سنہ ۱۱۴۴ھ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ لوٹتے وقت "رابغ" کے مقام پر جو پانچویں منزل پر ہے جبکہ بڑے دقیق اسرار و حقائق و معارف بیان فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو ان حقائق و معارف کو جس کو لوگ سمجھ سکیں قلم بند کرے۔ اور اگر کوئی قلمبند کرے تو یقیناً اس کے ضمن میں اسرار کو مندرج پائے گا اور فوائدِ عظیمہ مشاہدہ کرے گا۔ صـ ۱۱۵ - ۱۱۶

---

[1] اب پاکستان میں "مسلم کتابوی گنج بخش روڈ لاہور" نے اسے نہایت خوبصورت انداز میں شائع کر دیا ہے اور کتاب میں درج حوالجات اسی کے مطابق ہیں۔

تصوّف عقیدۂ انبیأ علیہم السّلام

"شاہ نور اللہ" بیان فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس ایک روز مسائل تصوّف بیان فرما رہے تھے اور میرا دل مطمئن نہ ہو رہا تھا میں نے خواب دیکھا کہ جیسے ایک بہت بڑا مقبرہ ہے اور اس مقبرہ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ و دیگر انبیأ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات ہیں اور ایک دوسرے نبی بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے بعد جوابِ سلام فرمایا کہ وہ مسئلہ (تصوف) حق ہے اور ان اہل مزارات انبیاء (علیہم السلام) کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ ص ۱۳۵ - ۱۳۶

اَولیأ کو موت کا اختیار

ایک مرتبہ آپ کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو انتہائی کمزوری کی وجہ سے پیادہ پائی کی سکت نہ رہی اور اسی حالت میں مرض نے اتنی شدّت اختیار کی کہ نشست و برخاست کی بھی سکت نہ رہی۔ (دُعا کی درخواست پر) ـــــــــ آپ نے اسی وقت دستِ مبارک اٹھائے اور دُعا مانگنا شروع کی ـــــــــ اسی وقت اس مریض کی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی۔ پانچ چھ روز میں ان کو اتنی طاقت آ گئی کہ تین چار کوس سفر طے کر سکے۔ ان کے اتنے جلدی صحت یاب ہونے میں حضرتِ اقدس کی کرامت صاف ظاہر تھی۔ اسی دوران حضرت اقدس کو دوبارہ الہام ہوا کہ (فی الوقت) یہ آفت ٹل گئی ہے اور اس مریض کو شفا محض تمہاری ہمت و توجہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اور دُعا ردِّ قضا کا باعث ہوئی لیکن بہرحال اس قضا کا ظہور لازمی ہے (وہ کسی بھی صورت میں ہو) خواہ کسی کی موت کی صورت میں یا کسی شئے کے ضائع ہوتے ہیں ہو۔ اِس کے انتخاب کا تمہیں اختیار دیا جاتا ہے الخ۔ ص ۱۳۹ - ۱۴۰

شاہ ولی اللہ نے تعویذ دینے پر اصرار فرمایا

حضرتِ اقدس رہتک تشریف لے گئے وہاں آپ ایک روز مخلصین کے بچوں کے لئے

تعویذات تحریر فرما رہے تھے کہ اثنائے تحریر محمد قطب کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا کہ وہ تعویذ کے خواہاں نہیں ہیں بلکہ کچھ خائف ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی زبان مبارک سے کوئی ایسا کلمہ جاری ہو جائے جو رنج اور تکلیف کا سبب ہو جائے۔ اسی وقت بے اختیار زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ "کیوں تم تعویذ نہیں لوگے"۔ انہوں نے جب یہ بات سنی، رنج و ملال کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوا کہ تعویذ ایک قسم کے کسل کا مشعر ہے۔ عرض کیا کہ ہمتِ عالی غلاموں کی جانب مبذول ہی ہے وہی دین و دنیا کا تعویذ ہے، کسی دوسرے تعویذ کی حاجت نہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کا لڑکا بیمار ہوا اور وہ تعویذ کے محتاج ہوئے بعد ازاں اس سے اس نے شفا پائی۔ ص ۱۴۳

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عنایات کو نعمت ماننا ولیوں کا شیوہ ہے[1]

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے ۱۰ صفر ۱۱۴۴ھ کی شب میں خواب دیکھا کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں ایک ٹوٹا ہوا قلم ہے۔ آپ نے دستِ مبارک بڑھا کر وہ قلم اس فقیر کو عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ قلم میرے جدّ بزرگوار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ پھر فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تا کہ امام حسین (رضی اللہ عنہ) اس قلم کو درست کر دیں۔ پس حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) نے اس کو درست فرما کر مجھے عنایت فرمایا۔ اس سے ایسا فرحت و سرور مجھے حاصل ہوا جو بیان میں نہیں آسکتا۔

پھر ایک دھاری دار چادر لائی گئی جس میں ایک سفید دھاری تھی دوسری سبز۔ وہ چادر حضرات حسنین (رضی اللہ عنہما) کے روبرو رکھی گئی۔ حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) نے اس کو اٹھا کر یہ زبان غیب فرمایا کہ یہ ردا جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے پھر اسے مجھے اوڑھا دیا۔ میں نے اس کو بصد تعظیم و تکریم سر پر رکھا اور جناب الٰہی میں اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کا شکر ادا کیا۔ پھر میری

---

[1] تبرکات کو نعمت عظمیٰ جاننا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی ولایت تسلیم کرنے والے غور فرمائیں۔ ضیاء

آنکھ کھل گئی۔ ص ۶۹-۷۰

محفلِ میلاد میں انوار برستے دیکھے

آپ نے تحریر فرمایا کہ مکہ معظمہ میں روزِ ولادت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (محفل میلاد شریف) مولد شریف میں لوگوں کا ایک جمِ غفیر تھا اور وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کے معجزات بیان کرنے میں مشغول تھے۔ ناگاہ میں نے اس بقعۂ کریمہ سے تجلیاں چمکتی ہوئی دیکھیں۔ مجھے ان کے ادراک کی فکر ہوئی کہ کیا وہ نگاہِ ظاہر سے ہیں یا نگاہِ باطن سے۔ پھر جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ وُہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو اس متبرک مقام پر مامور ہیں اور ان میں انوارِ رحمت بھی شامل ہیں۔ اور ان انوار کی تفصیل فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔ ص ۱۶۲ - ۱۶۳

عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینۂ منورہ میں داخل ہو کر روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوا تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح پُر فتوح کو ظاہر و آشکار دیکھا، لیکن نہ تو عالمِ اجسام میں اور نہ عالمِ ارواح میں بلکہ عالمِ مثال میں جو حسِ ظاہر سے قریب ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ عوام جو دُرود وغیرہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نشانیاں بیان کرتے ہیں، وُہ اسی جہت سے ہے۔ پھر میں یکے بعد دیگرے مرقدِ مطہر کی طرف متوجہ ہوا تو اس ذاتِ قدسی صفات نے مختلف صورتوں میں ظہور فرمایا۔ کبھی پُر شکوہ و بارُعب لباس میں (لباسِ شاہانہ میں) کبھی جذب و محبت اور انس کی شکل میں اور کبھی سریان کی صورت میں، اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا اس مولد کی فضا روح مبارک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پُر ہو گئی اور موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ اسے دیکھنے والا خود بھی اپنے کو اس میں گم کر دیتا ہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ صورتِ پاک جس سے آپ عالمِ ناسوت میں متمثل تھے، مجھے دکھائی دی۔ باوجود اس کے کہ میری ہمت روحانیت کی طرف تھی۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ صورتِ کریمہ کی تقویم روحِ شریفہ کے خواص سے ہے اور اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَا یَمُوْتُوْنَ وَاِنَّھُمْ

یُصَلُّوْنَ وَیَحُجُّوْنَ (انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں آتی وہ اپنی قبور میں (بھی) نماز پڑھتے اور حج ادا کرتے ہیں) میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا ہو اور آپ نے انبساط نہ فرمایا ہو اور میرے لئے ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ ص ۱۶۳

امتی محتاج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استمداد

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے تیسرے روز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) مجھ پر ان سب کا افاضہ فرمائیے جو اللہ نے آپ پر افاضہ فرمائے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ہم محتاج بن کر آئے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔

میں نے دیکھا کہ آپ نے میری طرف بہت زائد انبساط فرمایا اور مجھے اپنی ردائے مبارک میں ڈھانپ لیا اور مجھ پر اسرار عظیمہ روشن فرمائے اور مجھے حاجتوں میں اپنی ذات مبارک سے استمداد کی کیفیت سے شناسا فرمایا۔ اور خود بدولت پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے والوں کے جواب کی کیفیت نیز اپنی ان اشخاص کی طرف انبساطی کیفیت سے جو نفسِ نفیس آپ کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں مطلع فرمایا۔ ص ۱۶۳ - ۱۶۴

خمیر آدم کے وقت بھی نبی تھے علی نبینا وعلیہ السلام

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ

(ایک مرتبہ) میں نے سرورِ کائنات (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں حدیث کنت نبیا وادم منجدل بین الماء والطین کے بارہ میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی صورتِ مثالیہ مشاہدہ کرائی نیز عالم مثال سے عالم اجساد کی طرف اپنی منتقلی کی کیفیت دکھائی اور مجھے انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اور ان کے اشباہ دکھائے اور حضرتِ الٰہی سے ان پر افاضۂ نبوت کی کیفیت اور جو کچھ عالم مثال میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر مفاض ہوا ہے مشاہدہ کرایا۔ الخ
ص ۱۶۴

صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کی اس نظرِ خاص کا جو سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تھی مشاہدہ کیا یعنی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا) سے مراد وہی نظر ہے۔ پس میں آنجناب کا طفیلی ہو گیا اور آپ نے مجھے اپنے ساتھ چسپاں کر لیا اور جوہر سے مثل عرض ہو گیا اور اس نظر کا منظورِ نظر ہو گیا نیز اس کا منتظر ہو گیا اور اس کی حقیقت کا ادراک کر لیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

ص ۱۶۷

اہلِ بیت کا طریقہ اولیاء اللہ کے طریقوں کی اصل ہے

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں ایک دن حضرات اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور کی طرف متوجہ ہوا، میں نے ان کو طریقۂ معرفت پر پایا، جو اولیاء اللہ کے طریقوں کی اصل بنیاد ہے۔

ص ۱۶۹

حل مشکلات کے لئے ولیوں سے مدد مانگنا جائز، اسے شرک کہنا جہالت

ایک شخص 'محمد یوسف'، جو ایک عالم آدمی اور دیانت دار درویش ہیں ایک شخص دوست محمد سے کہ وہ بھی فاضل آدمی تھے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں اکثر اوقات ایک عزیز کے پاس جو تصوف میں مشہور تھے جایا کرتا تھا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ ان کے عقائد اچھے نہیں ہیں۔ اور ایک دوسرے شخص کے پاس بھی جایا کرتا تھا جس کی صحبت میں تاثیر تھی اور بظاہر وہ پابند شرع تھا اور ان دونوں پر مجھے پورا اعتماد تھا۔ ایک دن میں نماز فجر کیلئے اٹھا جماعت تیار تھی صرف تکبیر کہنے کی دیر تھی۔ میں نے چاہا کہ دو رکعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جاؤں جیسے ہی نیت باندھنے کا ارادہ کیا دونوں متمثل ہو کر سامنے آ گئے اور مجھے نماز سے روکنے لگے ہیں

نے ہر چند چاہا کہ ان سے روگرداں ہو کر نماز شروع کر دوں لیکن باوجود میری کوشش کے یہ بات کسی طرح ممکن نہ ہوئی۔ ان میں سے ایک تو سجدہ کی جگہ پر بیٹھ گیا تاکہ میں سجدہ نہ کر سکوں اور دوسرا میرے پہلو میں کھڑا ہوا مجھے روکنے لگا۔ گو کہ ارکان شرعیہ کی حقیقت میں راسخ الاعتقاد تھا لیکن اس بات سے مجھے شک پیدا ہوا، اور جب کوئی چارہ نہ رہا تو عاجز آ کر "لاحول" پڑھنے لگا۔ اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پریشانی پر پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے گا ——— آخر کار مجھے یاد آیا کہ ایک بار حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ پریشانی اور مشکل پڑنے کے وقت مجھے یاد کر لینا۔ جیسے ہی میں نے حضرت اقدس کا نام لے کر مدد طلب کی، دیکھا کہ حضرت اقدس تشریف لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں کے کان پکڑ کر میرے سامنے سے بھگا دیا اور مجھے اس آفت سے نجات دی۔ صـ۱۷۱-۱۷۱

عبد النبی خلیفۂ خاص کا نام، یہ شرک نہیں

حافظ عبد النبی جو آپ کے مرید و خلیفۂ خاص ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ جب میں نے اپنے سر کو آپ کے قدموں میں ڈالنا چاہا تو دیکھا کہ حضرت اقدس (شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) تھے۔ صـ۱۷۱

ولیوں کو مستقبل سے آگاہ سمجھ کر سوال کرنا بھی شرک نہیں

جس زمانہ میں سید حسین علی خان کو مغلوں نے قتل کر دیا اور بادشاہ کو گرفتار کر کے ہجوم کیا اور سید عبد اللہ خاں بادشاہ اور فوج کے مقابلہ کیلئے کثیر فوج ساتھ لے کر نکلے اور سلطان ابراہیم کو تخت شاہی پر بٹھا کر خود جنگ کیلئے مستعد ہوئے۔ خواجہ محمد سلطان نے ولایت مآب حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس جنگ میں فتح کس کو نصیب ہو گی، آپ نے ان سے فرمایا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبد اللہ خان کی ساری فوج متفرق ہو گئی ہے اور اس کا ہاتھی میدان میں تنہا رہ گیا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کی فوج کو شکست ہو گی اور فتح محمد شاہ کی قسمت میں ہے"۔ انجام کار جب جنگ

چھڑی تو بعینہٖ وہی واقع ہوا جیسا حضرت اقدس نے زبانِ غیب ترجمان سے فرمایا تھا۔
ص ۱۷۵

شرک کیا ہے؟

حضرت اقدس نے فرمایا کہ شرک کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے ایک شرکِ عبادت[1] ہے اور اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ غیرِ خدا کے لئے انتہا درجہ کا تذلل ہے جو قدرت کے اعتقاد اور تدبیرِ غیبی کُلّ مّن السمٰوٰت والارض سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا اعتقاد یہ ہو کہ غیرِ خدا مدبّر ارض وسما ہے۔ اور وہ خضوع و تذلل جس سے ایسا اعتقاد نہ پیدا ہو وہ شرک میں داخل نہیں ہے۔
ص ۱۷۵-۱۷۶

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اب بھی عطا فرماتے ہیں

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز کسی وجہ سے کچھ تھوڑا سا میں نے کھایا تھا۔ شب کے وقت اچانک حافظ عبدالنبی کے دل میں خیال آیا کہ میرے لئے دودھ لائیں، پس وہ لائے۔ تھوڑا سا میں نے پیا، پھر ایک دوسرے شخص کو دیا اس نے پیا اور پھینک دیا۔ اسی وقت میں باوضو سو گیا۔ واقعہ میں سرورِ کائنات (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صورت روحیہ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ وہ دودھ ہمارا بھیجا ہوا تھا۔ وہ شخص جس نے اس عطیہ عظمیٰ کو قبول نہ کیا، وہ ایک بڑی سعادت سے محروم رہا۔
ص ۱۸۱

۱۲ ربیع الاوّل شریف اور زیارتِ موئے مبارک صلی اللہ علیہ وسلّم

حضرت اقدس نے فرمایا کہ بارھویں ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم میں نے قرآن پڑھا اور

---

[1] شرکِ عبادت کا تعلق ساجد (عابد) کی نیت پر ہے یعنی اگر سجدہ کرنے والا اپنے معبود کو کمالِ قدرت اور عالم کی تدبیرِ غیبی کرنے والا سمجھتا ہے تو وہ سجدۂ عبودیت ہے۔ لیکن اگر کسی غیرِ معبود کو اپنی ذات کے اظہار کے لئے سجدہ کرے تو وہ شرک نہیں بلکہ یہ سجدۂ تعظیمی ہے نہ کہ سجدۂ عبادت (حاشیہ ص ۸۹) اور سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ ضیائے

آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نیاز تقسیم کی اور موئے مبارک کی زیارت کی۔ اثنائے تلاوت ملاءِ اعلیٰ حاضر ہوئے اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی رُوح پر فتوح نے اس فقیر نیز نقیر کے دونوں کی طرف نہایت التفات فرمایا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملأ اعلیٰ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کا دائرہ ہے کہ ان کے نانہ دنیانہ اس سے عروج کر رہے ہیں اور برکات ونفحات اس سے نزول کر رہے ہیں۔ ص ۱۸۲

مزاراتِ اولیاءؒ کا تبرک

محمد قاسم نام کا ایک عرب (جو شاہجہاں آباد کی ایک عربی سرائے میں رہتا تھا) نے بیان کیا کہ سرائے مذکورہ کے بعض عرب اُمراء ضعفِ سلطنت کے بارہ میں متفکر تھے۔ اسی شب خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی درگاہ میں حاضر ہیں اور ایک کثیر جماعت قضیۂ مذکور کے سلسلہ میں متفکر ہے اور حضرت اقدس گویا صاحبِ اختیار ہیں اور اس قسم کے امور آپ ہی سے متعلق ہیں۔ اس جماعت نے آپ سے رجوع کر کے اپنا سوال عرض کیا۔ حضرتِ اقدس نے شیخ کے مزار پر جا کر اس بارہ میں مشورہ کیا اور تھوڑا تبرک مزار کا لے کر باہر آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جو بُرے دن گزرنا تھے گزر چکے، اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا کرم شاملِ حال ہوگا۔ ص ۱۸۴

اہلِ بیت کی فاتحہ (اور ختمِ قرآن)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایامِ عاشورہ میں اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے متعدد بار یہ اشارہ ملا کہ کوئی چیز ان کی فاتحہ کے لئے کرنا چاہئے۔ بنا بریں ایک دن تھوڑی سی شیرینی منگوائی اور ختمِ قرآن کر کے ایصالِ ثواب کیا۔ پس میرے اس عمل سے ان کی ارواحِ طیبہ میں مسرت وخوشی کا مشاہدہ ہوا۔ ص ۱۸۷

مقاماتِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

ارشاد فرمایا کہ جب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح طیبہ میں غور وخوض کیا تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس میں ایک خاص امتیاز اور

رفعت وعظمت کا مشاہدہ ہوا جو دُوسروں میں نظر نہ آیا اور ایسا واضح ہوا کہ وُہ نسبت جو اہلِ بیت کے لیے مخصوص ہے گویا ملاحظہ افکار سے آنجناب میں کامل و مکمل ہوئی۔

ص ۱۸۷

مقاماتِ حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ

اولیاء اللہ میں جو دبدبہ اور الہیبت حضرت غوث الاعظم (رضی اللہ عنہ) میں معلوم ہوتی ہے وُہ کسی دُوسرے میں نہیں معلوم ہوتی۔

ص ۱۸۷-۱۸۸

موت کی اطلاع قبل از وقت

مصطفےٰ خاں جو امرائے وقت میں سے تھے ایک بار بیمار ہوئے۔ ان کے لڑکے مختلف بزرگانِ دین کی خدمت میں گئے اور ان کیلئے شفا و تندرستی کی دعا کے خواہاں ہوئے۔ پھر حضرت اقدس کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ موت تو اسی بیماری میں ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ اس سے نجات ممکن نہیں ہے۔ ان کے لڑکوں نے مکرر سہ کرر عرض کیا، آپ ہر بار یہی جواب دیتے رہے۔ ناچار انہوں نے عرض کہ خود مریض سے یہ بات کیسے کہی جائے اس کا دِل ٹوٹ جائے گا۔ آپ نے فرمایا مناسب الفاظ سے تسلی دے دینا چاہیئے لیکن بالکل دھوکا بھی نہ دینا چاہیئے چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق چند ہی روز بعد ان کی وفات ہو گئی۔

ص ۱۹۱

اولیاء اللہ کی برکات

۲۴ ماہ شعبان ۱۱۵۰ھ کو حضرت اقدس پھلت تشریف لائے اور ۲۵ ماہ مذکور کو ایک شخص غلام احمد نام ساکن قصبہ بڈھانہ نے جو قصبہ پھلت سے دس کوس کی مسافت پر

لہ اسمائے الٰہی اور اسمائے کونی کے درمیان مقام برزخ ہے جو محل فنا و بقا و سلب و ثبوت عالم کا مقتضی ہے۔ تفصیل کے لئے القول الجلی ملاحظہ فرمائیں۔

جانب مغرب واقع ہے خواب دیکھا کہ وہ اور چند دوسرے لوگ شاہ محمد زاہد کے مقبرہ کے نزدیک جو قصبۂ مذکور میں ہے کھڑے ہیں اور بوجہ خشک سالی جو اس سال ہوئی تھی، پریشان و منتظر بیٹھے ہیں اور اس سلسلہ میں افسوس کر رہے ہیں۔ اسی دوران ایک طویل القامت وجیہہ صورت سرچشمے کی جانب سے آیا اور کہنے لگا کہ رنج و غم کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کل ایک ولی زمانہ پھلت میں آیا ہے اور میں اس سے ملاقات کر کے آ رہا ہوں۔ انشاءاللہ اس ضلع میں ان کی تشریف آوری کی برکت سے (قدوم میمنت لزوم سے) بارش ہوگی، نیز دوسری برکتیں ظاہر ہوں گی۔ جاگنے کے بعد اس نے یہ خواب اپنے ساتھیوں سے بیان کیا اور بمقتضائے حسن عقیدت اس خواب کو بشارات سے تعبیر کرتے ہوئے آپ کے قدوم فیض لزوم کی برکات کا منتظر رہا۔

پس (آپ) معتقدین و مخلصین کے مدعو کرنے پر وہاں تشریف لے گئے۔ دو تین روز بعد شخص مذکور نے حضرت اقدس کے خدام کی ضیافت کی۔ اسی شب بے انتہا بارش ہوئی۔
ص ۱۹۴

ائمہ اثنا عشر کی نسبت (رضی اللہ عنہم)

جب فوج مغلیہ سادات کے مقابلہ کو نکلی اور بارہہ کی طرف متوجہ ہو کر قصبۂ پھلت کے قریب ڈیرہ ڈالا۔ ان کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی وجہ سے ہر شخص ہراساں و پریشان تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا اس وقت تفکر سے یہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) نیز اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) کی ارواح مبارکہ اس فقیر اور اس کے تمام اطراف والوں کے حال پر متوجہ ہیں۔

اور یہ بھی روشن ہوا کہ نور الٰہی عالم اجسام میں دو طرح سے ظہور کرتا ہے۔ ایک ظہور تشریعی دوسرا ظہور تکوینی۔ ظہور تشریعی وہ ہے جو تمام قواعد شرعیہ کے ضوابط پر مبنی ہے (موافق ہے) اور ظہور تکوینی وہ ہے جو بغیر قواعد کلیہ کی رعایت کے مصلحت کلیہ کی اقامت پر مبنی ہے (یعنی اس کا باطن سے تعلق ہے اور یہ خواص کا علم ہے) اور وہ علم جو اول سے متعلق ہے علم ظاہر ہے اور جو دوسرے سے متعلق ہے

وہ علم باطن ہے۔ الحاصل نور تکوینی اور علم باطنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی بھی ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم سے زائد قوی نہیں ہے گویا وہ ملأ اعلیٰ اور اعظم الفریق ہیں اور ان ہی پر احکام عالم کی بنیاد ہے اور ان کی نسبت کی طرف متوجہ ہونا تریاق مجرب ہے۔ ص ۱۹۴-۱۹۵

نذر اور شفا

ایک شخص سلطان حسین خان جو حضرت اقدس کے مرید تھے، ان کا لڑکا سخت بیمار ہوا اور جب مرض شدت اختیار کر گیا تو وہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر مرض کے دفعیہ کے لئے توجہ کے خواستگار ہوئے۔ حضرت اقدس فرماتے تھے کہ اسی دوران میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت میرے سامنے آئی اور مریض کے لئے علاج کی استدعا کی۔ اس کے کہنے کے مطابق میں نے ایک چینی یا شیشہ کے برتن پر آیات قرآنیہ اور اسمائے الٰہیہ اس طرح لکھیں کہ کوئی جگہ خالی نہ رہی۔

پھر میں نے کہا کہ پانچ روپیہ نقد بزرگوں کی نیاز دو یعنی ایک روپیہ برائے خواجہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) معہ ان کے اہل سلسلہ کے اور ایک برائے حضرت غوث الاعظم (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے سلسلہ کے تمام اولیاء اللہ کیلئے اور ایک برائے خواجگان چشت (علیہم الرحمۃ) اور ایک برائے اہل سہروردیہ کبرویہ اور ایک برائے ارباب سلسلہ شاذلیہ شطاریہ مقرر کرو۔ یہ رقم اپنے پاس نکال کر رکھو۔ اور اس چینی کے برتن کو دھو کر اسے پلاؤ، دوسرے روز بھی نیاز مقرر کرنے کے ایسا ہی کرو اور تیسرے دن بھی اسی طرح۔

شفایابی کے بعد پندرہ روپیہ جمع کر کے ہمارے پاس لے آنا کہ تمہارے مریض کی شفا اسی میں ہے۔ یہ واقعہ حضرت اقدس نے ان سے بیان فرمایا۔ سلطان حسین خان نے ایسا ہی کیا حضرت اقدس نے ایک برتن لکھ کر انہیں عنایت فرمایا اور اس کے پینے سے دو ہی روز میں ان کے لڑکے کو شفائے کلی حاصل ہو گئی اور انہوں نے مقررہ نیاز حضرت کے سامنے پیش کی۔ ص ۱۹۶

تعویذ سے شفا ہوتی ہے

حافظ عبد الغنی (خلیفۂ خاص حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) نے بیان کیا کہ میرا ایک لڑکا چیچک

میں مبتلا ہوا اور مرض بہت طول پکڑ گیا۔ میں بے قرار ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور توجہ کا طالب ہوا۔ آپ نے میری استدعا پر ایک تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا اور اس سے شفا پائی۔

پھر دوبارہ اسی مرض میں مبتلا ہوا اور ایک دن حالت اتنی نازک ہو گئی کہ میں نے دیکھا کہ اس میں جان باقی نہ رہی اور مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی رُوح جسم سے جدا ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں سخت بے قرار روتا دھوتا خدمتِ اقدس میں پہنچا۔ میرا حال یہ تھا کہ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ حضرت اقدس میری حالت ملاحظہ فرما کر از حد غمگین اور رنجیدہ ہوئے اور دو بارہ تعویذ لکھ کر عنایت فرمایا۔ الحمد للہ کہ اس کی برکت سے دو تین ساعت بعد ہی اس میں جنبش پیدا ہوئی اور شفائے کُلّی حاصل ہو گئی۔ صـ۲۰۵ - ۲۰۶

عبد النّبی گویا عبد الرحمٰن ہی ہے

حافظ عبد النّبی نے (جو حضرتِ اقدس کی طرف سے ملقّب بہ حافظ عبد الرحمٰن ہیں اور آپ کے خاص اصحاب میں ہیں) ابتدائے شب میں ظہور و برکات کی علامات بتائیں۔ صـ۲۰۹

اولیاء اللہ دِلی رازوں سے واقف ہوتے ہیں

خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس مثنوی مولانا روم (علیہ الرحمۃ) اپنے مطالعہ کیلئے محل سرا لے گئے۔ شام کے وقت مجھے اس کے مطالعہ کی خواہش ہوئی لیکن آپ سے مانگنا بے ادبی معلوم ہوئی۔ آپ ازراہ کشف میرے شوق پر مطلع ہو گئے اور اسی وقت نسخہ مذکورہ عنایت فرمایا۔ صـ۲۱۱

ترنّم کے ساتھ نعت شریف سُننا

ایک دن بعد نماز تہجد خواجہ محمد امین نے آپ کا مصنّفہ قصیدہ "اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" خوش الحانی سے پڑھنا شروع کیا اس کے سننے سے آپ از حد مسرور ہوئے اور اس کا پرتو حاضرین پر اس درجہ محیط ہوا کہ

سب کو حضوری تام حاصل ہوئی۔ علی الصبح خواجہ صاحب موصوف موردِ عنایاتِ بے کراں ہوئے۔ ص۲۱۰ - ۲۱۱

آسیب اور اس کے دفعیہ کے لئے دم کرنا

خواجہ محمد امین ولی اللہی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ کی محل سرا میں بعض مستورات کو آسیب نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ وضو کر کے کوئی چیز اس کے دفعیہ کے لئے پڑھ کر دم کر دوں اس ارادہ سے اٹھا تھا اور ہنوز وضو نہ کیا تھا کہ ایک انتہائی سیاہ شے نکل کر بھاگی۔ میں ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے، یہاں تک کہ وہ دروازہ پر پہنچی۔ اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ جب میں دروازہ پر پہنچا تو اسے بدستور بند پایا۔ اس وقت سے اس آسیب نے کسی کو پریشان نہ کیا۔ ص۲۱۱

نذریں قبول کرنا

ایک دن (حضرت شاہ ولی اللہ نے) ارشاد فرمایا کہ ایک بار ارواح اکابر سلاسل قدس اللہ اسرارہم ظاہر ہوئیں اور فرمایا کہ "تو اس عالم میں ہمارا نمونہ ہے پس فتوح و نذور ہماری طرف سے لیتے رہو" ص۲۲۷

اللہ کا ولی باعثِ نزولِ برکات اور سببِ دافعِ بلیات ہوتا ہے

ایک مرتبہ حضرت اقدس (حضرت شاہ ولی اللہ) اپنے چھوٹے ماموں صاحب کے فاتحہ کے موقع پر پھلت تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب واپسی کا قصد فرمایا تو اثنائے راہ میں ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بعض اولیاء اللہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ فلاں صاحبِ ولایت ہے اور فلاں جگہ فلاں صاحبِ ولایت ہے۔

تو اس صاحب مقام کی شرط یہ ہے کہ فنا و بقا و حصول نسبت کے بعد اس کی ہمت قوم کے لئے ایسی قوی ہو کہ نزول برکات و دفع بلیات میں تاثیر عظیم رکھتا ہو، اور دوسرے اس کی ہمت بحیثیت تسخیر و دبدبہ اسی زیارت والوں کے لئے عالم مثال میں متمثل ہو اور اس کی جملہ نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا معترض مخذول ہوتا ہے اور اس کا صحیح منصور۔ الخ

صہ ۲۳۳

اشاعتِ علمِ حدیث

خواجہ محمد امین حضرت اقدس سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۶ رجمادی الآخرہ روز پنجشنبہ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوں اور وہ مسجد جامع مسجد دہلی ہے یا مسجد بیگم اکبرآبادی۔ ناگاہ لوگ کہنے لگے کہ اس جگہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورتِ کریمہ ظاہر ہوگی۔ یہ سن کر مشتاقوں کی ایک جماعت آپ کے جلوۂ دل افروز کی آرزو میں صف بستہ ہے اور میں بھی جمال باکمال کے مشاہدہ کی تمنا میں ہمہ تن بنا ہوا انتظر ہوں۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ آہستہ آہستہ ظاہر ہونا شروع ہو گئی، یہاں تک کہ پوری ظاہر ہو گئی اور پھر اس آئینہ سے نکل کر خارج میں جلوہ گر ہو گئی اور ہم نے عرض کیا کہ حضور کی عنایت و توجہ ہماری شریک حال ہو اور علم حدیث کی اشاعت و ترویج میں عالی ہمتی عطا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہو گی۔ پھر عرض کیا کہ اس علم کی اشاعت ہمارے ہاتھوں نیز ہماری اولاد اور بھائیوں کے ہاتھوں ہو۔ اس سلسلہ میں بھی مدد (توجہ) درکار ہے قبول فرمائی جائے۔ ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا پھر وہ صورت کریمہ روپوش ہو گئی۔

صہ ۲۲۲

عرس پاک اور لنگر

جب حضرت اقدس نے فتنۂ ابدالیہ کے سبب وطن سے ہجرت فرمائی اور بڈھانہ میں قیام فرمایا اسی دوران حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم (قدس سرہٗ) کے عرس کا زمانہ آگیا۔ خواجہ عبدالحکیم کے دل میں گویا الہام ہوا اور انہوں نے چار سو روٹیاں بازار سے خرید کر

ان کے مزار شریف پر لے جاکر فقراء کو تقسیم کر دیں۔

صـ ۳۵۷

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ

ایک روز فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہُ العزیز بیشتر اوقات ہماری نظروں کے سامنے جلوہ گر رہتے ہیں اور جس وقت پانی کا گلاس ہاتھ میں لیتا ہوں یا کھانے کی کوئی چیز سامنے لائی جاتی ہے تو دیکھتا ہوں کہ وہ موجود ہیں اور اس سلسلہ میں اہتمام فرما رہے ہیں۔

صـ ۳۶۴

فضائل دُرود شریف

آپ نے درود شریف کے فضائل بیان کرتے وقت یہ بھی فرمایا کہ اس کے فضائل ہی سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا پڑھنے والا دُنیا کی رسوائی سے محفوظ رہے گا اور کوئی آفت اُسے نہ گھیرے گی۔

صـ ۳۸۰

تصوّرِ شیخ فیض کا ذریعہ

اگر دُوری کی صورت میں کسی فیض دینے والے سے استفاضہ (فیض حاصل کرنا) چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت دلی فراغت کے اوقات میں سے اور خواہشات میں اعتدال کے ساتھ مقرر کرے اور ایک جگہ جو شور و شغب سے خالی ہو وہاں باوضو اور یکسو ہو کر جس قدر ممکن ہو نماز پڑھے پھر اسی جگہ بیٹھ کر اس (شیخ) کی صورت پر جس سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی ہمت کو دفع خطرات کے ساتھ متوجہ کرے اور اس (مرشد) کی صورت میں اپنے کو اس حد تک محو کر دے کہ وہ صورت اس کے خیال و تصوّر میں قائم ہو جائے اور اس کی اس طرح مداومت (پابندی) کرے کہ مستفیض اور مفیض کے علاوہ تمام احوال و خیالات و خطرات یک قلم فنا ہو جائیں، اور یہ حالت پہلے روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز ہی حاصل ہونے لگتی ہے اور اس دوران ایک قسم کا فتور اور جسم میں سستی پیدا ہوتی ہے۔ جس وقت یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو (سمجھ لو) کہ اس کو ایک مناسبت اس روحانیت سے فیض کے ساتھ پیدا ہو گئی اور اس کی لوحِ قلب صاف ہو گئی۔ پھر اس (مرشد کی) صورت سے التجا اور استفاضہ کے بعد اس ملاحظہ

کو روک کر شغل برزخ سے فارغ ہو کر ذکر کو لازم کرے خواہ وہ ذکر اسمِ ذات ہو یا ذکر نفی و اثبات۔ الخ
ص ۳۸۳ - ۳۸۴

اولیائے کاملین نہ ہوتے تو کوئی اللہ کہنے والا نہ ہوتا

ارشاد فرمایا کہ مقربین کا ایک گروہ ایسا ہے جن کی زبان ان کے حالات بیان کرنے کے تابع نہیں ہوتی اور اولیائے کاملین کا ایک فرقہ ایسا ہے جس کو اللہ نے اس کی قدرت عطا فرمائی ہے اور وہ اپنے کمالات کی تعریف و توصیف میں اس شرح و بسط کے ساتھ جن کا ان کو حکم ہوتا ہے، دفتر کے دفتر لکھ ڈالتے ہیں اور یہی وہ حضرات ہیں جو اپنے میں حقیقت الحقائق کے سریان کو کلیتہً پاتے ہیں۔ اور اس حقیقت میں تعین دیکھتے ہیں۔ پس وہ جو کچھ کہتے ہیں از خود کہتے ہیں اور اگر کسی چیز سے تعبیر لیتے ہیں تو از خود لیتے ہیں۔ اور یہی وہ گروہ ہے جس کا تمام مخلوق پر احسان ہے اور یہی وہ فرقہ ہے جو عرفان الٰہی کا ذریعہ ہے اور اگر ان کا درمیان نہ ہوتا تو کوئی اللہ کہنے والا اس کی معرفت پر رسائی حاصل نہ کر سکتا، بلکہ کوئی شخص اسم اعظم سے آشنا نہ ہوتا۔ الخ
ص ۴۵۲

دلائل نبوّت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نبوّت کے دلائل کے اثبات میں لوگوں کے متعدد طبقے اور طریقے ہیں۔ جمہور علمائے نے معجزات و کرامات کے ظہور کو دلائل میں سب سے زیادہ قوی رکھا ہے جن کا صدور انبیاء (علیہم السلام) کے علاوہ محال ہے اور امام رازی (علیہ الرحمۃ) نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوّت کے اثبات میں ایک دوسرا طریقہ بیان کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ عامہ صدیاں گذر جانے کے بعد عام مخلوق کی ہدایت کے لئے ظاہر ہوئی اور وہ تمام عالم جو ظلماتِ جہل و ضلالت سے بھر گئے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے علوم منحرف ہو رہے تھے اور مٹ رہے تھے تو داعیہ الٰہی عام لوگوں پر رحم و کرم کا مقتضی ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو رحمتِ عالمیان

ہیں ارسال فرمایا اور تمام مشرق و مغرب کو اس نیّرِ اعظم اور مظہرِ اتم کے نور سے منور کیا اور اسلام کا جھنڈا تمام اطرافِ عالم میں غلبہ کے ساتھ نصب کر دیا پس وجود جو کہ غایت نبوّت کی علّت ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعویٰ صدق پر دلیلوں میں سب سے اوّل ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک ایک ایک دلیل جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کے اثبات پر ظاہر اور قوی ہوگی وہ شریعت مطہرہ کے علاوہ نہیں ہو سکتی کیونکہ از روئے وجدان یہ معلوم ہے کہ نوعِ انسانی کی تکمیل کیلئے افرادِ خاصہ سے قطع نظر بھی کتاب و سنّت درکار ہے پس اگر کسی کو اللہ تعالیٰ فطرتِ سلیمہ عطا فرمائے تو یقیناً وہ سمجھ جائے گا کہ نوعِ آدم کی تکمیل انہی دونوں اصلوں سے وابستہ ہے اور ہدایت تام اس کے بغیر متصوّر نہیں پس آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی امّت کی طرف قرآن وسنّت کی تبلیغ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی نبوّت کی عظیم دلیل ہے۔

ص۱۴۴

سجادہ نشینی

حضرت قبلہ[لے] تحصیلِ علوم کے بعد اشغال طریقت میں مشغول ہوئے جس میں بڑی سخت ریاضتیں کیں اور متعدد چلّے کھینچے یہاں تک کہ (ایک وقت ایسا آیا کہ) انوارِ طریقت اور اسرارِ حقیقت پر فائز ہو گئے اور اپنے والد ماجد کی رحلت کے بعد مسندِ ارشاد و تلقین پر ان کے سجادہ نشین ہوئے اور ان کے والد کے تمام کار کردہ اصحاب نے آپ سے رجوع کیا اور آپ کی خدمت میں ظاہری و باطنی استفادہ کیا اور تعظیم و توقیر خادمانہ بجالاتے تھے۔ ص۴۷۵

تصرّفات ثابت ہیں

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ ان کی ہمت جس چیز سے وابستہ ہوتی ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا اور واقعتاً تصرّفات آفاقی حضرت قبلہ سے بکثرت ہوئے۔ اور جس کام کا قصد فرماتے ہیں وہ گو کہ لوگوں کی نگاہ میں کیسا ہی سخت ہو لیکن آپ کے حسبِ منشا ہوتا ہے۔ ص۴۷۸

لے شیخ عبید اللہ صدیقی (حضرت شاہ ولی اللہ کے ماموں)

اللہ کے ولی کی مخالفت کا نقصان

حضرتِ اقدسؒ نے متعدد بار فرمایا اور تجربہ بھی ہوا کہ جس کسی نے بھی حضرت قبلہ کی خلافِ مرضی کوئی کام کیا تو وہ ضرور مخذول (ذلیل) ہوا اور اس کا کام تہہ و بالا ہو گیا۔ ص ۴۷۵

تصوف کا درس

حضرت اقدسؒ نے بارہا فرمایا کہ (حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) اس دور میں عبادات و ریاضیات میں متقدمین کی یادگار ہیں ـــــ ان کا وقت یا تو کتاب اللہ اور حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تدریس میں صرف ہوتا ہے یا اوراد و وظائف میں لیکن اوقاتِ مراقبہ میں ان سے کوئی فتور نہیں پڑتا۔ عام مجلسوں میں بھی خلوت در انجمن کے شغل کے پابند ہیں ـــــ اگر بات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو بہت مختصر بات کرتے ہیں اور کبھی کبھی تصوف کا درس مثل فصوص شیخ اکبر اور مثنوی مولانا روم (علیہما الرحمہ) بھی دیتے ہیں ص ۴۸۰

بے حجاب زیارتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت قبلہ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور مزارِ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے فرمایا کہ میں اکثر اوقات جب مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ درمیان سے حجابات اُٹھ گئے ہیں اور اپنے کو حجرۂ کریمہ میں پاتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ بغایت شفقت مجھے اپنے سینۂ اسرار گنجینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور جس طرح بچوں کو وفورِ شفقت و محبت سے لپٹاتے ہیں اسی طرح پیار و محبت کا برتاؤ فرما رہے ہیں۔ ص ۴۸۷

عرس کو ناجائز کہنے والے جاہل اور عرس جائز

حضرت قبلہ (ایک بار) مخدوم جمال الدین قدس سرہٗ کے عرس کے موقع پر ان کی قبر شریف کی زیارت کو موضع بھلاوہ[1] تشریف لے گئے۔ وہاں

---

[1] شیخ عبید اللہ صدیقی

لوگوں کا ایک انبوہِ عظیم تھا اور ایک کثیر ہجوم ان کی قبر کو بوسہ دے رہا تھا۔ حضرت قبلہ وہاں تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد مقبرہ کے اندر سے باہر آ کر بیٹھ گئے۔ الخ ص ۴۹۶

زائرین کی حاجت برآری

میاں شاہ اہل اللہ جیو نے فرمایا کہ جس وقت میں ان (شیخ عبید اللہ) کے مزار کے نزدیک بیٹھتا ہوں تو ایسا ادراک کرتا ہوں کہ گویا موت نے ان میں حلول نہیں کیا ہے کیونکہ آپ جس طرح اپنی زندگی میں مخلوق کی حاجت برآری کیلئے متوجہ رہتے تھے اب اس حالت (بعد الوفات) میں بھی بلا کسی فرق کے اسی طرح ان کی توجہ محسوس ہوتی ہے۔ ص ۵۰۴

زیارتِ مزارِ مجدد علیہ الرحمۃ کے لئے ارادۂ احرام اور فیضِ مجدد ہر جگہ عام

حضرت[1] والا نے فرمایا ــــــــ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر اسرار کی زیارت کا شوق اگرچہ مجھے بہت زائد تھا اور اس سے مجھے بہت قلق تھا، بلکہ قریب تھا کہ مزار شریف کی زیارت کا میں احرام باندھ لیتا اور سفر کیلئے روانہ ہو جاتا۔ اسی اثنا میں میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ گویا حضرت مجدد میرے حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرا فیض ہر جگہ ہے۔ آپ کے اس فرمانے سے وہ رنج و کلفت دور ہو گیا اور تسکین ہو گئی۔ ص ۵۱۶

پیر دستگیر کہنا جائز

فرمایا[2]، ایک بار میں نے اپنے کو دیکھا کہ ایک کنویں میں جا رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ہر ہر زینہ پر حضرت پیر دستگیر (غوث الاعظم) اور حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہما کی صورتیں جلوہ گر ہیں۔ یہ دیکھ کر میں مؤدب ہو گیا اور اپنے پیروں کو احتیاط سے رکھنے لگا۔ ص ۵۱۸

فضائل و مقاماتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت[3] والا نے فرمایا کہ جب تک (اپنا) وجودِ علمی بھی باقی ہے فنائے اکمل بھی اتم نہیں ہے اور جب تک وجودِ علمی کی بساط جس سے

---

[1] ، [2] ، [3] شیخ حبیب اللہ نے

مطلب قوت عرفانیہ ہے پیٹ نہ دی جائے فنائے حقیقی جس سے مراد موت ہے میسّر نہ آئے گی۔ اور یہ بات بوجہ اکمل سوائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور ان کے فضائل جو بعض احادیث میں مروی ہیں ان سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم من سرہ ان ینظر الی میت یمشی علی وجہہ الارض فلینظر الیٰ ابن ابی قحافہ او کما قال اور کسی دوسرے کے بارہ میں معلوم نہیں کہ وارد ہوا ہو۔ (جو اس بات سے واقف ہونا چاہے کہ مُردہ کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو قحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے)۔ صد ۵۲۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ مبدائے عرفان ہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز مقامِ قرب میں غور کی نگاہ گئی تو ہر چند نظر دور دور گئی، لیکن وہ جہت خاص جو حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) میں تھی اس سے زائد کسی میں نہ دیکھی گئی اور اس جہت میں کسی دوسرے کی ان پر فضیلت نہیں دکھائی دی (اور) آپ اس جہت (یعنی مقام قرب کے) اعلیٰ مرکز کے اوپر ہیں اور اسی لئے آپ مبدائے عرفان ہوئے ہیں۔ صد ۵۲۲

بیعت کی مشروعیت پر شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ کا ایک منکر سے مناظرہ

حضرت والا نے بیان فرمایا کہ حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس سرّہٗ کو ایک مجلس میں میر عصمت اللہ سہارنپوری سے جو اس دیار کے اکابر علماء میں سے تھے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ انہیں بظاہر تصوّف سے جس میں بیعت وارادہ و مجاہدہ ہے اور جس کا ثمرہ مکاشفہ ہوتا ہے اعتقاد نہ تھا

حضرت شاہ عبدالرحیم ——— پس حضرت شیخ بزرگ نے میر مذکور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کہاں مرید ہیں۔

منکرِ بیعت میر صاحب ——— انہوں نے کہا کہ کیا یہ بات طریقہ شرع سے ثابت ہے جو اس کی پابندی کرنا چاہئے۔

لہ ، لہ شیخ حسب اللہ

شاہ عبدالرحیمؒ ———— حضرت شیخ نے فرمایا کہ حجج شرعیہ میں تین چیزیں ہیں، کتاب، سنت اور اجماع، اور مجتہد کا قول بھی حجت ہے اور یہ بات ان تمام سے ثابت ہے۔

منکر بیعت میر صاحبؒ ———— میر نے کہا یہ کس طرح ہے اس کی وضاحت کیجئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ ———— آپ نے فرمایا کہ کتاب وُہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے:

یایّھا الّذین اٰمنوا اتّقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہٖ لعلّکم تفلحون۔

اس آیت میں ابتغاء وسیلہ سے کیا مراد ہے۔

میر منکر بیعتؒ ———— میر نے جو کچھ بعض مفسرین نے اعمال صالحہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے، بیان کیا:

شاہ عبدالرحیمؒ ———— آپ نے فرمایا کہ یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ ایمان مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ خطاب مومنین سے ہے (یعنی ایمان والے سے کہنا کہ ایمان لاؤ، یہ ایک مہمل سی بات ہے) اور اعمال صالحہ تقویٰ میں داخل ہیں، اور تقویٰ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنا ہے (یہ بھی وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں داخل نہیں ہیں) اور یہ مراد بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ قاعدہ عطف مغائرت چاہتا ہے (یعنی اتّقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنوں میں مغائرت ہے کیونکہ معطوف اور معطوف الیہ ہم معنی نہیں ہوتے) اور ذکر میں ترتیب اس کی مقتضی ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہے جو تقویٰ کے بعد ہوتی ہے اور یہی چیز ارادت اور مرشد سے بیعت ہے۔ اس کے بعد مجاہدہ و ریاضت ہے تاکہ فلاح حاصل ہو جس سے مطلب ذات (حق) کا وصول ہے۔

'میر منکرِ بیعت' ———— پس میر مذکور نے بہت رد و قدح کے بعد اسے قبول کیا اور اعتراف کیا (یعنی مان لیا)۔ ص ۵۲۹ - ۵۳۰

اولیاء اللہ کے پاس بیماری سلب ہوتی ہے شفا ملتی ہے۔

حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ مخدومی شیخ صلاح الدین نے ایک بار شاہ فخر عالم سے جو ان کے دینی عم ہوتے ہیں کہا تھا کہ میری موت قریب آگئی ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی قضا مبرم ہے یا معلق۔ انہی ایام میں ان کو مرض شدید لاحق ہوا۔ اسی حالت میں میری زبانی شاہ فخر عالم سے کہلا بھیجا کہ اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بالفعل میرے مرشد کی دعا پر میری قضا معلق ہے اور یقین ہے کہ اس سلسلہ میں وہ ضرور دعا فرمائیں گے۔ پس اس مرض کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ گئی یہاں تک کہ امیدِ حیات منقطع ہوگئی اور لوگ تجہیز و تکفین کی فکر کرنے لگے۔ اس وقت شیخ بزرگ حضرت عبدالرحیم قدس سرہٗ نے دعا فرمائی اسی وقت روح نے معاودت کی اور شفائے کلی حاصل ہوگئی۔ ص ۵۳۳ - ۵۳۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔

انھوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مبشرہ میں دیکھا کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دولت کدہ میں جو مدینہ منورہ میں تھا تشریف فرما ہیں اور ہم باہر کھڑے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں ایک ساعت گزرنے کے بعد آپ اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اور اس مقام پر جو مثل دیوان خانہ کے ہے تشریف فرما ہوئے اور کسی شخص نے اس بندہ کاتب حروف کا نام لے کر کہا تم اور ایک دوسرا شخص جو تمہارا ہم نام ہے اس مجلس عالی میں اجازت یافتہ (حاضر) اور آپ کی قربت و شرف جلوس سے مشرف ہوا اور ہم مواجہہ شریف میں کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! معاویہ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی برائی کی ہے تو اس کے لڑکے نے کی ہے اور لڑکے کے

اعمال کا دبال ونکال باپ پر نہیں ہوتا، اور جس شخص نے ہماری صحبت اٹھائی ہے (اس کے بارے میں) اگر کوئی شخص بے ادبی کرے ہم اس سے خوش نہیں ہیں اور گویا یہ الفاظ آپ نے اس لئے فرمائے کہ اس نے صرف معاویہ کہا تھا بغیر کسی تعظیمی لفظ کے، پھر میں بیدار ہو گیا (رضی اللہ عنہ)

ص ۵۶۸

تعویذ کی ضرورت ساخت اور اس کے فوائد

انہوں نے[1] تحریر فرمایا کہ ایک بار یہ معلوم ہوا کہ ان ایام میں (اس دوران) جو لوگ بیمار ہو گئے ہیں ان کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں اسم "سلام" کے ساتھ التجاو رجوع کریں اور اس کے اعداد ایک دائرہ میں کر کے (تعویذ بنا کر) اپنے پاس رکھیں، اور اس کا رکھنا اور دیکھنا پڑھنے کے مقابلہ میں زائد مفید ہو گا اور پڑھنے کیلئے ایک مکمل مناسبت ہونا چاہیئے اور وہ دیر میں میسّر ہوتی ہے۔

غرضیکہ ایسی چیز عمل میں لائیں کہ اسم "سلام" کے قویٰ اس کی ذات کے مطابق خاکی ہوں، نیز اس کے مشابہ اور مظہر ہوں اور اس کو مثلث، مربع اور مخمس شکلوں میں لکھنے سے اسم "سلام" کا موکّل اسے قبول نہیں کرتا (انکار کرتا ہے) لہٰذا دائرہ مدوّر صرف اعداد کے ساتھ اس صورت (۱۳۱) سے لکھنا چاہیئے۔ اور دائرہ سے مراد یہ ہے کہ گویا اس اسم کے معنیٰ آسمان سے اُترتے ہیں پس اگر سات تک دائرہ کھینچ کر اس میں اعداد بھرے جائیں تو زائد بہتر ہے اور پینے، گھر میں لگانے نیز گلے میں باندھنے میں نہایت مفید ہے اور اگر مال و متاع کی حفاظت کیلئے لکھ کر اس میں رکھیں تو (وہ) محفوظ رہے اور اس اسم کے ذریعے آگ سے بھی پناہ ڈھونڈنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی جُبت کی انگوٹھی پر کندہ کرا کر ہاتھ میں پہنے تو بھی انہیں فوائد کی ممثمر ہے۔ اور اگر ان ایّام میں اس اسم کے عدد سو بار صبح کے وقت اور اسی قدر عصر کے بعد سے لے کر عشا کے وقت تک لکھنے کا التزام کرے تو ایک عالم اس کی برکت سے تمام بلاؤں، آفتوں، بیماریوں اور آگ سے محفوظ رہے گا اور جتنا ہی اس کو کثرت سے لکھا جائے گا آثارِ کثیرہ ظاہر ہوں گے۔

---

[1] شاہ نور اللہ

اور دوسری وضع یہ ہے کہ (چونکہ) اسم سلام کے قوائے معنوی ہر شے میں موجود ہیں (لہٰذا) حوادث سے سلامتی اسی کی وجہ سے ہے اس وقت تک بلکہ جب تک کہ دوسرا اسم جو ہلاکت کا مقتضی ہے غالب نہ آئے پس ان قویٰ کو اسی راہ سے اپنی جانب جذب کرنا چاہئے اور یہ اسی کے لئے ہے جو اس کا عارف ہوتا ہے اور اس کو جذب کرلینے کا طریقہ جانتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس اسم کے مظاہر سے توسل کرے تاکہ اس اسم کے آثار و برکات نازل ہوں اور یہ چیز دو۲ طریقوں سے ہے۔ ایک تو یہ کہ اسم سلام کے ساتھ توسل تدبیر کلی کو متحرک کر دیتا ہے اور دوسرے یہ کہ یہ توسل حقیقت تک پہنچا دیتا ہے، اور عین اسم "اسلام" کہ اس عالم میں متعدد جگہ اس کا ظہور ہے۔ اس جگہ سے اس کے آثار و برکات کھینچے جا سکتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اسم کے قوائے ذاتی و اصلی جو اس عالم میں موجود ہیں ان کو جس طرح بھی چاہے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور نظامات کلیہ کی بقا میں سعی اس اسم کو اپنا حامل کر دیتی ہے۔ صـ۵۹۳ـ۵۹۴

نور مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

انہوں نے بیان کیا کہ نادر شاہ کے حملہ سے کچھ پیشتر میں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک واقعہ میں دیکھا کہ آپ سراپا نور ہیں اور آپ کا لباس بھی نور ہے اور آپ شاہجہاں آباد کے حالات مجھ کو دکھلا رہے ہیں، پھر ایسا ہی واقع ہوا۔ صـ۶۱

القول الجلی کو حضرت نے خود ملاحظہ فرمایا

حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی القول الجلی کے تقریباً آخر میں فرماتے ہیں:

"مؤلف کتاب ہٰذا واضح کرتا ہے کہ جب یہ بندۂ ضعیف ان اوراق کی ترتیب و تسوید سے فارغ ہو چکا تو اسے بغرضِ ملاحظہ مجدد ملت حکیم الامت حضرت ولی نعمت دام مجدہم کی خدمت عالی میں پیش کیا۔ آپ نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس میں اپنے حال کا بھی اضافہ کرو الخ

القول الجلی، اردو صـ۶۳

۱؎ شیخ محمد عابد

مؤلّف القول الجلی کو سندوں سے نوازا

فرمایا[1] ہمارے بھائی شیخ محمد عاشق جن کے ظاہر و باطن پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، اور میں ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ ان میں قدرے یہ ہے کہ وہ ولادت کے وقت سے لے کر (اب تک) دنیا میں متقی و پرہیزگار اور وصول الی اللہ کے طریقہ کے شائق رہے ——— ان کو کتاب وسنّت کا علم عطا ہوا ———

اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک طریقت، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی توفیق عطا فرمائی پس انہوں نے اس کے عجائب و غرائب مشاہدہ کیے ——— ان کی چشم بصیرت وا ہوگئی اور کتاب وسنت کے وہ اسرار ان پر منکشف ہو گئے جن پر سابقین میں اکثر لوگوں کی رسائی نہ ہو سکی ———

اور میں یہ بات اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ اس کی مخلوق میں برگزیدہ ہستی اور اس کی زمین میں حجت ہیں ——— میرے اسرار کے مخزن اور میرے انوار کے حامل ہیں ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے ان کی صحبت میری صحبت ان کے اقوال و افعال یہ سب دراصل میرے ہی اقوال و افعال ہیں۔ ان کی رضا اور کشف و وجدان عین میری رضا اور کشف و وجدان ہیں ———

——— مبارک ہے وہ جس نے ان کی اتباع کی اور ان سے لذت یاب (فیضیاب) ہوا۔ ان سے ہدایت حاصل کی اور ان پر اعتماد کیا ——— (مختصرًا)

القول الجلی، اردو ص ۶۳۱ تا ۶۳۴

مسائل تصوّف کی تدوین

شاہ محمد عاشق پھلتی شاہ ولی اللہ کے مسوّدات کی تدوین کے بارہ میں رقم طراز ہیں کہ

اور ایک حصّہ کو جس میں رقعات مختلفہ تھے، مدوّن کر کے الگ خطوط کا ایک مجموعہ مرتّب کیا اور کچھ کو جو خلوت کی مجلسوں میں زبان الہام بیان سے سُنی تھیں اپنی فہم کے مطابق تحریر کر کے اس رسالہ میں شامل کیا، پھر تمام رسائل تصوّف کو ایک جلد میں جمع کر کے ایک کلیات مدوّن کیا اس سے آنجناب نہایت مسرور ہوئے

ص ۶۴۱

---

[1] شاہ ولی اللہ نے شیخ محمد عاشق مؤلّف القول الجلی کے نام مکتوب میں فرمایا۔

ماخذِ کتابؒ

ماخذ کتاب

شاہ صاحب کی وہ تصانیف جنہیں زیرِ نظر کتاب میں بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

۱۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (اردو)۔ ترجمہ مولانا رشید احمد انصاری۔ ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور سنہ ۱۴۰۰ھ

۲۔ درالثمین فی مبشرات النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم (عربی اردو) ترجمہ مولانا غلام رسول۔ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

۳۔ حجۃ اللہ البالغہ (عربی۔ اردو)۔ ترجمہ مولانا محمد منظور الوجیدی۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز چوک انارکلی لاہور

۴۔ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا (اردو)۔ ترجمہ مولانا عبد الشکور، مولانا انشاء اللہ۔ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل مولوی مسافر خانہ کراچی

۵۔ فیوض الحرمین (عربی۔ اردو)۔ ترجمہ محمد عابد الرحمٰن " " " "

۶۔ عقد الجید (عربی۔ اردو) ترجمہ مولانا ساجد الرحمٰن " " " "

۷۔ انفاس العارفین (اردو) ترجمہ حکیم محمد اصغر اطہر فاروقی۔ نوری بک ڈپو، لاہور

۸۔ ھمعات (قطرات ترجمہ ہمعات) ترجمہ مولانا مولوی عبد اللہ شاہ۔ ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور سنہ ۱۴۰۸ھ

۹۔ لمحات (اردو) ترجمہ پیر محمد حسن ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، لاہور

۱۰۔ سطعات (اردو) ترجمہ مولانا محمد متین ہاشمی " " " " سنہ ۱۹۸۶ء

۱۱۔ رسالہ در مذہب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ترجمہ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی " " " "

۱۲۔ قصیدہ اطیب النغم (عربی، فارسی، اردو) اردو ترجمہ پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ لاہور سنہ ۱۹۸۵ء

۱۳۔ القول الجمیل (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل) عربی اردو۔ ترجمہ مولوی خرم علی۔ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی ۱۹۸۵

۱۴۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (عربی۔ اردو)۔ باہتمام میاں عزیز احمد محمد فاروق سمول۔ عباسی کتب خانہ بونا مارکیٹ کراچی

۱۵۔ الخیر الکثیر (اردو) ترجمہ مولانا عبد الرحیم۔ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

۱۶۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (اردو) (فقہی اختلافات کی اصلیت) محکمہ اوقاف، لاہور

۱۷۔ العقیدۃ الحسنہ ترجمہ و تشریح مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی۔ فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور

کی بازیافت شاہ ابو الحسن زید فاروقی حکیم سید محمود احمد برکاتی۔ رضا اکیڈمی، لاہور

۱۹۔ القول الجلی (اُردو) ترجمہ جناب نقی انور مسلم کتابوی، لاہور۔

۲۰۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی۔ ادارہ اسلامیات، انار کلی لاہور

چند وہ کتب جو شاہ صاحب کے مسلک و نظریات پر ترتیب دی گئیں۔

۲۱۔ ارمغان شاہ ولی اللہ مرتبہ پروفیسر محمد سرور ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

۲۲۔ مسلک شاہ ولی اللہ مرتبہ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب مکتبہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ

۲۳۔ افکار شاہ ولی اللہ مرتبہ مولانا عبدالمجید رضوی۔ غوثیہ کتب خانہ، اُردو بازار گوجرانوالہ

۲۴۔ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ مرتبہ ڈاکٹر مظہر بقا ادارہ تحقیقات، اسلام آباد

دیگر کتب جن سے حاشیہ میں استفادہ کیا گیا۔

۲۵۔ قرآن کریم ترجمہ کنز الایمان از اعلیٰحضرت۔ تاج کمپنی

۲۶۔ صحیح بخاری شریف (مترجم) ترجمہ علامہ اختر شاہجہانپوری۔ فرید بکسٹال، اُردو بازار لاہور

۲۷۔ ترمذی شریف ترجمہ علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی۔ " " "

۲۸۔ ابن ماجہ شریف ترجمہ علامہ اختر شاہجہانپوری۔ " " "

۲۹۔ مشکوٰۃ شریف ترجمہ مفتی احمد یار خاں (مرآۃ) نعیمی کتب خانہ گجرات

۳۰۔ انوار الحدیث مولانا جلال الدین امجدی ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

۳۱۔ فتوح الغیب (عربی۔ اردو) تصنیف سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ، ترجمہ علامہ سید سکندر شاہ۔ نوری بُک ڈپو، لاہور

۳۲۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ ترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

۳۳۔ ذخائر محمدیہ تصنیف محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ ترجمہ مفتی محمد خان قادری۔ عالمی دعوت اسلامیہ غوث اعظم روڈ، لاہور

۳۴۔ امتیازات مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تصنیف ڈاکٹر خلیل ابراہیم مدینہ منورہ " عالمی دعوت اسلامیہ، پاکستان

۳۵۔ کشف المحجوب از داتا گنج بخش ترجمہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری۔ اسلامک بُک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور

۳۶۔ نور الہدایۃ۔ ترجمہ اُردو شرح وقایہ۔ محمد وحید الزماں لکھنوی فاروقی۔ ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان چوک کراچی

۳۷۔ تہذیب العقائد، اردو ترجمہ شرح عقائد نسفی۔ شارح مولانا محمد نجم الغنی خان۔ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

۳۸۔ دلائل الخیرات شریف (وظائف و اوراد) تاج کمپنی، لاہور

۳۹۔ مقالاتِ کاظمی۔ غزالیٔ دوراں علامہ احمد سعید کاظمی۔ مرتبہ علامہ غلام رسول سعیدی / نعمت علی چشتی۔
مکتبہ شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور، مکتبہ فریدیہ ساہیوال

۴۰۔ الخیرات الحسان فی مناقب النعمان رضی اللہ عنہ۔ شیخ شہاب احمد بن حجر ہیتمی مکی۔ ترجمہ شجاعت علی قادری، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۴۱۔ سیرت امام اعظم اور آپ کا فقہی مقام مولانا محمد نعیم نگوروی۔ غوثیہ کتب خانہ، اردو بازار، گوجرانوالہ

۴۲۔ تذکرۃ المحدثین علامہ غلام رسول سعیدی۔ حامد اینڈ کمپنی، مدینہ منزل، اردو بازار، لاہور

۴۳۔ جاء الحق مفتی احمد یار خان نعیمی نعیمی کتب خانہ، گجرات

۴۴۔ فاضل بریلوی کا فقہی مقام علامہ غلام رسول سعیدی انجمن اشاعت اہلسنت، سعید آباد، کراچی

۴۵۔ حصن حصین امام محمد بن الجزری شافعی (ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی) ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

۴۶۔ مسلمانوں کے سیاسی افکار ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور

۴۷۔ بہارِ شریعت صدر شریعت مولانا امجد علی اعظمی۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۴۸۔ نشر الطیب مولانا اشرف علی تھانوی۔ تاج کمپنی، لاہور

۴۹۔ ارواحِ ثلاثہ " " " " اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور

۵۰۔ کلیاتِ امدادیہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ دار الاشاعت، اردو بازار، جناح روڈ کراچی

۵۱۔ امداد المشتاق مولانا اشرف علی تھانوی مکتبہ اسلامیہ بلال گنج، لاہور

۵۲۔ فتاویٰ رشیدیہ مولانا رشید احمد گنگوہی کارخانہ اسلامی کتب خان محل، دستگیر کالونی کراچی

۵۳۔ مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویت الایمان شاہ ابو الحسن زید فاروقی مرکزی مجلس رضا، لاہور

۵۴۔ تعبید ۃ النعمان رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مکتبہ نعمانیہ، اقبال روڈ، سیالکوٹ

۵۵۔ صراط مستقیم اور مولانا اسمٰعیل دہلوی ادارۂ نشریات اسلام، اردو بازار لاہور

۵۶۔ ھدایۃ المستفید اردو ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید۔ عبد الوہاب نجدی، عبد الرحمٰن، عطاء اللہ ثاقب۔
انصار السنۃ المحمدیۃ پاکستان، فضل منزل ہیرن روڈ لاہور

۵۷۔ مبدأ و معاد حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور

مفکرِ اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

کی دینی صحافت میں ایک انمول بے نظیر و بے مثال تہلکہ خیز تصنیف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین

تبرکات حرمین
(نعتیہ شاعری)

میلاد شریف اور بعض روایات

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

شاہ ابرار زندہ و مختار

نغمات میلاد
(نعتیہ شاعری)

انوار لاثانی

سیرت حضور نقش لاثانی

مکتبہ نقشِ لاثانی
نقش لاثانی نگر شکر گڑھ
04344 451734